اقابلا
پہلا حصہ
انوار صدیقی
PVL
PAKISTAN VIRTUAL LIBRARY
www.pdfbooksfree.pk

اقابلا......تاریک اور پراسرار برِاعظم افریقہ کے خوفناک جنگلوں میں آباد، اقابلا دیوی کا پجاری ایک غیر مہذب قبیلہ......
مہذب دُنیا کے چند افراد اس قبیلے کے چنگل میں جا پھنسے تھے......انور صدیقی کے جادوں بیاں قلم کا شاہکار ایک طویل اور دلچسپ داستان

مصنف : انوار صدیقی

آفتاب پبلی کیشنز
ٹبہ بابا فرید، عقب ضلع کچہری، لاہور

خامشی!

''انکا'' کے بعد ''اقابلا'' حاضر خدمت ہے۔

''اقابلا'' کا سلسلہ بھی طویل مدت تک ''سب رنگ ڈائجسٹ'' میں جاری رہا۔ ان دنوں قارئین بڑی شدت سے ''اقابلا'' کا انتظار کرتے تھے...... میں ایسے ہی بے شمار کرم فرماؤں سے واقف ہوں جو بڑے بڑے عہدوں پر فائز ہونے اور شب و روز اپنے فرائض منصبی میں مصروف ہونے کے باوجود ''اقابلا'' میں دلچسپی کا وقت نکال لیتے تھے...... کچھ ایسے لوگوں کو بھی جانتا ہوں جو ''اقابلا'' اور ''انکا'' ٹائپ کہانیوں کو سرِعام اور برملا ''فضولیات'' اور ''لغو ادب'' کی فہرست میں شمار کرانے میں پیش پیش نظر آتے ہیں لیکن اپنی خلوتوں میں وہ بھی اسی ٹائپ کی کہانیوں کو بڑے ذوق و شوق سے پڑھتے ہیں۔

میرا ذاتی خیال ہے کہ شاید یہ ادب نواز بزرگ ''فکشن'' کو ادب جان کو پڑھ تو لیتے ہیں لیکن ادب تسلیم کرنے سے یوں کتراتے ہیں کہ کہیں خود ان پر ''بے ادبی'' کا الزام نہ عائد ہو جائے، بہر حال...... خیال اپنا اپنا...... نظر اپنی اپنی......

''انکا'' کی طرح ''اقابلا'' کو بھی میرے رفیق و محسن جناب غلام کبریا المعروف بیگ صاحب کتابی شکل میں پیش کر رہے ہیں......

''اقابلا'' کی کہانی آپکے لئے نئی نہیں ہے۔ آپ اسے ''سب رنگ'' کے خوبصورت صفحات پر طویل عرصے تک دیکھ چکے ہیں۔ چنانچہ اس ضمن میں زمین و آسمان کے قلابے ملانا میرے نزدیک بے سود ہے۔ آپ ایک ذرا اپنی یادداشت کو کریدیں۔ کہانی کا پس منظر اور اس کے کردار از خود واضح ہوتے چلے جائیں گے۔

کسی کتاب کے شروع میں کچھ نہ کچھ لکھنا چونکہ ایک رسم کی صورت اختیار کر گیا ہے لہٰذا بیگ صاحب کا اصرار ہے کہ میں بھی اس رسم کی ادائیگی سے خود کو بری الذمہ نہ تصور کروں چنانچہ اس رسم کی ادائیگی کو فرض سمجھ کر سبکدوش ہونے کی جسارت کر رہا ہوں۔

مجھے خوب یاد ہے کہ ''انکا'' کے سلسلے میں، میں نے ''شکست'' کے عنوان سے کچھ تعارفی باتیں کی تھیں اور چند تلخ حقائق سے پردہ اٹھانے کی کوشش بھی...... لیکن شومئی قسمت کہ میری ''شکست'' بھی ہم عصروں کے بار خاطر پر سخت گراں گزری اور انجام کار...... وہ جو تھوڑی سی راہ و رسم تھی وہ بھی جاتی رہی...... لیکن اس بار ڈرتے ڈرتے میں نے ''خامشی'' کو عنوان کیا ہے۔

یوں بھی بولنے سے بات طول پکڑ لیتی ہے...... بات سے بات نکلتی ہے تو پھر وہ چہرے بھی سامنے آ جاتے ہیں جو کبھی بڑے سادہ پُر خلوص اور رنگا رنگ نظر آتے تھے...... ذہن کی بساط پر یادوں کی لہریں اُبھر کر ایک دائرہ وسیع کرتی ہیں تو اکثر وہ ماحول بھی یاد آ جاتا ہے جو

آلودگیوں سے پاک ہوا کرتا تھا......جس میں ہر سمت، ہر رُخ پیار ہی پیار تھا......اپنائیت تھی......پُرخلوص جذبوں کی فراوانی تھی......باتوں میں مٹھاس ہوا کرتی تھی......زباں ودل کے ذائقے یکساں ہوتے تھے......تضاد برائے نام بھی نہ تھا۔

جوگفتگو ہوتی برملا اور کھل کر ہوتی......دلوں میں کدورتوں کی گنجائش ہی نہ تھی جو رنجشیں جنم لیتیں......رشتے بڑے مربوط ہوا کرتے تھے......ایک دوسرے کے احساسات اور جذبات کو سمجھا جاتا، محسوس کیا جاتا تھا......انسانی قدروں اور حسب مراتب کو مقدم تصور کیا جاتا......اور ایسا صرف اس لئے تھا کہ حاشیہ برداروں کو مجال نہ تھی جو مخالفتوں کا بیج بوسکیں......ایسے لوگوں کو پذیرائی کبھی نہیں کی جاتی تھی جو آستینوں میں خنجر چھپا کر محفل میں اپنی چرب زبانی سے جگہ حاصل کرنے کی کوشش کرتے تھے اور......ایسا تو پہلے کبھی نہ ہوا تھا کہ محبتوں اور رفاقتوں کے درمیان دراڑیں پیدا ہو جائیں اور یارانِ طریقت ان شگافوں کو بھرنے کے بجائے اس کے حجم کو اور بڑھانے کی کوشش کریں......لیکن......ذرا ٹھہریے......

کون صحیح ہے اور کون غلط؟......اس کا فیصلہ کون کرے گا؟......اس لئے خامشی ہی بہتر ہے......!!

انوار صدیقی

عرض مکرر۔۔۔۔۔!

میری سلسلے وار کہانیاں ''انکا''۔''اقابلا''۔''سونا گھاٹ کا پجاری'' اور ''غلام روحیں'' گزشتہ چوتھائی صدی سے میرے وہ دوست اور احباب ڈائجسٹ کی صورت میں شائع کرتے رہے ہیں جن سے نہ تو کبھی میرا کوئی تحریری یا قانونی معاہدہ ہوا نہ ہی مجھے اس کا کوئی معاوضہ ادا کیا گیا۔ سچ یہ بھی ہے کہ میں نے بھی دیرینہ دوستی اور نصف صدی پر محیط تعلقات کی بنا پر نہ کبھی کسی معاہدے کی ضرورت پر غور کیا، نہ ہی کسی معاوضہ کا تقاضہ کیا۔ البتہ متعدد بار اس خواہش کا اظہار کیا کہ اگر ان ناولوں کو مجلد کتابی شکل میں شائع کیا جائے تو میرے پرستار اسے اپنی ذاتی لائبریری کی زینت بنانے میں بھی خوشی محسوس کریں گے۔ لیکن 1980ء سے آج تک میری یہ خواہش پوری نہ ہوسکی۔

بہرحال اب برادرم آفتاب ہاشمی صاحب میرے خواب کو شرمندہ تعبیر کرنے پر آمادہ ہیں چنانچہ میں پہلی بار باقاعدہ تحریری طور پر موصوف کو ''انکا''۔''اقابلا''۔''سونا گھاٹ کا پجاری'' اور ''غلام روحیں'' کو شائع کرنے کی اجازت دے رہا ہوں۔ یہ چاروں ناول چونکہ میری خواہش کی تکمیل میں شائع کئے جا رہے ہیں اس لئے میں اس کا کوئی معاوضہ نہیں لے رہا۔ البتہ اب چاروں کتابوں کے جملہ حقوق بحق مصنف رہیں گے۔

اس مختصر سی تحریر کے بعد میں ان اداروں سے درخواست کروں گا کہ وہ میرے مذکورہ ناول شائع کرنا فی الفور بند کردیں۔ ان کا یہ عمل بھی میرے لئے قابل تحسین ہوگا۔ اب عمر کی نقدی بھی تیزی سے خرچ ہورہی ہے اور عارضہ قلب کی بیماری بھی مجھے اس بات کی اجازت نہیں دیتی کہ کسی قسم کی قانونی چارہ جوئی کے چکر میں الجھوں ورنہ اشاعت کے سلسلے میں جو کچھ ہوتا رہا اس کا ایک ایک ثبوت میرے پاس محفوظ ہے۔

مجھے اپنے پرستاروں سے بھی یہی امید ہے کہ وہ میرے دوسرے ناولوں کی طرح ''انکا''۔''اقابلا''۔''غلام روحیں'' اور ''سونا گھاٹ کے پجاری'' کو بھی مجلد کتابی شکل میں ہاتھوں ہاتھ لیں گے۔ اس لئے کہ آج میں جو بھی ہوں اپنے پرستاروں کی پسندیدگی کی وجہ سے ہوں۔

اپنے پرستاروں کی دعاؤں کا طلب

انوار صدیقی

عزیزہ آنسہ فلورا کے ساتھ بحری سفر کی مسرت نے مجھے دیوانہ کر رکھا تھا، کسٹم کے سائبان میں تل دھرنے کو جگہ نہ تھی، مسافروں کا ہجوم امڈا آ رہا تھا، مجھے خطرہ تھا کہ کہیں مسافروں کی ریل پیل سے نازک اندام فلورا کا مزاج برہم نہ ہو جائے۔

پہلی بار کسٹم کے سائبان کے بیرونی دروازے کے قریب جب ایک اطالوی باشندہ غیر ارادی طور پر اس کے نازک بدن سے مس ہو گیا تو فلورا کی پیشانی پر شکنیں پڑ گئیں۔ اس نے اپنا بدن سمیٹتے ہوئے بیزاری سے کہا۔ "سمندری سفر کے آغاز میں یہ غیر جمالیاتی ہجوم مجھے بڑا گراں گزرتا ہے۔"

میں نے فلورا کے چہرے پر برہمی و بیزاری کے آثار دیکھے تو دل چاہا، اس گستاخ اور بھدے اطالوی باشندے کو گریبان سے پکڑوں اور سامان سمیت اُٹھا کر ساحل سے ٹکراتی ہوئی موجوں کے حوالے کر دوں لیکن ظاہر ہے یہ وقت ان باتوں کا نہیں تھا۔ میں کسی نہ کسی طرح جلد از جلد کسٹم سے فراغت پا کر جہاز پر جانے کے لئے بے تاب تھا۔ اصل میں مجھے اس بات کا خدشہ لاحق تھا کہ خدانخواستہ بندرگاہ پر پولیس کے کسی افسر سے مڈبھیڑ ہو گئی تو فلورا کے میرے ساتھ دیکھے جانے کی اطلاع میرے محترم والد تک پہنچ جائے گی جس کے بعد یہ بات تقریباً طے تھی کہ مجھے اگلی بندرگاہ پر فلورا سے بچھڑ کر جبراً وقہراً بیروت لوٹنا پڑتا۔ میرے والد یوسف الباقر خفیہ پولیس کے محکمے میں ایک اعلیٰ عہدے پر فائز تھے، اسی لئے میں نے فلورا کی برہمی نظر انداز کرتے ہوئے کہا۔

"سارا قصور تمہارے جمال دل افروز کا ہے کہ لوگ اپنے اَوسان کھو بیٹھتے ہیں کچھ دیر کی بات ہے، اس کے بعد ہم اپنے سرد کیبن میں ہوں گے جہاں کوئی ہمیں پریشان نہیں کر سکے گا۔"

"جابر......" فلورا نے چونک کر میری طرف دیکھا۔ "تم نے لندن میں دوسری ملاقات کے دوران مجھے بتایا تھا کہ تمہارے والد پولیس میں کسی بڑے عہدے پر ہیں۔"

"ہاں، شبہ ہے کیا؟" میں نے فخر سے کہا۔

"ارے نہیں۔" فلورا بولی۔ "تم جلد فیصلے کرنے کے عادی ہو۔ میرا مقصد یہ تھا کہ جہاز کے کیبن تک پہنچنے کے لئے تم اپنا اثر استعمال کر سکتے ہو۔"

اور اس سے پہلے کہ میں فلورا کی بات کا کوئی جواب دیتا ایک پولیس سب انسپکٹر نے میرے قریب آتے ہوئے کہا۔ "محترم جابر...... آپ یہاں کہاں، کہاں کے ارادے ہیں؟"

مجھے مخاطب کرنے والا پولیس افسر میرے والد کی ماتحتی میں کام کر چکا تھا اور مجھ سے خاصا بے تکلف تھا۔ وہ مخاطب مجھ سے تھا مگر اس کی نظریں فلورا کے ہوشربا حسن کا جائزہ لے رہی تھیں میں نے اس کی توجہ اپنی جانب مبذول کرنی چاہی۔

"آج کل تم غالباً یہیں پورٹ پر ہو شاید؟"

"ہاں شرفا کو سفر کرتے ہوئے چیک کرنا میری ڈیوٹی ہے۔" اس نے ایک بار پھر کنکھیوں سے فلورا کو دیکھتے ہوئے کہا۔ "میرے لائق کوئی خدمت؟"

میرے پاس اب اس کے سوا کوئی چارہ نہیں تھا کہ میں اپنا مدعا کھل کر بیان کر دوں، سب انسپکٹر نے مسکرا کر معنی خیز نظروں سے مجھے دیکھا پھر دوسری طرف سے جہاز پر لے گیا، میرے اور فلورا کے سامان کی چیکنگ کا مسئلہ بھی ختم ہوگیا، ہمیں کیبن تک چھوڑ کر جب وہ جانے لگا تو میں اس کے ساتھ ہولیا۔ فلورا سے دُور ہٹ کر میں نے اس سے راز داری سے کہا۔ ''عزیز ابو سلمان، کیا میں امید رکھوں کہ تم اس ملاقات کا ذکر کسی سے نہیں کروں گے؟''

''جابر۔ کیا آپ مجھ پر اعتماد نہیں کرتے۔ ظاہر ہے اگر محترم یوسف الباقر کو حالات کا علم ہوگیا تو آپ کے ساتھ ساتھ یقیناً میری شامت بھی آجائے گی۔'' ابو سلمان نے شرارت سے جواب دیا پھر سرگوشی کی۔ ''معاملہ کیا ہے۔ کون ہیں یہ؟''

''آکسفورڈ میں ملاقات ہوئی تھی، اگر لکیروں نے ساتھ دیا تو یہ تمہاری بھابی بھی بن جائے گی۔'' ابو سلمان کو مطمئن کرنے کے لئے یہ دروغ جائز تھا۔

''اللہ اکبر۔'' اس نے سانس کھینچ کر کہا۔ ''تو ارادے لمبے ہیں؟''

سلمان کچھ چھیڑ خانی کرنے کے بعد رخصتی مصافحہ کر کے چلا گیا تو میں نے اطمینان کا سانس لیا اور اس کیبن کی جانب قدم اٹھا دیئے جو میں نے پہلے ہی سے مخصوص کرا لیا تھا۔

فلورا سے میری پہلی ملاقات آکسفورڈ میں ہوئی تھی، وہاں بھی یہی حال تھا بے شمار لڑکے اس کی ایک نظر التفات کے متمنی رہتے لیکن فلورا ایک سرد اور سنجیدہ لڑکی تھی۔ اگر کبھی یوں ہی سرسری طور پر کسی سے توجہ سے دو باتیں کر لیتی تو دوسرے دن اسکینڈل کھڑا ہو جاتا لیکن جلد ہی دل جلے لڑکوں کو معلوم ہو جاتا تھا کہ جو کچھ مشہور ہوا ہے وہ بہتان ہے، عجیب بات یہ تھی کہ فلورا مغربی تہذیب کی پروردہ ہونے کے باوجود لڑکوں سے الگ تھلگ اور بہت محتاط رہنے کی عادی تھی۔

فلورا کی اسی خصوصیت نے مجھے اس کے قریب آنے پر اکسایا تھا، میں نے اس سے ربط ضبط بڑھانے کے لئے حتی الامکان کوشش کی لیکن بات کسی طور آگے نہ بڑھ سکی، فلورا کی سنجیدگی میں کوئی فرق نہیں آیا۔ وہ خوش مزاجی سے میری باتیں سن کر مجھے نظر انداز کرتی رہی۔ جب کوئی صورت نظر نہ آئی تو میں نے ایک ترکیب سوچی، مجھے معلوم تھا کہ مشرق کی رومانی اور سحر انگیز فضا مغرب کی لڑکیوں کو بہت متاثر کرتی ہے۔ میں نے اپنے شہر بیروت، اپنے خاندان، اپنی امارات اور اپنے باپ کے اعلیٰ پولیس کے عہدے کے متعلق بلند بانگ دعوے کیے، میری یہ ترکیب کسی قدر کارگر نکلی۔ میری سحر طراز گفتگو سے وہ متاثر ہوئی اور اس کی حسین نگاہوں میں ایک لمحے کے لئے مخصوص چمک پیدا ہوئی لیکن دوسرے ہی لمحے وہ بڑی بے نیازی سے مسکراتی ہوئی آگے بڑھ گئی۔ فلورا کی اس بے رخی سے میرے ارادوں میں جولانی آگئی میں نے فیصلہ کرلیا کہ ہر قیمت پر اس کافر ادا دوشیزہ کا قرب حاصل کر کے رہوں گا۔ ان دنوں فلورا فرسٹ ایئر میں تھی، امتحان قریب تھے لیکن پھر اچانک نہ جانے کیا ہوا کہ فلورا نے یونیورسٹی آنا بند کردیا۔ دو چار روز تو کسی نے کوئی خاص توجہ نہ کی مگر بعد میں چہ میگوئیاں شروع ہوگئیں۔ ہر لڑکے نے فلورا کی کمی شدت سے محسوس کی، خود میرا بُرا حال تھا۔ میں نے بھی فلورا کو بہت تلاش کیا لیکن زبردست کوشش کے باوجود مایوسی کا سامنا کرنا پڑا، فلورا کی اس اچانک گمشدگی نے اس کی شخصیت کو میرے لئے خاصا پُر اسرار اور تجسس انگیز بنا دیا۔ امتحان کی مصروفیت کے باوجود میں فلورا کو نہ بھلا سکا۔

مجھے حیرت تھی کہ مجھ جیسا مشاق شخص فلورا کے قرب سے، کوشش کے باوجود کیوں محروم رہا ہے۔ یہ خودستائی نہیں بلکہ اسے حقیقت کا اظہار سمجھئے...... میں ایک مکمل عرب مرد ہوں۔ عربوں کی مخصوص وجاہت، دبدبہ، مردانہ پن اور دل کشی میری شخصیت میں اپنی تمام صفات کے ساتھ سمٹ آئی ہیں۔ میں اس سے پہلے کہیں ناکام نہیں ہوا۔ جہاں جہاں میری نظر گئی پیغام وصال لائی لیکن فلورا عجیب قسم کی لڑکی تھی اور میں ایک ضدی اور جذباتی شخص ہوں اس لئے فلورا میرے لئے مسئلہ بن گئی تھی اور میں اسے فتح کرنے کے لئے ہر قدم اٹھانے پر تل گیا تھا لیکن اچانک وہ غائب ہوگئی۔

آکسفورڈ سے تعلیم مکمل کرنے کے بعد میں بیروت واپس آ گیا لیکن فلورا میرے دل ودماغ سے نہ نکل سکی۔ بیروت آ کر میں اپنی مصروفیات میں ایسا الجھ گیا کہ کچھ ہی عرصے بعد میں نے فلورا کو یکسر نظر انداز کر دیا مگر ایک روز اچانک پرانی یادیں پھر تازہ ہوگئیں۔ اُس روز میں معمول کے مطابق اپنے دوستوں کے ساتھ ایک مقامی ہوٹل کے ریستوران میں گیا تو توقع کے خلاف فلورا کو وہاں دیکھ کر مجھ پر شادیٔ مرگ کی کیفیت طاری ہونے لگی، فلورا اپنی روایتی اُداسی کے ساتھ اپنی میز پر تنہا بیٹھی کسی مشروب سے لطف اندوز ہو رہی تھی، بیروت میں اسے دیکھ کر مجھے بڑی حیرت ہوئی۔

میں اس سے ملنے کے لئے تڑپنے لگا لیکن دوستوں کی موجودگی کے باعث ضبط کئے بیٹھا رہا۔ پھر میں ایک خیال کے تحت دوستوں سے معذرت چاہ کر منیجر کے کمرے میں گیا جو میرا واقف کار تھا، میں نے اس سے فلورا کے بارے میں دریافت کیا تو یہ جان کر خوشی کی انتہا نہ رہی کہ فلورا اسی ہوٹل میں گزشتہ چوبیس گھنٹوں سے مقیم ہے۔ منیجر نے مجھے بتایا کہ فلورا نے اپنا کمرہ ایک ہفتے کے لئے محفوظ کرایا ہے، البتہ منیجر نے جب مجھے یہ بتایا کہ کمرہ روزی البرٹ کے نام سے مخصوص کرایا گیا ہے تو میری سمجھ میں نہیں آیا کہ نام کی تبدیلی کی کیا ضرورت تھی۔ بہرحال میں اسے فلورا کی کوئی مصلحت سمجھ کر خاموش ہوگیا۔ منیجر کے کمرے سے نکل کر میں دوبارہ اپنی میز پر آ گیا جہاں میرے دوست خوش گپیوں میں مصروف تھے۔ فلورا بدستور ڈائننگ ہال میں موجود تھی میری نگاہیں بار بار اس کی جانب بھٹک رہی تھیں، ایک بار نظروں کا تصادم ہوا تو فلورا مجھے دیکھ کر چونکی اس کا خوبصورت تبسم اس بات کی علامت تھا کہ اس نے مجھے پہچان لیا ہے۔ اس کی یہ ایک ہی نظر کاری وار کر گئی، میں پھر گھائل ہوگیا۔ دوستوں کی موجودگی کے باوجود میرا دل چاہا کہ اس کی جانب بڑھوں لیکن مصلحت کا تقاضا تھا کہ ضبط کئے بیٹھا رہوں۔ فلورا مسکراتی ہوئی اٹھی، اس نے ستم کی ایک اور نظر مجھ پر ڈالی، پھر اقامتی کمروں کی سمت جانے والے زینے کی طرف بڑھتی چلی گئی، جب تک وہ میری نظروں کے سامنے رہی میں کنکھیوں سے اسے دیکھتا رہا پھر احباب کی گفتگو میں شامل ہوگیا، بظاہر میں اپنے احباب کے ساتھ تھا لیکن باطن میں صرف فلورا کا تصور تھا جس میں میں گم ہوگیا تھا۔ اُس دن میں ہوٹل سے جلدی واپس لوٹ آیا، رات بھر بے چینی رہی، اگلی صبح تک انتظار مشکل ہوگیا۔ میں صبح صبح ہوٹل پہنچ گیا، منیجر سے معلوم ہوا کہ فلورا اس وقت اپنے کمرے میں ہے، میں منیجر کو اعتماد میں لے کر اقامتی کمروں کی جانب گیا، فلورا کے دروازے پر دستک دیتے وقت میرے سینے میں ایک سچے عاشق کا دل دھڑک رہا تھا۔ گزشتہ رات فلورا کا وہ دل نشین تبسم میرے شوق کو کامیابی کی نوید دے رہا تھا۔ بہت سے وسوسے دل میں اُجاگر ہو رہے تھے کہیں فلورا پھر بے نیازی اختیار نہ کر لے مگر ایسا نہیں ہوا، وہ مجھ سے آکسفورڈ والی فلورا سے مختلف انداز میں ملی، فلورا سے میں نے اتنی باتیں کیں کہ جلد ہی وہ مجھ سے بے تکلف ہوگئی، گفتگو کے دوران میں نے آکسفورڈ سے اس کی اچانک علیحدگی کے بارے میں پوچھا تو اس نے بڑی ادا سے اپنی آوارہ زلفیں پشت کی جانب جھٹک کر بڑے چبھتے ہوئے لہجے میں پوچھا۔ ’’کیا واقعی تم نے بھی یونیورسٹی میں میری کمی محسوس کی تھی؟‘‘

''ہاں......'' میں نے مسکراتے ہوئے نظریں چُرا کر جواب دیا۔ ''میں سمجھتا ہوں تمہاری کمی محسوس کرنے والوں میں میرا نام سرفہرست تھا۔''

''اوہ۔'' فلورا میرا جواب سُن کر شرما سی گئی، اس نے بڑی خوبصورتی سے آکسفورڈ والا موضوع بدل دیا اور بیروت کے تفریحی مقامات کا ذکر چھیڑ دیا۔ میں اسے تفریح گاہوں کے بارے میں بتاتا رہا پھر جب میں نے دریافت کیا کہ وہ ہوٹل میں اپنے اصل نام کے بجائے روزی کے نام سے کیوں ٹھہری ہے تو فلورا کے چہرے پر سنجیدگی چھا گئی۔ وہ براہ راست میری نظروں سے نظریں ملا کر بولی۔ ''سیدی جابر...... یہ باتیں نہ پوچھو تو بہتر ہے۔ نجی حالات کی کرید میرے نزدیک ایک ناپسندیدہ عمل ہے، میں تمہیں بتاؤں کہ گزشتہ رات تمہیں ہوٹل میں دیکھ کر مجھے بے حد خوشی ہوئی تھی کہ ایک پرانا واقف کار مل گیا۔ یہ بیروت تو اجنبی شہر لگتا ہے میں نے اُس وقت تم سے بات کرنا مناسب نہیں سمجھا، تم اُس وقت اپنے احباب میں گھرے ہوئے تھے، بیروت میں میرا قیام بڑا مختصر ہے، کیا ہی اچھا ہوگا کہ ہم اس دوران دو اچھے دوستوں کی طرح ملتے جلتے رہیں۔ ہمیں غیر ضروری سوالات سے گریز کرنا چاہئے۔''

فلورا کے مزاج سے میں کسی قدر واقف تھا۔ اس کی یہ سنجیدگی اور بے رخی ہی تو نشتر چلاتی تھی۔ اس کا طرزِ عمل دیکھ کر مجھے خود اپنے آپ پر غصہ آ گیا، پہلی ملاقات میں غالباً مجھے فلورا سے کوئی ایسا سوال نہیں کرنا چاہئے تھا۔ یہ بات عشق کی بلاغت کے خلاف تھی، میں نے معذرت چاہی اور گفتگو کا رخ بدلتے ہوئے پوچھا۔ ''بیروت میں تمہارا قیام کب تک ہے؟''

''زیادہ سے زیادہ چھ روز، اس کے بعد میں ڈربن روانہ ہو جاؤں گی۔''

فلورا نے آہستہ سے جواب دیا۔ میری معذرت کے بعد اس کے چہرے پر شگفتگی آ گئی تھی۔ وہ مسکراتی نظروں سے مجھے دیکھ کر بولی۔ ''سیدی اگر میں درخواست کروں تو تم ان چھ دنوں میں میرے لئے کچھ وقت نکال سکو گے؟ میں بیروت کے بعض مقامات دیکھنے کی شائق ہوں، تمہارے سوا یہاں میرا کوئی واقف کار نہیں ہے۔''

''زہے نصیب۔ یہ میری خوش قسمتی ہوگی۔'' میں نے بے باکی کا مظاہرہ کیا تو فلورا نے شرما کر نظریں جھکا لیں۔

دوسرے روز سے میں فلورا کو سارا سارا دن لیے پھرتا۔ یہ میری زندگی کی سب سے دلچسپ اور رنگین شامیں تھیں۔ تین روز تک میں اسے مختلف تفریحی مقامات کی سیر کراتا رہا، چوتھے روز میں نے اسے ایک اعلیٰ درجے کے شبینہ کلب میں لے جانے کی پیش کش کی۔ میرا خیال تھا کہ فلورا میری پیش کش رد کر دے گی، گزشتہ تین دنوں میں اس کا بیشتر وقت میرے ساتھ گزرا تھا لیکن اس نے مجھے کبھی ایک خاص حد سے آگے بڑھنے کا موقع نہیں دیا تھا، وہ اچانک بے تکلفی سے ہنستے ہنستے سنجیدگی اختیار کر لیتی، عجیب طبیعت پائی تھی اس نے، بہر حال جب میں نے شبینہ کلب کا پروگرام بنایا تو فلورا تھوڑی سی جھجک کے بعد راضی ہو گئی، مجھے اُمید تھی کہ شبینہ کلب میں مجھے اس سے کچھ اور قریب ہونے کا موقع مل سکے گا میں وہ لمحات پوری طرح استعمال کرنا چاہتا تھا۔ یہ عرصہ اس پر چھانے کے لئے کم تھا لیکن میں کوئی لمحہ ضائع نہیں کر رہا تھا۔ مشکل یہ تھی کہ وہ یورپ کی عام لڑکیوں سے بالکل مختلف تھی۔ وہ کھل رہی تھی مگر بہت آہستہ آہستہ۔ کلب میں، میں نے عربوں کی تمام تر فصاحت کے ساتھ کچھ شوق کرنے کے بارے میں اس سے دریافت کیا تو وہ میرا چہرہ تکنے لگی۔ پھر شرما کر بولی۔ ''ہاں سیدی جابر۔ یورپ میں تو یہ شوق عام ہے، اس لئے میں بھی اس سے محروم نہیں ہوں، واقعی

ایک دو پیگ شیری کے بغیر یہاں کا لطف تشنہ رہ جائے گا۔''

میں نے بیرے کو بلا کر فلورا کے لئے شیری کا آرڈر دیا۔ دوسرا پیگ ختم کر کے اس نے دستی گھڑی پر نظر ڈالی۔ ''کیا خیال ہے سیدی جابر۔ ہمیں اب چلنا چاہئے۔''

میں نے کبیدہ خاطر ہو کر کہا۔ ''اتنی جلدی کیا ہے فلورا، ابھی تو محفل کا رنگ اور نکھرے گا۔''

''مجھے ان ہنگاموں سے کوئی خاص دلچسپی محسوس نہیں ہو رہی ہے سیدی جابر۔'' فلورا نے سنجیدگی سے کہا۔ ''یقین کرو میں یہاں محض تمہاری وجہ سے چلی آئی تھی۔ یہ لوگ حسن و جمال، لطافت اور نزاکت سے بے بہرہ ہیں۔ مجھے یہاں اب وحشت ہو رہی ہے۔'' یہ کہتے ہوئے وہ اُٹھ کھڑی ہوئی۔ مجبوراً مجھے بھی اُس کی پیروی کرنا پڑی، باہر آ کر جب میں نے گاڑی سٹارٹ کی اور کھلی سڑک پر آیا تو فلورا نے زیر لب مسکراتے ہوئے کہا۔

''سیدی...... تم اچانک اُداس کیوں ہو گئے، کیا میری کوئی بات گراں گزری ہے؟''

میرا دل چاہا کہ چلتی گاڑی سے چھلانگ لگا دوں، فلورا جس لہجے اور رویئے سے پیش آ رہی تھی وہ میرے لئے نا قابل برداشت تھا میں نے گردن گھما کر اسے غور سے دیکھا، پھر نظریں سڑک پر جما دیں، مجھ سے کوئی جواب نہ بن پڑا، فلورا نے میری کیفیت کا اندازہ لگایا تو ندامت آمیز لہجے میں بولی۔ ''سیدی جابر۔ تمہارے ساتھ گزارے ہوئے یہ حسین لمحات مجھے ہمیشہ یاد رہیں گے، کاش میں کچھ دن اور یہاں قیام کر سکتی۔''

''کیا تمہارا ڈر بن جانا بہت ضروری ہے فلورا؟'' میں نے اکتاہٹ سے پوچھا۔

''ہاں......'' وہ ایک سرد آہ بھر کر بولی۔ ''ضروری ہی سمجھو جابر، کچھ ایسا ہی کام ہے۔''

''ایک بات کہوں، میں تو ابھی تمہیں سمجھنے سے بھی قاصر ہوں فلورا۔'' میں روانی میں کہہ گیا پھر بات بنا کر بولا۔ ''میرا مقصد ہے کہ اگر تم بیروت میں کچھ دن اور رُک جاتیں تو مجھے یقیناً خوشی ہوتی۔''

فلورا نے میری بات کا کوئی جواب نہیں دیا۔ مجھے شبہ تھا کہ شاید میں نے کچھ تلخی اختیار کی ہے۔ میں نے کنکھیوں سے اس کے چہرے کے تاثرات کا جائزہ لینا چاہا، فلورا میری طرف دیکھ رہی تھی جیسے وہ کچھ کہنا چاہتی ہو۔ میں اُس حسین لمحے میں اُلجھ گیا اور میں نے سامنے سیاہ سڑک پر نظریں جما دیں، کچھ لمحے یوں ہی خاموشی میں گزر گئے۔ پھر اچانک میرے دل کا عجیب عالم ہو گیا، فلورا نے قریب ہو کر اپنا سر میرے بازو پر ٹکا دیا، اور مترنم آواز میں بولی۔ ''سیدی جابر...... اگر میرے بس میں ہوتا تو میں بیروت کو کبھی خیر باد نہ کہتی۔''

''خوب!...... یہاں کی کیا چیز تمہیں پسند آ گئی؟'' میں نے لطیف انداز میں دریافت کیا۔

''یہاں بہت کچھ ہے...... یہاں تم بھی تو ہو۔''

''فلورا......'' میں جذباتی ہو گیا۔ ''تم میرے لئے ایک معمہ بن گئی ہو، ایسا معمہ جو حل نہ ہو سکے۔''

''جو معمہ حل ہو جائے وہ معمہ نہیں ہوتا سیدی!'' فلورا کا انداز فلسفیانہ تھا۔

''کیا تم بیروت میں اپنا قیام چند دنوں کے لئے اور نہیں بڑھا سکتیں؟'' میں نے اشتیاق سے کہا۔ ''کم از کم میری درخواست پر۔''

''میں مجبور ہوں سیدی...... البتہ ایک صورت ہو سکتی ہے تم میرے ساتھ......''

مجھے کرب کا احساس اور شدید ہو گیا، میں اس کا مفہوم سمجھ چکا تھا لیکن پوری بات اس کی زبان سے سننے کا متمنی تھا۔

''فلورا...... تم چپ کیوں ہو گئیں؟ تم کچھ کہہ رہی تھیں۔''

''مجھے خیال آ گیا سیدی۔'' فلورا نے اس بار کسی قدر درد بھرے لہجے میں کہا۔ ''مجھے خیال آ گیا کہ میں تم سے اپنی بساط سے بڑھ کر کچھ کہہ رہی ہوں۔ اگر تم میری خواہش سے انکار کر دیتے تو مجھے یقیناً دکھ ہوتا، میں بھول گئی تھی کہ ہماری ملاقات ابھی محض رسمی حدود میں ہے۔''

''نہیں نہیں عزیز فلورا......'' مجھ پر پھر جذبے طاری ہو گئے۔ ''میں تو اتنا بڑھ گیا ہوں کہ تمہاری خاطر اپنی زندگی بھی قربان سکتا ہوں۔''

''جابر......'' فلورا نے پہلی مرتبہ میرے ہاتھ پر گرفت مضبوط کر کے کہا۔ ''میری خواہش ہے کہ تم بھی میرے ساتھ ڈربن چلو، وہاں میرا قیام صرف تین دن رہے گا اُس کے بعد میں بیروت واپس آ جاؤں گی، تم ساتھ رہو گے تو یہ طویل سفر بہت دلچسپ ہو جائے گا۔'' میں نے گاڑی کا رُخ ساحلی سڑک کی جانب موڑ دیا کیوں کہ یہ راستہ قدرے طویل تھا، ہوٹل تک فلورا مجھ سے مسکرا مسکرا کر گفتگو کر رہی، میری خواہش تھی کہ کچھ لمحے فلورا کے ساتھ اس کے کمرے میں بھی گزاروں لیکن ہوٹل پہنچ کر جب اس نے گاڑی سے اُترتے ہی ہاتھ ہلا کر خدا حافظ کہا تو میں ہاتھ مل کر رہ گیا اور مایوس ہو کر گھر کی سمت چل دیا۔

اگلے روز میں نے ڈربن جانے والے پہلے جہاز میں اوّل درجے کا ایک کیبن محفوظ کروالیا اور فلورا کے ہوٹل پہنچ کر اسے ٹکٹ دکھایا تو اس کے چہرے پر بے بسی کے آثار نمایاں ہونے لگے۔ وہ ترشی سے بولی۔ ''تم نے عجلت سے کام لیا ہے، اس سلسلے میں تم نے مجھ سے کسی رقم کا مطالبہ بھی نہیں کیا؟''

فلورا کی اس بات پر مجھے بڑی ندامت محسوس ہوئی، بلاشبہ اس کی جگہ اگر کوئی اور لڑکی ہوتی تو میرا ردعمل مختلف ہوتا لیکن فلورا کی بات ہی کچھ اور تھی، جیسے جیسے وہ مجھ سے کھنچتی، بُعد کا اظہار کرتی، میں اور بے قرار ہو جاتا۔ میں نے طے کر لیا تھا کہ اس ضدی اور سرکش لڑکی کو تسخیر کر کے رہوں گا۔

بہر صورت میں نے فلورا کے اس رویئے کی بھی کوئی پروا نہیں کی۔ میں نے کہا۔ ''پرسوں ہماری روانگی ہے، صرف کل کا دن درمیان میں ہے۔ میرا مشورہ ہے کہ اگر ہم آج ہی سفر کے لئے کچھ خریداری کر لیں تو زیادہ مناسب رہے گا۔''

فلورا نے ایک بار پھر کرائے کی رقم ادا کرنے کی پیش کش کی۔ میں نے اُس سے صاف صاف کہہ دیا کہ اگر اس نے دوبارہ اصرار کیا تو میں ناراض ہو جاؤں گا۔ وہ خاموش ہو گئی، میں اسے بیروت کے بازاروں میں گھماتا رہا۔ فلورا نے اپنے لیے سفری ضرورت کی دو چار چیزیں خریدیں اور کچھ سامان میرے لئے بھی خریدا، رقم اسی نے ادا کی، میں نے زبان بند رکھی، خطرہ تھا کہ وہ ناراض نہ ہو جائے، دوپہر تک میں اس کے ساتھ رہا پھر گھر آ گیا۔ اب والد صاحب سے روانگی کی اجازت لینا میرے لئے سب سے بڑا مسئلہ تھا۔ اپنے محکمے اور عہدے کے اعتبار سے وہ بڑے سخت مزاج واقع ہوئے تھے، ان کے سامنے میرے لئے ڈربن جانے کا کوئی جواز پیش کرنا بہت مشکل تھا، کوئی معقول عذر سمجھ میں نہ آیا تھا۔ اُس روز رات بھر میں اسی فکر میں مبتلا رہا کہ والد صاحب کو کس طرح مطلع کیا جائے۔ جہاں تک گھر کے ماحول اور والد صاحب کی طبیعت کا تعلق تھا وہ خاصے آزاد خیال

تھے، بیروت میں انہوں نے میرے نجی تفریحی مشاغل کبھی تشویش کی نظروں سے نہیں دیکھے لیکن وہ اتنے زیادہ آزاد خیال بھی نہیں تھے کہ اگر میں کھل کر دل کی بات کہہ دیتا تو وہ میری صاف گوئی سے متاثر ہو کر مجھے ایک مغربی لڑکی کے ساتھ ڈربن جانے کی اجازت دے دیتے، اب یہی ایک صورت تھی کہ کوئی عذر تراشوں اور انہیں اس بات کی ہوا تک نہ لگنے دوں کہ میں ڈربن تنہا نہیں بلکہ ایک مجسم قیامت دوشیزہ فلورا کے ساتھ جارہا ہوں۔ یقیناً فلورا کسی قیامت سے کیا کم تھی...... سفر کے تصور اور والد صاحب کی ناراضگی کی فکر سے میرا ذہن متضاد خیالات کی آماجگاہ بنا ہوا تھا۔ دوسری صبح میں جلدی اُٹھ گیا۔ میرے پاس صرف ایک دن باقی تھا۔ اگلی صبح مجھے فلورا کے ساتھ روانہ ہونا تھا۔ گزشتہ رات میں مصمم ارادہ کر چکا تھا کہ چاہے کتنی ہی رکاوٹیں ہوں، فلورا کے ساتھ سفر کرنے کا یہ خوب صورت موقع کسی قیمت پر ہاتھ سے نہ جانے دوں گا لیکن یہ بات اپنی جگہ تھی کہ والد صاحب کی ناراضگی میرے لئے وبال جان بن سکتی تھی۔

ناشتے کے دوران کئی بار ارادہ کیا کہ ہمت کر کے والد صاحب سے ڈربن کے سفر کا ذکر چھیڑ دوں مگر زبان سے مدعا بیان نہیں ہو پا رہا تھا۔ والد صاحب بھی اُس صبح کچھ فکر مند اور پریشان نظر آتے تھے۔ میز پر کوئی فائل کھلی پڑی تھی اور بار بار فون آرہے تھے، ماتحتوں سے ان کی گفتگو کچھ اس انداز میں ہوتی تھی کہ عام آدمی کچھ نہیں سمجھ پاتا تھا۔ میں اتنا ضرور سمجھ گیا کہ کوئی خاص معاملہ درپیش ہے۔ وہ دفتر جانے کے لئے تیار ہو کر کمرے سے باہر نکلے تو میری حالت قابل رحم ہوگئی۔ عجیب کش مکش تھی' میرے لئے یہ آخری موقع تھا اس لئے کہ دفتر سے والد صاحب کی واپسی کا وقت ہمیشہ غیر متعین اور غیر یقینی ہوتا تھا۔ وہ اکثر آدھی آدھی رات کے بعد لوٹتے تھے، مجھے بہر قیمت صبح روانہ ہونا تھا، ابھی میں اسی الجھن میں گرفتار تھا کہ والد صاحب کے پاس ایک فون آیا۔ فون پر کوئی اہم بات کرنے کے بعد انہوں نے مجھے آواز دی' میں دھڑکتے ہوئے دل سے قریب گیا تو انہوں نے جیب سے ایک بند لفافہ نکال کر میرے حوالے کرتے ہوئے کہا۔ ''اس لفافے میں ایک خاص تصویر اور کچھ اہم دستاویزیں موجود ہیں، تمہیں یہ لفافہ لے کر آج ہی ہانگ کانگ جانا ہے، آج رات کی پرواز سے اپنی نشست محفوظ کروالو۔ باقی ہدایات بعد میں دی جائیں گی۔''

''ہانگ کانگ!'' میں چونک پڑا۔ ''مگر میں......''

میرے منہ کی بات منہ میں رہ گئی، والد صاحب نے فیصلہ کن لہجے میں کہا۔ ''تم اس کام کے لئے موزوں شخص قرار دیئے گئے ہو، تمہیں آج ہی روانہ ہونا ہے۔''

میں کچھ نہ کہہ سکا۔ ''بہتر ہے۔'' میں نے بڑی سعادت مندی کا مظاہرہ کیا۔

میرے لئے والد صاحب کی یہ ہدایت کوئی نئی بات نہیں تھی اس سے پیشتر بھی وہ متعدد بار مجھے اہم سرکاری دستاویزات دے کر مختلف شہروں میں بھیج چکے تھے۔ ہانگ کانگ اور ڈربن دو بالکل مختلف سمتیں۔ میرا دماغ چکرا گیا۔ بھلا میں ڈربن جانے کا ارادہ کیسے ملتوی کر سکتا تھا۔ اچانک ایک ترکیب ذہن میں آئی میں نے والد صاحب کی یہ ہدایت غنیمت سمجھی۔ گویا خود قدرت نے بیروت سے روانہ ہونے کی سبیل پیدا کر دی تھی۔ مجھے احساس تھا کہ میرے ہانگ کانگ نہ پہنچنے پر والد صاحب ایک ہنگامہ کھڑا کر دیں گے لیکن فلورا کے ساتھ بحری سفر کے حسین تصور کے آگے والد صاحب کی برہمی اور ناراضی کا سودا اتنا مہنگا نہ تھا۔ میں نے اسی رات رخت سفر باندھا اور ہوائی اڈے جانے کے بہانے مقررہ وقت سے بہت

پہلے فلورا کے ہوٹل چلا گیا، فلورا سے میں نے یہ بہانہ کر دیا کہ مجھے صبح دیر سے اُٹھنے کی عادت ہے اس لئے رات ہی سے آ گیا ہوں۔

دوسرے روز جب میں ہوٹل سے بندرگاہ کے لئے روانہ ہوا تو میری عجیب حالت تھی۔ مجھے اس بات کا خوف پریشان کیے ہوئے تھا کہ اگر راستے میں یا بندرگاہ پر کسی نے مجھے دیکھ لیا اور اس کی اطلاع والد صاحب کو پہنچا دی تو قیامت آ جائے گی لیکن قسمت مجھ پر مہربان تھی اس لئے ابو سلمان کے علاوہ کسی اور سے ملاقات نہ ہوئی اور ابو سلمان نے مجھ سے رازداری کا وعدہ بھی کر لیا۔ مجھے یقین تھا کہ وہ اپنی زبان بند رکھے گا کیونکہ گزشتہ دنوں ایک دو موقعوں پر میں والد صاحب سے اس کی سفارش کر چکا تھا۔

ابو سلمان کو رخصت کر کے میں اپنے کیبن کی طرف چل دیا جہاں فلورا موجود تھی۔ پورٹ سعید تک میں نے بہت احتیاط سے کام لیا، نہ فلورا سے زیادہ بے تکلف ہونے کی کوشش کی نہ کیبن سے زیادہ دیر تک باہر رہا لیکن پورٹ سعید کے گزرنے کے بعد میں نے ذرا آزادی کا سانس لیا اور میرے ارادوں پر بہار آنے لگی۔ فلورا اور میں ایک ہی کیبن میں تھے، اس لئے ہمارے درمیان تکلفات کی وہ دیوار اُس حد تک برقرار نہ رہ سکی جو بیروت کی بندرگاہ تک قائم تھی، میں نے یہ بات خاص طور پر محسوس کی کہ فلورا کے انداز میں بڑی تبدیلی آ گئی ہے۔ وہ میری شریک سفر بننے پر بے حد مسرور تھی مگر ابھی تک راز و نیاز کی کوئی بات اس سے نہیں ہوئی تھی ایک حجاب اب بھی موجود تھا۔ جہاز میں میری ملاقات سکینڈ آفیسر احمد بن طاہر سے ہو گئی جو کسی زمانے میں بیروت میں میرا ہم جماعت تھا، احمد بن طاہر سے ملاقات کے بعد میرا وقت بہت اچھا گزرنے لگا، فلورا بھی احمد سے بے تکلف ہونے لگی۔ اَب مجھے والد صاحب کے دیئے ہوئے بند لفافے کے سوا اور کوئی فکر نہیں تھی۔ دو ایک بار میں نے ارادہ کیا کہ یہ لفافہ ہانگ کانگ میں اپنے چچا کے پتے پر روانہ کر دوں۔ میرے چچا وہاں کاروبار کرتے تھے لیکن پھر میں نے یہ ارادہ ترک کر دیا۔

ایک ہفتے تک کوئی ایسی قابل ذکر بات نہیں ہوئی جسے قلم بند کیا جائے لیکن ساتویں روز ایک ایسا واقعہ پیش آیا جس نے مجھے بہت کچھ اُلجھا دیا، اُس روز شام کے ناشتے کے بعد میں اپنے دوست احمد بن طاہر کے ساتھ اس کے کیبن تک چلا گیا اور آدھ گھنٹے بعد واپس لوٹا تو فلورا کیبن میں موجود نہیں تھی، مجھے خیال آیا کہ ممکن ہے وہ ابھی تک طعام گاہ میں ہو، میں اس طرف چلا گیا لیکن فلورا وہاں بھی نہیں ملی، میں نے اسے کھیلوں کے کمرے اور بار میں بھی تلاش کیا مگر وہ وہاں بھی نہیں تھی۔ میں عرشے کی طرف بڑھا، مجھے معلوم تھا کہ جہاز میں احمد کے سوا فلورا کی کسی سے جان پہچان نہیں تھی۔ ایسی صورت میں اس کا نظر نہ آنا تشویش کا باعث تھا، میں نے عرشے پر مسافروں کی ریل پیل میں اسے ڈھونڈا۔ وہاں بھی مایوسی ہوئی، بے شمار مسافر عرشے پر جمع تھے اور سمندر کا نظارہ کر رہے تھے، میں آہستہ آہستہ قدم اُٹھاتا ہوا ریلنگ کے قریب چلا گیا اور کچھ دیر وہاں کھڑا ہو کر فلورا کے بارے میں سوچتا رہا۔ سمجھ میں نہیں آتا تھا کہ فلورا کہاں غائب ہو گئی ہے۔ میں اسی اُلجھن میں تیزی سے پلٹا تو اچانک میرا ٹکراؤ افریقی نسل کی ایک بوڑھی عورت سے ہو گیا، جسے میں عرشے پر آتے وقت نیچے دیکھ چکا تھا، ٹکر خاصی شدید تھی۔ بوڑھی عورت اپنا توازن کھو بیٹھی اور لڑکھڑا کر عرشے پر گری تو اس کی پیشانی سے خون بہہ نکلا۔ میں پشیمان ہو کر اسے دیکھنے لگا اس کے دونوں ہاتھوں میں زنگ آلود لوہے کے کڑوں کے علاوہ ہاتھی دانت کی بے ہنگم موٹی موٹی چوڑیاں پڑی ہوئی تھیں۔ گلے میں آٹھ دس مالائیں جھول رہی تھیں جن میں سے کچھ مالائیں موٹے موٹے پتھروں کی تھیں، ایک دو میں سیپیاں پروئی گئی تھیں، ایک مالا کسی جانور کی کھوپڑی کی تھی جسے میں نے عرشے پر آتے وقت خاص طور سے دیکھا تھا، وہ اپنی خون آلود پیشانی

پونچھتی ہوئی اٹھی تو اس کی آنکھوں میں سخت غصے کی کیفیت تھی، وہ بید مجنوں کی طرح لرز رہی تھی۔ حقارت، نفرت اور انتقام کا جذبہ اس کی آنکھوں میں عود کر آیا۔ ان نظروں میں کچھ ایسا جادو تھا کہ مجھے جھرجھری آ گئی، میں نے افریقہ کے کالے جادو اور پُراسرار دیوی دیوتاؤں کے بارے میں بہت کچھ سن رکھا تھا، مجھے افریقی زبان پر عبور نہیں تھا لیکن ٹوٹی پھوٹی بول لیا کرتا تھا، چنانچہ میں نے بوڑھی عورت سے معذرت کرتے ہوئے کہا۔ ''ماما...... آشوریکا۔'' (مقدس ماں، میں معافی کا خواستگار ہوں)

اس کی آنکھوں کی پتلیاں پھیل گئی تھیں اور شکل بھیانک ہو گئی تھی، وہ مجھے کسی ڈائن اور چڑیل کے روپ میں نظر آئی، وہ ایسی لگ رہی تھی جیسے کوئی پُراسرار ساحرہ ہو۔ مجھے افریقی زبان بولتے دیکھ کر وہ ایک پل کے لئے چونکی پھر اس نے بُرا سا منہ بنا کر غصے سے عرشے پر تھوکا اور غضب ناک نظروں سے مجھے گھورتی ہوئی بولی

(پڑھی نہیں جا رہی)

راہوغوغا۔'' (تو مجرم ہے، تو نے میری روح زخمی کی ہے، دیوتا تجھے برباد کریں گے)

اس سے پہلے کہ میں کوئی جواب دیتا' بوڑھی ساحرہ نے گردن جھکا کر اپنے گلے کی وہ مالا دیکھی جس میں جانور کی مختصر سی کھوپڑی ٹوٹی ہوئی حالت میں موجود تھی، میں نے بوڑھی ساحرہ کو سرتاپا لرزتے دیکھا، اس کی شعلہ بار نگاہوں سے آنسو بہہ نکلے، وہ دزدیدہ نظروں سے ٹوٹی ہوئی کھوپڑی کی طرف دیکھتی رہی، پھر دوبارہ اس نے مجھے خوف ناک آنکھوں سے دیکھ کر دونوں ہاتھ فضا میں بلند کئے اور قہر و غضب کے لہجے میں بولی۔ ''رابوشی گاما، جاراکاکا کالی اورا' ساگوناروشی مارا، راہوغوغا...... راہوغوغا۔'' (تو نفرت کے قابل ہے، تو نے عظیم ''جاراکاکا'' کی مقدس کھوپڑی کی بے حرمتی کی ہے، اب آسمان کی نحوستیں تیرا مقدر بنیں گی، دیوتا تجھے برباد کر دیں گے)

''جاراکاکا'' کا نام سن کر میں حیرت سے اُس لرزتی ہوئی بڑھیا اور اس کی مالا کی طرف گھورنے لگا۔ مالا میں ٹوٹی ہوئی کھوپڑی جھول رہی تھی، مجھے جاراکاکا کے بارے میں معلوم تھا کہ وہ افریقہ کے گھنے اور ناقابل تسخیر جنگلوں میں پائے جانے والے آدم خور نیولوں کی نسل میں سب سے افضل اور قابل پرستش دیوتا سمجھا جاتا تھا، پس ماندہ اور ضعیف الاعتقاد جنگلیوں کا عقیدہ تھا کہ جس شخص کے پاس جاراکاکا کی کھوپڑی ہو وہ دنیا کے ہر جادو سے محفوظ رہتا ہے اور مقدس جاراکاکا کی کھوپڑی اُس شخص کو نعمتوں سے مالا مال کرتی رہتی ہے، کچھ دیر تک میں تعجب خیز نظروں سے وہ ٹوٹی ہوئی بے ہنگم کھوپڑی تکتا رہا پھر میں نے معذرت طلب لہجے میں کہا۔'' ماما...... آشوریکا' لی گوراآشربی۔'' (مقدس ماں، میں معافی کا خواستگار ہوں' میں نے تمہیں دیدہ دانستہ تکلیف نہیں دی ہے۔)

''ابیش...... ابیش، میکو بالوراہو۔'' (خاموش، خاموش، آہ مقدس دیوتا مجھے بلا رہے ہیں) بوڑھی ساحرہ نے سرتا کانپتے ہوئے کہا پھر وہ برق رفتاری سے بھاگتی ہوئی ریلنگ کے قریب گئی اور دوسرے ہی لمحے اس نے سمندر میں چھلانگ لگا دی۔

یہ سب کچھ اتنی جلدی اور تیزی سے ہوا کہ میری آنکھوں میں سوزش ہونے لگی۔ میرے نزدیک مختلف رنگ و نسل کے بہت سے مسافر کھڑے تھے وہ سب ہکا بکا رہ گئے۔ بڑھیا کے اس سنگین اقدام سے ہر طرف سنسنی دوڑ گئی۔ پھر جہاز کے افسروں نے آ کر معاملے کی چھان بین کی

اور ضروری خانہ پُری کے بعد معاملہ رفع دفع کر دیا۔ میں بوجھل قدم اٹھاتا ہوا عرشے سے نیچے آیا اور اپنے کیبن کی سمت جانے لگا، فلورا کی گمشدگی اور بوڑھی ساحرہ کی پُراسرار موت نے ہیجان برپا کر دیا تھا۔ بوائیلر کے قریب سے گزر کر میں فرسٹ کلاس کے کیبن کی طرف والی سیڑھیاں چڑھ رہا تھا کہ میری نظر معاً دوسرے درجے کے کیبنوں کی سمت اٹھ گئی اور میں ٹھٹک کر رک گیا، ہر چند کہ فلورا کا نصف چہرہ ایک کیبن کی آڑ میں تھا تاہم وہ فلورا تھی۔ وہ اس وقت ایک پستہ قد اور گٹھے ہوئے جسم کے مرد سے گفتگو میں مصروف تھی، شکل وصورت کے اعتبار سے وہ شخص امریکی نژاد معلوم ہوتا تھا۔ فلورا کے ساتھ اس کے انداز تخاطب سے معلوم ہوتا تھا جیسے اسے فلورا پر کوئی برتری حاصل ہے، میرا خون تیزی سے گردش کرنے لگا۔ یہ کون شخص ہے اور فلورا اس رازداری سے اس سے کیوں باتیں کر رہی ہے۔ فلورا تو اور معمہ بنتی جا رہی تھی۔ میں نے دوسرے درجے کے اس حصے کی سمت جانے کا ارادہ کیا ہی تھا کہ وہ پستہ قد آدمی فلورا سے کچھ کہہ کر دوسری سمت چلا گیا اور فلورا اپنے کیبن کی طرف بڑھنے لگی، اس کے چہرے پر فکرمندی کے تاثرات عیاں تھے، وہ اپنے خیالات میں اس قدر منہمک تھی کہ اس نے مجھے بھی نہیں دیکھا اور میرے قریب سے گزرتی ہوئی کیبن میں چلی گئی۔ میرے جی میں آیا کہ اب مجھے فلورا سے کھل کر بات کر لینی چاہئے اور اُس پستہ قد شخص کے بارے میں اس سے باز پُرس کرنی چاہئے لیکن پھر کچھ سوچ کر میں نے اپنا ارادہ بدل دیا۔ اپنی جذبات کشاکش کم کرنے کے لئے اور بوڑھی ساحرہ کی موت کا ہول ذہن سے جھٹک دینے کے ارادے سے میں جہاز کے بار روم کی جانب چلا گیا۔

پہلے ہی گھونٹ نے اپنا اثر دکھایا اور کچھ دیر بعد میں قدرے معمول پر آ گیا، پھر مجھ پر سرور طاری ہو گیا اور میں بل ادا کرنے کے بعد بار روم سے باہر نکل آیا۔ اس عرصے میں سکون کے ساتھ میں نے بہت سوچا اور فلورا کی شخصیت کے بارے میں چھان بین کرنے کا تہیہ کر لیا۔ اُس پستہ قد شخص کو فلورا سے گفتگو کرتے دیکھ کر فلورا کے متعلق میرے احساس جمال پر چوٹ سی لگی۔ تمام لطافتیں تاثر کھوتی جا رہی تھیں۔ فلورا مجھے ایک بالکل عام لڑکی کی صورت میں نظر آئی اور میں نے ارادہ کر لیا کہ حسن کے اس سمندر سے تشنہ کام لوٹنا حماقت ہے۔ میں نے سوچا کہ اب وہ حد بندیاں پھلانگنے میں بھی دیر نہیں لگائی جائے گی جو فلورا کے محتاط رویے نے ایک ہی کیبن میں رہنے کے باوجود قائم رکھی تھیں، فلورا جب دوسرے درجے کے مسافروں تک کو نواز رہی تھی تو پھر میں کیوں تشنہ رہ سکتا تھا، میں اپنے انہی ارادوں میں سرشار آگے بڑھ رہا تھا کہ سامنے سے میرا دوست احمد بن طاہر آ گیا۔ اس نے مجھے روک کر بوڑھی عورت کی پُراسرار موت کا ذکر چھیڑ دیا جس کی اطلاع غالباً اسے جہاز کے دوسرے افسران سے مل چکی تھی، میں نے سرسری طور پر اسے اصل واقعے سے آگاہ کیا تو وہ سنجیدگی سے کہنے لگا۔ ”جابر۔ اگر میرا مشورہ مانو تو آنے والی بندرگاہ سے سفر ترک کر کے واپس بیروت چلے جاؤ۔“

”کیوں ......؟“ میں نے تعجب سے کہا۔ ”اچھا سمجھا۔ تم اب غالباً مجھے افریقہ کے دیوی دیوتاؤں اور اُس علاقے کے بارے میں مشہور پُراسرار واقعات کی تفصیل بتا کر توہمات کا شکار کرنے کی کوشش کرو گے؟“

”تم اس وقت مستی میں ہو جابر جو ایسا کہہ رہے ہو۔“ احمد بن طاہر نے اداس لہجے میں کہا۔ ”ورنہ تم عظیم افریقہ کے اسرار کے بارے میں ضرور سنجیدگی اختیار کر لیتے۔“

”اب چپ بھی رہو۔“ میں نے مسکراتے ہوئے کہا۔ ”تم جن روایتی باتوں اور مفروضہ قصے کہانیوں کو اہمیت دے بیٹھے ہو اُن کی میرے

نزدیک کوئی اہمیت نہیں ہے، میرے خیال سے جنگلی قبائل نے سیاحوں سے محفوظ رہنے کے لئے من گھڑت کہانیاں مشہور کر رکھی ہیں۔ میرے دوست ،اس سائنسی دور میں ان کا حقیقت سے دُور کا بھی کوئی واسطہ نہیں ہے۔''

''تم جانو......'' احمد نے کہا۔ ''کوئی مصدقہ بات تو تم بھی نہیں کہہ سکتے۔ میں ایک بار پھر تمہیں مشورہ دوں گا کہ یہ سفر ترک کر دو۔''

''میرے دوست، میں تمہارے مشورے پر عمل کرنے کے لئے تیار ہوں، بشرطیکہ تم اس ضمن میں کچھ ایسے ٹھوس دلائل پیش کر سکو جنہیں عقل سلیم تسلیم کر لے۔''

''میں عقل سلیم کی بنا پر نہیں بلکہ ذاتی تجربوں کی بنا پر تمہیں ایک معقول مشورہ دے رہا ہوں۔'' احمد بن طاہر نے جواب دیا۔ ''تم اگر چاہو تو میں اس سلسلے میں تمہیں کیپٹن سے بھی ملوا سکتا ہوں، ویسے میں تمہیں صرف اتنا بتا دوں کہ افریقی بندرگاہوں سے گزرتے ہوئے ہم سب جہاز کے وسیع و عریض گوشوں سے سمٹ کر اپنے کیبنوں تک محدود رہنے کی کوشش کرتے ہیں۔ میری آٹھ سال کی ملازمت کے دوران میں جو پُر اسرار اور حیرت انگیز واقعات رونما ہو چکے ہیں، اگر میں تمہیں تفصیل سے بتاؤں تو تم کیا ''کوئی'' بھی سمجھ دار شخص ان باتوں پر یقین نہیں کرے گا مگر کچھ باتیں جو میں اپنی نظروں سے دیکھ چکا ہوں، ان کے بارے میں تم کیا کہو گے؟''

''ہو سکتا ہے تم نے وہ چشم دید واقعات غلط رنگ دے کر سمجھنے کی کوشش کی ہو۔'' میں نے سپاٹ لہجے میں کہا۔

احمد بن طاہر طنزیہ انداز میں مسکرا کر کچھ توقف کے بعد بولا۔ ''گیارہ ماہ پہلے کا واقعہ ہے، ایک بدنصیب مسافر میرے جہاز پر سفر کر رہا تھا، وہ بھی تمہاری طرح سفر کے دوران اتفاقیہ طور پر ایک عجیب حادثے سے دوچار ہو گیا تھا۔ جانتے ہو بعد میں اس پر کیا گزری تھی؟''

میں نے مضحکہ اڑایا۔ ''تو افریقی بچھو پڑے کی مقدس کھوپڑی نے فضا میں اچانک نمودار ہو کر اُس سے فری اسٹائل شروع کر دی ہو گی اور انجام کار وہ بدنصیب اپنے آپ کو بچانے کی خاطر تمہارے جہاز کے بوائیلر میں کود کر انجن کا ایندھن بن گیا ہو گا۔ کیوں؟''

احمد بن طاہر ہونٹوں پر ایک مسکراہٹ بکھیر کر بولا۔ ''میرا خیال ہے اس وقت تمہاری دماغی حالت ٹھیک نہیں ہے، پھر کسی وقت گفتگو ہو گی۔''

احمد واپس جانے کے لئے مُڑا تو میں نے اس کا ہاتھ تھام لیا۔ احمد میرا اچھا دوست تھا، میں اسے ناراض نہیں کرنا چاہتا تھا۔ میں نے سنجیدگی سے کہا۔ ''مجھے بتاؤ احمد کہ اُس بدنصیب مسافر کے ساتھ کیا حادثہ پیش آیا تھا۔ میں تفصیل جاننے کے لئے مضطرب ہوں۔''

احمد بن طاہر بگڑ کر پھر رُک گیا اور جب اسے یقین آ گیا کہ میں اسے مزید پریشان نہیں کروں گا تو وہ میرا ہاتھ تھام کر مجھے ریلنگ کے قریب پڑی ہوئی کرسیوں کی جانب لے گیا اور ایک کرسی پر بیٹھتا ہوا بولا۔ ''اس بدنصیب مسافر کا نام جان پیٹر تھا، سیاحی کا شوق اسے کشاں کشاں افریقی بندرگاہوں تک کھینچ لایا تھا، اس نے استنبول سے سفر کا آغاز کیا تھا، وہ بڑا ہی خوش مذاق اور باغ و بہار طبیعت کا مالک تھا اس لئے جہاز کے عملے سے اس طرح گھل مل گیا جیسے برسوں پُرانا دوست ہو، اس کی خوش گپیاں مسافروں میں زندگی کی روح پھونک دینے کی تاثیر رکھتی تھیں، اس نے مجھے بتایا تھا کہ مڈغاسکر پہنچ کر وہ بوگا ما قبیلے تک جانے کی کوشش کرے گا، میں نے اسے اُس کے خطرناک ارادے سے باز رکھنے کی کوشش کی تھی لیکن سیاحی کے شوق نے اسے جنوں کی سرحدوں تک پہنچا دیا تھا اس نے کسی طور پر میری بات نہ مانی، میں نے زیادہ اصرار مناسب نہیں سمجھا۔ ممباسا تک ہمارا سفر بڑا

اچھا گزرا لیکن اس کے بعد جان پیٹر کے لئے حالات انتہائی خطرناک صورت اختیار کر گئے۔ اس نے ممباسا سے جہاز پر سوار ہونے والی ایک افریقی خاتون میں دلچسپی لینا شروع کر دی۔ وہ دوسرے درجے کی مسافرہ تھی، وہ دونوں جہاز پر اکثر ساتھ دیکھے جاتے تھے لیکن پھر ایک روز جہاز کے مسافروں نے اس خاتون کو سمندر میں چھلانگ لگاتے ہوئے دیکھا اور حیرت زدہ رہ گئے۔ مسافروں کے بیان کے مطابق جان پیٹر اور وہ افریقی خاتون ریلنگ کے قریب کھڑے ہوئے ہنس بول رہے تھے، یکلخت افریقی خاتون پیٹر کی کسی بات پر اس قدر برہم ہوگئی کہ اس نے سمندر میں چھلانگ لگادی۔ بات آئی گئی ہوگئی۔ ایک دن جان پیٹر نے میرے استفسار پر بتایا کہ اس نے اس خاتون سے اس کے مقدس دیوتاؤں کے بارے میں کچھ دریافت کیا تھا اور گفتگو کے دوران میں پیٹر نے کسی وجہ سے دیوتاؤں کے بارے میں کچھ مضحکہ خیز باتیں کہہ دی تھیں جنہیں سن کر افریقی خاتون برانگیختہ ہوگئی۔ چند ثانیے تک وہ اپنی زبان میں پیٹر کو بددعائیں دیتی رہی، پھر اس نے سمندر میں چھلانگ لگادی۔ کیپٹن نے پیٹر کی زبان سے یہ واقعہ سنا تو اسے مشورہ دیا کہ وہ اگلی بندرگاہ سے سفر ترک کر کے واپس لوٹ جائے لیکن افسوس' پیٹر نے یہ بات نہیں مانی تھی۔'' احمد بن طاہر ایک لمحے کے لئے رُکا اس کے بعد بولا۔ ''جانتے ہو پھر کیا ہوا؟ بعد میں پیٹر پر جو گزری اس کا اندوہناک تاثر ابھی تک جہاز کے لوگوں کے دلوں پر باقی ہے، یہ بات اگر کسی اور شخص کی زبانی معلوم ہوئی ہوتی تو شاید میں بھی اس پر یقین نہ کرتا لیکن جو کچھ ہوا وہ میری نظروں کے سامنے، میری موجودگی میں ہوا۔ لوسُو کہ اس روز ہمارا جہاز مڈغاسکر اور موزمبیق کے درمیان کھلے سمندر سے گزر رہا تھا۔ پیٹر اور میں عرشے پر بیٹھے باتیں کر رہے تھے، صبح کا وقت تھا، مطلع صاف اور خوش گوار تھا پھر اچانک جیسے ایک طوفان آ گیا، جہاز موجوں کے زیر و بم پر ڈولنے لگا، فضا سیاہی مائل دھول سے دُھندلانے لگی۔ مجھے حیرت تھی کہ کھلے سمندر میں یہ سیاہ دھول کہاں سے آ گئی، پیٹر نے بڑی لاپروائی سے کہا۔

''طوفان کے آثار نظر آ رہے ہیں، کیبن میں چلنا چاہئے۔''

پھر ہم دونوں کرسیوں سے اُٹھے ہی تھے کہ یکلخت پیٹر نے ایک کرب ناک چیخ ماری اور عرشے پر گر کر اس طرح ہاتھ پاؤں مارنے لگا جیسے کوئی غیر مرئی قوت اس کا گلا دبا رہی ہو، اس کی آنکھیں حلقوں سے اُبلی پڑ رہی تھیں۔ میں نے جہاز کے ڈاکٹر کو بلانے کے لئے جانا چاہا لیکن نہ جانے کیوں اپنی جگہ سے جنبش تک نہ کر سکا، میری نگاہیں پیٹر پر مرکوز تھیں، وہ ایک ماہی بے آب کی طرح ہاتھ پاؤں مار رہا تھا۔ اس کے بعد جو کچھ ہوا، وہ ناقابل یقین ہے، پیٹر کے جسم کی رنگت بڑی تیزی سے سیاہی مائل ہونے لگی اور وہ صرف دو منٹ میں مکمل طور پر سیاہ ہوگیا، میں حیرت زدہ کھڑا ہوا سب کچھ دیکھتا رہا۔ پھر اُس وقت تو میرے حلق سے بھی گھٹی گھٹی چیخ نکل گئی جب پیٹر کے جسم پر آبلے نمودار ہونے شروع ہوئے، سیاہ دھول نے اسے لپیٹے میں لے رکھا تھا، پیٹر موت اور زیست کی کرب ناک کش مکش سے دوچار تھا۔ عملے کے کچھ اور افسران بھی آ گئے تھے لیکن ان میں سے کوئی بھی اس کے قریب جانے کی ہمت نہ کر سکا، پیٹر سب کی نظروں کے سامنے تڑپ تڑپ کر سرد ہوگیا اس کی موت کے ساتھ ہی ہواؤں کے جھکڑ یک بہ یک ختم ہوگئے، موجوں کا تلاطم جاتا رہا، فضا کا رنگ دوبارہ نکھر آیا لیکن ہم میں سے ہر شخص ایک دوسرے کی طرف استعجابیہ انداز میں وضاحت طلب نظروں سے دیکھ رہا تھا۔ میں نے جب ہوش سنبھلنے کے بعد پورا واقعہ تفصیل سے بیان کیا تو عملے کے افراد دہشت زدہ ہو کر فوراً پیٹر کی لاش سے دُور ہوگئے جیسے وہ بھوت بن کر ان پر جھپٹ پڑے گا، یہ خبر مسافروں تک پہنچی تو پورے جہاز میں سراسیمگی کا عالم طاری ہوگیا، کپتان کو یہ حالت ختم کرنے کے لئے

جبراً وقہراً...... خود یہ کام انجام دینا پڑا، بعد میں دو روز تک کپتان کو شدید بخار رہا۔ اس کے بعد اس کی طبیعت ٹھیک ہوگئی۔‘‘

احمد بن طاہر نے ایک ٹھنڈی سانس لی اور بولا۔’’میرے دوست، تمہیں یہ سُن کر تعجب ہوگا کہ کپتان نے جب جہاز کے عملے سے طوفان کی بابت کچھ دریافت کیا تو اسے کوئی خاطر خواہ جواب نہ مل سکا، طوفان ریکارڈ کرنے والا آلہ بھی بے کار ہو چکا تھا۔‘‘

میں احمد بن طاہر کی باتیں دلچسپی سے سُن رہا تھا، کھلی ہوا میں بیٹھنے کی وجہ سے میرا نشہ بڑھتا جا رہا تھا، میں نے احمد بن طاہر کی بیان کردہ کہانی کو کوئی اہمیت نہیں دی، اسے ٹالنے کے لئے میں نے سنجیدہ ہو کر کہا۔’’میں تمہارا شکر گزار ہوں میرے عزیز دوست! تم نے مجھے جس نیک مشورے سے نوازا ہے، میں اُس پر سنجیدگی سے غور کروں گا۔‘‘

احمد سے مصافحہ کر کے میں اپنے کیبن کی طرف جانے لگا، میرے ذہن میں اب صرف فلورا تھی جسے کچھ دیر پیشتر میں نے ایک پستہ قد امریکی سے رازدارانہ انداز میں گفتگو کرتے دیکھا تھا، میں کیبن میں داخل ہوا، فلورا لباس تبدیل کر چکی تھی اور بستر پر نیم دراز ہو کر ایک رسالے کی ورق گردانی کر رہی تھی، میں آنکھیں ملنے لگا۔ فلورا نے مجھے اپنی طرف رُخ کر کے اس طرح آنکھیں ملتے دیکھا تو رسالہ رکھ کر مسکراتی ہوئی اُٹھ گئی اور شکایت بھرے لہجے میں بولی۔’’جابر اگر مجھے علم ہوتا کہ اس جہاز پر تمہارا کوئی جگری دوست مل جائے گا تو میں یقیناً کسی دوسرے جہاز پر سفر کرنے کو ترجیح دیتی، کتنی دیر لگا دی تم نے احمد کے پاس۔‘‘

’’کچھ پُرانی باتیں چھڑ گئی تھیں فلورا!‘‘ میں نے سرشاری سے جواب دیا۔’’ویسے آج احمد نے مجھے خاص طور پر رائی کے اثر انگیز مشروب سے نوازا ہے۔‘‘

’’تم نے مجھے کیوں نظر انداز کر دیا؟‘‘ فلورا نے شکایتی انداز میں کہا۔’’ایسے موقع پر میں تمہیں یاد کیوں نہیں آئی؟‘‘

میرا دل چاہا کہ اس فریب مجسم سے کہوں کہ تم اب میری نظروں سے گر چکی ہو، اسے بتا دوں کہ میری آنکھیں اسے ایک رقیب کے ساتھ دیکھ چکی ہیں لیکن اس جلد بازی سے میں اس کے حسن جہاں سوز سے لطف اُٹھانے کا موقع کھو دیتا۔ میں نے خوب صورتی سے بات بناتے ہوئے کہا۔’’فلورا...... کئی بار جی چاہا۔ اُٹھوں اور تمہیں یہاں سے لے چلوں لیکن میں نے جان بوجھ کر ایسا نہیں کیا، کسی اور کے ساتھ تمہیں گفتگو کرتے دیکھ کر نہ جانے کیوں میرا خون کھولنے لگتا ہے۔‘‘

’’اوہ۔‘‘ فلورا معنی خیز لہجے میں بولی۔’’تم بڑے خود غرض ہو۔ مجھ پر صرف اپنا تسلط جمانا چاہتے ہو۔؟‘‘

’’تمہیں کوئی اعتراض ہے؟‘‘ میں نے مخمور نظروں سے فلورا کو دیکھتے ہوئے پوچھا تو وہ مسکرا کر دوبارہ بستر پر بیٹھ گئی۔ میں نے جسارت کی اور اس کے قریب جا کر بیٹھتے ہوئے کہا۔’’تم تو میرا خواب ہو، تم میری منزل ہو۔‘‘

’’جابر...... تم نے بہت متاثر کیا۔ ذرا ذہن سے واپس آ جانے دو۔ مجھے کچھ اور سنبھلنے اور سوچنے کا موقع دو۔ میں تمہیں مایوس نہیں کروں گی۔ میرا وعدہ ہے۔‘‘ اور پھر میں نے دوستی کی حدود پھلانگنے کی کوشش نہیں کی، میں نے اُس سے یہ بھی نہیں پوچھا کہ وہ واپسی کے سفر کا بہانا کر کے میرے جذبات بڑے ظالمانہ انداز میں رد کر رہی ہے۔ اس کی جادو بھری اداؤں نے مجھے مدہوش کر دیا اور میں یہ بھی بھول گیا کہ میں نے کچھ دیر پہلے فلورا کو

ایک امریکی مسافر کے ساتھ دیکھا تھا، میں اس بوڑھی اور پُر اسرار ساحرہ کو بھی بھول گیا جس نے ''جارا کا کا'' کی مقدس کھوپڑی کی بے حرمتی کے باعث اپنی زندگی قربان کردی تھی۔

دو دن خاموشی سے گزر گئے۔ احمد بن طاہر نے ایک بار پھر مجھے اس امر پر اُکسانے کی کوشش کی کہ میں اپنا سفر ترک کردوں لیکن میں نے خوش اخلاقی سے اُسے ٹال دیا۔ میں نے اُس پستہ قد امریکی کے بارے میں تفتیش کی تو معلوم ہوا کہ وہ بھی بیروت ہی کی بندرگاہ سے جہاز پر سوار ہوا ہے لیکن اس کی منزل ڈربن کے بجائے جاہانسبرگ تھی۔ میں ان دونوں میں سائے کی طرح فلورا کے پیچھے لگا رہا لیکن اس نے پستہ قد امریکی سے دوبارہ ملنے کی کوشش نہیں کی، ایک دو بار عرشے پر شام کے وقت فلورا اور اس امریکی کا آمنا سامنا بھی ہوا لیکن دونوں نے ایک دوسرے پر کوئی توجہ نہ دی، مجھے مجبوراً اپنی رائے تبدیل کرنا پڑی۔ میں نے یہ سوچ کر اپنے آپ کو مطمئن کرلیا کہ اُس روز بوڑھی افریقی ساحرہ کی دردناک موت کی وجہ سے میں اُلجھا ہوا تھا اس لئے ممکن ہے کہ میں نے جو کچھ محسوس کیا اور سوچا، وہ غلط ہوسکتا ہے کہ فلورا اور اُس پستہ قد امریکی کی وہ ملاقات کسی غلط فہمی یا اندازے کی غلطی کی وجہ سے سرسری طور پر اتفاقاً ہوگئی ہو، فلورا کی جانب سے میرے دل میں جو شکوک پیدا ہوئے تھے وہ کچھ مٹنے لگنے اگر وہ اس پستہ قد امریکی سے واقف ہوتی تو اس سے دوبارہ ملنے کی کوشش ضرور کرتی۔ یا آمنا سامنا ہونے پر اس سے کوئی نہ کوئی اضطراری حرکت ایسی ضرور سرزد ہوتی جو میرے شبے کی تصدیق کا باعث بن سکتی لیکن ایسا بھی نہیں ہوا تھا۔

میں تیسرے دن دوپہر کے وقت فلورا کے ساتھ طعام گاہ سے اپنے کیبن کی طرف جا رہا تھا کہ احمد بن طاہر سے مڈبھیڑ ہوگئی، میں کترا کر نکل جانا چاہتا تھا لیکن احمد نے مجھے آواز دی تو مجبوراً مجھے اس سے ملنا پڑا۔

''جابر......'' احمد بن طاہر کے لہجے میں خوف شامل تھا۔ ''آج شام تک ہمارا جہاز مڈغاسکر اور موزمبیق کے درمیان کھلے سمندر میں داخل ہوجائے گا۔''

''اوہ......'' میں نے احمد کی بات سُن کر طنز و استہزا سے اُسے گھورا۔ ''اور اب یقیناً تم یہ کہنا چاہتے ہو کہ تاریخ اپنے آپ کو پھر دہرائے گی کیوں......؟''

''احتیاط کوئی بری چیز نہیں ہے میرے دوست۔'' احمد واقعی سہما ہوا تھا۔ تم نے میرا مشورہ نہ مانا ٹھیک کیا، تمہاری مرضی، بہرحال اب وقت گزر چکا ہے، اب میری عاجزانہ درخواست ہے کہ تم کل صبح سے پہلے اپنے کیبن سے باہر نہ نکلنا۔''

''بہت خوب، گویا تمہارا خیال ہے کہ جادو بھی اندھا ہوتا ہے جو مجھے بند کیبن میں نہ دیکھ سکے گا؟'' میں نے زہر خند سے کہا۔

احمد فکرمند ہو کر بولا۔ ''خدا کے لئے سنجیدگی اختیار کرو جابر...... سنو! مجھے یقین ہے کہ اُس بوڑھی افریقی جادوگرنی کی موت رنگ لا کر رہے گی، میں ضعیف الاعتقاد آدمی نہیں ہوں لیکن بہت سے چشم دید واقعات اور ذاتی تجربوں نے مجھے محتاط رہنا سکھا دیا ہے۔''

''فکر نہ کرو دوست، اگر جارا کا کا کی مقدس کھوپڑی نے اپنی بے حرمتی کا انتقام لینا چاہا تو اس کا نشانہ صرف میں بنوں گا، تم اور تمہارا عملہ اور جہاز کے مسافر اس سے محفوظ رہیں گے، ہاں...... میں ایک آخری خواہش کا اظہار تم سے ضرور کروں گا۔ میری لاش سمندر میں پھینکنے کا ناخوشگوار کام اگر

تم انجام دے سکو تو میری روح تمہاری شکر گزار رہو گی۔"

احمد بن طاہر کچھ اور کہنا چاہتا تھا لیکن میں نے فلورا کا بازو تھاما اور احمد کو پچکارتا ہوا آگے بڑھ گیا، فلورا ہماری گفتگو سے کچھ سمجھنے کی کوشش کر رہی تھی۔ کیبن میں پہنچ کر اس نے مجھ سے ٹوہ لینے کی کوشش کی۔ میں نے سوچا فلورا یہ سب فرسودہ باتیں سُن کر پریشان ہو جائے گی اور سفر کا لطف کرکرا ہو جائے گا۔ اس لئے میں نے اسے ٹالنے کی حتی الامکان کوشش کی لیکن جب فلورا نے بے حد اصرار کیا تو میں نے اسے بوڑھی ساحرہ کا پورا واقعہ سنا دیا، فلورا کے چہرے کا رنگ بدلنے لگا۔ وہ میری باتیں سن کر بے حد خوف زدہ ہوگئی، اس کا سرخ چہرہ زرد ہو گیا۔

یہ دیکھ کر میں نے لاپروائی سے کہا۔ "یہ سب باتیں محض بکواس ہیں جان من، تم تو آکسفورڈ میں پڑھی ہو۔ ایک نیولے کی بے جان کھوپڑی اور کسی ذی ہوش انسان کا گلا۔ ان میں کیا نسبت؟"

"مقدس مریم تمہاری امین رہے۔" فلورا نے خوف زدہ لہجے میں کہا۔ "میں نے جارا کا کے بارے میں کچھ زیادہ نہیں سنا البتہ اتنا ضرور جانتی ہوں کہ افریقی سرزمین اور خاص طور پر وہاں کے کچھ جزیرے اپنے اسرار کے لیے دنیا بھر میں مشہور ہیں، تم نے احمد کی ہدایت پر عمل نہ کر کے بُرا کیا جابر۔ تمہیں واقعی سفر ترک کر دینا چاہئے تھا، پُر اسرار اور ناقابل یقین حادثات کہہ کر نہیں آیا کرتے، افریقی طلسمات اور وہاں کے جادوگر اور جادوگرنیاں دنیا والوں کے لئے ابھی تک ایک لاینحل معمہ بنے ہوئے ہیں۔"

"ختم کرو فلورا...... مجھے اس وقت سخت نیند آرہی ہے۔" میں نے جماہی لیتے ہوئے کہا۔ "تم بھی آرام کرو۔"

میں نے بستر پر دراز ہو کر آنکھیں بند کر لیں مجھے احمد بن طاہر پر دل ہی دل میں بے حد تاؤ آرہا تھا اس نے فلورا کے سامنے بوڑھی ساحرہ کی موت کا ذکر چھیڑ کر میری طبیعت مکدر کر دی تھی، میں آنکھیں بند کئے لیٹا رہا، جانے کس وقت میری آنکھ لگ گئی، پھر اس وقت میں ایک چیخ مار کر اُٹھ بیٹھا جب میں نے اپنے سر پر کسی وزنی چیز کے گرنے کی شدید ضرب محسوس کی۔ ساتھ ہی فلورا بھی نہایت خوف ناک انداز میں چیخنے لگی۔ میں نے جلد ہی اپنے حواس بحال کیے۔ مجھے کیبن کی ہر شے ناچتی ہوئی نظر آرہی تھی۔ فلورا اپنے بستر سے اُٹھ کر میرے پاس آگئی تھی۔

اس نے مجھے ہوش میں دیکھا تو ہذیانی انداز میں چلا کر بولی۔ "جابر معلوم ہوتا ہے ہمارا جہاز کسی خطرناک طوفان میں گھر گیا ہے، باہر بڑی افراتفری کا عالم ہے۔"

اس وقت بجلی کی طرح میرے ذہن میں احمد بن طاہر کے الفاظ گونجے۔ اس کے ساتھ ہی بوڑھی ساحرہ کے وہ جملے بھی صدائے بازگشت کی طرح ابھرے جو اس نے سمندر میں چھلانگ لگانے سے پیشتر کہے تھے مجھے وحشت ہونے لگی۔ میں فلورا کو ایک طرف ہٹا کر تیزی سے اُٹھا اور بڑی مشکل سے کیبن کی دیواروں کا سہارا لے کر باہر نکل گیا۔ ہر طرف بھگدڑ مچی ہوئی تھی، مسافروں کے ساتھ ساتھ جہاز کے عملے کے افراد بھی چیخ پکار کر رہے تھے۔ کان پڑی آواز سنائی نہیں دے رہی تھی، عورتیں اور بچے موت کا بھیانک رقص دیکھ کر اِدھر اُدھر بھاگتے پھر رہے تھے، جہاز تنکے کی طرح ہچکولے کھا رہا تھا، جہاز کے لاؤڈ اسپیکر پر مسلسل اعلانات ہو رہے تھے لیکن چیخ پکار کی آواز زیادہ بلند تھی، اچانک جہاز نے دوسری سمت جھولا کھایا اور بے شمار افراد لڑھکتے ہوئے ریلنگ کی طرف چلے گئے کچھ افراد جھونک میں توازن برقرار نہ رکھ سکے اور سمندر میں گر گئے میں نے کیبن کے دروازے کا

ہینڈل پوری قوت سے تھام رکھا تھا، ہوا کے شدید جھکڑوں نے پوری فضا گدلی کر رکھی تھی، جہاں لائف بوٹ بندھی ہوئی تھی وہاں لوگ ٹوٹے پڑ رہے تھے ہر شخص دوسروں کو پیچھے دھکیل کر زندگی کا یہ آخری سہارا خود حاصل کرنے کے لئے دیوانگی اور وحشی پن کا ثبوت دے رہا تھا، جہاز کے خلاصی پاگلوں کی طرح بھاگے بھاگے پھر رہے تھے۔

''جابر...... اندر آجاؤ، باہر موت ہے۔'' کیبن کے اندر سے فلورا کی سہمی ہوئی آواز آئی۔

میری سمجھ میں نہیں آرہا تھا کہ اس طوفان کو کیا نام دوں، اسے کیا سمجھوں۔ اگر جارا کا کا کی مقدس کھوپڑی اپنی بے حرمتی کا انتقام لینا چاہتی تھی تو پورے جہاز کو طوفان نے کیوں نرغے میں لے رکھا تھا، آخر اس نے موت کے خوفناک کھیل میں معصوم اور بے گناہ مسافروں کو کیوں شامل کیا تھا؟ میں اسی ادھیڑ بن میں مبتلا تھا کہ کوئی شخص پشت کی جانب مجھ سے ٹکرایا۔ میں نے پلٹ کر دیکھا تو احمد بن طاہر تھا، اس کی پیشانی سے خون بہہ رہا تھا۔ ''ابو جابر......'' احمد مجھے دیکھ کر کرخت لہجے اور بلند آواز میں بولا۔ ''میں تمہیں انسانیت کے نام پر حکم دیتا ہوں کہ تم اپنا منحوس وجود سمندر کے حوالے کردو، مجھے قوی اُمید ہے کہ تمہاری یہ قربانی مسافروں کی زندگی کی ضمانت بن سکتی ہے، جہاز پر یہ تباہی محض تمہاری وجہ سے نازل ہوئی ہے۔''

''احمد......'' میں نے تلملا کر کہا۔ ''شاید تم بھی جہاز کی طرح اپنا دماغی توازن کھو بیٹھے ہو......''

''میں...... میں تمہیں حکم دیتا ہوں ابو جابر کہ آگے بڑھو اور سمندر میں چھلانگ لگا دو ورنہ مجھے مجبوراً تمہارے خون سے اپنے ہاتھ رنگنے پڑیں گے، اب عظیم جارا کا کا کی مقدس روح تمہاری زندگی کی بھینٹ لے کر ہی پُرسکون ہوگی۔''

''ہوش کی باتیں کرو احمد، تم شاید پاگل ہو رہے ہو۔'' میں نے جھنجلا کر کہا۔

احمد بن طاہر کا چہرہ کسی اندرونی جذبے کے تحت سرخ ہوگیا، اس نے بڑی پھرتی سے جیب میں ہاتھ ڈال کر ریوالور نکال لیا، اب میرے لئے بچاؤ کا ایک ہی راستہ تھا کہ میں حملے میں پہل کرتا، میں نے ایسا ہی کیا۔ میں نے کیبن کا ہینڈل چھوڑ کر پوری قوت سے احمد کے تنے ہوئے چہرے پر ایک مکا رسید کردیا، اس کے ساتھ ہی میرا گھٹنا اس کے پیٹ پر پڑا، اور میرا دوست احمد بن طاہر کسی کٹے ہوئے درخت کی طرح عرشے پر گرا اور پھر لڑھکتا ہوا ریلنگ سے جا ٹکرایا اور ایک کربناک چیخ بلند کرتا ہوا سمندر میں گر گیا، احمد کی وہ چیخ اس قدر خوفناک اور بھیانک تھی کہ مجھے جھرجھری آگئی، ٹھیک اسی وقت لاؤڈ اسپیکر پر کپتان کی چیختی ہوئی آواز اُبھری۔ ''میں مسافروں سے درخواست کرتا ہوں کہ وہ حوصلے کا ثبوت دیں۔ نظم وضبط برقرار رکھیں اور جہاز کے عملے کو اتنا موقع دیں کہ، لائف بوٹ سمندر میں اتاری جاسکے۔ جہاز کے پیندے میں متعدد سوراخ ہو چکے ہیں، اگر مسافروں نے عملے کو کام کا موقع نہ دیا تو ایک مسافر بھی زندہ نہ بچ سکے گا۔''

کپتان کی اس اپیل نے مسافروں میں اور ہیجان برپا کردیا، عجیب نفسا نفسی کا عالم تھا، کچھ مسافروں نے سمندر میں چھلانگیں لگانی شروع کر دیں، کچھ مدد مدد چلا رہے تھے، لائف بوٹ کے گرد لوگوں کا ہجوم زیادہ ہوگیا۔ قیامت صغرا مچی ہوئی تھی۔

''جابر......'' کیبن کے اندر سے فلورا کی آواز پھر اُبھری۔ ''تمہیں مقدس مریم کی قسم اندر آجاؤ، مرنا ہی ہے تو ہم دونوں ایک ساتھ مریں گے۔''

جہاز اب بھی بپھری ہوئی موجوں پر تنکے کی طرح ہچکولے کھا رہا تھا، اور بہ تدریج نیچے بیٹھتا چلا جا رہا تھا۔ میں نے فلورا کی محبت آمیز اپیل

پر اندر جانے کا ارادہ کیا مگر ابھی میں پلٹا ہی تھا کہ جہاز کا بوائیلر ایک خوفناک دھماکے سے پھٹا، مجھے ایسا محسوس ہوا جیسے کانوں کے پردے پھٹ گئے ہوں، میری آنکھوں کے نیچے اندھیرا اچھل گیا، یہ جھٹکا اتنا شدید تھا کہ میں اپنا توازن برقرار نہ رکھ سکا اور کیبن کی چوکھٹ سے ٹکرا کر نیچے آ پڑا۔

اس وقت میں نے ایک ہجوم کا بوجھ اپنے جسم پر محسوس کیا۔ دوسرے جھٹکے میں وہ ہجوم خود بخود مجھ سے علیحدہ ہو گیا۔ زندہ انسانوں کے جسم بے جان اشیا کی طرح عرشے پر لڑھک رہے تھے۔ میرے جسم میں اتنی طاقت نہیں تھی کہ میں اُٹھ کر کیبن میں داخل ہو سکوں۔ پھر میں نے دیکھا کہ فلورا تیزی سے میری طرف آ رہی ہے، میں نے اسے کیبن میں جانے کا اشارہ کیا لیکن میرا ہاتھ اُٹھا کا اُٹھا رہ گیا اور جہاز نے ایک طوفانی کروٹ لی۔ مجھے صرف اتنا یاد ہے کہ میں لڑھکتا ہوا ریلنگ تک آ گیا۔ پھر میرے اعصاب جواب دے گئے اور آنکھیں بند ہو گئیں۔

☆==========☆==========☆

سَرد پانی کے تھپیڑے تھے جنہوں نے میرے منتشر اعصاب کو جھنجوڑ دیا، میری آنکھ یوں کھل گئی جیسے کچی نیند میں ہڑ بڑا کر اٹھا ہوں۔ منہ کا مزہ کھارا ہو رہا تھا۔ میں نے خود کو نیچے کی سمت اتھاہ گہرائیوں میں ڈوبتا ہوا محسوس کیا، میرا دم گھٹ رہا تھا۔ صرف لمحوں کا معاملہ تھا۔ لمحوں میں اس تحریر کا راقم ایسی گہرائیوں میں دفن ہو جاتا کہ پھر دنیا والے اس کا نام ونشان بھی نہ پا سکتے۔ مجھے یاد نہیں کہ لمحوں کے اس اُلٹ پھیر میں کیا ہوا، مجھے مطلق ہوش نہیں تھا کہ میں کہاں ہوں، زندہ ہوں یا مر گیا۔ میری روح عالم بالا کی طرف کوچ کر رہی ہے یا ابھی جسم سے رشتہ جوڑے ہوئے ہے لیکن جب پانی کی زد سے میرا سر آزاد ہوا تو پہلی بار مجھے اپنے زندہ ہونے کا ثبوت ملا اور ساتھ ہی یہ احساس بھی ہوا کہ میں جلد ہی سمندر کی نذر ہو جاؤں گا۔ میں کھلے سمندر کے رحم وکرم پر تھا۔ تیز طوفانی لہریں مجھے اِدھر اُدھر پٹک رہی تھیں اسی وقت لوگوں کی چیخ پکار کی آوازیں سنائی دیں اور مجھے سب کچھ یاد آ گیا۔ اتنے بہت سے لوگوں کو ڈوبتا دیکھ کر میرے اندر زندگی بچانے کی شدید خواہش پیدا ہوئی اور میں نے جدوجہد شروع کر دی۔

بعض مشغلے جو یوں ہی تفریح طبع کے لئے اختیار کر لیے جاتے ہیں، کبھی کبھی بڑے کار آمد ثابت ہوتے ہیں۔ میں نے آکسفورڈ کے تعلیمی دور میں حسین دوشیزاؤں کے بدن کا قریب سے مشاہدہ کرنے کے لئے پیراکی سیکھی تھی۔ پھر میں نے اس میں اتنی مہارت حاصل کر لی کہ پرانے پیراکوں کو پیچھے چھوڑنے لگا۔ گھنٹوں متواتر تیرتے رہنا میرے لئے کوئی دشوار بات نہیں تھی۔ ہر چند کہ نہانے کے کسی مصنوعی تالاب اور ایک سمندر میں زمین وآسمان کا فرق ہوتا ہے لیکن ریت کے ذرات پر دھوپ میں چمکتے ہوئے جسموں نے مجھے سمندر میں اپنی پیراکی کے جوہر دکھانے پر بارہا اکسایا تھا۔ میں تعطیلات کے دوران ساحلوں پر نکل جاتا اور چھتریوں کے سائے میں دوشیزگان افرنگ کے ساتھ زندگی کے سب سے حسین لمحے گزارتا۔ جابر، جو ایک وجیہہ اور باوقار عرب تھا' ہمیشہ اپنے مقصد میں کامیاب رہتا۔ جب میں دیر تک پانیوں میں چھپا رہنے کے بعد سر باہر نکلتا تو حسین دوشیزاؤں کے چہروں پر اطمینان کی لہریں آ جاتیں اور وہ عزت وعظمت کے احساس کے ساتھ میری جانب ملتفت ہوتیں، آج معاملہ دوسرا تھا۔ یہ موقع نہ تو کچھ کر دکھانے کا تھا نہ جلد بازی کا۔ حالات نے مجھے جس امتحان سے دوچار کر دیا تھا، اس میں صبر وتحمل کی ضرورت تھی۔ میں نے چاروں طرف خطرہ محسوس کر کے اپنے پاؤں کو آہستہ سے جنبش دی اور پانی کے اوپر آ گیا۔ میرے بازوؤں میں شدید درد ہو رہا تھا۔ جہاز کا بوائیلر اچانک پھٹنے کی وجہ سے ایک ہجوم مجھ پر ٹوٹ پڑا تھا۔ اسی دوران میں میرا بازو رہ گیا۔ اَب اس میں شدید تکلیف ہو رہی تھی۔

پانی کی سطح پر اُبھر کر میں نے تیرنے کی رفتار تیز کر دی۔ اپنے متعلق اتنا بتا دوں کہ میں زبردست قوت برداشت کا مالک ہوں۔ میں دیکھنے میں ایک جذباتی من چلا اور بے پرواقسم کا شخص نظر آتا ہوں لیکن اپنی زندگی کی مشکل ترین ساعتوں میں، میں نے ہمیشہ زبردست قوت برداشت اور تحمل کا ثبوت دیا ہے۔ جب میرے اَوسان کسی قدر بحال ہوئے اور ہاتھ پاؤں قابو میں آئے تو میں نے چیختی آوازوں کی سمت تیرنا شروع کر دیا۔ جاراکاکی مقدس روح نے احمد بن طاہر کے بیان کے مطابق اپنی ہولناک تاریخ بھیانک انداز میں پھر دہرائی تھی۔ میرا دل اب بھی یہ باتیں تسلیم نہیں کرتا تھا لیکن میرے ساتھ تباہیوں کا خوفناک تماشا ہوا تھا۔ میں جہاز کے ان تمام بدنصیب مسافروں کی تباہی و بربادی کا ذمے دار تھا۔ فرق صرف یہ تھا کہ پہلے محض ان افراد پر بلائیں نازل ہوتی تھیں جنہوں نے پُراسرار افریقہ کے دیوتاؤں اور ان کے مذہبی عقائد کا مضحکہ اُڑایا تھا، اس بار میری ایک اتفاقی اور حادثاتی غلطی کی سزا پورے جہاز کی تباہی اور اُس کے معصوم مسافروں کی غرقابی کی صورت میں سامنے آئی تھی۔ مجھے معلوم تھا کہ

میری زندگی بڑی مختصر رہ گئی ہے۔ تاحدِ نظر پھیلے ہوئے اس پُر شور سمندر میں دوبارہ خشکی کی شکل دیکھنے کی اُمید کون کر سکتا تھا، اس کے باوجود زندگی کی تمنا تھی کہ رہ رہ کر دل میں حوصلہ پیدا کر رہی تھی۔ میں موت کی آنکھوں میں آنکھیں ڈالے ہوئے تھا اور میری کوشش تھی کہ کسی نہ کسی طرح ان مسافروں کے قریب پہنچ جاؤں جن کی آہ وزاری سے میرا کلیجا شق ہوا جا رہا تھا۔ وہ صرف میری وجہ سے اس طوفان بلا خیز کے شکار ہوئے تھے۔

میں کبھی سمندر کی سرکش اور بپھری ہوئی موجوں کے سامنے سر جھکا تا اور کبھی ان کا سینہ چیرتا آگے بڑھتا رہا۔ آوازوں کا دل خراش شور وغل اور زندگی اور موت کی دردانگیز صدائیں جوں جوں میرے قریب آ رہی تھیں، میری رفتار تیز ہوتی جا رہی تھی۔ دور موجوں کے زیر و بم پر اچھلتے کودتے ناچتے اور چکراتے ہوئے انسانی ہیولے نظر آئے۔ میں نے چاروں طرف آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر نظریں دوڑائیں لیکن جہاز کا کوئی نام ونشان نہ تھا یقیناً اُسے بے رحم سمندر نے نگل لیا تھا۔ میرے دل کو دھچکا لگا نہ جانے کتنے معصوم بچے، عورتیں اور بوڑھے جہاز کے ساتھ تہ آب ہو گئے ہوں گے۔

وہ ہیولے بہت دُور تھے جنہیں میں قریب سمجھ رہا تھا، جب میں آگے بڑھنے کے لئے پر تولتا تو بگڑی ہوئی موجیں مجھے اُٹھا کر اِدھر اُدھر پھینک دیتیں۔ میں ایک بار پھر ہمت کرتا اور پھر میرے ساتھ موجوں کا یہ شیطانی رقص جاری ہو جاتا۔ خدا کسی کو سمندری طوفان سے دوچار نہ کرے۔ یہ موت بڑی بھیانک ہوتی ہے۔ ایک لحہ زندگی کی اُمنگ بحال کرتا ہے تو دوسرا لحہ موت سے قریب کر دیتا ہے کوئی دو گھنٹے تک میں موجوں کے ساتھ ساتھ قلابازیاں کھاتا رہا۔ اعصاب شل ہو چکے تھے۔ آہ وہ منحوس گھڑی۔ جب میں نے فلورا سے ایک بار جُدا ہونے کے بعد اُسے دُوسری بار بیروت کے ہوٹل میں دیکھا تھا، فلورا کے حسن کی قربت میں موت پنہاں تھی، یہ مجھے کیا معلوم تھا اور کسے معلوم ہو سکتا تھا۔ مجھے معلوم ہوتا تو میں اس سے اتنی دور بھاگتا کہ اُس کا تصور بھی میرے قریب نہ پھٹک سکتا۔

فلورا کے سحر نے یہ وقت دکھایا تھا...... وہ سیاہ زبان والی مکروہ صورت بڑھیا میری نظروں میں گھوم گئی جس نے جارا کا کی ٹوٹی ہوئی کھوپڑی دیکھ کر آسمان کی جانب ہاتھ بلند کیے تھے اور اپنے وحشی دیوتاؤں سے گریہ وزاری کی تھی اور بعد ازاں اپنی زندگی سمندر کی بھینٹ چڑھا دی تھی۔ کاش میں نے اپنے دوست احمد بن طاہر کی بات مان لی ہوتی جس نے بڑے درد اور خلوص سے مشورہ دیا تھا کہ میں اپنا سفر ترک کر کے بیروت واپس چلا جاؤں۔ مجھے اپنی لغزشیں بے وقت یاد آ رہی تھیں، اب ندامت اور پچھتاوے سے کیا ہوتا تھا۔ بلائیں میری منتظر تھیں۔ موت تیزی سے میرا تعاقب کر رہی تھی، انجام کار اس بڑھیا کی سیاہ زبان نے کام تمام کر دیا۔ ممکن ہے یہ سرگزشت پڑھنے والے چند حضرات موت کے اتنے قریب گئے ہوں جتنا میں پہنچ گیا تھا، وہ میرا کرب سمجھ سکیں گے۔

کتنا وقت اور گزر گیا، پتہ نہیں کہ میں سمندر کی گود میں کہاں کہاں ہچکولے کھاتا رہا۔ ان آخری لمحوں میں اپنا ماضی یاد کرنے سے مجھے کچھ سکون سا ملا۔ منتشر خیالات تھے کہ اُمڈے چلے آ رہے تھے گزشتہ دنوں کی ان یادوں سے ایسا معلوم ہوتا تھا کہ زندگی کچھ اور طویل ہو گئی ہے۔

ذہن اسی پراگندہ خیالی میں مشغول تھا اور ہاتھ پاؤں مشینی انداز میں موجوں سے جنگ کرنے میں مصروف تھے کہ موجوں کا ایک ریلا کسی دیو قامت عفریت کا روپ اختیار کر کے آیا اور مجھے جھنجھوڑ کر رکھ گیا۔ کوئی ٹھوس چیز پوری قوت سے میرے اوپر آ کر گری اور میری آنکھیں دھندلانے لگیں۔ میں نے بدحواسی کی بنا پر تیرنے کے بجائے غیر اصولی طور پر اُلٹے سیدھے ہاتھ پاؤں مارنے شروع کر دیے، میں نے سر پر پڑنے والی اس

ضرت کی شدید اذیت میں غیر شعوری طور پر اپنے ہاتھ کسی غیبی مدد کے لئے اوپر اٹھائے تو میں نیچے کی سمت جانے لگا پھر جلد سوچنے سمجھنے کی قوت ختم ہوگئی۔ جو کچھ یاد رہ گیا ہے وہ یہ ہے کہ مجھے کچھ یاد نہیں رہا تھا۔ ہر احساس مردہ ہو چکا تھا۔ جابر جیسے شخص کے اعصاب جواب دے گئے تھے۔

☆==========☆==========☆

میرا جسم کسی ٹھوس شے پر پڑا ہوا تھا۔ جب جسم میں کوئی حرکت پیدا ہوئی اور ذہن ان غنودگیوں سے بیدار ہونا شروع ہوا تو کچھ عجیب سا لگا۔ بدن کے اوپری حصے میں تپش تھی زیریں حصہ نیم سرد محسوس ہو رہا تھا۔ میں نے سوچا۔ غالباً یہ عرصہ موت ہے روح اور جسم میں شدید کش مکش جاری تھی، نسوں کا جال اور ہڈیوں کا پنجر روح کو مقید رکھنے پر بضد تھا اور روح تھی کہ ان خرافات سے آزاد ہو کر اپنے اصل مقام کی طرف گامزن ہوا چاہتی تھی، وہ ایک ایسا احساس تھا جہاں فرد شکست قبول کر لیتا ہے۔ معاً میرا جسم لڑھکتا ہوا کسی گداز شے سے ٹکرایا، پھر سیدھا ہو گیا۔ اسی لمحے کہیں دور سے آتی ہوئی ایک آواز میرے کانوں میں صدائے بازگشت بن کر گونجی۔ ''اسے سمندر میں پھینک دینا ہی مناسب ہوگا۔''

''ہاں۔ تم ٹھیک کہتے ہو۔'' دوسری خشک آواز اُبھری۔ ''اس کی لاش کا بوجھ کم ہو جانے سے ہمیں کچھ اور تحفظ ملے گا۔''

''وہ مرا نہیں ہے خدا کے لئے رحم کرو۔ وہ زندہ ہو سکتا ہے۔'' ایک نسوانی آواز نے التجا کی۔

''وہ اب زندہ نہیں ہو سکتا۔ اس پر موت طاری ہے۔'' کسی نے کہا۔

''بہر حال ہمیں کچھ انتظار کرنا چاہئے۔''

''ہاں کچھ دیر اور صبر کرلو۔'' کسی نے دردمندانہ انداز میں کہا۔ ''میں نے اس کی نبض دیکھی تھی۔ ابھی اس کے جسم میں زندگی کی حرارت باقی ہے۔ ہو سکتا ہے کہ بچ جائے، کوئی معجزہ رونما ہو جائے۔''

''ڈاکٹر۔ یہ ہسپتال نہیں ہے۔ اس کا ناخوشگوار بوجھ ہم سب کی موت کا پیش خیمہ ثابت ہو سکتا ہے۔'' اس آواز میں اُلجھن اور جھنجلاہٹ کے ساتھ سختی بھی نمایاں تھی۔

''ٹھیک ہے، ٹھیک ہے۔ اسے اُٹھا کر پھینک دینا چاہئے۔'' ایک اور آواز میرے ذہن میں نشتر بن کر اُترتی چلی گئی۔ ''اس کا وجود ہمارے لیے خطرناک ہے۔''

''ٹھہرو۔ کوئی انسانیت سوز فیصلہ کرنے سے پہلے خدا کے لئے کچھ سوچ لو۔ اگر یہ مر گیا تو بھی ہمارے لیے کارآمد ثابت ہوگا۔ احمقو، اس کی لاش ہماری زندگیوں کی ضمانت بن سکتی ہے۔''

''ڈاکٹر......'' ایک نسوانی آواز نے احتجاج کیا مگر اُس کی آواز ڈاکٹر کے بھاری لہجے تلے دب گئی۔

''غور سے سنو خاتون۔'' ڈاکٹر نے رازدارانہ انداز میں کہنا شروع کیا۔ ''ہمیں نہیں معلوم کہ ہمارا یہ خطرناک سفر کب تک جاری رہے۔ کون جانے کبھی خشکی کا منہ دیکھنا نصیب ہو یا نہیں۔ ایسی صورت میں زیادہ دنوں تک زندہ رہنے کے لئے خوراک کا مسئلہ ہمارے لیے بے حد اہم ہے۔ میرے بدنصیب ساتھیو، میری بات سمجھنے کی کوشش کرو، جو کچھ میں اس وقت کہہ رہا ہوں، ہو سکتا ہے اس کا تصور بھی تمہارے لیے ناقابل

برداشت ہو لیکن کل کیا ہونے والا ہے۔ یہاں کون یقین سے کہہ سکتا ہے۔ یہ بھی ممکن ہے کہ ایک دن ہم فاقوں سے تنگ آ کر درندے بن جائیں اور ایک دوسرے پر جھپٹ پڑیں۔ آنے والے لمحے ہمیں بدترین صورت حال سے دوچار کر سکتے ہیں کیوں نہ ہم ابھی سے کل کی فکر کریں۔''

اقرار اور استرداد، حکم اور احتجاج کے یہ مایوس کن لہجے میں بخوبی سن رہا تھا۔ میں اپنی بکھری ہوئی قوت مجتمع کر کے ان انسانیت دشمن لوگوں کے سامنے اپنے وجود کا اثبات ظاہر کرنا چاہتا تھا۔ میں نے کوشش بسیار کے بعد کراہ کر آنکھیں کھول دیں۔ اطراف میں سراسیمگی سے نظر دوڑائی تو آٹھ نو قصاب نما انسانی چہرے نظر آئے اور مجھے یہ سمجھنے میں کوئی دشواری پیش نہیں آئی کہ اس وقت میں کسی لائف بوٹ میں سوار ہوں۔ یہ کس طرح ممکن ہوگیا، مجھے کوئی ہوش نہیں تھا۔ عالم ضعف میں بے چارگی سے میں اپنے اوپر جھکے ہوئے، سہمے سمٹے، سوچوں میں غرق انسانی چہرے دیکھا کیا۔ ان میں سے دو اُس جہاز کے خلاصی تھے، جو جارا کا کی مقدس روح کی ساحرانہ قوت سے غرق آب ہو گیا تھا۔ تیسرا چہرہ ڈاکٹر جواد کا تھا جس سے میری ملاقات تباہ ہو جانے والے بدقسمت جہاز پر میرے دوست احمد بن طاہر نے کرائی تھی۔ ڈاکٹر جواد جہاز پر ڈاکٹر کی حیثیت سے تعینات تھا۔ باقی چہرے شناسا ضرور تھے لیکن میں اُن کے نام نہیں جانتا تھا۔ میں ابھی ان چہروں کو حیرانی و پریشانی سے تک رہا تھا کہ ڈاکٹر جواد میرے قریب آ کر گھٹنوں کے بل بیٹھتا ہوا بولا۔ ''اللہ رب۔ اللہ رب۔'' (اللہ پالنے والا ہے)

ڈاکٹر کی زبان سے ہمدردی کے یہ دو لفظ سن کر میری آنکھیں نم ہو گئیں۔ ڈاکٹر نے بدستور مجھے دلاسا دیتے ہوئے عربی زبان میں کہا۔'' خدا کا شکر ہے کہ تم زندہ ہو۔ مجھے یقین تھا کہ تم بچ جاؤ گے۔''

ادھر نقاہت اور پیاس کی شدت سے میری حالت دگرگوں تھی۔ حلق میں کانٹے پڑ رہے تھے، میں نے ڈاکٹر کے ہمدردانہ رویے پر اظہار تشکر کرنا چاہا، لیکن زبان نے ساتھ نہیں دیا۔ ڈاکٹر نے میرے چہرے سے دلی کیفیت کا اندازہ لگایا تو جلدی سے بولا۔ ''مایوسی کفر ہے میرے عزیز۔ خدا نے چاہا تو تم جلد روبہ صحت ہو جاؤ گے۔''

میں نے اُسے رحم طلب نظروں سے دیکھا۔ ڈاکٹر نے بڑی پھرتی دکھائی اس نے میری قمیض کے بٹن کھولے اور سینے پر مالش کرنے لگا۔ مجھے اس عمل سے تقویت ہوئی۔ وہ کچھ دیر تک سینے کی مالش کرتا رہا پھر اُس نے میرے ہاتھ اور پاؤں کی مالش کی جس سے میری نقاہت قدرے دور ہوگئی اور زیادہ صاف نظر آنے لگا لیکن بھوک اور پیاس بدستور برقرار تھی، میں نے ایک بار پھر اپنے اردگرد کھڑے ہوئے انسانوں پر نظر ڈالی، پشت کی جانب دیکھا تو آنکھوں کی روشنی تیز ہوگئی۔ وہاں فلورا کھڑی تھی، اُس کا لباس تار تار تھا اور چہرہ دہشت زدہ تھا۔ فلورا کو اپنے قریب دیکھ کر مجھ پر شادی مرگ کی کیفیت طاری ہوگئی۔ اُس کے چہرے کی شوخی افسردگی میں تبدیل ہو چکی تھی اور غزالی آنکھوں میں شرارت کے بجائے مایوسی کا راج تھا۔ بال بکھرے ہوئے تھے اور رخساروں پر زردی چھائی ہوئی تھی۔ اس کیفیت کے باوجود اُس کے حسن و جمال میں کوئی کمی واقع نہیں ہوئی تھی۔ اسے دیکھ کر میرا مضمحل جسم کروٹیں بدلنے لگا۔ میں بدقت تمام اتنا ہی کہہ سکا۔ ''فلورا...... تم!''

''جابر......'' اس نے والہانہ انداز سے میرا سر اپنے زانو پر رکھ لیا۔ ''اس وقت کوئی بات نہ کرو زندہ رہے تو بہت باتیں ہو جائیں گی۔ تمہیں سکون کی ضرورت ہے۔ قسمت میں جو لکھا تھا پورا ہوا۔''

''فلورا......'' میں نے کچھ اور کہنا چاہا تو ڈاکٹر نے انگلی کے اشارے سے روک دیا۔

ڈاکٹر جواد ان پریشان کن حالات کے باوجود بڑی تن دہی سے اپنے فرائض کی بجا آوری میں مصروف تھا، اس کی چارہ گری میں اعجاز تھا، مالش کرنے کے بعد ڈاکٹر نے اپنی قمیض اُتار کر سمندر کے پانی سے بھگوئی پھر اسے میرے منہ پر نچوڑ کر میرا چہرہ صاف کرنے لگا پیاس کی شدت نے مجھے بے حال کر رکھا تھا رخساروں پر پانی کے قطرے پڑے تو میں نے منہ کھول دیا۔ نمکین پانی نے حلق کے نیچے اتر کر میرے سینے میں آگ لگا دی مجھے اُبکائی آنے لگی۔ ڈاکٹر نے جلدی سے میری کنپٹیاں سہلانی شروع کر دیں۔ نہ معلوم یہ اُس کے ہاتھوں کے دباؤ کا کرشمہ تھا یا کمزوری کا اثر کہ مجھ پر ایک بار پھر غنودگی کا غلبہ ہونے لگا۔ سمندر کی پُرشور موجوں کی آواز میری سماعت میں بتدریج مدھم ہوتے ہوتے ختم ہوگئی۔ فلورا کی آغوش میں میری گردن ڈھلک گئی اور میں بے سدھ ہوگیا۔

☆==========☆==========☆

اگلے دو روز میں میری حالت معجزانہ طور پر سنبھل گئی میں اب خود کو اپنے دوسرے ساتھیوں کی طرح چاق و چوبند محسوس کرنے لگا جو سمندر کی موجوں کے رحم و کرم پر کسی نامعلوم منزل کی طرف جا رہے تھے، اس میں بلاشبہ ڈاکٹر جواد اور فلورا کی حسین قربت کے علاوہ میری خود اعتمادی کو بھی بڑا داخل تھا۔ فلورا بھی میری صحت یابی سے بہت خوش تھی لیکن دوسرے افراد کو میری ذات سے کوئی دلچسپی نہیں تھی ہم سب ایک دوسرے کی صورت دیکھا کرتے تھے۔ باہر کی دنیا کی کوئی بات اچھی نہیں لگتی تھی۔ ہماری نظریں سمندر پر جمی ہوئی تھیں، لائف بوٹ اب پُرسکون سمندر میں داخل ہو چکی تھی، ہماری نظریں ہمہ وقت موجوں کے اس پار کسی جزیرے کی تلاش میں بھٹکتی رہتی تھیں، اس کشتی حیات میں گیارہ افراد موت سے فرار کی کش مکش میں مبتلا تھے۔ میں تفصیل سے ان کا تعارف کرانا ضروری سمجھتا ہوں۔ ڈاکٹر جواد، فلورا اور جہاز کے دو خلاصیوں کے بارے میں، میں پہلے ہی بتا چکا ہوں۔ باقی چھ افراد میں ایک سیاہ فام حبشی تھا جو قد و قامت اور ڈیل ڈول میں ہم سب سے زیادہ طاقت ور نظر آتا تھا۔ وہ کوئی چالیس پینتالیس سال کا خوف زدہ کر دینے والا ایک شخص تھا۔ ہوش میں آنے کے بعد میں نے اُسے کسی سے گفتگو کرتے نہیں دیکھا تھا۔ اُس کی آنکھیں بے حد چمکیلی تھیں، نہ جانے کیوں دن میں متعدد بار وہ سورج کی طرف گھورنے لگتا تھا۔ اس وقت اُس کے موٹے اور بھدے ہونٹ پھڑ پھڑاتے رہتے تھے۔ جب وہ سورج کی جانب سے نظریں ہٹا لیتا تھا تو ہونٹوں کی جنبش رُک جاتی۔ دوسرا شخص کمال نامی ایک مصری تاجر تھا۔ وہ ہر وقت کھویا کھویا سا رہتا۔ اس کے قویٰ خاصے مضبوط تھے اور اُس کی عمر بھی کوئی چالیس سال ہوگی۔ ایک دو بار میں نے اسے ڈاکٹر جواد سے گفتگو کرتے دیکھا تھا وہ عام طور پر لائف بوٹ کے درمیان میں بیٹھنے کی کوشش کرتا۔ وہ فلورا پر گاہے گاہے ایک مایوس کن نظر ڈال کر ٹھنڈی آہیں بھرتا۔ تیسرا مسافر ایک یہودی تھا جو ہم سب سے زیادہ پریشان نظر آتا تھا۔ مجھے نہ جانے کیوں اس سے شدید نفرت تھی۔ بار بار یہ خیال آتا کہ اگر موت ہمارا مقدر ہے تو سب سے پہلے مرنے والا یہی شخص ہوگا۔ اُس کا بیشتر وقت نچلا ہونٹ چبانے میں گزرتا تھا۔ فلورا نے مجھے بتایا کہ اُسی نے سب سے پہلے مجھے مردہ سمجھ کر میری لاش سمندر میں پھینکنے کا مشورہ دیا تھا۔ چوتھا شخص ایک انگریز نوجوان طالب علم جم پارک تھا جو تعطیلات گزارنے کے ارادے سے اپنی والدہ کے پاس ڈربن جا رہا تھا۔ اُس کی والدہ کو کیا معلوم تھا کہ اب وہ بیٹے کا چہرہ مشکل ہی سے دیکھ سکے گی یہودی کی طرح یہ بھی موت کے تصور سے بے حد ہراساں نظر آتا تھا۔ یہ فلورا سے بہت زیادہ دلچسپی لیتا اور بعض

اوقات اُس سے ایسے سوالات شروع کر دیتا جیسے اُسے یہ معلوم ہو کہ ہماری لائف بوٹ کب کنارے لگے گی اور کب ہمیں خشکی کا منہ دیکھنا نصیب ہوگا۔ وہ لانبے قد اور اکہرے جسم کا جاذب نظر نوجوان تھا۔ باقی دونوں اشخاص ہندی تھے۔ ان میں ایک بوڑھا شخص سرنگا داس تھا جو ہندوستان کے مشرقی علاقے بنگال سے تعلق رکھتا تھا۔ یہ شخص مجھے حبشی کی طرح پُراسرار نظر آتا تھا۔ سرنگا داس بارعب شخصیت کا مالک تھا اور بہت کم گو تھا۔ اس کی زیرلب مسکراہٹ میں بڑا دبدبہ تھا۔ وہ دن بھر خلا میں گھورتا رہتا اور کسی عورت کی چھوٹی مورتی سامنے رکھ کر مالا پڑھتا رہتا۔ اُسے چومتا اور اوپر کی جیب میں رکھ لیتا، اُس کے ساتھ ایک بہت ہی حسین لڑکی سریتا بھی موجود تھی۔ شرمیلی، نازک، تیکھے خدوخال، لانبے سیاہ بال اور کھلتا ہوا گندمی رنگ۔ وہ بہت سہمی ہوئی خاموش خاموش اپنے بابا کے پہلو میں بیٹھی رہتی تھی۔ وہ ایک ایسی لڑکی تھی جس سے بات کرنے کو خود بخود دل چاہے۔ اس کے چہرے پر حزن، تقدس اور پاکیزگی تھی۔ وہ ایک ایسا شاداب پھول تھی جو ڈال پر لٹکا ہوا ہو اور کسی ہاتھ نے اُسے مس نہ کیا ہو۔

خلاصیوں میں ایک کا نام جعفر اور دوسرے کا شیخ طاہر تھا۔ یہ دونوں ہی پستہ قد اور گٹھے ہوئے جسموں کے مالک تھے۔ سمندری سفر میں چونکہ ایک عمر گزر گئی تھی اس لئے وہ دونوں ہم لوگوں کے مقابلے میں نسبتاً کم پریشان تھے۔ میں نے ان دونوں کو ہمیشہ قریب قریب اور محتاط دیکھا تھا۔ البتہ ایک بات میں نے خاص طور پر محسوس کی وہ یہ کہ دونوں خلاصی سیاہ فام حبشی کو کینہ توز نظروں سے دیکھتے تھے، جیسے جہاز کی تباہی کا اس سیاہ فام حبشی سے کوئی گہرا تعلق رہا ہو۔

سمندر سات روز تک ہماری لائف بوٹ سے آنکھ مچولی کھیلتا رہا۔ اس عرصے میں ہماری حالت ناگفتہ بہ ہوگئی۔ دھوپ کی تمازت اور رات کی خنکی نے ہماری جلد کے رنگ بدل دیئے تھے، لباسوں میں ایک عجیب سی بو بس گئی تھی۔ بھوک اور پیاس کی شدت نے ہوش وحواس معطل کر رکھے تھے۔ ہر شخص نڈھال تھا۔ بے رحم آسمان سر پر تھا۔ بے رحم سمندر تاحد نظر خرمستیاں کرتا ہوا نظر آتا تھا۔ ہمارے پاس جو تھوڑی بہت غذا تھی وہ ختم ہو چکی تھی حلیہ جنگلیوں جیسا ہو گیا تھا۔ فلورا کا حسین اور شاداب چہرہ کملا گیا تھا میں اُس سے دل جوئی کی باتیں کرتا تو وہ ایک پھیکی مسکراہٹ کے ساتھ سمندر پر نظریں جما دیتی۔ میں اُس کا ہاتھ اپنے ہاتھ میں لے کر اُسے برداشت اور تحمل کی تلقین کرتا تو وہ گھٹنوں میں سر رکھ کر ہچکیاں لینے لگتی۔ پاس ہی بیٹھی ہوئی ہندی دوشیزہ فلورا سے زیادہ پریشان تھی۔ ہر شخص بھوک سے تڑپ رہا تھا۔ اپنے اپنے خشک حلق تر کرنے کے لئے مضطرب تھا۔ ہر شخص اُونگھ رہا تھا۔ سوائے اس پُراسرار قسم کے سیاہ حبشی کے۔ اُس کی آنکھیں کھلی رہتیں۔ شروع کی راتیں جاگتے گزر گئیں لیکن آٹھویں رات کا ذکر ہے کہ ہم سب اونگھنے لگے، ایک کو سوتا دیکھ کر دوسرے کو ترغیب ملی، اُس رات میری آنکھ بھی لگ گئی، میں فلورا کے قریب اُس کا ہاتھ اپنے ہاتھ میں لے کر سو گیا۔ ہندی دوشیزہ بھی فلورا سے لپٹی ہوئی تھی۔ ہوا اس کی سبز ساڑھی بار بار اُڑا دیتی تھی۔ اب اُس نے کچھ اس طرح اُسے باندھ لیا تھا کہ سوتے میں تیز ہوائیں اُس سے چھیڑ خانی سے باز رہنے لگیں، کچھ کھٹکھٹاہٹ ہوئی تو میری آنکھ کھل گئی۔ میری چھٹی حس نے کوئی خطرہ سونگھ لیا تھا۔ میں نے آنکھیں کھول کر دیکھا تو سیاہ فام حبشی کو بدستور جاگتا پایا۔ تاریکی میں اُس کا ہیبت ناک چہرہ کچھ زیادہ ہی بھیانک لگ رہا تھا۔ اس وقت اُس کی بڑی بڑی خوفناک نظریں یہودی پر جمی ہوئی تھیں جو اُس کے قریب ہی لائف بوٹ میں پڑا ہوا تھا۔ یہ کوئی ایسی خطرے کی بات نہیں تھی اس کے باوجود میں نہ جانے کیوں پلکوں کی جھری سے سیاہ فام حبشی کی حرکات وسکنات گھورتا رہا۔ کسی اندیشے کے پیش نظر میرے دل کی حالت غیر ہوگئی۔ میں حبشی کو دیکھتا

رہا، وہ کچھ دیر تک یہودی کو نفرت سے گھورتا رہا۔ پھر اس نے احتیاط سے دوسرے مسافروں پر نظر ڈالی۔ پھر آہستہ سے اُٹھ کر ایک خلاصی کے قریب گیا اور اور جھک کر کچھ ٹٹولتا رہا۔ وہ جب دوبارہ کھڑا ہوا تو میرے دل کی دھڑکنیں تیز ہوگئیں۔ مجھے شبہ ہوا کہ وہ کہیں میری طرف تو نہیں آ رہا ہے اُس کے ہاتھ میں کھلا ہوا خنجر تھا۔ میں پوری طرح مستعد ہو گیا۔

حبشی نے وہ خنجر خلاصی کی پیٹی سے نکالا تھا۔ خوف سے میرا بُرا حال تھا مگر وہ میری طرف آنے کے بجائے یہودی کے قریب گیا اور اُسے غور سے گھورنے لگا، میں چپ چاپ دم سادھے پڑا رہا۔ حبشی نے ایک بار پھر سرسری نظروں سے سوتے ہوئے باقی افراد کو دیکھا پھر ایک گھٹنا ٹیک کر یہودی کے سیدھے ہاتھ کی جانب بیٹھ گیا۔ حبشی اب ہر طرف سے بے نیاز تھا۔ اُس نے خنجر والا ہاتھ فضا میں بلند کیا اور اُلٹے ہاتھ کو پوری قوت کے ساتھ یہودی کے منہ پر رکھ دیا اور آن واحد میں خنجر اس کے سینے میں پیوست کر دیا۔ میری آنکھیں دہشت سے بند ہونے لگیں، حبشی یکے بعد دیگرے یہودی پر خنجر کے وار کر رہا تھا۔ اُس کا اُلٹا ہاتھ پوری قوت سے یہودی کے منہ پر جما ہوا تھا۔ یہودی کا جسم کسی ماہی بے آب کی طرح تڑپ تڑپ کر ساکت ہو گیا۔ اس کے بعد میں نے جو منظر دیکھا اُس پر شاید ہی یہ سرگزشت پڑھنے والے یقین کریں، مگر اس کا تصور آج بھی میرے رونگٹے کھڑے کر دیتا ہے۔ سیاہ فام حبشی نے یہودی کی ران سے گوشت کا ایک بڑا ٹکڑا کاٹا اور اس طرح کھانے لگا جیسے لذیذ روسٹ کھا رہا ہو۔ گوشت کھانے کے ساتھ ساتھ وہ بار بار یہودی کے جسم پر منہ مارتا تھا، ایک بار ہلکی پڑ پڑ کی آواز اُبھری تو میرا جی اُلٹنے لگا۔ آہ وہ درندہ صفت حبشی، یہودی کے خون سے اپنی پیاس بجھا رہا تھا۔

آدھ گھنٹے تک میں بے حس و حرکت پڑا رہا۔ حبشی جب پیٹ بھر کر یہودی کا گوشت کھا چکا تو اُس نے ایک لمبی اور کراہت آمیز ڈکار لی۔ خنجر دوبارہ خلاصی کی پیٹی میں اڑسنے کے بعد اس نے سمندر کے پانی سے منہ ہاتھ دھویا۔ پھر ایک طرف سمٹ کر لیٹ گیا۔ یہ سب کچھ اتنی تیزی اور آسانی سے ہو گیا کہ کسی کو کانوں کان خبر نہ ہوئی۔ ایک میں ہی بدنصیب تھا جو درندگی کا یہ انسانیت سوز کھیل دیکھنے کے لئے جاگ رہا تھا۔ اُس رات مجھے نیند نہیں آئی۔ میری زندگی کی وہ طویل ترین رات تھی۔ کبھی آنکھ لگ جاتی تو تصور میں یہودی کا پھڑ پھڑاتا جسم اُبھرتا۔ آنکھیں کھلی رکھتا تو اُس کی خون آلود لاش نظر آتی۔

میرا خیال تھا کہ جب دوسرے بدقسمت مسافر بیدار ہوں گے اور لائف بوٹ پر اپنے ایک ساتھی کی لاش دیکھیں گے تو باز پُرس کریں گے لیکن ایسا نہیں ہوا۔ علی الصباح جب وہ بیدار ہوئے تو ایک ثانیے کے لئے میں ہکا بکا رہ گیا۔ انہوں نے کچھ دیر توقف کیا۔ ایک دوسرے کا منہ دیکھتے رہے پھر خلاصی شیخ طاہر ندیدوں کی طرح لاش پر ٹوٹ پڑا۔ اس کی تقلید دوسرے خلاصی نے کی اور دیکھتے ہی دیکھتے ہندی سرنگا اور سریتا کے سوا سب لوگ لاش پر ٹوٹ پڑے۔ وہ اُس کے جسم کا گوشت نوچ نوچ کر اور کاٹ کاٹ کر جانوروں کی طرح کھانے میں مصروف تھے۔ فلورا بھی وہاں تھی۔ میں نے خود پر جبر کیا لیکن جب اشتہا حد سے بڑھی تو میں انسان سے درندہ بن گیا اور جھپٹ کر یہودی کی لاش پر ٹوٹ پڑا۔ اکڑے ہوئے کچھ گوشت کا ٹکڑا جب میں نے پہلی بار دانتوں تلے دبایا تو میرا جی متلا گیا۔ مجھے کراہت کا شدید احساس ہوا لیکن یہ سب وقتی باتیں تھیں۔ پیٹ بھرنے اور زندگی برقرار رکھنے کی خاطر انسان بڑے سے بڑا گناہ کر گزرتا ہے، انسانی گوشت بھی حقیقت رکھتا تھا۔ یہودی کا گوشت کھاتے وقت میں نے ایک بار

نکھیوں سے حبشی کی طرف دیکھا جو ایک بوٹی لیے بڑی دیر سے چبا رہا تھا، صرف سرنگا اور سریتا دونوں منہ پھیرے علیحدہ بیٹھے ہوئے تھے، وہ اس درندگی میں شریک نہیں تھے۔ مجھے اس بوڑھے اور لڑکی کے ضبط اور تحمل پر حیرت ہوئی۔ خلاصی شیخ طاہر نے اُسے آواز دی۔ "سرنگا۔ مجبوری ہے۔ آؤ۔ اپنے پیٹ کا جہنم بھر لو۔ ورنہ پچھتاؤ گے۔"

بوڑھے سرنگا نے جواب میں نفرت سے منہ پھیر لیا۔

"ہاں ہاں آجاؤ، پھر یہ گوشت بے کار ہو جائے گا۔ نہ جانے کب تک ہمیں بھوکا رہنا پڑے۔ تم نہیں آتے تو لڑکی کو بھیج دو۔" جم نے بوڑھے سے کہا۔

"تم کتے ہو......" سرنگا نے حقارت سے کہا۔ "میں ایک ماہ اسی طرح رہ سکتا ہوں۔ سریتا میں بھی تم سب سے زیادہ قوت برداشت ہے۔"

"تم پچھتاؤ گے۔" ڈاکٹر جواد نے کہا۔

"میں مَر جانا بہتر سمجھتا ہوں۔"

شیخ طاہر نے سرگوشی میں مسکراتے ہوئے ہم سے کہا۔ "تو پھر ہم کچھ دن اور زندہ رہ لیں گے۔" بوڑھے نے یہ بات نہیں سنی۔ اُس نے گوشت کو ہاتھ نہیں لگایا۔ سریتا آمادہ نظر آتی تھی مگر وہ بوڑھے سرنگا سے کچھ زیادہ ہی خوف زدہ معلوم ہوتی تھی۔

مجھے احساس ہے کہ ایک انسان کا دوسرے انسان کو پھاڑ کھانا سنگین ترین گناہ ہے لیکن ہمارے پاس اس کے سوا کوئی چارہ نہیں تھا۔ ہماری جگہ کوئی بھی ہوتا تو یہی کرتا۔ مسلسل فاقوں نے ہمیں درندہ بنا دیا تھا۔ اگر سیاہ فام حبشی پہل نہ کرتا تو عین ممکن تھا کہ یہ لرزہ خیز کام ہم میں سے کسی اور کو بالآخر انجام دینا پڑتا۔

غرضیکہ جب ہم میں سے ہر شخص یہودی کے جسم کا گوشت حلق تک ٹھونس چکا تو طے ہوا کہ اُس کی لاش کا باقی ماندہ حصہ جو اب ہڈیوں کے پنجر پر مشتمل رہ گیا تھا۔ سمندری جانوروں کے حوالے کر دیا جائے۔ یہ مشورہ سب سے پہلے فلورا نے دیا تھا جو شکم سیری کے بعد اب لاش دیکھ کر خوف زدہ ہو رہی تھی۔ ڈاکٹر نے فلورا کے مشورے کی تائید کی۔ اُس کا خیال تھا اگر لاش لائف بوٹ پر رہنے دی گئی تو اس کا تعفن دوسروں کی بیماری یا کسی وباء کا باعث بن سکتا ہے، ہم میں سے ہر شخص اس بات پر متفق ہو گیا لیکن پُر اسرار قاتل اور سیاہ فام حبشی نے اس وقت بھی خاموشی اختیار کر رکھی تھی۔ اُس کی نظریں اب بھی یہودی کے بھیانک چہرے اور اُدھڑے ہوئے جسم پر مرکوز تھیں۔ ڈاکٹر نے جب ایک خلاصی کی مدد سے یہودی کی لاش اٹھانا چاہی تو وہ پُر اسرار حبشی جو آٹھ روز تک اپنی زبان کو تالو سے چپکائے رہنے پر قادر تھا، چپ نہ رہ سکا، اُس نے ٹوٹی پھوٹی انگریزی میں ڈاکٹر کو مخاطب کیا۔ "ڈاکٹر۔ لاش کو سمندر میں مت پھینکو۔ یہ ہمارے لیے کار آمد ثابت ہو گی۔"

ہر شخص کو حبشی کے بولنے پر تعجب ہوا اور سب کی نگاہیں اس کے چہرے کی جانب اٹھ گئیں۔ ڈاکٹر نے وجہ دریافت کی تو حبشی نے آسمان کی طرف نظریں اٹھائیں پھر کچھ بدبدانے کے بعد خوفناک انداز میں ڈاکٹر سے بولا۔ "ابھی وجہ مت پوچھو۔ سورج کو سر پر آنے دو۔ پھر تمہیں معلوم ہو گا کہ اس بدبخت کی لاش ہمارے لیے کتنی قیمتی ہے۔ مجھے ایک موقع دو جو میں کہتا ہوں اس پر عمل کرو۔ خاموش رہو۔"

ڈاکٹر نے کچھ نہ سمجھتے ہوئے اپنے شانے اُچکائے اور لاش کو دوبارہ لائف بوٹ میں چھوڑ دیا۔ حبشی سے کسی نے پھر کوئی سوال نہیں کیا۔ میری طرح شاید سبھی اُس سے خائف تھے۔ فلورا مجھ سے چپکی ہوئی تھی۔ حبشی نے نظریں سمندر کی طرف گھمائیں تو اس نے بہت آہستہ سے سرگوشی کی۔ ''جابر مجھے یہ حبشی کوئی بہت خطرناک شخص لگتا ہے مگر اس کا وجود ہمارے لیے اعتماد کا باعث ہے، شاید یہ ہماری کوئی مدد کر سکے۔''

''مدد۔ وہ کیسے؟'' میں نے آہستگی سے مسکرا کر پوچھا۔

''اس کی آنکھوں کو غور سے دیکھو۔ ان میں ساحرانہ چمک ہے، ساری دوپہر کو سورج سے آنکھیں لڑاتا ہے۔ میں نے ڈربن کا سفر کئی بار کیا ہے، افریقی جادوگروں کے بارے میں، میں نے بہت کچھ معلوم کیا۔ تم نہیں جانتے وہ بڑی پُراسرار قوتوں کے مالک ہوتے ہیں۔ اس زمانے میں یہ باتیں سمجھ میں نہیں آتیں لیکن افریقہ میں جگہ جگہ اس کا چرچا ہے۔ یہ حبشی بھی کوئی جادوگر معلوم ہوتا ہے، ایسے لوگوں کے لئے کوئی بات ناممکن نہیں ہوتی۔ کیا تم نے غور کیا کہ وہ گزشتہ سخت دنوں میں ایک لمحے بھی فکر مند نظر نہیں آیا؟'' فلورا نے کہا۔

فلورا کی باتوں نے میرے خدشات کو ہوا دی۔ افریقہ کی گھنی اور تاریک بستیوں کے اسرار کے متعلق سنا ہی سنا تھا کہ ان لوگوں کی دنیا ہی عجیب ہے، وہ ساری دنیا کے لوگوں سے مختلف ہیں، ان کے عقیدوں، رسم ورواج کی بنیاد توہمات پر ہے۔ سُنا تھا کہ ان کے کاٹے کا کوئی منتر نہیں ہوتا۔ جہاز کے اندوہناک حادثے اور فلورا کی زبانی تاریک افریقہ کے پُراسرار واقعات سن کر میں ڈانواڈول ہو گیا اور توہم کے ریلے میں بہہ گیا۔ ہم دونوں اس موضوع پر گفتگو کر رہے تھے کہ گرانڈیل حبشی نے ایک دم پلٹ کر خونخوار انداز میں فلورا کی جانب نگاہیں اُٹھائیں۔ فلورا نے وہ تمام باتیں اتنی آہستہ کی تھیں کہ ان کا حبشی کے کانوں تک پہنچنا محال تھا لیکن اُس کی وحشت دیکھ کر اندازہ ہوا تھا کہ اُس نے ہماری ساری باتیں سن لی ہیں۔ فلورا میری طرف متوجہ تھی اس لئے وہ حبشی کی خوف ناک نظریں نہ دیکھ سکی چند لمحوں تک وہ اسی طرح آنکھیں نکالے بیٹھا رہا، پھر اُس کی نگاہوں کی دہشت کسی قدر کم ہوئی۔ اُس نے نفرت بھرے انداز میں مجھے مخاطب کیا۔ ''سیکا جو جی۔ میکو آنالاما۔ مستی راہوغوغا۔ سیکا۔ ابیش۔'' (اپنی عورت کو سمجھاؤ میں شہرت پسند نہیں کرتا۔ مقدس دیوتا کی نظریں دل کا حال بھی پڑھ لیتی ہیں، اپنی عورت کو خاموش رہنے کی ہدایت کرو۔)

حبشی کی بات سن کر میں حیرت زدہ رہ گیا میں ہر اعتبار سے ایک مکمل عرب نظر آتا تھا۔ مجھے حیرت تھی کہ جہاز پر میری اُس سے ملاقات بھی نہیں ہوئی تھی۔ پھر اُسے کیسے علم ہو گیا کہ میں ٹوٹی پھوٹی افریقی زبان بول سکتا ہوں یقیناً فلورا کا خیال درست تھا، میں نے اُسے ادب سے جواب دیا۔

''سیکا آبی گاما۔ سوبارولینا سے دن۔'' (میں اپنی عورت کو سمجھا دوں گا تم مطمئن رہو۔)

''جابر!'' فلورا نے سہتے ہوئے پوچھا۔ ''یہ تم سے کیا کہہ رہا تھا؟''

''تم اس کے بارے میں کچھ مت پوچھو، زبان بند رکھو۔ جو کچھ تم کہتی ہو اُسے معلوم ہو جاتا ہے۔ اس کے کان بہت بڑے ہیں۔ کوئی اور بات کرو......'' میں نے اُسے سمجھایا۔

فلورا نے گھگیا کر حبشی کی سمت دیکھا پھر کسی ڈر سے نظریں جھکا لیں۔ میں نے اُسے دوسری باتوں میں لگا لیا۔ ہم سب کو اس بات کا انتظار تھا کہ سورج سر پر آئے تو حبشی کو ٹٹولا جائے چنانچہ جیسے جیسے سورج بلند ہوتا جاتا تھا۔ ہمارا اضطراب بڑھتا جاتا تھا۔ جب سورج چہار سمت چھا گیا اور

اس کی کرنیں جسم میں چبھنے لگیں تو ڈاکٹر نے حبشی کو مخاطب کیا۔ اُس کا لہجہ بڑا نرم تھا۔ ''میرے دوست اب لاش کے بارے میں تمہارا کیا ارادہ ہے؟''

حبشی نے ایک نظر آگ اگلتے ہوئے سورج پر ڈالی پھر اپنی جگہ سے اُٹھا جہاز کے ایک خلاصی کی جانب اشارہ کر کے اس نے خنجر مانگا پھر یہودی کی لاش کے نزدیک بیٹھ کر بڑی چابکدستی سے اُس کی آنکھیں نکالنے لگا۔ اس کا یہ عمل بڑا جارحانہ تھا ایسا معلوم ہوتا تھا جیسے اُسے اس کام میں مہارت تامہ حاصل ہو۔ ہم سب کی نظریں اُس کے چہرے پر جمی ہوئی تھیں۔ ہڈیوں کے حلقے کے اندر دھنسی ہوئی بے جان آنکھیں آہستہ آہستہ باہر آ رہی تھیں۔ ڈاکٹر جواد بڑی توجہ سے یہ سب کچھ دیکھ رہا تھا۔ یکلخت وہ وحشت ناک انداز میں چلایا۔ ''یہ ظلم ہے، درندگی ہے تم سب وحشی اور پاگل ہو گئے ہو۔''

پھر اس سے قبل کہ ہم دخل دیتے کہ ڈاکٹر جواد کو نہ جانے کیا ہوا اس نے چیتے کی سی پھرتی سے حبشی پر چھلانگ لگا دی۔ حبشی لڑکھڑایا مگر دوسرے ہی لمحے اُس کی بھرپور لات ڈاکٹر کے پیٹ پر پڑی تو وہ تلملا کر لائف بوٹ کے درمیان میں گرا۔ دوبارہ سنبھل کر کھڑا ہوا لیکن حملہ کرنے کا ارادہ کر ہی رہا تھا کہ اُس کے قدم رک گئے جیسے کسی نادیدہ قوت نے اسے جکڑ لیا ہو۔ وہ آگے بڑھنے کے لئے پاؤں چلاتا رہا۔ پھر تیورا کر بے ہوش ہو گیا حبشی نے لاپروائی سے اپنا عمل جاری رکھا۔ میں نے ڈاکٹر کو دیکھ کر حبشی کی خوشنودی حاصل کرنے کے لئے ڈرتے ڈرتے پوچھا۔

''یلوسی پراقوسا؟'' (کیا یہ مر گیا)

''شابو۔ دم بالوہ کوسنیں دن۔''

(نہیں البتہ یہ ذہنی توازن کھو بیٹھا ہے) حبشی نے اکھڑ لہجے میں جواب دیا۔ مجھ میں اتنی ہمت نہیں تھی کہ حبشی سے کچھ اور پوچھوں یا اٹھ کر ڈاکٹر کی نبض دیکھوں۔ کسی میں جرات نہیں تھی سب دم بخود تھے۔

حبشی نے یہودی کی دونوں آنکھیں نکال کر خنجر خلاصی کی طرف پھینک دیا اور اُٹھ کر کھڑا ہو گیا۔ دونوں بے جان آنکھوں کو اُس نے اپنی دونوں ہتھیلیوں پر رکھا۔ ہاتھ آسمان کی طرف بلند کر کے اپنی زبان میں بدبدانے لگا۔ اُس کی آواز لحظہ بہ لحظہ بھیانک ہوتی جا رہی تھی، نظریں سورج پر جمی ہوئی تھیں، وحشت کے آثار جب اُس کے چہرے پر گہرے ہو گئے تو اُس نے اچانک دونوں آنکھوں کو سمندر میں پھینکا اور گھٹنے ٹیک کر اپنا سر لائف بوٹ سے ٹکرانے لگا۔ وہ کسی عبادت میں مصروف تھا۔ دیکھتے ہی دیکھتے طوفانی ہواؤں کے جھکڑ چلنے لگے اور کشتی بری طرح ڈولنے لگی۔ پھر یہ ہوا کہ لائف بوٹ کا رُخ ہوا نے موڑ دیا۔ لمحوں میں ایسا محسوس ہوا کہ جیسے ہم کسی جوار بھاٹا کی زد میں آ گئے ہوں۔ فلورا مجھ سے اور سریتا فلورا سے لپٹی ہوئی تھی۔ میں نے ان دونوں کو پناہ دی تھی بوڑھا سرنگا بڑی دلچسپی اور انہماک سے یہ تماشا دیکھ رہا تھا۔ طوفانی ہواؤں نے خس وخاشاک کے مانند لائف بوٹ کو اڑانا شروع کر دیا تھا۔ حبشی کی عبادت کا عجیب وغریب عمل جاری تھا۔ لائف بوٹ کے تمام مسافر ایک دوسرے کو حیرت سے دیکھ رہے تھے۔ اچانک سیاہ فام حبشی نے اپنی عبادت ختم کی۔ اس کی آنکھیں سرخ ہو گئی تھیں اُس نے شعلہ بار نظروں سے سورج کو دیکھا اور پھر پُرسکون ہو کر بیٹھ گیا۔ کچھ دیر تک خاموشی رہی۔ پھر میں نے ہمت کر کے اُس سے پوچھا۔ ''دوست ان سب باتوں کا کیا مطلب ہے طوفانی ہوائیں لائف بوٹ کو غرق کر دیں گی۔''

''نہیں۔ حبشی بڑے اعتماد سے بولا۔ ''میں نے اُسے یہودی کی آنکھیں بھینٹ کر دی ہیں۔ دیوتا ہماری رہبری کریں گے۔ ہم جلد ہی کسی

قریبی جزیرے تک پہنچ جائیں گے۔“

میری سمجھ میں کچھ نہیں آیا لیکن میں نے دیکھا ہندی بوڑھا سر نگا مسکرا رہا تھا اور افریقی کو بڑی دلچسپی سے دیکھ رہا تھا۔

☆==========☆==========☆

اگلے دو روز تک سوائے اس کے اور کوئی قابل ذکر واقعہ پیش نہیں آیا کہ ڈاکٹر جواد حقیقتاً ذہنی توازن کھو بیٹھا تھا۔ طوفانی ہواؤں کا زور بدستور قائم تھا۔ ہماری لائف بوٹ حیرت انگیز طور پر ہوا کے رخ پر ہچکولے کھاتی آگے بڑھ رہی تھی، ہم میں سے ہر شخص نے اپنے طور پر یہ سمجھ لیا کہ سیاہ فام حبشی یقیناً کوئی جادوگر ہے چنانچہ ہر شخص اس سے خائف تھا۔ ڈاکٹر کی ذہنی حالت تشویشناک حد تک خراب ہو چکی تھی، متعدد بار اس نے سمندر میں چھلانگ لگانے کی کوشش کی لیکن حبشی اُس کی طرف سے غافل نہیں تھا جب وہ تنگ آ گیا تو ڈاکٹر کو لائف بوٹ کی رسیوں کے ساتھ اس طرح جکڑ دیا گیا کہ وہ بیٹھے بیٹھے محض پاؤں کو حرکت دے سکتا تھا نہ کھڑا ہو سکتا نہ اپنے ہاتھوں کو کسی کام میں لا سکتا تھا۔ میرے دریافت کرنے پر کہ حبشی ڈاکٹر کے سلسلے میں اس قدر محتاط کیوں ہے اُس نے مجھے بتایا کہ وہ اور اُس کے قبیلے کے لوگ ڈاکٹروں کو قابل پرستش سمجھتے ہیں اور ہر قیمت پر ان کی جان و مال کی حفاظت کرنا اپنا فرض سمجھتے ہیں۔

تیسرے روز علی الصباح ایک اور ہولناک حادثے نے حبشی کی شخصیت ہمارے لیے خوفناک حد تک پُر اسرار بنا دی، بات گو اتنی خاص نہیں تھی لیکن بس اچانک ہی حالات نے بدترین صورت اختیار کر لی۔ حبشی حسب دستور ڈاکٹر کے قریب بیٹھا ہوا اسے عقیدت مندانہ نظروں سے دیکھ رہا تھا کہ ڈاکٹر نے ہذیانی انداز میں ہانک لگائی۔ ”ہالٹ......کون ہے، جواب دو ورنہ گولی مار دوں گا۔“

ہم سب ڈاکٹر کی طرف متوجہ ہو گئے۔ سیاہ فام حبشی زبان کے بجائے ہاتھ کے اُلٹے سیدھے اشارے کر کے ڈاکٹر کو نہ جانے کیا سمجھانے کی کوشش کر رہا تھا۔ ڈاکٹر حبشی کی الٹی سیدھی حرکتوں کو آنکھیں پھاڑے دیکھتا رہا۔ پھر دیوانہ وار قہقہے لگانے لگا۔ اُس نے کچھ جنگی احکام صادر کرنے شروع کر دیئے۔

”بے وقوف مت بنو ڈاکٹر......ہم اس وقت میدان جنگ میں نہیں ہیں۔“ جم پارک نے ناگوار لہجے میں ڈاکٹر کو مخاطب کیا۔ اُس کے لہجے میں بیزاری کا عنصر شامل تھا۔ جم پارک ایک جذباتی، ضدی اور مغرور نوجوان تھا۔ اپنی حرکتوں سے وہ ناپسندیدہ سمجھا جانے لگا تھا کئی بار اُس نے فلورا اور سریتا سے بے ہودگی کی کوشش کی مگر ہر بار اُسے تنبیہ کر کے خاموش کر دیا گیا۔ جب ڈاکٹر کی حماقتیں بڑھ گئیں تو جم پارک جو خاصا چڑچڑا ہو گیا تھا، بھڑک اٹھا اور اُس نے ڈاکٹر کو بُرا بھلا کہنا شروع کر دیا۔

حبشی ڈاکٹر کے بارے میں یہ الفاظ سن کر آگ بگولا ہو گیا، اُس کی آنکھیں بتدریج سرخ ہونے لگیں، یہیں مجھے احساس ہو گیا کہ جم پارک کے دن پورے ہو چکے ہیں۔ اُس نے خاموش رہ کر معاملہ رفع دفع کرنے کے بجائے آستینیں چڑھاتے ہوئے کہا۔ ”تم......سیاہ کتے، اپنی زبان بند کرو، تم نے ان معصوم لوگوں کو بہت متاثر کر لیا۔ اپنی اوقات سے نہ بڑھو، تمہارے جیسے کتنے آدمی ہماری غلامی کرتے ہیں۔“

جواب میں حبشی اُچھل کر گھٹنوں کے بل کھڑا ہو گیا، لائف بوٹ پر موت کا بھیانک سکوت طاری تھا، مجھے یقین تھا کہ اب حبشی کا سحر جم

پارک کو برباد کردے گا، تمام نظریں حبشی پر مرکوز تھیں۔ کچھ دیر تک وہ جم کو خوں خوار نظروں سے تولتا رہا پھر اس نے جھک کر سمندر سے تھوڑا پانی چلو میں لیا ایک نظر آسمان پر ڈالی......اس کے بھدے ہونٹ ہلے، کچھ پڑھ کر اس نے چلو کے پانی پر پھونکا اور پھر جم کی طرف اُچھال دیا۔ پانی کا جم کے جسم پر گرنا تھا کہ وہ کربناک انداز میں چلاتا ہوا لوٹ لگانے لگا۔ حبشی نے ایک بار پھر یہی عمل کیا، جم کے جسم پر بڑے بڑے آبلے اُبھر آئے، وہ ہیبت ناک انداز میں چیختے چلانے لگا۔ بمشکل پانچ منٹ کے اندر اندر جم کا جسم آبلوں سے بھر گیا۔ حبشی نے حقارت سے نظریں دوسری جانب کرلیں اور جب جم کا جسم ساکت ہوگیا تو وہ اٹھا جم کی آبلہ زدہ خوفناک اور اکڑی ہوئی لاش کو اٹھا کر سر سے بلند کیا اور سمندر میں پھینک دیا، جس جگہ جم کی لاش گری وہاں سمندر کے اندر یوں بڑے بڑے بلبلے اٹھنے لگے جیسے پانی میں چونے کے سینکڑوں ڈھیلے ڈال دیئے گئے ہوں۔

ہمارے چہرے خوف سے زرد ہوچکے تھے لیکن حبشی پُرسکون تھا اس نے الٹے سیدھے اشاروں میں ڈاکٹر سے دوبارہ کچھ گفتگو شروع کردی تھی۔ مجھے اس وقت سخت تعجب ہوا جب ڈاکٹر جواد نے بھی ہاتھ کے اشاروں سے جواب دینا شروع کردیا۔ اس وقت ڈاکٹر کے چہرے پر گہری سنجیدگی کا تسلط تھا۔ اسی شام ہمیں اپنے ایک اور ساتھی سے ہاتھ دھونا پڑا۔

سورج غروب ہونے سے کچھ دیر قبل جعفر کی حالت غیر ہونے لگی، پہلے اسے ایک لمبی قے ہوئی پھر وہ لمبا لمبا لیٹ گیا حبشی نے اُٹھ کر نبض ٹٹولی اور مایوس ہوکر گردن جھکالی جس کا مطلب یہی تھا کہ خلاصی کی روح اس کے جسم سے پرواز کرچکی ہے۔ جعفر کی لاش کو بھی سمندر کی لہروں کے حوالے کردیا گیا۔ اس صورت حال نے ہم سب کے چہرے فق کردیئے لیکن یہ کیفیت زیادہ دیر برقرار نہ رہ سکی ہمارا مصری ساتھی جو ابھی تک خاموش تھا اچانک کچھ دیکھ کر خوشی سے چلایا۔ وہ غرب آفتاب کا وقت تھا۔

''وہ دیکھو۔ وہ دیکھو۔ وہ دیکھو سامنے خشکی کے نشان نظر آرہے ہیں، کیا میری نظریں دھوکہ کھارہی ہیں۔''

مصری تاجر نے جس سمت اشارہ کیا تھا ہم سب کی نظریں اس جانب اُٹھ گئیں اور ہمارے چہرے خوشی سے دمک اٹھے، دُور ایک چٹان سر اُٹھائے ہمیں زندگی کا پیغام دے رہی تھی اتنی مایوسیوں کے بعد زندگی کی اُمید نے ہمارے دلوں کی دھڑکنیں تیز کردیں کیا واقعی وہ کوئی چٹان ہے یا محض ہمارا گمان۔ مگر لائف بوٹ بڑی تیزی سے نظر آنے والی چٹان کی طرف بڑھ رہی تھی، مجھے یقین تھا کہ رات میں کسی وقت ہم خشکی تک پہنچ جائیں گے، سیاہ فام حبشی نے جو پیش گوئی کی تھی وہ درست ثابت ہورہی تھی، فلورا میرے اور قریب ہوگئی اور لرزتے ہوئے کہنے لگی۔ ''جابر...... مجھے ہول اُٹھ رہا ہے، نہ جانے یہ کون سا جزیرہ ہو اور ہمارے اوپر کیا بیتے؟''

''ہمت سے کام لو فلورا۔ اس کے سوا کیا چارہ ہے۔ خوش قسمتی سے زمین نظر آئی ہے۔ یہاں کی موت لائف بوٹ کی موت سے زیادہ درد ناک نہ ہوگی۔ خشکی پر پہنچنے کے بعد ممکن ہے کوئی بہتر صورت نکل آئے۔''

''خدا کرے تمہاری زبان مبارک ہو۔ مگر جابر، افریقہ میں بے شمار ایسے جزیرے ہیں جہاں باہر کی دنیا کا کوئی فرد نہیں پہنچا۔ ان کے متعلق مشہور ہے کہ وہاں اسرار ہی اسرار ہیں، وہ لوگ ہماری مہذب دنیا سے بالکل مختلف ہیں مجھے ڈر ہے کہیں ہم ایسے کسی گمنام جزیرے پر نہ پہنچ جائیں۔ پھر ہم ان وحشیوں کی خوراک بن جائیں گے۔ ان کی عبرتناک سزائیں سن کر ہی کلیجا دہل جاتا ہے، ان سے کسی رحم و کرم کی امید رکھنا فضول ہے، یہ

بات عام ہے کہ یہ درندے اپنے علاقے میں قدم رکھنے والوں کے ساتھ بدترین سلوک کرتے ہیں، خاص طور پر عورتوں کے ساتھ ان کا رویہ بڑا ہی انسانیت سوز ہوتا ہے یہاں ہر آدمی جادوگر ہے۔ خدا ہمیں ان کے عذاب سے دُور کرے۔''

''مگر فلورا...... لائف بوٹ میں غذا اور پانی نہیں ہے۔ اس جزیرے پر اترنے کے سوا کوئی اور راستہ بھی تو نہیں، حوصلے سے کام لو۔ مقابلہ کریں گے۔ لڑ کر مر جائیں گے۔''

میری بات سن کر فلورا کے چہرے پر پھیکی پھیکی مسکراہٹ پھیل گئی۔

''پتہ نہیں، اب کیا ہو۔ جابر۔ تم مجھے اپنے ساتھ ہی رکھنا اور اگر یہ لوگ میرے ساتھ زیادتی کریں تو میرا گلا گھونٹ دینا۔''

''تمہیں مجھ سے کوئی چھین سکتا ہے میری جان؟'' میں نے اس کا بازو دبا کر کہا۔ ''بس حوصلے اور جرات کی ضرورت ہے۔''

افریقہ کے گمنام جزیروں اور وہاں کے جنگلی وحشی قبائل کے بارے میں آئے دن اخبارات و رسائل میں سنسنی خیز واقعات اور مضامین شائع ہوتے رہتے ہیں۔ میرا خود بُرا حال تھا لیکن فلورا کو مطمئن کرنے کے لئے اسے جھوٹی تسلیاں دے رہا تھا۔ ہمارے دوسرے ساتھی جب تک اُجالا رہا، آنکھیں پھاڑے اسی چٹان کی سمت دیکھتے رہے جس کی شکل آہستہ آہستہ واضح ہو رہی تھی، اس وقت ہمارے دل بُری طرح دھڑک رہے تھے۔ خشکی پر قدم رکھنے کے خوش گوار تصور سے میرے اور فلورا کے سوا سبھی شاداں و فرحاں تھے۔ مقدس جارا کا کے بارے میں، صرف میں جانتا تھا۔ میں نے دیکھا کہ سرنگا بھی بے چینی سے پہلو بدل رہا ہے۔

توقع کے خلاف ہم جلد ہی چٹان کے قریب پہنچ گئے، سمندری چٹان اب ہم سے بمشکل ایک ڈیڑھ میل کے فاصلے پر تھی۔ جوں جوں یہ فاصلہ کم ہو رہا تھا۔ ہمارا اضطراب بڑھتا جاتا تھا۔ ہر شخص سب سے پہلے اُترنے کے لئے بے چین نظر آتا تھا۔ گیارہ بارہ روز کے اذیت ناک سمندری سفر کے بعد زمین قریب آ رہی تھی، لیکن یہ بات کسی کو معلوم نہ تھی کہ زمین انہیں کیا دینے والی ہے۔ موت، مصائب، اذیتیں یا مسرت، نجات، زندگی...... کون سی تباہی ان کی منتظر ہے اور کون سا مژدہ ان کی سماعت میں رس گھولنے والا ہے۔ سمندری چٹان ہر لمحے اپنا دائرہ وسیع کر رہی تھی، درختوں کے جھنڈ بھی اب سیاہی کی شکل میں نظر آنے لگے تھے۔ اندھیرا بڑھ گیا تھا اور چاند کسی دوسری دنیا کی سیر کر رہا تھا۔ میں نے سیاہ فام حبشی کی طرف دیکھا۔ میں دراصل اس کے چہرے کے تاثرات پڑھنا چاہتا تھا، میرا خیال تھا کہ وہ اپنی ساحرانہ قوتوں کی کامیابی دیکھ کر پھولا نہ سما رہا ہوگا لیکن میرا اندازہ غلط ثابت ہوا۔ حبشی کے چہرے پر جہاز کے ڈوبنے کے بعد آج پہلی بار فکرمندی کے تاثرات نمایاں تھے، وہ کچھ سوچ رہا تھا بہت ہی سنجیدگی اور استغراق سے۔ وحشت اور پریشانی میں وہ اچانک ہولناک انداز میں چیخا سب اس کی طرف متوجہ ہو گئے پھر وہ پاگلوں کی طرح بال نوچنے لگا۔ ڈاکٹر نے اُسے اس عالم میں دیکھ کر ایک فلک شگاف قہقہہ لگایا لیکن جلد ہی لوگ قریب نظر آنے والی چٹان کے ہیولے کی طرف متوجہ ہو گئے۔

''اب ہم چند لمحوں میں خشکی پر پہنچنے والے ہیں۔'' میں نے حبشی کے قریب جا کر اپنی شکستہ افریقہ زبان میں اسے مخاطب کیا۔ ''تم نے جو کہا تھا وہ ٹھیک ثابت ہوا۔ یہودی کی آنکھوں اور دیوتاؤں کی مہربانی نے ہمیں زندگی سے قریب تر کر دیا ہے۔''

حبشی میری آواز سن کر یوں چونکا جیسے سو رہا تھا، اُسے میری دخل اندازی پر غصہ آ گیا۔ اس کی بڑی آنکھوں سے شدید بیزاری اور مایوسی

جھلک رہی تھی......"تم اندھے ہو۔" وہ جھنجلا کر بولا۔ "کل پیش آنے والے واقعات تمہاری آنکھیں نہیں دیکھ سکتیں، تم اس دنیا سے تعلق رکھتے ہو جہاں آدمی کے اندر کی آنکھیں بینائی سے محروم ہوتی ہیں، تم لوگ لافانی دنیا اور لافانی قوتوں کے بارے میں کچھ نہیں جانتے کیوں کہ تم مادے کی باتیں کرتے ہو۔ مادہ روح کے بغیر بے کار ہے لیکن روح مادے کے بغیر بھی محترم رہتی ہے۔ تمہارے ہاں روحانی بالیدگی کی تعلیم نہیں دی جاتی۔ تمہارے پاس جو سب سے قیمتی شے ہے تم اس سے کام لینا نہیں جانتے۔ کل کیا ہونے والا ہے، تم نہیں جان سکتے۔ مگر تومغا جانتا ہے۔ تومغا سب کچھ دیکھ رہا ہے۔ تومغا کے پاس اندر کی آنکھیں ہیں جاہلو!"

اس پُر اسرار افریقی شخص کی باتوں نے میری وحشت میں اور اضافہ کر دیا، میں تو اس کے پاس اطمینان قلب کے لئے گیا تھا، اس نے میرے قلب کو اور پریشان کر دیا، پہلی بار مجھے معلوم ہوا کہ اس کا نام تومغا ہے لیکن اس وقت مجھے اس کے نام سے زیادہ اس بات کی فکر تھی کہ کل کیا ہونے والا ہے، چنانچہ میں نے اس کے جملوں کی تلخی نظر انداز کرتے ہوئے کہا۔ "تومغا میرے دوست۔ تم ہمارے محسن ہو۔ مجھے بتا کہ خشکی پر کیا گزرنے والی ہے تم اپنی آنکھوں سے کیا دیکھ رہے ہو؟"

"ہاں۔ میں تمہیں بتاؤں گا کہ کل کیا ہونے والا ہے۔ تم سب اندھیرے کی طرف جا رہے ہو، وہاں آتش فشاں ہے، وہاں کانٹے ہیں، وہاں خون ہی خون ہے۔ احمقو! تم وہاں نہ جاؤ۔ لائف بوٹ کا رخ موڑ دو۔" تومغا نے جھلاتے ہوئے کہا۔

"معزز تومغا!" میں نے جھرجھری لیتے ہوئے جلدی سے کہا۔ "مجھے تمہاری ساحرانہ قوتوں پر پورا یقین ہے کیا ایسا ممکن نہیں کہ تم لائف بوٹ کا رُخ کسی اور قریبی جزیرے کی طرف پھیر دو۔"

تومغا نے میری بات کا کوئی جواب نہیں دیا۔ آسمان کی طرف نظر اُٹھا کر اپنے موٹے بھدے ہونٹوں کو تیزی سے حرکت دینے لگا۔ غالباً وہ کوئی ساحرانہ عمل شروع کر چکا تھا۔ اس اثناء میں، میں نے بوٹ کے جملہ افراد کو ہموار کرنے کے لئے انہیں متوجہ کیا۔ "دوستو!" میں نے زور زور سے کہا۔ "تومغا کا خیال ہے کہ اس جزیرے پر ہمارا جانا ٹھیک نہیں۔ وہاں ہم اور مصائب میں گھر سکتے ہیں۔ بہتر ہے کہ ہم راستہ بدل لیں"

"ہمارے پاس کھانے کو نہیں، پانی نہیں۔ دوسرا جزیرہ نہ جانے کب نظر آئے۔ کون کہہ سکتا ہے۔" ان لوگوں کی دلیل معقول تھی۔ میں خاموش ہو گیا۔ میری ایک نہ چلی۔ ادھر تومغا اپنے عمل میں مصروف تھا میں پوری توجہ سے اس کی ایک ایک حرکت کا جائزہ لے رہا تھا اور ہر قیمت پر تومغا کو اس امر پر راضی کر لینا چاہتا تھا کہ وہ اپنی قوتوں کے کسی کرشمے سے لائف بوٹ کا رخ موڑ دے لیکن افسوس قدرت ہمارے اطراف اپنا جال بُن چکی تھی، تومغا کا عمل ادھورا رہ گیا۔ طوفانی ہواؤں کا زور اچانک بڑھ گیا اور دیکھتے ہی دیکھتے ہم سیاہی مائل دھندلکوں کی طرف تیزی سے بڑھنے لگے۔

میرے ذہن میں میرے دوست احمد بن طاہر کا وہ واقعہ اُبھر آیا جو اُس نے جہاز کا سفر ترک کرنے کی خاطر مجھے سنایا تھا۔ خوف کی لہر میری رگ وپے میں سرایت کر گئی۔ میں اُٹھ کر جلدی سے فلورا کے پاس آ گیا۔ میرے دوسرے ساتھی بھی اس گھور اندھیرے میں کچھ دیکھنے کی ناکام کوشش میں مصروف تھے۔ تومغا بیٹھا ہوا تھا۔ میں نے اُسے آواز دی تو اُس نے کوئی جواب نہیں دیا۔ اب ہاتھ کو ہاتھ سجھائی نہیں دیتا تھا۔ اچانک تومغا کی ایک کریہہ چیخ سنائی دی اور گرد کا طوفان تیز ہو گیا۔ ڈاکٹر جواد نے کربناک انداز میں چلانا شروع کر دیا تھا۔ لائف بوٹ کے تمام مسافر ایک دوسرے

کو آواز دے رہے تھے۔ سیاہ دھول کے بھنور نے لائف بوٹ کو ان گنت چکر کھلائے مگر لمحوں میں قیامت خیز بھنور ختم ہو گیا اور کہیں آگے بڑھ گیا۔ مطلع جلد ہی صاف ہو چکا تھا۔ اندھیرا کم ہو گیا تھا۔ اس لئے ہم ایک دوسرے کی شکلیں کسی قدر دیکھ سکتے تھے ہم نے تومغا کی طرف توجہ کی تو ششدر رہ گئے تومغا لائف بوٹ پر موجود نہیں تھا۔ خدا جانے وہ سمندر میں غرق ہو گیا یا پھر سیاہ دھول کے ذرات اُسے اُڑا لے گئے یا وہ کہیں روپوش ہو گیا تھا۔ کوئی بات بھی ممکن تھی۔ ان پُراسرار حالات نے ہم سب کو گنگ کر دیا تھا۔ ہمارے اوپر سکتے کا عالم طاری تھا۔ فلورا مجھ سے لپٹی بُری طرح کپکپا رہی تھی۔ ہر شخص مایوس نگاہوں سے ایک دوسرے کو دیکھ رہا تھا۔ بوڑھے سرنگا نے سریتا کو اپنے بازوؤں میں چھپا رکھا تھا۔ اب لائف بوٹ ہوا کے دوش اور لہروں کے زیر و بم پر اُچھلتی تیزی سے جزیرے میں داخل ہو رہی تھی۔

خشکی کا وہ حصہ قریب آ رہا تھا تو وہاں کا منظر واضح ہوتا جا رہا تھا۔ ہر چند کہ رات کا وقت تھا لیکن دُور کھڑے ہوئے درختوں کی قطار کو پہچاننا کچھ مشکل نہ تھا۔ تومغا کی حیرت انگیز گمشدگی نے زمین پر اترنے کی جستجو کو دہشت میں تبدیل کر دیا تھا۔ ہمارے چہرے زرد، عقلیں گم اور آنکھیں حیرت سے وا تھیں۔

''جابر۔ اب کیا ہونے والا ہے؟'' فلورا کی گھٹی گھٹی آواز سناٹے میں ارتعاش پیدا کر گئی۔ میں نے جواب میں اُس کی پشت تھپتھپائی۔ میری اپنی عقل بھی خبط تھی۔ طرح طرح کے توہمات نے ذہنوں پر قبضہ کر لیا تھا۔ کہیں ایسا تو نہیں کہ مقدس جارا کا کا نے تومغا کے خیالات پڑھ لیے ہوں۔ تومغا جو میری درخواست پر لائف بوٹ کا رُخ موڑنے کے لئے کوئی ساحرانہ عمل شروع کر چکا تھا۔ وہ لاعلمی میں جارا کا کا کے عتاب کا شکار ہو گیا۔ پھر کیا ہوا؟ تومغا کہاں گیا؟ وہ کن خطروں کی پیشگوئی کر رہا تھا وہ کون سے اندھیروں کے بارے میں بتانا چاہتا تھا۔

لائف بوٹ کو اچانک جھٹکا لگا اور مصری تاجر خوشی سے دیوانہ وار چلایا۔ ''ہم زمین پر پہنچ گئے۔ یہ خشکی ہے۔ خدا کی قسم کتنی فرحت بخش جگہ ہے۔''

لائف بوٹ زمین پر جا کر ہچکولے کھا رہی تھی۔ فلورا میرے بازوؤں میں سمٹی ہوئی تھی۔ سب سے پہلے مصری تاجر لائف بوٹ سے چھلانگ لگا کر خشکی پر کودا۔ پھر شیخ طاہر نے پیروی کی۔ وہ دونوں گزشتہ واقعات بھول کر خوشی سے دیوانہ وار چلا رہے تھے اور زندگی پا لینے کی خوشی میں اُچھل کود کر رہے تھے۔ میں نے فلورا کو آہستہ سے خشکی پر اُتارا۔ سریتا نے سرنگا کو سہارا دیا جب سب اُتر گئے تو میں نے لائف بوٹ کھینچ کر ساحل پر کی اور ڈاکٹر جواد کو رسیوں کی قید سے آزاد کرنے لگا۔ رسیاں چونکہ بھیگی ہوئی تھیں۔ اس لئے انہیں کھولنے میں بڑی دشواری پیش آ رہی تھی۔ رسی کھلتے ہی ڈاکٹر جواد ایک طرف بھاگنے لگا۔ میں نے اُسے بڑی مشکل سے پکڑا۔

''خاموشی کے ساتھ آگے بڑھو۔'' میں نے حکیمہ انداز میں کہا۔ سب سے آگے میں، میرے ساتھ فلورا اور اُس کے پیچھے باقی لوگ تھے۔ ڈاکٹر جواد کو خلاصی نے سنبھال رکھا تھا۔ آگے گہرا اندھیرا تھا۔ ریتیلی زمین پر آہستہ آہستہ قدم اُٹھاتے درختوں کی طرف بڑھ رہے تھے۔ دُور دُور تک روشنی کا نام و نشان نہیں تھا۔ اس خاموشی اور تاریکی سے اور وحشت ہونے لگی اتنے دنوں بعد زمین پر قدم رکھنے کی وجہ سے ٹانگیں ساتھ نہیں دے رہی تھیں۔ ڈگمگاتے ہوئے جیسے ہم نے بہت ساری شراب پی لی ہو۔ ہم چلتے رہے درختوں کا سلسلہ قریب ہی تھا اور یہ بات طے تھی کہ یہ کوئی گھنا جنگل ہے جنگل میں ایسے خانماں برباد افراد کی شب بسری کا تصور ہی ہولناک تھا۔ میں نے ان سب کو متنبہ کیا کہ وہ بے حد محتاط ہو کر قدم بڑھائیں اور ایک

دوسرے کے ہاتھ پکڑے رہیں۔ جنگل کے پار ہی کسی آبادی کے ملنے کا امکان ہے اور کوئی اندازہ نہیں کیا جا سکتا کہ جنگل کتنی دور تک پھیلا ہوا ہے۔ یہاں کیڑے مکوڑوں اور درندوں کے بکثرت پائے جانے کا اندیشہ تھا۔ میرے ذہن نے اس مشکل رات اور سیاہ جنگل سے نمٹنے کے لئے منصوبے بنانے شروع کر دیئے۔ اسکیمیں مرتب کرنے کا کام مجھے خاصا آتا ہے۔ میں نے انہیں تمام خطرات سُونگھ کر بتایا کہ رات چھوٹے درختوں کے قریب زمین پر گزاری جائے اور ہم میں سے دو آدمی جاگتے رہیں۔ غذا کی تلاش صبح سویرے ہی کی جا سکتی ہے۔ وہ سب میری بات پر صاد کرتے جاتے تھے۔ مجھے اس کا شدید احساس تھا کہ سرنگا بہت دنوں سے بھوکا ہے مگر اس وقت درختوں کو چھیڑنا کسی طور مناسب نہیں تھا۔

درختوں کی پہلی قطار کو ہم نے عبور کیا۔ آگے بڑھتے ہوئے ہمارے سر درختوں سے ٹکرانے لگے۔ میں نے آہستگی سے چند شاخیں توڑ کر اپنے ساتھیوں کے ہاتھوں میں تھما دیں اور انہیں ہدایت کی کہ وہ راستہ ٹٹولتے ہوئے بہت احتیاط سے آگے بڑھیں۔ ایک دوسرے سے بات کرنے کی کوشش نہ کریں۔ سرگوشی میں ہی کچھ پوچھیں۔ جنگل میں داخل ہوتے ہی ہم سب کو اندازہ ہو گیا کہ ہمیں درختوں کے اُوپر رات بھر بیٹھے رہنا ہوگا مگر وہاں جنگلی چیونٹیوں اور چھوٹے موٹے زہریلے کیڑوں کا اور نیچے زمین پر سانپ، بچھو اور درندوں کا امکان تھا۔ اس امکان کی سریتا کی چیخ نے تائید کی وہ اچانک چیخنے لگی اسے کسی بچھو نے ڈنک مار دیا تھا۔ میں نے فلورا کا ہاتھ چھوڑ کر سریتا کے منہ پر ہاتھ رکھ دیا اور اُن سب کو حکم دیا۔ ''دوستو! اس خطرناک جنگل میں رات گزارنا موت کو دعوت دینے کے مترادف ہے۔ لائف بوٹ کے قریب ہم زیادہ محفوظ طریقے سے رات گزار سکتے ہیں جہاں اتنا انتظار کیا گیا ہے وہاں اندھیرے دُور ہونے تک اور انتظار کر لیا جائے۔''

وہ سب بغیر کچھ کہے واپس ہونے لگے، اس لئے کہ یہ بہترین مشورہ تھا ہم دوبارہ تھک کر ہار کر لائف بوٹ تک واپس آ گئے۔ میں نے ڈاکٹر کے ایک پیر سے رسی باندھ کر اُس کا دوسرا سرا اپنے پیر سے باندھ لیا۔ ریتیلی زمین پر ہم نیم مردہ حالت میں دراز ہو گئے۔ سریتا سسک رہی تھی۔ میں نے اُس کے بازو پر اپنی قمیض باندھ دی لیکن وہ دیر تک تڑپتی اور سسکتی رہی۔ سرنگا بار بار اسے تسلیاں دیتا رہا۔ ہمارے پاس اُس غریب کا دکھ دور کرنے کے لئے کچھ بھی تو نہیں تھا۔ علی الصباح پو پھٹنے سے قبل سب سے پہلے میں بیدار ہوا اور مجھ سے کچھ دیر بعد سرنگا۔ سرنگا جاگتے ہی سمندر کی طرف گیا۔ نہانے کے بعد اُس نے اپنی جیب سے مورتی نکالی اور اس کے سامنے عجیب و غریب حرکتیں کرنے لگا۔

☆==========☆==========☆

علی الصباح ہی باقی تمام افراد بیدار ہو گئے۔ سریتا کا ہاتھ سوج چکا تھا۔ میں نے اُسے ضبط کرنے کی تلقین کی۔ سمندر پر منہ ہاتھ دھونے کے بعد ہم پھر جنگل کی طرف روانہ ہوئے۔ پرندوں کے شوروغل اور جنگلی جانوروں کی آوازیں ساحل تک آ رہی تھیں۔ ہم نہتے تھے اور ہر صورت ہمیں جنگل میں داخل ہونا تھا۔ سات آدمیوں کا یہ قافلہ دل میں دہشت و نگاہوں میں خوف لیے پھر زندگی کی امید میں جنگل کی طرف بڑھنے لگا۔ مگر ابھی ہم کچھ ہی آگے بڑھے تھے کہ مصری تاجر کمال بھیانک چیخ مار کر زمین پر ڈھیر ہو گیا۔ اس کے ساتھ ہی فلورا کی ہذیانی چیخ بھی سنائی دی۔ ہم نے کمال کو سنبھالنے کی کوشش کی لیکن ایک دوسرا نیزا میرے قریب زمین پر آ کر لگا۔ میں نے فوراً ہی ہاتھ اُوپر اٹھا دیے۔ مصری تاجر ساحل پر چت پڑا تھا اور اُس کے سینے میں اندر تک نیزا پیوست ہو گیا تھا۔ خطرہ محسوس کر کے باقی پانچ افراد نے بھی اپنے ہاتھ اوپر اٹھا دیئے۔ ہمارا مصری ساتھی کسی وحشی کے نیزے سے ہلاک ہو چکا تھا یہ اس جزیرے کی منحوس صبح کا آغاز تھا۔ ہماری نگاہیں درختوں کی طرف تھیں۔ سامنے درختوں کے جھنڈ کی طرف کھلبلی سی ہوئی اور ہمیں اپنا خون شریانوں میں منجمد ہوتا محسوس ہوا۔ چھ سات ننگ دھڑنگ سیاہ فام وحشی ہاتھوں میں لمبے لمبے نیزے تھامے ہماری طرف نپے تلے قدم اٹھائے بڑھ رہے تھے۔

میری کیفیت اُس مسافر سے مختلف نہ تھی جس نے منزل کے قریب پہنچ کر دم توڑ دیا ہو۔ شیخ طاہر میرے پہلو میں کھڑا سرتاپا لرز رہا تھا۔ فلورا میرے قدموں کے قریب بے ہوش پڑی تھی۔ ڈاکٹر جواد کی ذہنی حالت چونکہ درست نہ اس لئے وہ موت کے پیغامبران ننگ دھڑنگ وحشیوں کا منہ چڑا رہا اور کڑوی کسیلی شکلیں بنا رہا تھا سرنگا کے تحمل میں کوئی فرق نہ آیا تھا۔ وہ سریتا کے ساتھ ہاتھ اٹھائے کھڑا تھا۔ میری اپنی حالت ناگفتہ بہ تھی۔ گنگ کھڑا ان بدہیئت وحشیوں کو دیکھ رہا تھا وہ نیزے سنبھالے محتاط قدموں سے ہماری سمت آ رہے تھے۔ ان کے جسم پر کوئی ایسی شے نہیں تھی جس سے جسم کا کوئی حصہ بھی چھپا سکے۔ سیاہ جسموں پر سفید رنگوں سے آڑے ترچھے نقوش بنے ہوئے تھے۔ کانوں اور نتھنوں میں ہاتھی دانت کے بڑے بڑے بالے نظر آ رہے تھے۔ خونخوار نگاہوں سے جھلکنے والی بے رحمی میری ہر امید ختم کر رہی تھی۔

زندگی اور موت کا فاصلہ بتدریج کم ہو رہا تھا۔ شیخ جس انداز میں سرتاپا کانپ رہا تھا اُس سے یہی نتیجہ اخذ کیا جا سکتا تھا کہ وہ حد درجے خائف ہے اور کسی بھی لمحے بے ہوش ہو کر گر پڑے گا۔ معاً وہ میرے پہلو سے جدا ہو گیا اور آہستہ آہستہ پیچھے ہٹنے لگا۔ اُس کی یہ بچکانہ حرکت ہم سب کی رہی سہی امیدوں کا خاتمہ کر سکتی تھی۔ میں نے جلد ہی دبی زبان میں اُس سے کہا۔ ”شیخ طاہر اپنی جگہ جمے کھڑے رہو۔ بھاگنے کی حماقت مت کرنا ورنہ ہوا میں پھینکے ہوئے نیزے ہمارے جسموں کو بھی چھید کر رکھ دیں گے۔ عقلمندی سے کام لو۔“

میری بات پر شیخ طاہر اپنی جگہ ساکت ہو گیا۔ جنگلیوں نے قریب پہنچ کر طاہر کو بازوؤں سے جکڑ لیا۔ پھر انہوں نے ہاتھ کے اشارے سے سرنگا اور سریتا کو علیحدہ ہو جانے کا حکم دیا۔ پھر وہ میری طرف متوجہ ہوئے۔ دو جنگلیوں نے جھپٹ کر مجھے بھی جکڑ لیا۔ پھر ایک نے فلورا کا ہاتھ تھام لیا۔ اس کے بعد ڈاکٹر جواد کو گھسیٹا گیا۔ میں نے یہ بات خاص طور پر محسوس کی کہ تمام جنگلی فلورا کو دیکھ کر نظروں نظروں میں مسرت کا اظہار کر رہے تھے۔ البتہ جب ڈاکٹر جواد پر ان کی نظر پڑی تو ان کے چہرے نفرت سے کھنچ سے گئے۔ ڈاکٹر دیوانگی کے عالم میں خود کو ان کے شکنجے سے چھڑانے کی خاطر ہاتھ پاؤں مار رہا تھا اور ہذیان بک رہا تھا۔ ”پکڑو۔ پکڑو۔ جانے نہ پائے۔ لپک جھپک، ہائے ابوالہول۔ ٹھائیں ٹھائیں ٹھس......“

ڈاکٹر دیوانگی کی حالت میں اناپ شناپ بکے جارہا تھا۔ اُس کی مزاحمت نے جنگلیوں کو بھڑکا دیا۔ ایک چوڑے چکلے سینے والے جنگلی نے اپنے ساتھی سے کہا۔ ''دم بوگا ماشی لاؤ۔'' (اسے مارڈالو یہ بھاگنے کی کوشش کررہا ہے) میں نے اس کے جملے کے اختتام کے ساتھ ہی دوسرے جنگلی کو اچھل کر نیزہ اسنبھالتے دیکھا۔ اُس کے ارادے خطرناک تھے۔ نیزے کی انی سے اُس نے گھٹنوں کے بل ہلکا سا دباؤ ڈال کر عجیب انداز میں ڈاکٹر کے پیٹ کا نشانہ لیا اور آگے بڑھنے لگا۔ میری حالت غیر ہورہی تھی۔ موت بڑی تیزی کے ساتھ ڈاکٹر کے گرد اپنا گھیرا تنگ کررہی تھی۔ مجھے سینے میں اپنا دل ڈوبتا ہوا محسوس ہوا۔ اتفاقاً میرے ذہن میں تومغا کا کہا ہوا جملہ ابھرا۔ اُس نے کہا تھا کہ افریقی جنگلی قبائل ڈاکٹروں کو قابل پرستش سمجھتے ہیں اور ہر حال میں ان کی حفاظت کرنا اپنا فرض سمجھتے ہیں۔ اندھیرے میں امید کی کرن نظر آتے ہی میں نے ٹوٹی پھوٹی زبان میں چوڑے چکلے سینے والے جنگلی کو مخاطب کر کے کہا۔

''ابی روگالا۔ ابی روگالا۔'' (یہ ڈاکٹر ہے۔ یہ ڈاکٹر ہے)

روگالا (ڈاکٹر) کا لفظ سنتے ہی اُس جنگلی نے اپنا نیزہ جلدی سے نیچے کرلیا جو پہلے اُسے ڈاکٹر کے پیٹ میں اتار دینے کے لئے پر تول رہا تھا۔ چوڑے چکلے سینے والا مجھے اپنی زبان بولتا دیکھ کر چونکا۔ پھر سینہ تانے میرے نزدیک آیا اور خشک لہجے میں بولا۔

''تما کو چیتا؟'' (تم لوگ کون ہو؟)

میں نے اُکھڑی ہوئی سانس اور ڈوبتے دل پر قابو پاکر اسے مختصراً اپنی روداد سنادی۔ ان لوگوں کی زبان قدرے مختلف تھی۔ تاہم میری ٹوٹی پھوٹی زبان کسی کام تو آئی۔ جاراکاکا تذکرہ میں دیدہ ودانستہ نظر انداز کر گیا۔ میں نے اُس کو یہ بتایا کہ ہمارا جہاز طوفان میں پھنس کر تباہ ہوا تھا جنگلی کی آنکھیں بدستور میرے چہرے پر مرکوز تھیں، یوں جیسے وہ میری کہانی کی تصدیق کررہا تھا۔ قبل اس کے کہ وہ کوئی جواب دیتا، اُس کا ایک دراز قد ساتھی قریب آکر حقارت سے بولا۔

''لابو آما...... لابوشی بورا...... آغوراغوفا۔'' (یہ جھوٹ بولتا ہے، یہ ہمارا دشمن ہے، ہم اسے دیوتاؤں کی بھینٹ چڑھائیں گے۔)

''ابیش......'' چوڑے چکلے سینے والے جنگلی نے اپنے ساتھی سے کہا پھر مجھے اور شیخ طاہر کو دیکھ کر کہا۔ ''می گورانی لاہو، اقابلا لا پاپونار۔'' (ہم کوئی فیصلہ نہیں کرسکتے، اقابلا محترم ومقدس ہے) پھر وہ دوبارہ میری آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر بولا۔ ''روگالا سو بوگارا؟'' (ڈاکٹر نے بھاگنے کی کوشش کیوں کی تھی؟)

''روگالا بیگا۔ لابوشی کالی۔'' (ڈاکٹر پاگل ہے، یہ اپنا ذہنی توازن کھو بیٹھا ہے) میں نے ڈرتے ڈرتے جواب دیا۔

کچھ دیر تک میں جنگلیوں کے اُلٹے سیدھے سوالات کا اُلٹے سیدھے انداز میں جواب دیتا رہا۔ شیخ طاہر اس تمام عرصے میں مہر بلب رہا۔ البتہ مجھے جنگلیوں سے گفتگو کرتا دیکھ کر اُس کے چہرے سے مُردنی کے اثرات کسی قدر چھٹ چکے تھے۔ ڈاکٹر جواد کبھی بڑی سنجیدگی سے ہماری گفتگو سننے لگتا اور کبھی ہذیان بکنا شروع کردیتا۔ فلورا بدستور ریت پر بیہوش پڑی تھی اور ننگ دھڑنگ جنگلی اُسے دلچسپ نظروں سے گھور رہے تھے۔ میں نے اس بات کو خاص طور پر نوٹ کیا کہ فلورا کے سلسلے میں ان کا رویہ جارحانہ نہیں تھا۔ سرنگا نے کوئی مزاحمت نہیں کی تھی۔ اس لئے وہ بھی محفوظ تھا۔ سرنیتا

اب جنگلیوں کے نرغے میں تھی۔

مجھ سے کچھ مطمئن ہوجانے کے بعد ہمیں نیزوں کی نوک سے آگے بڑھنے کا حکم دیا گیا۔فلورا کو چوڑے چکلے سینے والے جنگلی نے اٹھا کر اپنے کندھے پر ڈال لیا تھا۔ مجھے معلوم تھا کہ فلورا، سریتا اور ڈاکٹر جواد کی زندگیاں محفوظ ہیں۔ دوران گفتگو مجھے صرف اتنا معلوم ہوا تھا کہ ہمیں دو روز تک قید میں رکھا جائے گا۔ اس کے بعد جنگلیوں کے سردار شوالا کے سامنے پیش کیا جائے گا۔ جو ہفتے میں صرف دو بار قبیلے والوں کے سامنے آتا ہے اور ضروری مسئلوں کا حل پیش کرتا ہے اور دوسرے مسائل کا فیصلہ کراتا ہے۔ مجھے یہ سن کر تعجب ہوا کہ ان جنگلیوں کا طریقہ زندگی کسی قدر مہذب ہے۔

میرے ذہن میں شوالا کے مختلف خاکے بنتے اور بگڑتے رہے، مگر یہ اقابلا کون ہے جس کا نام جنگلیوں نے بڑے احترام کے ساتھ لیا تھا۔

اقابلا یقیناً اُن کی کوئی پُراسرار لائق پرستش ہستی ہے۔ میں آئندہ پیش آنے والے واقعات کے لئے اپنے ذہن میں منصوبے بناتا رہا۔ شیخ طاہر نے راستے میں ایک بار مجھے مخاطب کرنے کی کوشش کی تھی لیکن پشت سے ایک جنگلی نے اُس کے شانے پر اس زور سے نیزے کا الٹا حصہ مارا کہ وہ بلبلا اُٹھا۔

کھلے میدانی حصے میں اُبھرتے سورج کی روشنی موجود تھی، درختوں کے جھنڈ سے گزرتے وقت ہمارے لیے راستہ چلنا دشوار ہو رہا تھا۔ کوئی دو گھنٹے تک ہم گھنے جنگل کے درمیان سے گزرتے رہے۔ پھر دوبارہ کھلے آسمان کے نیچے آگئے۔ مجھے تعجب تھا کہ راستے میں ہماری ملاقات کسی دوسرے جنگلی سے نہیں ہوئی اس جنگل سے گزر کر ہمیں احساس ہوا کہ گزشتہ رات یہاں سے واپس ہو کر اور ساحل پر سونے کا فیصلہ کر کے ہم نے اپنی زندگیاں بچالی تھیں اگر ہم رات یہاں گزار رہے ہوتے تو جنگلی جانور صبح تک ہمارا کام تمام کر چکے ہوتے۔ عجیب بات یہ تھی کہ جنگلیوں کی موجودگی میں کسی درندے نے اِدھر کا رُخ نہیں کیا۔ جنگلی ان مشکل راستوں پر بڑی تیزی سے چل رہے تھے۔ سریتا کے ہاتھ کی تکلیف خاصی بڑھ چکی تھی مگر وہ باحوصلہ لڑکی آنسو چھپائے سر جھکائے خاموش خاموش چل رہی تھی، ایک جنگلی نے جب اُس کا سوجا ہوا ہاتھ دیکھا تو مجھ سے اس کا سبب معلوم کیا۔ میں نے رات کا سارا واقعہ اُسے بتا دیا۔ اُس نے میری بات سن کر ایک قہقہہ لگایا۔ اس قہقہے کی کوئی تک نہیں تھی میں نے بھی چہرے پر مسکراہٹ لا کر اُس کا ساتھ دیا۔ جس پر اس کی آنکھوں سے غصہ مترشح ہونے لگا پھر مجھے معذرت خواہانہ رویہ اختیار کرتے ہوئے ہی بنی اور یہی بات سمجھ میں آئی کہ کسی ردعمل کا اظہار کئے بغیر چپ چاپ ان کے ساتھ چلتے رہنا بہتر ہے، جنگلی ہمیں ساتھ لیے ایک بڑے درخت کی طرف بڑھے، اس درخت کے تنے میں ایک بہت بدصورت بوڑھا جنگلی آرام کر رہا تھا۔ اُس کے پاس جڑی بوٹیاں اور عجیب و غریب قسم کے پتھر کے اوزار تھے۔ جنگلیوں نے اُس سے سریتا کا احوال کہا پہلے تو وہ ہمیں حیران کن نظروں سے گھورتا رہا۔ پھر اُس نے سریتا کا ہاتھ اپنے ہاتھ میں لے کر خود ایک پھونک ماری اور زمین سے اپنا عصا اٹھا کر ہاتھ کے متاثرہ حصے پر تیزی سے پھیر دیا۔ چشم زدن میں اُس کی سوجن کم ہوگئی۔ سریتا کی آنکھیں پھٹ گئیں، اُس کی ساری تکلف رفع ہو چکی تھی، بوڑھے سرنگا نے اس عمل پر کسی تعجب کا اظہار نہیں کیا۔ یہ ابتدا تھی میں یہ معجزانہ علاج دیکھ کر اس جزیرے سے اور خوفزدہ ہوگیا۔

کھلے میدان کو عبور کرنے کے بعد ہمیں ایک مختصر مگر دشوار گزار چٹان سے گزرنا پڑا۔ اس کے بعد ہمیں ایک جھونپڑی میں لے جا کر بند کر دیا گیا۔ جو بانسوں اور سرکیوں سے بنائی گئی تھی، اس جگہ تھوڑے تھوڑے فاصلے پر دس بارہ جھونپڑیاں اور بنی ہوئی تھیں، جھونپڑی میں دھکیل کر باہر

سے دروازہ بند کر دیا گیا۔ چوڑے چکلے سینے والے جنگلی نے مجھے سختی سے تاکید کی کہ اگر تم نے بلا اجازت باہر نکلنے یا فرار ہونے کی کوشش کی تو نتائج کی ذمہ داری تمہارے اوپر ہوگی، ڈاکٹر کو وہ اپنے ساتھ دوسری جھونپڑی میں لے گئے۔ البتہ فلورا کو ہمارا ساتھ ہی چھوڑ دیا گیا۔ مجھے اس فراخدلی کی مطلق توقع نہیں تھی، جھونپڑی کے دروازے کو باہر سے بند کرنے کے بعد چوڑے چکلے سینے والے کی آواز پھر مجھے سنائی دی، اُس نے اپنے تین ساتھیوں سے ہماری نگرانی کرنے کی سختی سے تاکید کی تھی۔

جھونپڑی میں پہنچ کر میں نے اطمینان کا سانس لیا۔ فلورا ابھی تک بے ہوش تھی میرے دل میں ہلچل مچی ہوئی تھی ہم بُری طرح گھر چکے تھے جنگلیوں کے باہر چلے جانے کے بعد میں نے دروازے کے قریب جا کر جھری سے باہر جھانکا۔ دروازے پر تین جنگلی نگراں تعینات تھے، میں نے جھونپڑی کا جائزہ لیا۔ اُس کی پیائش بمشکل نو دس مربع فٹ رہی ہوگی، نکاسی کے لئے محض وہی راستہ تھا جس کے باہر تین بدصورت جنگلی پہرا دے رہے تھے فرش پر خشک گھاس بچھی ہوئی تھی۔ جس پر فلورا بے سدھ پڑی تھی، شیخ طاہر سہا ہوا ایک طرف نڈھال بیٹھا تھا۔ سرنگا اور سریتا بھی ایک کونے میں گھٹنوں میں سر دیئے بیٹھے تھے، میں نے سب سے پہلے فلورا کی خبر لی، نبض کی رفتار تسلی بخش تھی، میں اسے ہوش میں لانے کی ترکیبیں سوچ رہا تھا کہ سرنگا میرے پاس آیا اور پہلی بار مخاطب ہوا۔ اُس کے لہجے میں بڑا دبدبہ تھا۔ وہ کہنے لگا۔" جابر۔ تم دروازے پر جا کر ان جنگلیوں سے کہو کہ وہ ہمیں کچھ کھانے کو دیں، میں لڑکی کو ہوش میں لاتا ہوں۔"

بھوک سے ہم سب کا بُرا حال تھا۔ میں ہمت کر کے دروازے کے پاس گیا اور زوردار آواز میں ایک جنگلی کو مخاطب کیا۔ میں نے جھری سے دیکھا کہ وہ میری آواز کی طرف لپکا ہے، جب وہ برق رفتاری کے ساتھ دروازہ کھول کر اندر داخل ہوا تو میں نے اُس سے ادب کے ساتھ کچھ غذا لانے کو کہا۔ وہ کوئی جواب دیئے بغیر میری بات سن کر چلا گیا اور میں فلورا کے قریب آ کر بیٹھ گیا۔

سرنگا نے اس کے جسم کے چند ایسے حصوں پر مالش شروع کر دی تھی کہ وہ کسمسانے لگی، آنکھیں کھول کر اُس نے جھونپڑی کو حیرت سے دیکھا اور کچھ سمجھتے کچھ نہ سمجھتے ہوئے مجھ سے مخاطب ہوئی "ہم کہاں ہیں؟"

میں نے اطمینان سے جواب دیا۔" ہم خیریت سے ہیں' یہ جنگلی لوگ تو بڑے مہذب ہیں فلورا۔"

" جابر! کیا وہ درندے چلے گئے؟" فلورا کی گھٹی گھٹی آواز اُبھری۔

" ہاں۔ وہ تو کبھی کے چلے گئے اب ہم دوسری جگہ ہیں' تم تو بہت باحوصلہ لڑکی تھیں، یہ دیکھو سرنگا ہمارے پاس ہیں، وہ سامنے سریتا بیٹھی ہے، سرنگا تمہیں ہوش میں لائے ہیں۔" میں نے بچوں کی طرح اُسے سمجھاتے ہوئے کہا۔

" نہیں جابر نہیں۔" فلورا بے اختیار میرے سینے سے لپٹ کر سکتی ہوئی بولی۔" ہم مصیبت میں گھر گئے ہیں۔"

میں اسے اپنے طور پر سمجھاتا رہا لیکن خوف اُس کے دل میں بیٹھ گیا تھا۔ تھوڑی دیر میں دروازہ کھلا اور جنگلیوں نے وحشیانہ انداز میں پھل اور نیم پکا گوشت ہماری طرف پھینک دیا۔ ہم سب اس پر کتوں کی طرح جھپٹ پڑے، پھلوں اور گوشت کی مقدار کم نہیں تھی لیکن ہم میں سے ہر شخص اپنے لئے زیادہ حصہ وقف کرنا چاہتا تھا۔ فلورا بھی تمام خطروں سے بے نیاز ہو کر کھانے پر جُت پڑی۔

جب ہم خوب سیر ہو کر کھا چکے تو جنگلیوں نے ہمیں پانی فراہم کیا اتنے دنوں بعد یہ مقوی غذا کھا کر نشہ طاری ہونے لگا تھا۔ نرم گھاس کا فرش نرم ولطیف ہوا جلد ہی غنودگی ہم پر غالب آ گئی۔ سرنگا سب سے پہلے سویا پھر شیخ طاہر اور سریتا۔ میں اور فلورا جاگتے رہے۔ فلورا ان سب کی موجودگی کے باوجود میرے بہت قریب آ کر دراز ہوگئی اور میں نے اُسے اپنے بازوؤں میں سمیٹ لیا۔ اتنے دنوں کی اذیت کے بعد طبیعت میں کچھ ترنگ سی محسوس ہوئی تھی، فلورا میرے سینے سے لگ کر اس میں گم ہوئی جاتی تھی، ایک بار پھر اُسے اختلاج ہوا۔ وہ سسک سسک کر کہنے لگی۔ ''جابر تم ان جنگلیوں کے رسم ورواج سے واقف نہیں ہو، سفید فام عورت کے معاملے میں یہ بڑے ندیدے ہوتے ہیں۔ ایسی زندگی سے موت بہتر ہے، تم مجھے اپنے ہاتھوں سے گلا گھونٹ کر مار ڈالو، میں تمہاری شکرگزار رہوں گی۔''

''تم کیسی باتیں کر رہی ہو فلورا؟'' میں نے اُسے چمکارتے ہوئے کہا۔

''نہیں جابر ہر لمحہ جو گزر رہا ہے مجھے خطرے کا احساس دلا رہا ہے تم میری بڑی تمنا رکھتے تھے، قسمت نے ہمیں کس قدر قریب کر دیا ہے کاش میں تمہیں بیروت میں ملتی فلورا بڑی دل شکن باتیں کر رہی تھی۔

''پگلی!'' میں نے کہا۔ ''ہم یہاں سے ضرور آزاد ہو جائیں گے۔ میں اب بھی مایوس نہیں ہوں، میں تمہارے ساتھ ہوں پھر تم اتنی ہراساں کیوں ہو۔''

فلورا کا خوف کم نہیں ہوا۔ وہ مایوس کن باتیں کرتی رہی ہم دونوں جلد سو گئے۔ کب سوئے اس کا علم نہیں، بس باتیں کرتے کرتے سو گئے۔

ڈاکٹر جواد کے ہذیانی قہقہوں کی آواز نے مجھے جگا دیا جو کسی قریبی جھونپڑے میں مقید تھا۔ میں نے آنکھیں ملتے ہوئے اپنی گھڑی پر نظر ڈالی، اس وقت دن کے تین کا عمل تھا۔ میری کمر میں شدید درد ہو رہا تھا۔ کروٹ بدل کر میں دوبارہ سونے کی کوشش کرنے لگا۔ ابھی غنودگی کا ایک ہلکا سا جھونکا آیا تھا کہ باہر سے کسی جنگلی کی آواز اُبھری وہ اپنے کسی ساتھی سے مخاطب تھا۔

''شوالا اسے لے گیا' اس نے کالاری کی بات مان کر اچھا نہیں کیا، مقدس اقابلا سے مشورہ کئے بغیر شوالا اسے لے گیا۔''

''اگر مقدس اقابلا ناراض ہوگئی تو اُس کا سحر اسے تباہ کر دے گا اور اگر کالاری نے شوالا کو روکنے کی کوشش کی تو شوالا اُسے ختم کر دے گا۔''

''مقدس اقابلا محترم ہے، وہ عظیم ہے، وہ شوالا کو من مانی نہیں کرنے دے گی۔ وہ موت کو اشارہ کر کے اُسے ختم کر دے گی۔''

''مگر اس سے پہلے شوالا اس خوبصورت لڑکی کی نرم ہڈیوں کا سارا گودا چوس چکا ہوگا۔'' دوسرے نے کہا۔ ''تم نے دیکھا، شوالا کس خاموشی سے اُسے اٹھا لے گیا، کالاری تو کیا۔ لڑکی کے ساتھیوں تک کو خبر نہ ہو سکی۔''

''آہستہ بولو۔ ہمیں خود زبان نہیں کھولنی چاہئے، اقابلا کے کان بڑے ہیں، شوالا بھی دور بیٹھا ہماری باتیں سننے پر قادر ہے۔ لڑکی کا ساتھی بھی ہماری زبان سمجھ سکتا ہے، ہوسکتا ہے وہ جاگ رہا ہو۔''

اب نیند کا کیا سوال تھا۔ میں نے تیزی سے پلٹ کر گھاس پھوس کو ٹٹولا۔ سب وہاں موجود تھے لیکن فلورا؟

☆==========☆==========☆

فلوراوہاں موجودنہیں تھی۔ میں نے اُٹھ کرایک بار پھر جھونپڑی کا جائزہ لیا۔شیخ طاہرایک کونے میں بدمست سورہاتھا۔سریتااور سرنگاایک دوسرے کے قریب سمٹے سمٹائے ہوئے تھے۔کیاوہی ہوگیا؟ وہی جس کا اندیشہ کچھ دیر پہلے فلورا نے ظاہر کیا تھا؟ پہرے داروں کا وہ جملہ میری سماعت میں سیسہ اُنڈیلنے لگا۔ جوانہوں نے ابھی کہا تھا۔''شوالا اُسے لے گیا۔اس نے کالاری کی بات مان کراچھانہیں کیا۔مقدس اقابلا سے مشورہ کیے بغیر شوالا سے لے گیا۔''میرے ذہن میں ایک طوفان برپا ہوگیا۔جابرتمہاراتو سب کچھ لٹ گیا،فلوراچلی گئی ہے،اب کیاباقی رہ گیا ہے؟ یہ کیسی اُلجھن تھی کہ میں اُسے کہیں تلاش کرنے بھی نہیں جاسکتا تھا۔یہ راستے اجنبی ،یہ فضانامانوس ،باہر پہرے دار موجود۔ہر لمحے ایک تازہ اذیت کا اندیشہ، ہروقت موت کا خطرہ۔ میں نے جھونپڑی کے تنکے ہٹا کر باہر کی طرف دیکھا۔وہاں جنگلیوں کی ایک بڑی تعداد جمع تھی ۔اس صورت میں باہر نکلنے کا کوئی سوال ہی پیدانہیں ہوتا تھا،میری مجبوریاں ،میری بے بسیاں ،ایک سرکش اور مہم جوشخص جو آگ میں کود پڑتا تھا اُسے اس طلسم خانے میں اپنا وجودایک حقیر کیڑے کی طرح محسوس ہوا۔میں نے جھنجھلا کراپنے بال نوچ لیے۔ابھی کچھ دیر پہلے وہ کہہ رہی تھی ''جابر۔یہ جنگلی لوگ سفید فام عورت کے مقابلے میں بڑے ندیدے اور درندے ہوتے ہیں،ایسی زندگی سے تو موت بہتر ہے۔بہتر ہے کہ تم اپنے ہاتھوں سے میرا گلا گھونٹ کر مجھے مار ڈالو۔'' کاش میں اسے ماردیتا۔اب نہ جانے وہ کہاں ہوگی اوراس پر کیا گزر رہی ہوگی ۔یہ ظالم اُس کے ساتھ کیسادردناک سلوک کررہے ہوں گے۔ اس جزیرے پر قدم رکھتے ہی ہمیں نحوستوں نے گھیر لیا تھا۔میں جھونپڑی میں اِدھر سے اُدھر دیوانہ وارگھوم رہاتھا۔کوئی صورت سمجھ میں نہیں آئی تھی۔ ایک بار پھر میں نے باہر کی طرف جھانکا۔پہرے دار سرگوشیوں میں گفتگو کررہے تھے۔میں نے جھونپڑی سے کان لگادیے۔وہ کہہ رہے تھے۔''یہ لوگ منحوس ہیں۔یہ سفید فام اجنبی ضرور کوئی مصیبت کھڑی کردیں گے۔اگر شوالا اور کالاری میں ٹھن گئی تو ان دونوں پر آسمانی بلائیں نازل ہوں گی۔''

''شوالا۔عظیم شوالا۔وہ اس جزیرے کا چیتا ہے۔مقدس اقابلا کی اس پر نظر ہے۔کالاری کے اُس سے ٹکرانے کا مقصد یہی ہوگا کہ اس کے دن پورے ہوچکے ہیں۔''

''چپ رہو!ہمیں کوئی بات ،کوئی رائے قائم نہیں کرنی چاہئے۔کیاتم نہیں جانتے کے شوالا اور کالاری دونوں اقابلا کے سردار ہیں۔ان دونوں پراقابلا کی عنایتیں سایہ گستر ہیں،کالاری سیاہ جنگل کے جانوروں کا بادشاہ ہے،اورزمین پر رینگنے والے تمام حشرات الارض شوالا کے اشاروں کے منتظر رہتے ہیں،مقدس اقابلا نے دونوں کوعلیحدہ علیحدہ طاقتیں دی ہیں،اس نے کالاری کوشوالا سے کم رُتبہ نہیں دیااور شوالا کوکہیں بھی اُس سے فروترنہیں رہنے دیا۔ہمیں کوئی ایسی بات نہیں کرنی چاہئے کہ شوالا یا کالاری میں،کسی ایک سے ہماری طرف داری ظاہر ہو۔ہم مقدس اقابلا کے غلام ہیں اس کی قوتیں لامحدود ہیں،وہ ہمیں اپنی امان میں رکھے۔''

''مقدس اقابلا۔ہمیں معاف کرے......مگر سنو!کیا شوالا ہماری موجودگی میں اُس سفید فام لڑکی کومقدس اقابلا کی اجازت کے بغیر نہیں لے گیا ہے......اگراُس نے بازپُرس کی توہم کیا جواب دیں گے؟''

''مگر شوالا کے سامنے ہماری کیا حیثیت ہے؟ ہم شوالا کوکس طرح روک سکتے تھے،وہ ہمیں اژدھوں کے حوالے کردیتا۔''

''ہمارے لیے خاموشی ہی بہتر ہے۔''

''خاموش رہو۔''

''دیکھو اندر کوئی جاگ گیا ہے شاید انہیں علم ہو گیا ہے کہ ان کی ساتھی ان سے جُدا کر دی گئی ہے۔''

میرے کھٹکے پر وہ ہوشیار ہو گئے اور کھنکایوں ہوا کہ میں نے عالم اضطراب میں بانسوں کی بنی ہوئی جھونپڑی کی ایک درز، خاصے بڑے سوراخ میں تبدیل کر دی تھی اور اگر وہ چوکنا نہ ہو جاتے تو میں شاید اضطراری کیفیت میں جھونپڑی کی کوئی دیوار ڈھا دیتا۔ میں نے خود کو سنبھالا اور اندر گھاس کے فرش پر بے سُدھ گر گیا۔ میرے اَوسان خطا تھے، پھر بھی میں رینگتا ہوا سرنگا کی طرف کھسک گیا اور اس کے پیر کا انگوٹھا پکڑ کر اسے بیدار کرنا چاہا۔ وہ نیند سے یوں ہڑ بڑا کر اٹھا جیسے کوئی خواب دیکھتے دیکھتے اچانک اس کی آنکھ کھل گئی ہو۔ اس نے آنکھیں ملتے ہوئے چونک کر مجھے دیکھا اور فوراً اپنی جیب پر نظر ڈالی جس میں ہر وقت ایک مورتی پڑی رہتی تھی۔ مورتی بدستور موجود پا کر اس نے اطمینان کا سانس لیا اور مجھ سے شفیق لہجے میں کہنے لگا۔

''کیا ہے عزیزم جابر؟ کیا پھر کوئی خطرہ پیش ہے؟''

''محترم سرنگا۔ فلورا موجود نہیں ہے۔'' میں نے مضطرب لہجے میں کہا۔

''کیا کیا؟...... فلورا موجود نہیں ہے؟ مگر وہ کہاں گئی؟'' اُس نے حیرت سے پوچھا۔

''وہ اُسے لے گئے سرنگا۔ حبشیوں کے قبیلے کا کوئی سردار فلورا کو اغوا کر کے لے گیا۔'' میں نے سرگوشیوں میں سرنگا کو ساری تفصیل بتا دی۔ وہ تعجب اور تردد سے آنکھیں پھیلائے میری سرگوشیاں سنتا رہا۔ میں خاموش ہوا تو اس نے اوپر کی جیب سے عورت کی چھوٹی مورتی نکالی اور مورتی نظروں کے سامنے کر کے نہ جانے کس زبان میں کچھ اُلٹے سیدھے فقرے دہرانے لگا۔ میں اس کی عجیب و غریب حرکتیں دیکھتا رہا۔ چند لمحوں بعد سرنگا نے مورتی دوبارہ آنکھوں سے لگا کر جیب میں رکھی اور سرد لہجے میں بولا۔ ''جابر...... وہ اُسے لے گئے اس لئے کہ وہ انہیں پسند آ گئی تھی۔ عزیزم ہم یہاں کیا کر سکتے ہیں۔ یہ پوری فضا طلسماتی ہے۔ جو کچھ باقی رہ گیا ہے اسی پر قناعت کرو۔ فلورا تو چلی گئی، جو رہ گئے ہیں ان کی فکر کرو۔''

''سرنگا۔ خدا کے لئے کچھ سوچو۔ اتنی سنگ دلی کی باتیں نہ کرو۔''

''جابر...... مجھے تمہاری ذہنی کیفیت کا خواب اندازہ ہے، مجھے یہ بھی معلوم ہے کہ یہ سفر تم نے فلورا ہی کی وجہ سے اختیار کیا تھا، مگر یقین کرو فلورا کا اغوا ہمارے لیے نیک شگون ہے، دنیا کا اصول ہے کہ کچھ قربانیاں دے کر ہی کچھ حاصل کیا جاتا ہے، فلورا کی بربادی ہمارے لیے بڑی کارآمد ثابت ہوگی، تم کوئی فکر نہ کرو۔ یہ جو سانس اٹکا ہوا ہے، پتہ نہیں کیوں ہے؟ ہم سب کو تو مر جانا چاہئے تھا مگر ہم زندہ ہیں۔''

''تم کیا کہہ رہے ہو سرنگا؟ تم بڑے مردم آزار آدمی ہو۔ میں نے سکون دل کے لئے تمہیں بیدار کیا تھا لیکن تم تو نشتر چلا رہے ہو۔'' سرنگا کی بے رحم بے نیازی اور زہریلی باتیں سن کر میرا خون کھول اُٹھا۔ وہ نازک بدن لڑکی نہ معلوم کن اذیتوں سے دوچار ہوگی؟ میری چشم تصور تو اُن اذیتوں کا خاکہ کھینچنے پر بھی قادر نہ تھی اور بوڑھا سرنگا اس کی بربادی کو نیک شگون کہہ رہا تھا۔ میرا دل چاہا کہ بدبخت سرنگا کی زبان کھینچ لوں لیکن حبشیوں کے مقابلے میں ہماری تعداد آٹے میں نمک کے برابر تھی، میں اسے اور کم نہیں کرنا چاہتا تھا، لہٰذا خون کا گھونٹ پی کر اور دل پر جبر کر کے بمشکل بولا۔

''سرنگا داس۔فلورا کے بجائے وہ سریتا کو بھی ساتھ لے جاسکتے تھے۔اس وقت تمہارے دل پر کیا گزرتی؟''

سرنگا کے چہرے پر کھنچاؤ پیدا ہوا مگر اس نے بڑے تحمل سے کہا۔''عشق نے تمہیں مضطرب کر دیا ہے۔تم میری بات پر ناراض ہوگئے ہو مگر عزیزم وقت کا انتظار کرو۔عشق میں ایسے مرحلے بھی آتے ہیں۔وقت تمہیں بتائے گا کہ بوڑھے سرنگا نے جو کچھ کہا تھا،وہ سچ ہے۔کیا تم نے کبھی یہ نہیں سوچا کہ...... ہلاکت جسے عشق کہتے ہیں،انسانوں پر ایک خاص عمر پر کیوں نازل ہوتی ہے۔میرے سفید بالوں سے تجربے مترشح نہیں ہوتے؟میں عشق نہیں کرتا مگر میں سریتا کے لئے ایک اور اعلیٰ قسم کا جذبہ رکھتا ہوں جو عام عشق اور شباب وحسن کے مقبول ومعروف تصور سے کہیں زیادہ برتر و افضل ہے۔حقیقت پسند ہو۔یہ واقعات بہت غیر معمولی ہیں۔ہم بلاؤں میں گھر گئے ہیں۔جابر......تم نے ابھی خطرے پوری طرح محسوس نہیں کیے۔تم نوجوان ہو،میں کچھ دیکھ رہا ہوں تمہاری آنکھیں اُسے نہیں دیکھ سکتیں۔میں جو کچھ سونگھ رہا ہوں وہ تمہاری حس شامہ کی رسائی سے دُور ہے۔تم اپنے بدن سے سوچ رہے ہو،میں دماغ سے......میں یہاں ایک نئی دنیا کا مشاہدہ کر رہا ہوں،جنگ وجدال کے بارے میں غور مت کرو۔بس جو کچھ ہو رہا ہے اُسے تسلیم کرتے رہو۔''

سرنگا کے لہجے میں بڑی سریت تھی......مگر میرا حال تو بہت ابتر تھا۔میں تو ابھی اپنی سانسوں میں فلورا کے لبوں کی خنکی محسوس کر رہا تھا۔اس کے بدن کا گداز ابھی تک میرے اعصاب میں رینگ رہا تھا۔ابھی اس کی وارفتگی اور اس کے شوق بے پایاں کا سرور میرے دماغ سے کہاں اُترا تھا۔

''مگر سرنگا۔تم یہ تو تسلیم کرتے ہو......''میں نے جھنجھلا کر کہا۔''کہ معراج عشق کے لئے جو وقت اور عمر متعین ہے میں اسی سے گزر رہا ہوں،پھر میری سرشوریاں،میرا یہ اضطراب اور میری یہ بے تابیاں فطری ہیں اور ان کا میرے پاس کوئی علاج نہیں۔''

''میں جانتا ہوں۔میں جانتا ہوں۔''سرنگا نے سر ہلا کر کہا۔

''پھر تم یہ کیوں نہیں سوچتے کہ سریتا بھی اسی طرح اغوا کی جاسکتی ہے۔وہ چاہے جذبہ عشق نہ ہو مگر کوئی تو جذبہ ہوگا کہ تم ساری بستی کو آگ لگانے پر آمادہ ہو جاؤ۔''میں نے تلملا کر کہا۔

''سریتا کا ذکر نہ کرو جابر......تم نہیں جانتے کہ میں اس سیاہ براعظم افریقہ میں کیوں آیا ہوں۔یہ میں تمہیں ابھی نہیں بتاؤں گا لیکن غور سے اتنا سُن لو کہ سریتا کو دنیا کی کوئی طاقت برباد نہیں کر سکے گی جب تک سرنگا زندہ ہے وہ دریائے گنگا کے مقدس پانیوں کی طرح پاک وصاف رہے گی۔''

سرنگا کے لہجے میں بڑا اعتماد تھا۔میں اسے دیوانے کی بڑ سمجھا۔نہ جانے وہ کیا سوچ کر ایسی باتیں کر رہا تھا۔شاید وہ سٹھیا گیا تھا۔اگر اس نے پہرے داروں کی گفتگو سُن لی ہوتی جو اقابلا کے دو سرداروں شوالا اور کالاری کے متعلق وہ ابھی ایک دوسرے سے کر رہے تھے تو یقیناً وہ ایسی لن ترانیاں نہ کرتا۔میں نے اس کی باتوں پر غور کرنے کے بجائے بے زاری کے ساتھ اس کی طرف سے نگاہیں پھیر لیں،پھر میں دو قدم آگے بڑھ کر دوبارہ جھونپڑی کے دروازے پر آ گیا،باہر سے پہرے داروں کی مدھم سرگوشیوں کی آوازیں اُبھر رہی تھیں لیکن میں انہیں ٹھیک طور پر نہ سن سکا۔سریتا بھی کسمسا رہی تھی مگر شیخ طاہر ابھی تک بے سُدھ پڑا تھا۔وقت کچھ زیادہ نہیں گزرا تھا۔ہاں شام کے آثار قریب تھے اور سورج انحطاط کی طرف مائل نظر آ رہا تھا۔عجیب کربناک وقت تھا۔میں اپنے پریشان خیالات میں اُلجھا ہوا تھا کہ سرنگا میرے قریب آیا اور میرے شانوں پر ہاتھ رکھ کر مدھم آواز

میں بولا۔ ''عزیزم جابر۔ میں تمہارے دل کی حالت محسوس کررہا ہوں۔ اپنی حالت سنبھالو، وقت کا انتظار کرو، خدا نے چاہا تو سب ٹھیک ہو جائے گا۔ میں دیوی دیوتاؤں سے تمہارے لیے دعا کررہا ہوں۔''

مجھے معلوم تھا، سرنگا کیا کہے گا...... سارے سفر میں وہ پُرسکون رہا تھا۔ اس کی قوت برداشت یقیناً کئی آدمیوں کی قوت برداشت کا مقابلہ کرسکتی تھی۔ میں اپنے متعلق عرض کرچکا ہوں کہ میرے اندر برداشت اور ہمت، جرات اور اقدام کی کوئی کمی نہ تھی۔ میں ایک تنومند، لانبے قد اور مردانہ وجاہت کی تمامتر خوبیوں سے متصف تھا۔ مگر میں ہمت ہار رہا تھا، یہ واقعات اتنے ہمت شکن اور روح فرسا تھے کہ جابر جیسا شخص نڈھال ہو گیا تھا۔ فلورا ملی، رخصت ہوگئی، رخصت ہوئی پھر ملی۔ پھر ملی اور رخصت ہوگئی۔ یہ کیسی ستم ظریفی تھی کہ میں اس کے دائمی حصول کا گوہر مقصود نہ پاسکا۔ ادھر سرنگا کی باتیں بڑی سنگ دلانہ تھیں، جب میری محبوبہ فلورا کسی شوالا کی ہوسنا کی اور درندگی کا شکار ہو رہی تھی، مجھے سرنگا کی یہ پُرسکون اور ٹھنڈی گفتار قطعاً اچھی نہیں لگی۔ اس کے لہجے میں بھی زہر کی کڑواہٹ محسوس ہوئی۔ میں نے اس کا ہاتھ جھٹک کر اپنے شانے سے دور کیا۔ اس وقت میرے دل میں شدید خواہش اُبھری کہ کاش سریتا بھی کسی ایسے ہی حادثے سے دوچار ہو اور میں سرنگا کی بے بسی کا مذاق اُڑا سکوں۔ بہر حال میں سرنگا کا ہاتھ جھٹک کر دُور ہٹا رہا تھا کہ باہر آہٹ سنائی دی میں بڑی تیزی سے گھاس پھوس کے ڈھیر پر دراز ہو گیا۔ سرنگا نے بھی پھرتی کا مظاہرہ کیا اور لپک کر سریتا کے قریب دراز ہو گیا۔

قدموں کی آہٹ جھونپڑی کے دروازے پر پہنچ کر رُک گئی۔ کسی نے آہستہ سے دروازہ کھولا۔ میں نے اپنی آنکھیں اس طرح بند رکھیں کہ انہیں میرے جاگنے کا گمان بھی نہ ہو اور میں انہیں دیکھتا بھی رہوں۔ پہلے دو سیاہ فام حبشی اندر آئے۔ ان میں سے ایک کے سر پر کوئی شخص لٹکا ہوا تھا۔ اس نے کچھ خوف زدہ حالت میں بڑی احتیاط کے ساتھ اس بوجھ کو یعنی فلورا کو گھاس پر لٹا دیا۔ فلورا کی واپسی سے میرا دل دھڑکنے لگا۔ جب میرے قریب حبشی آیا تو میں نے پھر آنکھیں بند کرلیں، وہ روح فرسا منظر جو میں نے دیکھا تھا آنکھیں بند کرنے کے لئے بہت تھا۔ کچھ دیر بعد جب میری آنکھ کھلی تو وہ دونوں جاچکے تھے۔ البتہ دو سیاہ فام عورتیں فلورا پر جھکی ہوئی تھیں اور اُن کے کڑے حرکت میں آکر آواز پیدا کررہے تھے۔ میں دروازہ بند دیکھ کر اس طرح اٹھا جیسے ابھی نیند سے بیدار ہوا ہوں۔ ان دونوں عورتوں نے میری طرف گھور کر دیکھا اور حیرت سے مجھے تکتی رہیں، شاید انہوں نے زندگی میں پہلی بار کسی سفید فام شخص کو دیکھا تھا میں بہت عجلت میں اُٹھ کر زمین پر لیٹی ہوئی بے ہوش فلورا کے پاس پہنچا۔ اُف الامان والحفیظ...... کون اس بات پر یقین کرے گا مگر میں نے سب کچھ اپنی آنکھوں سے دیکھا ہے۔ میری بات پر یقین کیجئے۔ فلورا کے سارے بدن پر ایسے موٹے موٹے کیڑے رینگ رہے تھے جنہیں میں نے تصور میں بھی کبھی نہیں دیکھا تھا۔ وہ زرد زرد کیڑے چھوٹے بچھوؤں کی شکل کے تھے۔ فلورا کا صرف چہرہ اُن سے محفوظ تھا اور یہ بڑی حیرت کی بات تھی۔

میں نے آگے بڑھ کر بے چینی سے انہیں علیحدہ کرنا چاہا تو ایک لڑکی نے بہت غیر مہذب طریقے سے میرا ہاتھ جھٹک دیا اور پہلی بار میں نے غور سے ان کی طرف نگاہ کی۔ کوئی مبالغہ نہیں اگر میں یہ کہوں کہ وہ اپنے قبیلے کی سب سے حسین لڑکیاں تصور کی جاتی ہوں گی۔ ان کا رنگ سانولا تھا، نقش ونگار تیکھے، اعضا متناسب کسی قدر لانبا قد وہ دونوں اور فلورا کے سر کے دائیں بائیں بیٹھی ہوئی تھیں، ان کے جسموں پر ان گنت رنگوں سے مختلف نقش ونگار

بنے ہوئے تھے۔ رخساروں پر پھول کندہ تھے اور ماتھے پر رنگ برنگے پتے۔ تحریر کی تہذیب مانع ہے ورنہ ان کی عریانی کی تفصیل کم چونکا دینے والی نہیں ہے۔ انہوں نے مجھے اور میں نے انہیں تجسس اور تشویش سے دیکھا اور پھر دو نظروں کا کوئی اشارہ کر کے ایک دوسرے کو دیکھ کر مسکرا دیں۔

شاید انہیں اس کا احساس ہی نہیں تھا کہ ستر پوشی بھی کوئی چیز ہوتی ہے۔ میری حالت یہ تھی کہ میں خود انہیں دیکھ کر آنکھیں چرا رہا تھا اور غالباً میری اس کیفیت، شرمیلے پن اور جھینپ سے وہ محظوظ ہونے لگی تھیں۔ میں چند لمحوں میں ان کے لئے ایک تماشا بن کر رہ گیا تھا۔ قبل اس کے کہ میں فلورا کے جسم پر رینگنے والے زرد کیڑوں کے بارے میں اُن سے پوچھتا میں نے سرنگا جیسے بقراط شخص کو اٹھانا زیادہ مناسب سمجھا جو خود ان عورتوں کو کن انکھیوں سے دیکھ رہا تھا اور میرے اشارے کا منتظر تھا...... میں نے انگریزی میں طنزاً اس سے کہا۔ ''محترم سرنگا۔ مژدہ باباد۔ فلورا واپس آ گئی ہے۔ مگر وہ نیم جاں اور بے اماں ہے۔ اس کے بدن پر زرد رنگ کے بے شمار کیڑوں کا تسلط ہے۔ میرا خیال ہے یہ منظر تمہارے ہوش و حواس گم کر دینے کے لئے کافی ہوگا اور تمہارے مشاہدے میں کچھ اضافے کا موجب ہوگا۔''

سرنگا بے چینی سے اُٹھ بیٹھا اور آ کر فلورا کے بدن کا جائزہ لینے لگا۔ وہ کچھ سمجھنے کی کوشش کر رہا تھا، اس کے ماتھے پر شکنیں گہری ہو گئی تھیں۔

''دیکھا تم نے، یہ کیا ہے؟'' میں نے اس طرح پوچھا جیسے اسے سب کچھ معلوم ہو۔

''یہ بہت دلچسپ ہے جابر۔'' اس نے مختصراً جواب دیا اور پھر گہری نظروں سے فلورا کے بدن کا مشاہدہ کرنے لگا۔

''دلچسپ؟'' میرا جی چاہا کہ اس کی گدی سے زبان کھینچ لوں۔ ''سرنگا فلورا کے بدن پر ان کیڑوں کی موجودگی کا آخر کیا جواب ہو سکتا ہے؟''

''ذرا صبر سے کام لو مجھے دیکھنے دو، بظاہر یہ کوئی معمولی کیڑے نہیں ہیں لیکن ایک بات ضرور ہے۔ یہ فلورا کی ہلاکت کا سبب نہیں بنیں گے۔''

''مگر یہ ہیں کیا بلا؟''

''یہ ساری بستی جادوگری معلوم ہوتی ہے میرے دوست تو یہ تو ان کا ایک ادنیٰ سا کرشمہ ہے۔''

''سرنگا۔ کیا تم کچھ سمجھ رہے ہو؟ میری عقل تو حیران ہے۔''

''ہاں جابر۔ معلوم ہوتا ہے کسی شخص نے اسے اپنے لیے محفوظ کر لیا ہے۔''

''کسی شخص نے؟'' پھر مجھے پہرے داروں کی گفتگو کا خیال آیا اور میں نے کہا۔ ''سرنگا۔ میں نے سہ پہر پہرے داروں کی باتیں سنی تھیں، وہ کچھ اس طرح کی باتیں کر رہے تھے کہ اس بستی کے دونوں سردار شوالا اور کالاری پُر اسرار طاقتوں کے مالک ہیں۔ اقابلا نے شوالا کو تمام حشرات الارض کا مختار بنا دیا ہے اور کالاری کو تمام درندوں کا۔ یہ یقیناً شوالا کا کارنامہ ہے، وہ حشرات الارض پر قادر ہے۔ مگر اسے اس کی ضرورت کیوں پیش آئی؟'' میں نے جز بز ہو کر پوچھا۔

اقابلا' شوالا اور کالاری کے نام پر دونوں لڑکیاں چونکیں، ایک نے دوسری کو مخاطب کیا۔ ''تم نے اس کی زبان سے کالاری، شوالا اور اقابلا کا نام سنا؟ یہ انہیں جانتا ہے۔''

''یہ لوگ کون ہیں؟'' دوسری نے حیرت سے پوچھا۔

''یہ کسی دوسری دنیا کے لوگ ہیں، سنا ہے انہیں گرفتار کرلیا گیا ہے۔'' پہلی نے کہا۔

''ان کی شکلیں کیسی ہیں اور کتنے سفید ہیں۔ میں نے ایسے آدمی کبھی نہیں دیکھے۔'' دوسری نے تعجب کا اظہار کیا۔

''اقابلا ہم پر رحم کرے۔ یہ آسمانی دیوتا کی طرح ہیں۔''

''یہ ہماری قید میں ہیں۔ ہمیں ان سے نہیں گھبرانا چاہئے۔'' ان کی باتیں سن کر ہم دونوں خاموش ہو گئے تھے۔ سرنگا نے مجھ سے پوچھا تو میں نے انہیں بتایا کہ وہ کیا کہہ رہی ہیں۔

یہ سن کر سرنگا سرگوشی کے انداز میں مجھ سے بولا۔ ''تم نوجوان آدمی ہو۔ ذرا ہمت، حوصلے اور دماغ سے کام لو۔ ایک صورت سمجھ میں آتی ہے۔ شاید قسمت نے ایک موقع فراہم کیا ہے۔ کیوں نہ تم ان عورتوں سے گفتگو شروع کردو۔ اگر تم نے انہیں متاثر کرلیا تو ہمیں بہت سی ضروری باتیں معلوم ہوسکتی ہیں۔ تم میری بات سمجھ رہے ہو؟ ہمیں ان لوگوں سے نجات کے لئے ایسے منصوبے بادل نخواستہ بنانے ہی پڑیں گے۔ تم سریتا کی موجودگی کی بھی فکر کرنا۔ اسے میں سنبھال لوں گا۔ تم انہیں کسی طرح اپنے قابو میں کرلو۔ جانے کب یہ یہاں سے چلی جائیں۔ یقیناً یہ ہمارے لیے کارآمد ثابت ہوں گی؟''

''میں تمہاری بات سمجھ رہا ہوں سرنگا۔ میں کوشش کرتا ہوں۔ گو ان حالات میں جب کہ میری محبوبہ کے بدن پر یہ خوفناک زرد کیڑے بلبلا رہے ہیں، میں کسی نمائشی اقدام کا متحمل نہیں ہوسکتا، تاہم تمہاری تجویز مجھے وزنی نظر آتی ہے۔''

میں ان کے قریب بیٹھ گیا اور مسکرا کر انہیں دیکھنے لگا۔ میری نظروں میں دعوت تھی اور میں نے ان کی زبان اور آکسفورڈ کے خاص لہجے میں اُن سے کہا۔

''خواتین! مقدس اقابلا زندہ باد۔ آپ کو میری دُنیا کا اور میرا سلام۔''

''اقابلا محترم ہے۔'' دونوں نے بیک زبان کہا۔ مجھے ٹوٹی پھوٹی زبان بولتے دیکھ کر ان کی پتلیاں سکڑ گئیں۔ سراسیمگی سے انہوں نے ایک دوسرے کو دیکھا۔

''معزز خواتین۔ کیا میں سرزمین افریقہ کی حسین ترین مخلوق سے گفتگو کرنے کا شرف حاصل کرسکتا ہوں۔'' میں نے تمام تر نفاست سے کہا۔ ''اقابلا کا سایہ ہم پر رہے۔''

''تم کون ہو؟'' ان میں سے ایک خوف زدہ لہجے میں بولی۔

''میں بھی آپ کی طرح ایک آدمی ہوں، جس دنیا سے میں آیا ہوں وہاں اسی طرح کے آدمی پیدا ہوتے ہیں، میں آپ کے لئے اجنبی ضرور ہوں لیکن غیر نہیں ہوں، میرا نام جابر ہے معزز خواتین۔''

''جابر...... جابر۔'' انہوں نے مشکل سے دہرایا۔ ''مگر تم یہاں کیسے آگئے؟''

میں نے یہ استفسار غنیمت جانا اور سرسری طور پر بہت دردناک اور تاثر انگیز انداز میں انہیں اپنی تباہی کی داستان سنائی اور ان کی دلچسپی دیکھ کر

اسے طول دیا۔ عورتوں کا دل موم ہوتا ہے، چاہے وہ کسی جگہ کی ہوں۔ فلورا کے سوا کوئی عورت مجھے مشکل نظر نہیں آئی، اس سلسلے میں مجھے اپنی مردانہ وجاہت پر ناز تھا۔ میرے داستانی انداز بیان اور لہجے کی معصومیت نے یقیناً انہیں متاثر کیا۔ میں نے جب بولنا شروع کیا تو بولتا گیا۔ شام ہونے لگی تھی۔ میں نے ان کی جھجک دور کرنے اور ان کے دل میں اپنے لیے کوئی گداز پیدا کرنے کے لئے باہر کی دنیا کا ایک عجیب طلسماتی نقشہ کھینچا۔

مجھے اس بے بسی کا شدت سے احساس ہوا کہ میں ان کی زبان سے پورے طور پر واقف نہیں تھا۔ جب میں نے ان کے سیاہ حسن کی تعریف کی اور نوبت عشق کے اظہار تک آ پہنچی تو مجھے بڑی دشواری پیش آئی۔ اظہار عشق کے لئے محبوب کی زبان میں پختگی اور بلاغت سے واقفیت لازمی ہے۔ اب دوسری صورت یہ رہ گئی تھی کہ میں اپنی حرکات وسکنات سے ان کے لئے اپنے اشتیاق کا اظہار کروں جو تمام دُنیا میں یکساں ہے، فلورا ابھی تک میرے سامنے بے ہوش پڑی تھی اور میں کچھ نہیں کر سکتا تھا۔ گفتگو ابھی اُس مرحلے تک نہیں پہنچی تھی جہاں مجھے یہ اعتماد ہوتا کہ میں اُن سے کوئی سوال کروں تو وہ جواب دیں گی۔

آنکھیں زبان رکھتی ہیں، جہاں زبان سے کام نہیں چلتا وہاں آنکھیں کام کرتی ہیں۔ پھر جب لڑکیوں نے مجھ سے بقول ان کے، باہر کی دنیا کے متعلق کچھ سوال کیے تو میں نے ایسے جوابات دیئے جن سے ان کا تجسس بڑھے میں نے تھوڑی ہی دیر کی جدوجہد میں انہیں خاصا بے تکلف کر لیا۔ جب کچھ کامیابی ہوئی تو میں نے یہ مہم اور تیز کر دی۔ اب وہ مجھ سے آنکھیں پھرا پھرا کر نہ جانے کیا کیا پوچھنے لگیں، گویا میں ان سے ہم کلامی کی کوشش میں کسی حد تک کامیاب ہو گیا۔ جھونپڑی میں اندھیرا پھیلنے لگا تھا۔ شیخ طاہر اور سریتا کو سرنگا نے خاموش کر رکھا تھا اور میں ان لڑکیوں سے اپنے متعلق گفتگو میں مصروف تھا۔ ان کے جذبات ہمارے ہاں کی عورتوں سے بہت مختلف تھے۔ ان کے محرکات اور ردعمل کا سلسلہ بھی ہمارے ہاں سے مختلف تھا۔ مجھے جلد ہی اس بات کا اندازہ ہو گیا کہ وہ امتناع جو میرے ذہن میں تھا، اُن کے ہاں نہیں تھا۔ میں نے اپنی جذباتی گفتگو کو شہوانیت کا رنگ دے دیا اور اپنی دنیا کے متعلق عورتوں کی آزادی، ان کی دعوت، اور پہل کرنے کے انداز کے بے سروپا اور جھوٹے واقعات سنا کر انہیں اُکسانا چاہا لیکن وہ ہر لحاظ سے میری فکر اور میرے خیال سے آگے کی عورتیں تھیں۔ جذبات کی بات تو وہاں کارگر ہوتی ہے جہاں امتناع ہو، وہ تو ایک کھلی کتاب تھیں، میں نے انہیں خود سے اور زیادہ شناسا کرنے کے لئے اندھیرا ہو جانے کے بعد سریتا سے ملوایا۔

تہذیبوں کا اجتماع ضدین تھا۔ سریتا مشرق کی انتہائی شرمیلی لڑکی تھی وہ بات کرتی تو حیا اس کی آنکھوں سے ٹپکتی، آہ وہ کیسی بے غیرتی کی حالت سے دوچار ہوئی تھی۔ انہیں عریاں دیکھ کر کئی بار سریتا نے بھاگنا چاہا، سرنگا سے نظریں چرائیں مگر سرنگا نے اپنی زبان میں کچھ کہہ سن کر اسے خاموش کر دیا۔ عجیب دل سوز بات تھی کہ باپ بیٹی سے حیا سوزی پر اصرار کر رہا تھا۔ میرا خیال ہے اس سے بڑی اذیت سرنگا کو کہیں محسوس نہ ہوئی ہوگی۔ سریتا نے تشویش سے فلورا کے بدن پر رینگتے ہوئے کیڑے دیکھے اور چیخ مار کر پیچھے ہٹ گئی۔ میں نے اُس کا بازو پکڑا تو دونوں افریقی لڑکیاں مجھ سے اُس کی وحشت کا سبب پوچھنے لگیں۔ میں کچھ دیر کے لئے ان سب کا ترجمان بن گیا تھا۔ سرنگا نے اپنی اور سریتا کی انگلی سے دو سونے کی انگوٹھیاں نکال کر ان دونوں لڑکیوں کو نذر کر دیں، وہ اس تحفے پر بہت اچھلیں، کودیں اور انگوٹھیاں الٹ پلٹ کر غور سے دیکھتی رہیں۔ انگوٹھی میں نگینے جڑے ہوئے تھے۔ میں نے ایک اور جسارت کی۔ انگوٹھیاں ان کے ہاتھ سے لے کر ان کی انگلیوں میں پہنانے لگا۔ اب یہ بتانے کی ضرورت نہیں

کہ اس عمل میں، میں نے کتنا وقت لیا ہوگا اور ہاتھوں کے لمس اور دباؤ سے کیا تاثر پیدا کرنے کی کوشش کی ہوگی۔ جب ان کے نرم و نازک ہاتھ میرے ہاتھوں میں آئے تو میں نے وہی کیا جو ایسے موقعوں پر مرد، عورتوں کے ساتھ کرتے ہیں جسم کا لمس کئی دل کش جملوں کا بدل ہوتا ہے۔ اس کا نتیجہ اچھا نکلا۔ انہوں نے پہلی بار شوق و التفات کی نگاہوں سے مجھے دیکھا۔ جب سریتا نے ان لڑکیوں سے انسیت محسوس کی، میں نے فلورا کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا۔ ''یہ پوچھتی ہے کہ اسے کیا ہوگیا ہے، کیا تم ہمارا تجسس دُور کرو گی۔''

''اسے......؟ یہ بہت خراب عورت ہے۔'' انہوں نے ناک بھوں چڑھا کر جواب دیا۔

''کیوں؟ کیا اس نے کوئی زیادتی کی ہے؟'' میں نے ملائمت اور تشویش سے پوچھا۔

''ہاں! اس نے شوالا کی توہین کی ہے۔''

''اس نے یہ جرات کیسے کی؟'' میں نے تنک کر پوچھا۔ ''شوالا نے اسے سزا نہیں دی؟''

''شوالا نے اس کے جسم پر شدید ضربیں لگائیں، اس نے انکار کر دیا تھا......''

یہ سن کر میرا عجیب حال ہوا مگر میں نے بہت ضبط کیا۔ ''یہ اس نے بُرا کیا۔'' میں نے ان سے افسوس کا اظہار کیا۔

''اس نے مقدس اقابلا کے ایک سردار سے انکار کیا ہے۔ اس پر اقابلا کا عذاب نازل ہوگا۔''

''مگر اس کے بدن پر یہ کیڑے کیسے رینگ رہے ہیں حسین لڑکیو؟''

''شوالا نے اسے پسند کر لیا ہے، اب یہ ایک سال تک شوالا کی ملکہ رہے گی۔ شوالا نے اپنے زرد کیڑوں کو حکم دیا کہ اس کے جسم سے چمٹ جائیں، اب یہ صرف شوالا کی ہے، بستی کا کوئی دوسرا شخص اسے حاصل نہیں کر سکتا، کالاری بھی نہیں۔''

''یہ کیڑے کب تک اس کا بدن چاٹتے رہیں گے اور یہ کب ہوش میں آئے گی؟'' میں نے فلورا سے بیگانگی کا اظہار کرتے ہوئے پوچھا تو انہوں نے بتایا کہ شوالا جس لڑکی کو پسند کر لیتا ہے اس پر یہ کیڑے مسلط کر دیتا ہے، جو اس کے قبضہ قدرت میں ہیں اور وہ جب چاہتا ہے انہیں علیحدہ کر دیتا ہے، اقابلا کے سوا کوئی بھی یہ کیڑے لڑکی کے بدن سے جدا نہیں کر سکتا۔ ان کیڑوں میں ان کے بیان کے مطابق عجیب تاثیر ہوتی ہے کہ وہ شباب اور حسن کی مدت بڑھا دیتے ہیں، ان کے علیحدہ ہونے کے بعد بدن میں ایک دل کش خوشبو پیدا ہو جاتی ہے جو ایک عرصے تک قائم رہتی ہے۔ یہ زرد کیڑے بہت زہریلے ہوتے ہیں، مگر جب شوالا انہیں حکم دیتا ہے تو ان کا زہر تریاق بن جاتا ہے۔ بستی کی کئی عورتوں کو شوالا نے یہ لباس پہنایا ہے اور لڑکیاں اسے اپنی خوش قسمتی سمجھتی ہیں کہ ان کے شباب کی عمر طویل ہو جاتی ہے اور وہ بستی میں عزت و وقعت کی نگاہ سے دیکھی جاتی ہیں، شوالا کی قربت کا مطلب حصول عزت ہے۔''

''شوالا عظیم ہے۔'' میں نے یہ دردانگیز روداد سن کر کہا۔

''شوالا طاقتور ہے۔'' انہوں نے میری تائید کی۔ ''اس پر اقابلا کا سایہ ہے۔''

''مگر خوبصورت لڑکیو! تمہیں یہاں کیوں بھیجا گیا ہے؟''

انہوں نے کسی جھجک کے بغیر بتایا کہ جب شوالا کسی لڑکی کو پسند کر لیتا ہے تو اس کے حسن و جمال کی نگرانی کے لئے دو خادمائیں مقرر کی جاتی ہیں، جو اس کے بدن پر خوبصورت نقش و نگار بناتی ہیں۔ کل جب یہ کیڑے علیحدہ ہو جائیں گے اور مر جائیں تو وہ دونوں فلورا کے بدن پر رنگ کاری کریں گی۔''

رات ہونے تک ہمیں ان سے بہت سی باتیں معلوم ہوگئیں، میں ان سے کچھ اور پوچھنا چاہتا تھا مگر ساری باتیں ایک ساتھ پوچھنا مناسب نہیں تھا۔ سرنگا کی تجویز درست ثابت ہوئی کہ مجھے ان لڑکیوں سے ربط وضبط بڑھانا چاہئے لیکن شوالا کی نظر بد اور اس کے حسن انتخاب پر میرے خون کی حدت تیز ہوگئی تھی۔ میری وحشت کا یہ عالم تھا کہ میں اسی لمحے باہر نکل کر ظالم شوالا کو ہلاک کر دینا چاہتا تھا جس نے فلورا جیسی حسین اور مہذب لڑکی کو مضحکہ خیز بنا دیا تھا مگر میں کیا کر سکتا تھا۔ کاش میں ان لڑکیوں سے کچھ نہ پوچھتا۔ اب تو اضطراب اور فزوں ہو گیا تھا۔ رات کو پھر جھونپڑی کا دروازہ کھلا اور ہمیں باہر آنے کی اجازت دی گئی۔ جلد ہی ہمیں پھر اندر بھیج کر کھانے کے لئے وہی گوشت دیا گیا۔ ہم سب نے مل کر کھا لیا۔ سرنگا کو جب میں نے تفصیلات بتائیں تو اس نے میری بڑی حوصلہ افزائی کی اور کہا۔ ''تمہارے لیے ساری رات پڑی ہے، تم انہیں قریب کر کے اور بھی بہت سی باتیں پوچھ سکتے ہو۔''

میں نے کہا۔ ''لیکن سرنگا، میں فلورا کی اذیت سے جل رہا ہوں۔''

''میرے عزیز!'' سرنگا نے مجھے نصیحت کی۔ ''تمہیں ہر حال میں حالات کا مردانہ وار مقابلہ کرنا ہوگا۔ عقل کے سوا کوئی چیز استعمال نہیں کی جا سکتی۔''

☆==========☆==========☆

''سنولڑکی کیا تم سو رہی ہو؟'' میں نے شیریں اور جذباتی انداز میں کہا۔

''نہیں مجھے نیند نہیں آ رہی ہے۔'' اُس نے آہستگی سے جواب دیا۔

''تم اس علاقے کی سب سے خوبصورت لڑکی ہو۔ تم نے مجھے بہت متاثر کیا ہے۔''

''مگر شوالا مجھے پسند نہیں کرتا۔'' اس نے فلورا کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا۔

''شوالا نے غلطی کی ہے جو تم جیسی حسین لڑکی چھوڑ دی۔''

''اب مجھے ایک سال اور انتظار کرنا پڑے گا۔''

''ایک سال' اور فرض کرو، ایک سال بعد بھی اس نے تمہیں پسند نہیں کیا تو؟''

''تو میں مجبوراً اُس کی خادمہ بنی رہوں گی۔''

''یہ تو بہت ظلم ہے، کاش میں شوالا کی جگہ ہوتا۔''

''تو تم کیا کرتے؟''

''میں تمہیں زندگی بھر کے لئے ملکہ بنا لیتا۔''

''تم تو ایک قیدی ہو۔''

''مگر میں ایک انسان بھی تو ہوں، ارے ہاں خوبصورت لڑکی، تمہارا نام کیا ہے؟''

''توشا۔''

''توشا۔ کتنا خوبصورت نام ہے۔ اُس کا؟'' میں نے دوسری لڑکی کی طرف اشارہ کیا۔

''نیری۔''

''توشا۔ تم بہت حسین ہو۔'' میں نے اس کا چہرہ اپنے ہاتھوں میں لے لیا۔

''نہیں نہیں۔ میں شوالا کی امانت ہوں۔'' اس نے علیحدہ ہونا چاہا۔

مگر جابر بن یوسف الباقران معاملات کی باریکیوں سے خوف واقف تھا۔ یہ نودمیدہ افریقی دوشیزہ انگلستان اور بیروت کی ذہین اور تیز لڑکیوں کے سامنے حیثیت ہی کیا رکھتی تھی۔ ایسے موقعوں پر جو جملے بولنے چاہئیں' جو اشغال لطیف سرزد ہونے چاہئیں، میں ان کا ماہر تھا۔ خوف طوالت کے سبب میں وہ گفتگو مختصر کر رہا ہوں جو اُس رات اُس افریقی دوشیزہ سے کی، صرف چند ساعت میں، میں نے اس کے مثالیے شوالا کو اُس کے ذہن میں مبہم کر دیا اور اُسے ایک نئی دنیا کے خواب دکھائے، ایک نئی لذت سے قریب کیا۔ معلوم ہوا کہ بستی کی بے مثل حسینائیں آغاز شباب ہی میں دونوں سرداروں کے انتخاب کی کسوٹی پر لائی جاتی تھیں، جس میں ہر سال آٹھ کالاری کے حصے میں آ جاتی تھیں اور آٹھ شوالا کی جھولی میں، اس کے بعد ان کا ایک اور آخری انتخاب ہوتا تھا، اس انتخاب کے بعد ان میں سے ایک لڑکی ایک سال کے لئے سردار کی ملکہ منتخب کر لی جاتی تھی، توشا اور

نیری پہلے انتخاب میں کامیاب ہو چکی تھیں اور اب دوسرے اور آخری انتخاب کی تیاری کے لئے اپنے حسن و شباب میں اضافے کی ہر ممکن کوشش میں لگی ہوئی تھیں، لیکن اسی اثناء میں شوالا نے فلورا کو منتخب کر لیا تھا۔ ہر چند کہ یہ انتخاب اقابلا کی مرضی کے بغیر کیا گیا تھا، تاہم اقابلا شوالا کی بات کیسے رد کر سکتی تھی، توشا فلورا کے انتخاب پر سخت برہم اور آزدہ خاطر نظر آتی تھی، مجھے اندازہ ہوا کہ آج تک کوئی مرد اُس کے اس قدر قریب نہیں آیا ہے جتنا میں آچکا ہوں، چنانچہ جب میرا دست شوق دراز ہوا تو اُس کی کمزور مزاحمت بھی جواب دے گئی۔ میں نے اُسے شباب و حسن کے نئے احساسات سے روشناس کیا، اُس عرصے میں اس سے بہت سی ضروری باتیں دریافت کر لیں۔ اُس نے بتایا کہ اقابلا ان کی عظیم دیوی ہے وہ گاہے گاہے ہی اپنی بستی کے لوگوں کے سامنے آتی ہے، اُس کا حسن بے مثال، لافانی اور ساری دنیا میں سب سے اعلیٰ ہے وہ غیر معمولی قوتوں کی مالکہ ہے، اُسے اس بستی کی تمام مخلوق اور نباتات و حیوانات پر قدرت حاصل ہے، وہ ان کی خالق نہیں ہے لیکن وہ جس طرح چاہے انہیں استعمال ضرور کر سکتی ہے، اقابلا کے خوف سے بستی کے تمام لوگ لرزتے ہیں، وہ ایک سخت گیر، مطلق العنان منتظمہ ہے اور کہیں دُور ایک غار میں اُس کا عظیم الشان قصر ہے، جسے بستی کے بہت سے لوگوں نے نہیں دیکھا۔ صرف چند با اثر لوگ اُس کے ہاں جا سکتے ہیں، جو شخص اقابلا کے قریب رہتا ہے، اس پر برکتیں نازل ہوتی ہیں، اقابلا کا نام ان کے لئے متبرک و مقدس ہے، کیونکہ وہ جارا کا کی نمائندہ ہے، جارا کا کی کھوپڑی اقابلا اپنے خاص لوگوں کو عطا کرتی ہے، وہ لوگ بلاؤں سے محفوظ رہتے ہیں، جو شخص عظیم جارا کا کی کھوپڑی حاصل کر لیتا ہے، اُس کا شمار قبیلے کے بزرگوں میں ہو جاتا ہے۔ نحوستیں اُس سے دور رہتی ہیں، توشا نے اقابلا کے متعلق حیرت انگیز واقعات اور اتنی خوفناک داستانیں سنائیں اور شوالا اور کالاری کے متعلق اپنی معلومات کے متعلق مجھے اتنا کچھ بتایا کہ پہلی بار مجھے خوف محسوس ہونے لگا۔ یہ جزیرہ دور تک آباد تھا اور نہ صرف اس جزیرے پر بلکہ اس سے دُور دُور کے جزیروں پر بھی اقابلا کی حکمرانی تھی، توشا نے جب اُن انسانی اذیتوں کا بے باکی سے ذکر کیا جو اقابلا اور اُس کے سردار بستی کے نافرمانبردار لوگوں کو دیتے تھے تو توشا پر میری گرفت ڈھیلی پڑ گئی۔ مجھے اس بات کا بخوبی علم تھا کہ توشا کی معلومات اس کی عمر کے مطابق بہت محدود ہوں گی لیکن اس علاقے کے اسرار کے متعلق چند بنیادی باتوں کا بہر حال پتہ چل گیا تھا۔ اب اس حقیقت میں کوئی شبہ نہیں رہ گیا تھا کہ ہم چاروں طرف سے غیر معمولی قسم کے انسانوں میں گھرے ہوئے ہیں اور ہمارا کوئی بھی غیر محتاط عمل ہماری موت کا فتوا صادر کر سکتا ہے۔ میں اس اُدھیڑ بن میں اُلجھ گیا تھا کہ شوالا کی دسترس سے فلورا کو کیسے حاصل کیا جائے اور اس جزیرے اور یہاں کے عجیب الخلقت لوگوں سے نجات کیسے پائی جائے، توشا سے گفتگو کے بعد سے یہ کام اور مشکل معلوم ہوتا تھا مگر وہ میرا بڑا سہارا بن سکتی تھی، میں نے اُس کے سرد جذبات برانگیختہ کر کے یہ معلومات تو فراہم کر لیں، لیکن اب میرا دل بجھ گیا تھا۔ میں نے اُس سے جزیرے کے محل وقوع کے بارے میں کچھ معلوم کرنا چاہا تو اس نے خاطر خواہ جوابات نہیں دیئے۔ شوالا اور کالاری کہاں رہتے ہیں؟ میں سوچ رہا تھا اگر مجھے باہر جانے کا موقع مل جائے تو میں کچھ کر گزروں لیکن باہر پہرے دار موجود تھے، ادھر یہ خطرہ بھی لاحق ہو گیا تھا کہ شوالا کی منتخب لڑکی سے کوئی آخری قسم کا رابطہ قائم کیا گیا تو یہ بات چھپی نہ رہے گی۔

علی الصباح میں نے اُس سے کہا۔ ''دیکھو توشا، میری جان، اس بات کا تذکرہ کسی سے نہ کرنا۔ ورنہ میرے لیے بے حد دشواریاں پیش آئیں گی۔'' اُس نے وعدہ کیا۔ نیری علی الصباح بیدار ہو گئی، میں اُٹھ کر سرنگا کے پاس آ گیا۔ مجھے اس کا سامنا کرتے ہوئے خجالت سی ہوئی لیکن اس

نے میرا کاندھا تھپتھپاتے ہوئے کہا۔ ''یہ بہت ضروری تھا جابر، میں رات بھر جاگتا رہا ہوں۔''

میں نے اسے بلاکم وکاست توشا سے معلوم کی ہوئی تمام باتیں سنادیں، جنہیں سن کر وہ خاموش رہا اور غور وفکر میں ڈوب گیا مجھے شدید نیند آ رہی تھی، میں اُس کا ردعمل دیکھنے کے بجائے سو گیا۔

جب میری آنکھ کھلی تو سورج خوب نکل آیا تھا اور جھونپڑی روشن نظر آ رہی تھی، توشا اور نیری فلورا پر جھکی ہوئی تھیں اور اُس کے بدن پر مرے ہوئے کیڑے چن چن کر ایک ٹوکری میں ڈال رہی تھیں کئی جگہ سے فلورا کا صاف وشفاف بدن جھانکنے لگا تھا۔

جھونپڑی کی درز سے باہر دیکھا تو دھوپ چاروں طرف پھیلی ہوئی تھی رات کے بچے ہوئے پھل اور گوشت پیٹ میں ڈال کر میں نے ایک انگڑائی لی تھی۔ اُسی وقت دروازہ کھلا اور دو حبشی اندر داخل ہوئے، انہوں نے ہمیں سخت لہجے میں باہر چلنے کا اشارہ کیا اور عورتوں کو وہیں ٹھہرنے کا حکم دیا۔ سرنگا اس پر بہت جز بز ہوا لیکن پھر ساتھ چل پڑا۔ باہر آئے تو وہاں حبشیوں کا ایک اژدھام موجود تھا۔ دھوپ کی تپش نے ہمارا بُرا حال کر دیا تھا۔ مستقل ایک دن تک جھونپڑی کے سائے میں رہنے کے بعد آج ہم باہر نکلے تھے۔ ہم اس وقت کھلے میدان میں تھے جہاں تقریباً بیس بائیس ننگ دھڑنگ سیاہ فام حبشی نیزے لیے کھڑے تھے، میں نے سرنگا کی طرف تشویش سے دیکھا تو وہ آہستگی سے کہنے لگا۔ ''جابر ہم اس وقت سخت خطرے میں ہیں، عقل سے کام لینے کی کوشش کرنا۔''

میں نے بیزاری سے منہ پھیرلیا۔ سامنے ڈاکٹر جواد حبشیوں کے نرغے میں رسیوں سے جکڑا ہوا پڑا تھا۔ میں حالات کی نوعیت سمجھنے کی کوشش کر رہا تھا کہ حبشیوں نے ڈاکٹر جواد کو اُٹھا کر درخت کے تنے سے لگا کر بٹھا دیا۔ پھر اُسے تنے کے ساتھ باندھنے لگے۔ ڈاکٹر اس وقت خلاف توقع بے حد سنجیدہ نظر آ رہا تھا۔ اُس نے حبشیوں کے کسی عمل پر کوئی احتجاج نہیں کیا۔ حبشیوں نے بڑی پھرتی سے جواد کو درخت کے تنے کے ساتھ ایسے جکڑ دیا کہ وہ غریب جسم کے بالائی حصے کو ایک انچ بھی حرکت نہیں دے سکتا تھا۔ اُس کی پیشانی پر بھی رسیوں کی تہیں موجود تھیں، البتہ جسم کے زیریں حصہ کو شکنجے میں جکڑنے کی کوشش نہیں کی گئی تھی اور وہ محض بندھا ہوا تھا۔ دونوں حبشی ڈاکٹر کو تنے سے جکڑنے کے بعد دور ہٹ گئے۔ گدھ جیسا ایک بوڑھا شخص آگے بڑھا۔ اُس نے ہاتھ میں ایک تھیلا اُٹھا رکھا تھا۔ جواد کے قریب پہنچ کر اُس نے تھیلے سے ایک کیل نما چھینی اور ہتھوڑا اور پھر پتھر کا ایک مرتبان نکالا جس کے ساتھ عجیب وغریب شکل کی ایک قیف بھی تھی، اس کے بعد بوڑھا چھینی اور ہتھوڑا لے کر ڈاکٹر کے کچھ اور قریب جا کر کھڑا ہو گیا۔ جواد اب بھی خاموش تھا۔ بوڑھے نے ایک نوجوان شخص کو اشارہ کیا۔ نوجوان نے آگے بڑھ کر کسی درخت کے تازہ پتے اُس کے ہاتھ میں تھما دیئے بوڑھے نے انہیں مٹی میں مسل کر ان کا عرق ڈاکٹر کے سر پر ڈال دیا، پھر اس نے چھینی اُٹھائی اور اسے ڈاکٹر جواد کے سر پر رکھ دیا اور ہتھوڑے والا ہاتھ بلند کیا۔ میں آنے والے اذیت ناک لمحے کا تصور کر کے لرز گیا۔ میرے خدا کس قدر ہولناک تھا وہ منظر جب بوڑھے نے چھینی پر ہتھوڑے سے ضرب لگائی اور ڈاکٹر جواد کے سر سے خون کا فوارہ اُبل پڑا۔ دوسرے ہی لمحے جواد کی آنکھیں بند ہو گئیں اور اُس کا بھیجا کھل گیا۔ غالباً اُس کے حواس جواب دے گئے تھے، مجھ میں تاب نظارہ نہ تھی۔ میں نے آنکھیں بند کرلیں۔ اسی لمحے سرنگا کی سرگوشی دوبارہ میرے کانوں میں گونجی۔ ''عزیزم جابر اگر تم نے ہمت ہار دی تو ہم سب بے موت مارے جائیں گے، جواد کی فکر مت کرو، وہ ڈاکٹر ہے، حبشی اُسے مار نہیں سکتے۔''

میں نے بمشکل تمام آنکھیں کھول کر جواد کی طرف دیکھا۔ بوڑھا اب جواد کی کھوپڑی سے بہنے والا خون صاف کر رہا تھا۔ اس کام سے فراغت پا کر اس نے قیف جواد کے سر پر جما کر مرتبان اس میں اُلٹ دیا۔ سیاہ رقیق محلول قطرہ قطرہ کے قیف میں گرنے لگا۔ اب سمجھ میں آیا کہ دراصل یہ ڈاکٹر جواد کا ذہنی مرض دور کرنے کے لئے ایک ہولناک طریقہ علاج اختیار کیا گیا تھا یہ دیکھ کر میرا دماغ چکرانے لگا۔ شیخ طاہر کا چہرہ زرد پڑ گیا تھا۔ وہ میرے بائیں جانب کسی بے جان مجسمے کے مانند کھڑا جواد کو گھورے جا رہا تھا۔ البتہ سرنگا کے چہرے پر اس وقت بھی ایک ٹھہراؤ اور سکون تھا۔ اس کا چہرہ کسی بھی قسم کے جذبات کی ترجمانی کرنے سے قاصر تھا۔

ننگ دھڑنگ سیاہ فام حبشیوں کا غول پھر ہماری طرف متوجہ ہوا۔ شیخ طاہر نے سہمی ہوئی آواز میں کہا۔ ''سیدی جابر! اب ان کا رخ ہماری طرف ہے خدا خیر کرے۔''

میں نے زبان بند رکھی، جواب کیا دیتا جبکہ خود مجھے معلوم نہیں تھا کہ اب ان کا ہمارے ساتھ کیا سلوک ہوگا۔ آگے وہی شیطان صفت بوڑھا تھا جس نے سفاکانہ طریقے سے ڈاکٹر جواد کا علاج کیا تھا۔ ہمارے قریب آ کر اُس نے باری باری ہمیں دیکھا۔ ہماری آنکھوں کی پتلیاں ہٹا ہٹا کر جائزہ لیا اور ہجوم کو مخاطب کر کے بولا۔ ''یہ لوگ ٹھیک ہیں، کام کر سکتے ہیں۔'' پھر وہ میری طرف دیکھ کر کہنے لگا۔ ''روگالا ماشی کا۔ راہو آبی راما۔'' (ڈاکٹر اب خیریت سے ہے دیوتا اس کا مرض دور کر دیں گے۔)

''بالیگا۔'' (شکریہ) میں نے بوڑھے کو جواب دیا اور لرزتی ہوئی آواز میں پوچھا۔ ''امیکا باگارا راجو جی؟'' (ہمارے لیے اب کیا فیصلہ کیا گیا؟)

''باگالا۔ آہوا قابلا راشی۔'' (فیصلہ؟ فیصلے کا اختیار صرف اقابلا کو ہے) بوڑھے نے اس بار ہمدردی سے جواب دیا۔ اِدھر برہنہ نوجوان نیزے تانے ہمیں کھا جانے والی نظروں سے تول رہے تھے، بوڑھا اپنا جملہ مکمل کر کے جانے کے ارادے سے پلٹا ہی تھا کہ میں نے جلدی سے دریافت کیا۔ ''لی گورا آہوا قابلا ماشوروگی؟'' (ہم مقدس اقابلا سے کب مل سکیں گے؟)

''آہوا قابلا بابی غوغا، ماش جو جی رہکا۔'' (مقدس اقابلا عظیم ہے اپنا دیدار کرانا اسی کی مرضی پر منحصر ہے) بوڑھے نے بڑی عقیدت سے کہا پھر میرے ساتھیوں کو کنکھیوں سے دیکھ کر آہستہ سے مجھے مخاطب کیا۔

''لی اورا۔'' (موت برحق ہے)

پھر اس سے قبل کہ میں کوئی اور بات دریافت کرتا وہ تیزی سے ایڑیوں کے بل گھوما اور درختوں کے جھنڈ کی سمت چلا گیا۔ باقی حبشیوں نے ہمیں آگے چلنے کا اشارہ کیا۔ وہ ہمیں کوئی دو میل دور گھنے جنگلوں میں لے گئے وہاں بڑے بڑے لکڑی کے گٹھے پڑے ہوئے تھے۔ انہوں نے حکم دیا کہ ہم یہ گٹھے اپنی اپنی پیٹھ پر باندھ کر بستی میں پہنچائیں۔ یہ کام سخت جان لیوا اور اذیت ناک تھا۔ خصوصاً گرمی اور دھوپ کی تمازت میں لکڑی پیٹھ پر ڈالے بستی کا دو میل طویل سفر ہمارے لئے ناممکن تھا۔ شیخ طاہر اور میں تو کسی طور پر مصیبت برداشت بھی کر سکتے تھے لیکن سرنگا بالکل اس قابل نہیں تھا کہ وہ یہ بوجھ اپنی ناتواں کمر پر لاد سکے۔ میں نے سرنگا سے پوچھا کہ ''اب ہمیں کیا کرنا چاہئے۔''

اُس نے سرد لہجے میں جواب دیا۔ ''تو مغا کی پیشگوئیاں ضرور پوری ہوں گی، انکار کی کیا مجال ہے، اُٹھاؤ یہ لکڑی اور اپنی عافیت کی دعا مانگو۔'' حبشیوں نے ہماری کمر پر بھاری گٹھے رسیوں سے جکڑ دیئے اور ہمیں دشوار گزار راستوں سے گزرنے کے لئے حکم دیا۔ تھوڑی ہی دیر میں ہمارے سانس پھول گئے اور کمر میں درد ہونے لگا۔ شیخ طاہر نڈھال ہو کر زمین پر گر پڑا۔ میں نے حبشیوں سے فریاد کی کہ ''یہ لکڑ بہت وزنی ہیں اور ہماری طاقت سے باہر ہیں۔''

اس پر انہوں نے ایک قہقہہ لگایا۔ ''یہ شوالا کا حکم ہے۔''

''مگر یہ ہمارے لیے ناممکن ہے۔'' میں نے جرات سے کہا۔

''پھر شوالا کے حکم سے ہر نیزہ تمہارے جسم کے پار کر دیا جائے گا۔'' انہوں نے سپاٹ لہجے میں جواب دیا۔

اب کوئی داد و فریاد بیکار تھی۔ خمیدہ پشت ہو کر ہم نے ہانپتے ہوئے آگے بڑھنا شروع کر دیا۔ ہم ایک دوسرے کے چہرے نہیں دیکھ سکتے تھے اس اذیت کا تذکرہ کس طرح کیا جائے۔ ایک ڈیڑھ فرلانگ کے بعد اعصاب جواب دینے لگے اور ایک قدم بھی آگے بڑھانا مشکل ہو گیا۔ اچانک شیخ طاہر نے دھاڑنا شروع کر دیا۔ وہ پانی طلب کر رہا تھا۔ حبشیوں نے مٹی کا ایک کٹورا اُس کے منہ سے لگا دیا۔ کوئی ایک میل تک ناہموار راستوں پر چلتے چلتے قدم لرزنے لگے تھے۔ میں نے اُن سے کچھ دیر آرام کرنے کی درخواست کی۔ انہیں نہ معلوم کیوں ہم پر رحم آ گیا۔ وہ تیار ہو گئے اس کی وجہ غالباً یہ ہو کہ ہماری سست رفتاری سے وہ خود بھی تھک گئے تھے۔ انہوں نے ہماری رسیاں کھول دیں۔ رسیاں کھلنے کے فوراً بعد ایک دلخراش سانحہ پیش آیا۔ شیخ طاہر کو نہ جانے کیا سوجھی۔ وہ ہذیان بکنے لگا اور اس نے سامنے کی سمت بے تحاشا بھاگنا شروع کر دیا۔ میں نے اُسے پوری طاقت سے چیخ کر آواز دی کہ وہ ٹھہر جائے لیکن وہ واہی تباہی بکتا ہوا بھاگتا ہی رہا۔ پھر وہی ہوا جس کا خدشہ تھا۔ ایک حبشی نے ہاتھ اٹھا کر نیزہ تان لیا اور وہ اُسے شیخ کے جسم میں اتارنے ہی والا تھا کہ میں نے اُس کا بازو پکڑ کر روکنا چاہا اور گڑگڑا کر فریاد کی کہ وہ پاگل ہو گیا ہے، اُس پر رحم کیا جائے۔ یکلخت شیخ طاہر کچھ آگے جا کر خود بخود رک گیا جیسے اُسے پگڈنڈی پر اپنی موت نظر آ گئی ہو۔ وہ مڑا تو اس کا چہرہ سفید پڑ چکا تھا۔ نہ جانے آگے جا کر اُسے کیا چیز دکھائی دی تھی۔ یہ ہم اُس سے کبھی نہیں پوچھ سکے، ہمیں اس کا موقع ہی نہیں ملا کچھ دور واپس ہونے کے بعد اُس نے پھر دوسری سمت اچانک بھاگنا شروع کر دیا۔ میری درخواست کا کیا اثر ہوتا۔ میری پشت سے ایک نیزہ تیر کی طرح لپکا اور شیخ طاہر کا بازو چھد گیا۔ میں نے اُسے کربناک چیخ مار کر گرتے دیکھا۔ پھر وہ ماہی بے آب کی طرح تڑپنے لگا مجھے اور سرنگا کو حبشیوں نے گھیر لیا۔ چند حبشی بھاگ کر چیختے چلاتے شیخ طاہر کے قریب گئے۔ وہ خاردار جھاڑیوں میں اوندھے منہ پڑا آخری ہچکیاں لے رہا تھا۔ حبشیوں نے اُسے کھینچ کر سیدھا کیا۔ شیخ کے منہ سے جھاگ اُبل رہا تھا جب ہم وہاں پہنچے تو اس نے حسرت بھری نظروں سے مجھے دیکھا۔ میں بے بسی اور بے کسی کی وہ نگاہیں کبھی نہیں بھول سکتا۔ مجھے اُس کی اذیت دیکھ کر جھرجھری آ گئی۔ میں نے آگے بڑھنے کی کوشش کی تو نیزے کی انی میرے جسم میں چبھنے لگی۔ سرنگا بہت متاسف نظر آ رہا تھا لیکن اُس کے بعد جو کچھ ہوا اس نے سرنگا کو بھی چونکنے پر مجبور کر دیا۔ جن حبشیوں نے شیخ طاہر کو سیدھا کیا تھا وہ اب اپنے نیزے پھینک کر نہ جانے کیوں دردناک آہ و بکا کرتے ہوئے درختوں کے جھنڈ میں اِدھر اُدھر بھاگ رہے تھے۔ اُن کی آوازوں سے ظاہر ہوتا تھا کہ وہ حد درجہ خوفزدہ ہیں جن حبشیوں نے ہمیں گھیر رکھا تھا۔ اُن کی نظر جب

شیخ طاہر کے خون آلود جسم پر پڑی تو اُن کی بھی یہی کیفیت ہوئی۔ وہ بھی بے تحاشا بھاگ کھڑے ہوئے۔ میں اور سرنگا ایک دوسرے کو استفہامیہ نظروں سے دیکھنے لگے۔ شیخ طاہر جھاڑیوں میں بے حس وحرکت پڑا تھا۔ میں اور سرنگا اُس کے قریب گئے تو خوف کی ایک لہر ہمارے اعصاب جھنجوڑ گئی۔ شیخ طاہر کے سینے پر جاراکاکا کی کھوپڑی کا اُبھرا ہوا نشان واضح طور پر نظر آرہا تھا جیسے اُسے باقاعدہ سینے پر داغا گیا ہو۔ اُس کے منہ سے نیلا نیلا جھاگ بہہ رہا تھا اور آنکھیں حلقوں سے باہر آگئی تھی۔ جلد کی رنگت تیزی سے سیاہ پڑ رہی تھی۔ سرنگا نے جاراکاکا کی اُبھری ہوئی کھوپڑی کا نشان دیکھ کر دلچسپی لینی شروع کردی۔ میری کیفیت سرنگا سے مختلف تھی۔ اس عجیب وغریب نیولے کی روحانی قوت کے بارے میں احمد بن طاہر، تومغا اور رات والی افریقی دوشیزہ توشانے مجھے بہت کچھ بتایا تھا۔ اُس نے کہا تھا کہ اس جزیرے کے لوگوں کا عقیدہ ہے کہ جس شخص کے پاس جاراکاکا کی کھوپڑی موجود ہو وہ دنیا کے ہر جادو اور ٹونے سے محفوظ رہتا ہے، جاراکاکا کی بدصورت کھوپڑی آدمی کو تمام روحانی اور دنیوی نعمتوں سے نوازتی ہے، میں نے قرب وجوار کا جائزہ لیا۔ دور دور تک کوئی حبشی موجود نہیں تھا۔ اُن کے بھاگنے کی وجہ یقیناً جاراکاکا کی مقدس کھوپڑی ثابت ہوئی تھی۔ مگر یہ ہمارا ساتھی آخر کیوں جاراکاکا کے عتاب کا نشانہ بنا؟

میں گنگ سا کھڑا اس غیر معمولی واقعے پر غور کرتا رہا۔ تومغا نے کہا تھا کہ ہم اندھیروں کی طرف جارہے ہیں۔ جہاں آتش فشاں ہے، کانٹے ہیں، خون ہی خون ہے۔ ہم کس مصیبت میں گھر گئے تھے، پورا جہاز تباہ ہوگیا۔ ہمارے تمام ساتھی مارے گئے۔ اب ہم صرف پانچ آدمی زندہ رہ گئے تھے۔ جن میں سے فلورا کو شوالا نے اپنے لیے منتخب کرلیا تھا اور ڈاکٹر جواد موت کے قریب تھا۔ ایسے عالم میں کوئی کیا کرسکتا ہے اور کیا سوچ سکتا ہے؟ کیا ہماری موت اسی جزیرے میں لکھی ہے؟ فرار کا خیال عبث تھا لیکن ذہن میں بار بار فرار کے منصوبے اُبھر رہے تھے، فرار! اگر میں اس منحوس جزیرے سے نکل جاؤں تو ممکن ہے یہ غیر مرئی قوتیں میرا تعاقب ختم کردیں مگر فرار کوئی آسان کام تو نہیں تھا۔

فلورا کو ان مکروہ لوگوں کے حوالے کرکے فرار کا خیال کرنا ایک عاشق صادق کو زیب نہیں دیتا تھا۔ یہ غیرت وحمیت کی بات بھی تھی مگر فلورا کو ساتھ لے کر اور اُسے شوالا کی نظروں سے بچا کر لے جانے کا خیال بھی حماقت تھا۔ یہ موقع بہت غنیمت تھا۔ حبشی دور دور تک نظر نہیں آرہے تھے ہم ان جنگلوں میں چھپتے چھپاتے اپنی کشتی کہیں نہ کہیں تلاش کرکے سفر شروع کرسکتے تھے، میں نے سرنگا کو ہم خیال بنانے کے لئے اُس کی طرف دیکھا۔ وہ حسب معمول اپنی مورتی کو عقیدت سے چوم رہا تھا۔ اس دوران وہ گفتگو کرنا پسند نہیں کرتا تھا۔ میں نے اُس کا انتظار کیا۔ جب وہ مورتی پر گلہائے عقیدت نچھاور کرچکا تو میری طرف متوجہ ہوا اور کہنے لگا۔ ''جابر یہ کتنی عجیب اور حیران کن بات ہے کہ یہاں ایک نیولا مرجانے کے بعد دیوتا کا روپ اختیار کرلیتا ہے، وہ قابل پرستش ہوجاتا ہے، جاراکاکا کی یہ حقیقت باعث حیرت ہے۔ یہ سرزمین افریقہ کا ایک عجوبہ ہے۔ مگر سوال یہ ہے کہ ہمارے ساتھی کی موت کا جاراکاکا سے کیا تعلق ہوسکتا ہے؟''

''تومغا نے مجھے اس جزیرے کے متعلق بہت کچھ بتایا تھا محترم سرنگا' ہم نے اُس کی پروا نہ کی۔'' میں نے اُداسی سے کہا۔ ''مگر سرنگا میں سوچتا ہوں کہ کیا ہم اس سنہرے موقع سے فائدہ نہیں اٹھا سکتے؟ موقع پھر شاید نہ آئے۔ ہم بہت آسانی سے ساحل تک پہنچ سکتے ہیں۔''

''فرار کا خیال ذہن سے نکال دو عزیزم جابر۔'' سرنگا نے اس بار ٹھوس لہجے میں کہا۔ ''ہر بات کے لئے ایک وقت مقرر ہوتا ہے، ابھی اس

کا موقع نہیں آیا۔اس قدر بددلی کی ضرورت نہیں۔''

''بعض اوقات تم بہت بقراط بنتے ہو۔میں کہتا ہوں پھر سوچ لو۔''

''تم نوجوان ہو سیدی جابر۔میری آنکھوں کی طرف دیکھو۔تمہیں ان میں کچھ نظر نہیں آتا؟ غور سے دیکھو۔ان میں تجربوں کا ایک سمندر موجزن ہے۔انتظار کرو جابر۔حیرت ہے تم فلورا کو چھوڑ رہے ہو جس کے لئے تم اتنے پریشان اور مضطرب تھے اور مجھے سریتا کو چھوڑنے کے لئے مجبور کر رہے ہو۔تم اتنے خود غرض کیسے ہو گئے؟'' سرنگا نے جھنجھلا کر کہا۔

''سریتا اور فلورا کا خیال چھوڑ دو سرنگا۔وہ ہمارے لیے مرگئیں، یہ منحوس جزیرہ کسی بھی لمحے ہماری المناک موت کا سبب بن سکتا ہے' تم کہتے ہو کہ وہ سریتا کو ہاتھ نہیں لگا سکتے ہیں۔میں کہتا ہوں یہ خیال خام ہے، اُن کے ہاں حسن کی کوئی قدر نہیں۔تم اپنی بچی کی عصمت اپنے سامنے لٹتی ہوئی دیکھو گے اور کچھ نہ کر سکو گے، اس سیاہ فام جزیرے سے سفید فام عورتیں واپس چلی جائیں، کیا تمہیں یہ آسان بات لگتی ہے؟''

''سیدی۔تمہارے حوصلے پست ہو چکے ہیں۔میں نے ایسے حالات سے نمٹنے کے لئے اپنی جوانی اور عمر کا بڑا حصہ گنوایا ہے۔میں اپنی بچی کا خیال چھوڑ دوں؟ اور اُسے ان وحشیوں کے حوالے کر جاؤں؟ سرنگا کے لئے یہ ممکن نہیں ہے۔سرنگا داس کی ایک عمر عبادت و ریاضت میں گزری ہے۔سنو سیدی جابر۔تم انگلستان کے پڑھے ہوئے نوجوان ہو اور روحانی کرشموں کے قائل نہیں ہو۔میں تمہیں بتاؤں کہ سرنگا کا ساتھ تمہارے لیے یقیناً نجات و عافیت کا موجب ہے۔اس سے زیادہ کچھ کہنے اور پوچھنے کی کوشش نہ کرنا۔ایسی باتیں محسوس کی جاتی ہیں، بتائی نہیں جاتیں۔اب آؤ میرے ساتھ چلو۔بستی میں وہ ہمارا انتظار کر رہے ہوں گے، ہم خود کو ان کے حوالے کر دیں گے۔''

سرنگا کے لہجے میں کچھ ایسی تاثیر تھی کہ میں گردن جھکائے اُس کے ساتھ ہولیا۔آخری بار میں نے شیخ طاہر کے سیاہ جسم پر ایک نظر ڈالی اور اس کی مغفرت کی دعا مانگی۔ہمارا ایک ساتھی ہم سے جُدا ہو گیا تھا۔واپسی میں سارے راستے ہمیں کوئی شخص نظر نہیں آیا۔جب ہم بستی کے قریب پہنچے تو وہاں شام ہو چکی تھی۔انہوں نے ہمیں دیکھتے ہی پکڑ لیا اور جانوروں کی طرح ہانکتے اور دھکے دیتے ہوئے۔''ہاہا۔ہوہو۔'' کے بے ہنگم اور بے ربط نعرے لگاتے ہوئے ہمیں جھونپڑی میں چھوڑ گئے۔

وہاں توشا اور نیری، سریتا اور فلورا محفوظ اور موجود تھیں۔توشا کی آنکھوں میں مسرت رقصاں تھی۔اس کے ہونٹ لرز رہے تھے۔فلورا ابھی تک فرش پر لیٹی ہوئی تھی اور اُس کے بدن کے بڑے حصے سے کیڑے مر کر علیحدہ ہو چکے تھے۔اُس کی آنکھیں کھلی ہوئی تھیں۔اُس نے میری طرف حسرتناک نظروں سے دیکھا۔وہ کچھ بولنا چاہتی تھی مگر بول نہ سکی، جہاں جہاں سے کیڑے علیحدہ ہوئے تھے، وہاں وہاں اُس کا بدن اور نکھر گیا تھا جھونپڑی مردہ کیڑوں کی ایک عجیب خوشگوار مہک سے بسی ہوئی تھی۔میں نے توشا سے فلورا کا حال پوچھا تو اُس نے بتایا کہ رات تک تمام کیڑے علیحدہ ہو جائیں گے مگر وہ گفتگو کرنے کے قابل دو تین دن بعد ہو سکے گی، وہ اس کے منہ میں ایک محلول ٹپکا رہی تھی۔فلورا کو...... دیکھ کر میری حالت عجیب تھی۔وہ بلاشبہ حسن و جمال کا ایک شاہکار تھی۔کوئی اپسرا، کوئی پری، ایسی عورتیں کبھی کبھی پیدا ہوتی ہیں مگر وہ حور شمائل دوشیزہ بدصورت اور بدہیئت شوالا پر قربان کی جارہی تھی۔کوئی انصاف کرنے والا نہیں تھا، کوئی دادرسی کو موجود نہیں تھا۔میں گردن جھکائے ایک کونے میں بیٹھ گیا۔سرنگا سریتا سے

باتوں میں مصروف تھا۔ ہم لوگوں نے دوپہر کا کھانا بھی نہیں کھایا تھا مگر بھوک کسے تھی۔ شیخ طاہر کی دردناک موت نے بھوک اُڑا دی تھی۔ ہم بری طرح تھکے ہوئے تھے، مجھ پر تو اضمحلال طاری تھا۔ میں سوچ رہا تھا کہ اگر میں کسی طرح جارا کا کا کی کھوپڑی حاصل کرنے میں کامیاب ہو جاؤں تو میرے فرار میں آسانی ہو سکتی ہے اور میں اس قبیلے کی سزاؤں سے بھی محفوظ ہو سکتا ہوں۔ جارا کا کا کی کھوپڑی قبیلے کے مقتدر لوگوں کے گلے میں موجود تھی۔ اس جھونپڑی میں مقیدرہ کر اسے حاصل کرنے کا خیال جوئے شیر لانے کے مترادف تھا۔ مجھے خیال آیا کہ بستی کے اس طبیب کے گلے میں وہ کھوپڑی موجود ہے جس نے ڈاکٹر جواد کا آپریشن کیا تھا۔ اگر میں رات کو کسی طرح یہاں سے نکلنے میں کامیاب ہو جاؤں تو جنگل کے آخری سرے کے غار پر واقع طبیب کی اقامت گاہ میں داخل ہو کر اُس کی گردن سے جارا کا کا کی کھوپڑی والی مالا اُتار سکتا ہوں۔ یہ کام رات کے اندھیرے ہی میں ہو سکتا ہے جب طبیب سو رہا ہو، ہر چند کہ اس اقدام میں خطرے ہی خطرے تھے اور کامیابی کا امکان نہ ہونے کے برابر تھا لیکن موت تو یوں بھی سر پر منڈلا رہی تھی۔ میں نے طے کر لیا کہ رات کو میں یہاں سے فرار ہونے کی کوشش کروں گا۔ میں اس سلسلے میں توشا سے مدد لے سکتا تھا جتنا وقت گزرتا گیا، منصوبے کی تنظیم و ترتیب میرے ذہن میں واضح ہوتی گئی۔ میں ایک عزم کے ساتھ اُٹھا اور میں نے بے اختیار سا ہو کر توشا کے گلے میں بانہیں ڈال دیں۔ رات کو حسب معمول ہمارے لیے کھانا آیا۔ توشا اور نیری نے مجھے اپنے ہاتھوں سے کھانا کھلایا۔

جب میں نے پورے طور پر ان لڑکیوں کو اپنا گرویدہ اور والہ وشیدا بنا لیا تو اس علاقے کے محل وقوع، شوالا وکالاری کی جھونپڑی، بستی کے طبیب خاص کی اقامت گاہ۔ فاصلوں، رُسوم و رواج اور دوسرے معاملوں کے متعلق ضروری معلومات باتوں باتوں میں حاصل کر لیں۔ وہ رات خوب گزری۔ اب مجھے فاصلوں کا تھوڑا بہت اندازہ ہو گیا تھا۔ رات کے پچھلے پہر جب ہم سب بری طرح تھک گئے اور عیش و نشاط کے لمحوں میں وہ کیف باقی نہ رہا تو میں نے نیری اور توشا کو سونے کی طرف مائل کیا۔ مجھے یقین تھا کہ پہرے دار اونگھ رہے ہوں گے۔ پہلے تو میرا خیال تھا کہ توشا اور نیری سے فرار میں مدد لوں لیکن الھڑ لڑکیاں کوئی بھی غلطی کر سکتی تھیں یا شور مچا سکتی تھیں۔ چنانچہ میں نے ان کے سونے کا انتظار کیا۔ میں بار بار اُٹھ کر دروازے سے باہر کا منظر دیکھنے کی کوشش کرتا تھا۔ باہر موت کا سناٹا طاری تھا۔ جنگلی جانوروں اور جھینگروں کی آوازوں کے سوا کوئی آواز اس ویرانے میں نہیں اٹھ رہی تھی لیکن میں پہرے داروں کی نقل و حرکت مکمل طور پر دیکھنے سے قاصر تھا کیونکہ اندھیرا بہت گہرا تھا اور ان کے سیاہ جسم اندھیرے میں گم ہو گئے تھے لیکن اگر وہ جاگ رہے ہوتے تو اُن کے جسم کے کڑے ایک دوسرے سے ٹکرا کر...... ضرور کوئی نہ کوئی آواز کرتے جیسا عموماً ہوتا ہے۔ آہستہ آہستہ میں نے جھونپڑی کا دروازہ کھسکایا۔ باہر کوئی حرکت نہیں ہوئی۔ میں نے دروازہ ذرا سا کھول کر دیکھا تو وہ دونوں زمین پر دراز تھے۔ نیزے ان کے سینے پر تھے۔ میں کسی اور لمحے کا انتظار کیے بغیر دروازہ کھول کر نہایت سرعت لیکن بہت خاموشی سے باہر آ گیا مگر جیسے ہی میں نے باہر قدم رکھا ایک حبشی میری آہٹ سن کر جاگ گیا۔ اُسے سنبھلنے کا کوئی موقع دینا اپنی زندگی کھو دینے کا سامان پیدا کرنا تھا۔ وہ صورت حال سمجھنے کی کوشش کر رہا تھا اور اُٹھنا ہی چاہتا تھا کہ میں دوڑ کر اُس کے سینے پر چڑھ گیا اور اُس کی گردن پر اتنے زور کی لات ماری کہ ایک جھٹکے میں اُس کی گردن ڈھلک گئی۔ میں نے اسے چیخنے کی مہلت نہ دی اور پوری شدت سے ایک اور ضرب سر پر لگائی لیکن اُس کے تڑپنے سے اُس کے جسم کا کوئی حصہ دوسرے سوئے ہوئے پہرے دار کے جسم سے مس ہو گیا۔ وہ ہڑبڑا کر اُٹھ بیٹھا۔ ادھر میرے ہاتھ میں نیزہ تھا۔ وہ اپنا نیزہ قابو میں کرنے اور کوئی وار کرنے کی تیاری میں تھا کہ میں تیزی کے ساتھ وہاں

سے اُٹھ گیا اور میدان کی ایک سمت بھاگنے لگا۔ میرے ہاتھ میں ایک نیزہ تھا اور مجھے ڈر تھا کہ کہیں وہ شور نہ مچا دے اور دوسرے حبشیوں کو نہ جگا دے۔ آس پاس مرکزی بستی تو نہیں تھی لیکن یہاں اِدھر اُدھر کی جھونپڑیاں موجود تھیں، اس لیے میں نے اسے دُور لے جانے کا موقع دیا اور خود ایک جگہ جا کر ٹھہر گیا۔ اس نے مجھے رُکتے دیکھ کر نیزہ مارنے کا ارادہ ملتوی کر دیا اور میرے نزدیک پہنچ کر کوئی حکم دینا ہی چاہتا تھا کہ میں اُس کے نیزے سے پہلو بچا کر اُس پر کود پڑا۔ وہ ٹھوکر کھا کر گرا۔ بس اُس کے گرنے کی دیر تھی کہ میں نے اپنا نیزہ اس کی گردن میں چبھو دیا اور آہستہ سے کہا۔ ''خاموش رہو۔ اگر بولے تو یہ نیزہ تمہاری گردن کے پار کر دیا جائے گا۔'' وہ یہ اچانک افتاد، میرا تحکمانہ انداز اور اپنے ساتھی کا حشر دیکھ کر کچھ ایسا خوفزدہ ہوا کہ گھگھیانے لگا۔ اُسے مارنے کے سوا میرا پاس کوئی چارہ نہیں تھا۔ میں نے اُس کے منہ پر ہاتھ رکھ کر نیزہ اُس کے سینے میں اُتار دیا۔ وہ تڑپا، مچلا خرخرایا اور آخر بے سدھ ہو گیا۔ اُس کا نیزہ میں نے اپنے ہاتھ میں لیا اور پوری توانائی سے جنگل کی سمت دوڑنا شروع کر دیا مجھے ہوش نہیں تھا کہ پیچھے مڑ کر دیکھوں۔ میں بھاگتا رہا، بھاگتا رہا تاوقتیکہ جنگل قریب آ گیا۔ اس اندھیری رات میں حکیم کی غار نما کٹیا تلاش کرنا بہت مشکل کام تھا۔ میں دیوانوں کی طرح ادھر اُدھر نظریں دوڑاتا رہا۔ چاند، سورج کی آمد کے لیے راستہ صاف کر رہا تھا۔ غار کا دُور دُور تک پتہ نہ تھا۔ میں اس وقت جس کشمکش میں گرفتار تھا اُس کا اظہار مشکل ہے۔ میرے بڑھتے ہوئے قدم رُکے نہیں، مجھے صرف اتنا یاد تھا کہ جہاں جنگل ختم ہوتا ہے وہاں اس خطرہ جاں کا قیام ہے۔ آخر ایک طویل فاصلہ ذہن میں رکھ کر میں نے دوبارہ اُس کا کھوج لگانے کا ارادہ کیا اور اس کے ایک سرے سے دوسرے سرے تک آہستہ روی سے بھاگنا شروع کیا۔ مجھے اس مرتبہ ناکامی نہیں ہوئی آخر میں اپنے مطلوبہ مقام پر پہنچ گیا۔ وہ وہی غار تھا۔ غار کے باہر جھونپڑی خالی تھی اور غار میں اندھیرا تھا۔ ہاتھ کو ہاتھ سجھائی نہ دیتا تھا لیکن میں بے خوف وخطر اندر داخل ہو گیا اور راستہ ٹٹولتا ہوا اندھوں کی طرح غار کے اندر بڑھتا گیا۔ حکیم غار کے بہت اندر نہیں سو سکتا تھا اور غار تھا کہ اندر تک بہت گہرا تھا۔ پھر جب ایک جگہ میرے پاؤں سے کچھ چیزیں ٹکرائیں۔ شاید وہ ادویات کا سامان تھا تو میں سمجھ گیا کہ حکیم یہیں کہیں سو رہا ہوگا۔ یہیں زمین پر چنانچہ میں نے بہت آہستہ آہستہ وہاں کی اشیا ٹٹولنی شروع کر دیں اور آخر میں حکیم کے پاؤں کے پاس پہنچ گیا۔ میرے ہاتھ اُس کے پاؤں سے مَس ہوئے۔ پاؤں سے ہاتھ اُٹھا کر میں نے اندازے سے کچھ دور رکھا۔ اب میرا ہاتھ اس کے سینے سے مَس ہوا۔ حکیم کو شاید کوئی پھریری آئی مگر میں نے اُس کی پرواہ نہ کی۔ تیزی سے ہاتھ آگے بڑھایا اور اس کی گردن میں پڑی ہوئی مالا کھینچ لی۔ حکیم ایک چیخ کے ساتھ کھڑا ہونے کی کوشش کرنے لگا۔ جاراکا کی کھوپڑی اب میرے ہاتھ میں تھی۔ میں نے نیزہ تان کر اندھیرے میں ادھر ادھر وار کرنا شروع کر دیئے۔ اس کی کربناک چیخ سے غار گونج گیا۔ یہ تیسرا آدمی تھا جو آج رات میرے ہاتھ سے ہلاک ہوا۔ آکسفورڈ کا مہذب نوجوان جابر بن یوسف الباقر درندہ بن گیا تھا۔

☆==========☆==========☆

اب میرے سامنے دو راستے تھے۔ یا تو میں تن تنہا کشتی تلاش کر کے نامعلوم سمتوں کی طرف سمندر میں سفر کروں یا اس جنگل میں چھپتا رہوں مگر تا کجے؟ آخر وہ مجھے تلاش کر لیں گے۔ میں ایک جگہ بیٹھ کر حالات کا جائزہ لینے لگا۔ جاراکا کی مقدس کھوپڑی میرے پاس ہے لیکن یہ مجھے شوالا اور کالاری اور اقابلا کی دست برد سے کس حد تک دور رکھ سکتی ہے؟ اس کا مجھے کوئی اندازہ نہیں تھا۔ میں نے مالا کے کنڈے ٹھیک کیے اور اُسے اپنے گلے میں ڈال لیا۔ ذہن منتشر تھا۔ فلورا اور سرنگا کو بے آسرا چھوڑ کر جانے کے لئے دل آمادہ نہیں ہو رہا تھا اور موت چہار سو تعاقب میں تھی۔ اگر

میں بستی میں واپس پہنچتا ہوں تو وہ میرے بارے میں صرف ایک فیصلہ کریں گے۔ موت کا فیصلہ۔ میں نے ان کے تین آدمی ہلاک کر دیئے ہیں جن میں ایک مقتدر شخص یعنی طبیب بھی تھا جس کی وہ لوگ بڑی عزت کرتے تھے۔ کیا میں نے عجلت اور جلد بازی سے کام لیا ہے؟ میں ان حالات پر جس قدر سوچتا تھا الجھنیں بڑھتی جاتی تھیں۔ میں کہاں جاؤں؟ کیا کروں؟ آخر میں نے ایک فیصلہ کر لیا۔ مجھے اس جزیرے سے ہر حال میں فرار ہو جانا چاہئے۔ مشکل یہ تھی کہ سورج اُبھرنے والا تھا۔ دن کی روشنی میں ساحل تک پہنچنا اور کشتی تلاش کر کے سمندری سفر اختیار کرنے کا مطلب یہ تھا کہ میں انہیں اپنی دوبارہ گرفتاری کا خوبصورت موقع فراہم کر رہا ہوں۔ دن اسی جنگل میں گزارنے اور رات کے وقت ساحل تک پہنچنے ہی میں عافیت تھی۔ ساحل کے نزدیک رہنے کے لیے میں نے گھنے اور سیاہ جنگلوں میں سفر شروع کر دیا۔ میرا خیال تھا کہ میں آخری سرے پر خود کو کسی گھنے درخت کی شاخوں میں چھپائے رکھوں۔ وہاں جہاں جنگل ختم ہوتا ہے اور ساحلی علاقہ شروع ہوتا ہے۔ یہ سوچ کر میں آگے بڑھتا رہا اور جب سورج کی کرنیں درختوں سے چھن چھن کر نیچے آنے لگیں تو میں کافی دُور نکل آیا تھا۔ میں اس عرصے میں ہمت کر کے ساحل تک پہنچ سکتا ہوں۔ جب تک وہ ساحل پر آئیں گے میں دور نکل چکا ہوں گا۔ میں نے ٹھہرنے کے بجائے بھاگنے کو ترجیح دی۔ جنگل میں بھاگنا کوئی آسان کام نہیں ہے۔ جگہ جگہ جنگلی جانوروں کا خوف ہوتا ہے مگر انسانی جرات و ہمت بڑی چیز ہے۔ موت پیچھے ہو تو باقی خطرے ثانوی حیثیت رکھتے ہیں۔ مجھے نہیں معلوم کہ راستے میں مجھے کن بلاؤں کا سامنا کرنا پڑا۔ شاید جارا کا کا کی مقدس کھوپڑی میری حفاظت کر رہی تھی۔ کوئی ایک میل چل کر مجھے سمندر نظر آنے لگا آزاد اور سرمست سمندر۔ میں نے رفتار اور تیز کر دی اور سمندری ریت پر دوڑنا شروع کر دیا لیکن میری حیرت کی کوئی انتہا نہ رہی کیونکہ وہاں دُور دُور تک کشتی کا نشان نہیں تھا۔ انہوں نے ہمارے فرار کا واحد ذریعہ کشتی حیات یا تو ضائع کر دی تھی یا کہیں چھپا دی تھی۔ وہ اتنے بیوقوف نہیں تھے۔ ایک سرے سے دوسرے سرے تک تا حد نظر کوئی کشتی نظر نہیں آ رہی تھی۔ وقت ضائع کرنا بے کار تھا۔ مجھے فوراً جنگل میں روپوش ہونا تھا۔ شدید مایوسی اور بیزاری کی حالت میں مجھے واپس ہونا پڑا۔ میں نے عام راستہ بدل دیا اور احتیاطاً ایک لمبا چکر کاٹ کر جنگل میں داخل ہو گیا۔

کسی درخت پر چھپنے کا موقع نہیں تھا۔ آخر کار وہ مجھے تلاش کر لیتے لیکن اتنی آسانی سے خود کو موت کے حوالے کر دینے پر جی آمادہ نہیں ہوتا تھا۔ اس تذبذب کی کیفیت میں فیصلے کی قوت ختم ہو گئی۔ میں جنگل میں ٹھوکریں کھاتا رہا۔ کبھی اِدھر کبھی اُدھر اگرچہ میں زندگی سے مایوس ہو گیا تھا لیکن مجھے ان جنگلیوں کے ہاتھوں اذیت ناک طور پر مرنا ہرگز گوارا نہ تھا۔ میں پناہ کی تلاش میں تھا لیکن امید جاتی رہی تھی۔ زندہ رہنا چاہتا تھا مگر زندگی مجھ سے دور ہو رہی تھی۔ یہ دیوانگی اور وحشت مجھے اِدھر سے اُدھر آوارہ تنکے کی طرح پھراتی رہی۔ ممکن ہے کوئی اور صورت نکل آئے۔ مجھے کسی کھوہ میں خود کو چھپانا چاہئے۔ کھانے کی یہاں کوئی کمی نہیں تھی۔ ہاتھ میں نیزہ تھا، شکار آسان تھا۔ پانی بھی وافر مقدار میں موجود تھا۔ یہ سرسبز اور شاداب جنگل بہت دنوں تک مجھے اپنی آغوش میں چھپا کر رکھ سکتا تھا۔ کوئی بھی شخص ہوتا تو اسی طرح موت سے فرار کے لئے سوچتا میں بھی بھٹکتا رہا۔ درندوں کی خوفناک آوازوں اور سانپوں سے بچتا بچاتا۔ دن چڑھے اچانک میرے کانوں میں جنگلیوں کی خوفناک چیخ پکار گونجنے لگی مجھے معلوم تھا وہ مجھے گرفتار کر لیں گے۔ ان کے علاقے میں اُن سے مفر ممکن نہیں لیکن میں آوازوں کی مخالف سمت بھاگتا رہا۔ آوازیں کوئی ایک طرف سے نہیں آ رہی تھیں۔ وہ وحشت ناک انداز میں غالباً چاروں طرف سے جنگل میں بڑھ رہے تھے۔ کون سی پناہ گاہ ڈھونڈوں؟ کسے پکاروں؟ وہ لحہ بہ لحہ میرے نزدیک آ رہے

تھے۔ میری موت کو دیکھنے والا ابھی کوئی نہ تھا۔ وہ پورے جنگل میں پھیل گئے تھے۔ میں نے مجبوراً مغرب کا رخ کیا جہاں زیادہ گھنا جنگل تھا۔ میں جھاڑ جھنکار روندتا ہوا کسی غار کی تلاش میں مارا مارا پھرتا رہا اور تلاش بسیار کے بعد طویل درختوں میں گھرا ہوا ایک اندھرا غار مجھے نظر آ گیا۔ وہ جگہ بہت خوبصورت تھی لیکن یہ لطف لینے کا وقت نہیں تھا۔ میں درانہ اس غار میں گھس گیا۔ تھوڑی دور جا کر مجھے معلوم ہوا کہ وہ غار نہیں تھا کوئی سرنگ تھی۔ ممکن ہے یہ جگہ درندوں کی پناہ گاہ ہو۔ یہ خیال کر کے میرے رواں رواں کانپنے لگا مگر اندر آ کر واپس جانے کا سوال نہیں تھا۔ وہ غار کے قریب پہنچ گئے تھے۔ ان کی آوازیں میرا کلیجا دہلائے دے رہی تھیں مگر یکا یک انہی آوازوں میں مجھے ایک نسوانی قہقہہ سنائی دیا۔ پہلے تو میں کچھ سمجھ نہیں سکا لیکن جب اس دلکش قہقہے کی آوازیں غار میں چہار طرف گونجنے لگیں تو مجھ پر دہشت طاری ہوگئی۔ ایسا معلوم ہوتا تھا جیسے غار کی ہر دیوار سے لطیف وجمیل قہقہے پھوٹ رہے ہوں، جیسے گھنٹیاں بج رہی ہوں کیا میرے ہوش وحواس درست ہیں؟ ہاں میرے ہوش وحواس درست تھے۔ وہ آواز اتنی حسین اور دلکش تھی کہ میں نے پہلے کبھی نہیں سنی تھی۔ باہر حبشیوں کی مہلک آوازیں تھیں اور اندر زندگی کے یہ نقرئی قہقہے، جیسے کوئی میرے حال زار پر ہنس رہا ہو۔ پھر وہ آوازیں اتنی تیز ہوگئیں کہ میرے کان پھٹنے لگے۔ یہ کوئی پُر اسرار غار تھا۔ میں اس وحشت کا متحمل نہیں ہو سکا اور غار کے دہانے کی سمت بھاگنے لگا۔ حبشیوں کی آوازیں سن کر میرے قدم رُکے مگر ادھر اندر شاید کوئی طلسمی دنیا آباد تھی۔ نہ میں اندر جا سکتا تھا نہ باہر نکل سکتا تھا۔ غار میں تاریکی تھی اور باہر مجھے معلوم تھا کہ کون ہے؟ نیزہ بردار حبشی جو میرے خون کے پیاسے تھے۔

اگر میں باہر نکلتا تو وہ درندے، وہ وحشی چند لمحوں میں اپنے نوکیلے نیزوں سے میرا جسم چھلنی کر دیتے۔ انہیں یقین تھا کہ میں اس غار میں موجود ہوں۔ میں نے سوچا کہ وہ غار کے اندر کیوں نہیں آ جاتے؟ باہر کیوں شور مچا رہے ہیں؟ یہ آوازیں کیسی ہیں؟ یہ دلکش نسوانی ہنسی، یہ ترنم آمیز قہقہے، شاید وہ اسی لیے اندر آنے سے گریز کر رہے ہیں کہ اس غار سے چند اسرار وابستہ ہیں۔ گھپ اندھیرے کی وجہ سے میرا دم گھٹنے لگا۔ پھر یکا یک مجمع کا شور کم ہوا۔ کوئی انہیں خاموشی کی تلقین کر رہا تھا۔

''وہ یقیناً اسی غار میں ہے۔'' باہر سے کسی حبشی کی خوفناک آواز ابھری۔

''اندر چلو۔ اندر چلو۔ ہمیں اُسے ہر صورت میں پکڑنا ہے۔'' ایک دوسرے شخص نے کہا۔

''خاموش خاموش۔ ہمیں کسی غار میں داخل نہیں ہونا چاہئے۔ یہ محترم شوالا اور کالاری کا حکم ہے۔ مجھے سوچنے دو۔'' ایک بھاری بھرکم آواز مکھیوں کی طرح بھنبھناتی ہوئی سرگوشیوں کا سینہ چیرتی ہوئی اُبھری۔ اچانک باہر موت کا سا سکوت طاری ہوگیا۔

ممکن ہے وہ اندر آنے کا فیصلہ کرلیں۔ موت کا حلقہ میرے گرد ہر لمحے تنگ ہوتا جا رہا تھا۔ آکسفورڈ کا تعلیم یافتہ، بیروت کے ایک بڑے گھرانے کا چشم وچراغ، ایک ذہین باپ کا ذہین بیٹا اس طرح بے یارومددگار موت کی آغوش میں جا رہا تھا۔ میں نے زندگی میں جو کچھ کیا تھا وہ سب رائیگاں گیا۔ بچپن اور جوانی، وہ خوبصورت دن جو اعلیٰ مستقبل کے لئے صرف کیے گئے تھے یوں ہی ضائع ہوگئے۔ باہر سیاہ ننگ دھڑنگ وحشی میرے لیے کسی خطرناک سازش کا جال بن رہے تھے۔ کسی بھی لمحے کوئی نیزا اندھیرے میں میری شمع حیات گل کر سکتا تھا۔ میں غار کے دہانے سے اندر کی طرف آ گیا۔ ان وحشیوں کے ہاتھوں مرنے کے بجائے میں نے غار کے اندر جانے کا ارادہ کرلیا۔ میں نے بھاگنے کی حماقت نہیں کی۔ پنجوں کے بل

تیز تیز اندرونی حصے کی طرف قدم اُٹھانے لگا۔ نفرئی قہقہوں کی آوازیں میرے قدم اٹھاتے ہی مدہم پڑ گئیں اور پھر تھم گئیں۔ اب اندر باہر ہر طرف خاموشی تھی۔ مجھے یوں محسوس ہوا جیسے بڑی بڑی سیاہ آنکھیں میری ایک ایک حرکت کا جائزہ لے رہی ہیں۔ بے شمار بدروحیں میرے تعاقب میں ہیں۔ غار اندر جا کر اور تنگ ہو گیا تھا اور اُس نے واضح طور پر ایک سرنگ کی شکل اختیار کر لی تھی۔ موت میرے پہلو سے گزر رہی تھی۔ اب بزدلی بے معنی تھی۔ میرے قدم آگے بڑھتے رہے۔ راستہ بڑھتا گیا تو منتشر اعصاب کو کچھ سکون سا محسوس ہوا اور میں نے اپنے اندر حوصلہ پیدا کرنے کی کوشش کی۔ بزدلی کے ساتھ مرنے سے بہتر ہے کہ موت کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر مرو، جب ہر شخص کا انجام موت ہے تو موت سے خوف کیسا؟ میری آنکھیں اندھیرے سے شناسا ہو چکی تھیں۔ اِدھر اُدھر دائیں بائیں پتھر کی ناہموار سیاہ دیواریں نظر آ رہی تھیں جن سے کبھی کبھی میں ٹکرا جاتا تھا۔ ایک بار پھر حبشیوں کی بھیانک آوازیں غار کے اندر آئیں۔ غالباً کسی نتیجے پر پہنچ کر انہوں نے پھر شور مچانا شروع کر دیا تھا لیکن اس مرتبہ وہ آوازیں کہیں دور سے آ رہی تھیں۔ میں سرنگ میں دور تک نکل گیا تھا۔ مجھے امید تھی کہ اس کا دوسرا دہانا بھی ہوگا کیونکہ سرنگ کاٹ کر بنائی گئی تھی۔ اب صرف امید میری رہبر تھی۔ میں اس کا دامن تھامے اس تنگ و تاریک ناہموار اور حبس زدہ سرنگ میں اپنے جسم کو کسی نہ کسی طرح آگے کی طرف کھینچ رہا تھا۔ میں نے اس نیزے پر گرفت محفوظ کر لی جس نے جاراکاکی مقدس کھوپڑی کے حصول کے لیے حبشی طبیب کو موت کی نیند سلا دیا تھا۔ اس نیزے سے مجھے آگے کا راستہ متعین کرنے میں بڑی مدد ملی۔ میں اس سے دیواریں ٹٹولتا اور راستہ ڈھونڈتا آگے بڑھ رہا تھا۔ جنگلی درندوں، حشرات الارض اور تنہائیوں میں رہنے والے موذی جانوروں کا خدشہ ہر لمحے تھا۔ مرنے سے پہلے میری صرف ایک خواہش تھی کہ تنہا نہ مروں، دو چار کو ضرور اپنے آخری سفر میں شریک سفر بنا لوں۔

دُور اندر جا کر سُرنگ کے دو راستے ہو گئے تھے۔ ایک سیدھے ہاتھ کی طرف دوسرا بائیں ہاتھ کی طرف۔ سامنے کا راستہ ایک کھردری چٹان سے بند ہو گیا تھا۔ میں یہ طے کرنے کے لئے ٹھہر گیا کہ کس طرف کا رُخ کروں؟ کس طرف زندگی کی امید ہے اور کہاں موت میری منتظر ہے۔ اچانک ایک پُر وقار نسوانی آواز اُبھری اور میرے بڑھتے ہوئے قدم ساکت ہو گئے۔ کسی نے حکم دیا تھا۔ ''رُک جاؤ''

میں تیزی سے اُلٹے قدموں آ کر اس ناہموار دیوار سے چپک کر کھڑا ہو گیا، جسے اب تک ہاتھ اور نیزے سے ٹٹول ٹٹول کر آگے بڑھ رہا تھا۔ وہاں قرب و جوار میں تا حدِ نظر کوئی ذی روح موجود نہیں تھا۔ ویسے نظر کی حد بھی محدود تھی۔ تو کیا یہ آواز میرے اندرونی خلفشار اور ذہنی انتشار کا مفروضہ ہے؟ میں سانس روکے دیوار کے سہارے کھڑا کسی آہٹ کی سن گن لیتا رہا۔ وقت کی رفتار جیسے میری سانسوں کے ساتھ رُک گئی تھی۔ ایک منٹ، دو منٹ کئی منٹ گزر گئے۔ یقیناً یہ نسوانی آواز میرا واہمہ تھی۔ یہ سوچ کر اور سر کو جنبش دے کر میں کسی ارادے کے بغیر بائیں ہاتھ والے راستے پر گامزن ہو گیا۔ تھوڑی دور آگے گیا ہوں گا کہ پھر وہی نسوانی آواز میرے قریب پشت سے سنائی دی۔

''ٹھہر جاؤ، تم نے سنا نہیں؟''

میں نے نیزہ سنبھال کر پشت کی جانب دیکھا۔ آواز اتنے قریب سے سنائی دی تھی کہ پشت پر کسی کے موجود ہونے کا یقین ہوتا تھا۔ میں نے اندازے سے اس آواز کی سمت نیزہ پھینکا۔ دور کہیں نیزہ گرنے کی آواز ویران سرنگ میں گونجتی ہوئی سنائی دی اور پھر لطیف نسوانی قہقہوں کا شور

جاری ہوگیا۔ اپنے متعلق غالباً میں نے یہ بات بہ کمال وتمام واضح کردی ہے کہ میں طبعاً بزدل نہیں ہوں۔ خطرناک حالات سے سینہ سپر ہوجانے کا عادی ہوں۔ میرے حواس کہیں بہت آخر ہی میں جواب دیتے ہیں، آج تک کسی خطرے نے میری پشت نہیں دیکھی تھی، لیکن ان آوازوں کی سمت کا تعین میرے لیے آسان نہیں تھا۔ اس ویران سرنگ میں کسی عورت کی آوازیں؟ میں اس حد تک خوفزدہ ہوگیا کہ پاؤں میں لرزش آگئی۔ تاریکی میں وحشت سے آنکھیں پھاڑے اِدھر اُدھر دیکھا، کیا یہ میرا گمان تھا؟ یہاں یقیناً کوئی نہیں ہے اور میں کسی طلسم کا اسیر ہوگیا ہوں، میں نے ہمت کر کے اندھیروں میں پھر آگے بڑھنے کا فیصلہ کرلیا۔ چند ہی قدم چلا ہوں گا کہ اچانک غار کا وہ حصہ بقعۂ نور بن گیا جہاں میں موجود تھا۔ ہر شے تیز روشنی میں نہا گئی۔ اس غار میں یہ تیز روشنی کہاں سے آرہی ہے۔ یہ بات میری سمجھ میں نہیں آسکی اور میں نے سوچنا چھوڑ دیا۔ یوں لگ رہا تھا جیسے وہ پُراسرار روشنی وہاں کے ایک ایک ذرے سے پھوٹ رہی ہو۔

آنکھیں خیرہ ہوگئیں۔ گھپ اندھیرے میں اچانک اس تیز روشنی میں آنکھیں چندھیانا ایک قدرتی بات تھی۔ چند لمحوں کی اس کشمکش کے بعد میں نے اپنے آپ پر قابو پالیا۔ یہ سرنگ سنگلاخ چٹانیں کاٹ کر بنائی گئی تھی اور فنِ تعمیر کا کوئی قابلِ قدر نمونہ نہیں تھی۔ جگہ جگہ اُبھرے ہوئے پتھر نظر آتے تھے۔ روشنی میں اندازہ ہوا کہ وہاں سے بھی دو راستے نکلتے ہیں۔ میں اس بار بائیں جانب جانے کا ارادہ رکھتا تھا کہ اچانک وہی پُراسرار نسوانی آواز میرے سیدھے ہاتھ کی سمت کہیں دور سے سنائی دی۔

''جابر بن یوسف الباقر، آخر تم خود ہماری طرف چلے آئے۔ اقابلا کی قوت لافانی ہے، وہ لامحدود ہے تم کہاں تک اپنے ذہن پر زور دو گے سیدھے ہاتھ کی طرف چلے جاؤ۔''

میری آنکھیں آواز کی سمت مرکوز ہوگئیں۔ اقابلا کا نام سن کر خوف کی ایک سرد لہر میرا جسم لرزا گئی۔ اعصاب پر غنودگی کی کیفیت طاری ہو رہی تھی۔ قدم ڈگمگانے لگے تھے لیکن ذہن اس فسوں کار ماحول میں اپنی تمام صلاحیتوں کے مطابق کام کررہے تھا۔ اچانک مجھے تو شا یاد آگئی۔

مجھے یاد آیا کہ میں جذباتی لمحوں میں اس سے چند ضروری معلومات حاصل کرنے میں کامیاب ہوگیا تھا۔ اُس کے بیان کے مطابق اس علاقے کی عظیم وبرتری دیوی اقابلا جس کا حسن لاثانی اور جس کی طاقت دوامی ہے، کسی غار میں مقیم ہے اور گاہے گاہے بستی کے لوگوں کے سامنے آتی ہے۔ چند بااثر سرداروں کے سوا اُس کی اقامت گاہ سے کوئی واقف نہیں ہے۔

تو کیا میں کسی ایسے غار میں آگیا ہوں جو اقابلا کا مسکن ہے؟ کیا میں اقابلا کی قید میں ہوں؟ کیا پُراسرار قوتوں کی مالکہ اقابلا مجھ سے مخاطب ہے؟ اگر یہ صحیح ہے تو مجھے کیا کرنا چاہئے؟ کیا مجھے آواز کی سمت والی سرنگ کی طرف اپنا رخ کرلینا چاہئے یا اس سرنگ سے واپس چلا جانا چاہئے۔ جب حبشیوں کا عتاب اس قدر ہولناک ہے تو اقابلا کا عذاب کیسا ہوگا؟ دس پندرہ مسلح افراد مجھے گھیر لیں تو ڈر کر بھاگنے کے بجائے میں مقابلے کو ترجیح دوں گا لیکن نادیدہ اور پُراسرار طاقتوں کے سامنے یہ دلیری اور شجاعت کیا حیثیت رکھتی ہے۔ مقدس اقابلا کے بارے میں اب تک مجھے جو معلومات حاصل ہوئی تھیں وہ انتہائی ناقابلِ یقین اور حیرت انگیز تھیں۔ انہوں نے اپنی دیوی کا کچھ ایسا نقشہ پیش کیا تھا جیسے چہار دانگ عالم پر اس کی حکمرانی ہو۔ حشرات الارض، شوالا کے اشاروں پر چلتے ہیں۔ درندے کالاری کے قبضہ وتصرف میں ہیں، تو پھر اُن کی دیوی کتنی طاقتوں کی امین

ہوگی؟ یہاں روزنئی نئی باتیں سامنے آرہی تھیں۔ شیخ طاہر کی دردناک موت اور اس کے سینے پر جارا کا کا کی اُبھری ہوئی کھوپڑی کا نقش، میرے معبود میں کہاں آ گیا ہوں؟ مجھے یقین ہے میری جگہ کوئی اور ہوتا تو اس کی دردناک سرگزشت اسی غار تک محدود رہ جاتی۔ اقابلا کا خیال آتے ہی میری حالت ابتر ہوگئی۔ وہ تمام حوصلہ جواب دے گیا جو کچھ دیر پہلے مجھے زندہ رہنے کے لئے اُکسا رہا تھا۔ میرے قدم ٹھٹک کر ٹھہر گئے تھے اور سارا جسم پسینے میں نہا گیا تھا۔ میں اپنی اُبلی ہوئی آنکھوں سے سامنے کی جانب دیکھ رہا تھا کہ وہ نسوانی آواز دوبارہ سنائی دی۔ اس بار اُس کا لہجہ اور مترنم تھا۔ وہ جس روانی سے فصیح و بلیغ انداز میں عربی بول رہی تھی، اس سے صاف ظاہر تھا کہ اسے عربی پر مکمل عبور حاصل ہے۔

''جابر۔ ذہن پر زور مت ڈالو، آگے اِس سمت میں تمہیں دیکھنا چاہتی ہوں۔''

آواز مجھے اپنی طرف کھینچ رہی تھی، اس میں ایک سحر تھا۔ وہ اتنی خوبصورت اور سریلی تھی کہ عرب کی خوش ادا مطربائیں سن لیں تو قربان ہو جائیں۔ میرے قدم خود بخود چلنے لگے۔ جیسے جیسے میں آگے بڑھتا گیا روشنی کا دائرہ بھی وسیع ہوتا گیا۔ سرنگ آگے جا کر اور تنگ ہوگئی۔ ایک مقام پر بمشکل اتنا راستہ تھا کہ کوئی شخص جھک کر یا زمین پر لیٹ کر رینگتا ہوا اندر جا سکے۔ میں وہاں پہنچ کر رُک گیا لیکن میں اپنے ارادے کی قوت کھو بیٹھا تھا۔ ایک سحر زدہ معمول کی طرح جھکا اور آہستہ سے ناہموار زمین پر لیٹ لیٹ کر رینگتا ہوا تنگ راستہ طے کرنے لگا۔ وہ کوئی طویل راستہ نہیں تھا۔ راستے کے خاتمے پر ایک بہت بڑا غار تھا اور دور پتھروں کا بنا ہوا ایک عالیشان دروازہ نظر آ رہا تھا۔ دروازہ دیکھ کر میری آنکھیں حیرت سے پھیل گئیں۔ یہ تصور سے بالاتر حقیقت تھی۔ دروازے کے نزدیک لوہے کی ایک زنجیر لٹکی ہوئی تھی۔ میں نے غیر ارادی طور پر اسے کھینچ لیا۔ دروازہ آہستہ سے کھلنے لگا اور جیسے ہی وہ کھلا میں جھجک کر رک گیا۔ میرے سامنے ایک عظیم الشان محل موجود تھا۔ پتھروں سے تراشا ہوا یہ محل کسی قدیم یونانی محل کا نقشہ پیش کرتا تھا وہ عجائب و نوادر سے بھرا ہوا تھا۔ اس سیاہ تاریک براعظم میں زیر زمین کسی ایسے محل کا تصور نہیں کیا جا سکتا۔ میری آنکھوں نے جو کچھ دیکھا، اس پر یقین نہیں آیا لیکن یہ حقیقت تھی۔ میں خود وہاں موجود تھا کوئی اور نہیں۔ ایک ہوشمند اور نوجوان شخص جابر وہاں موجود تھا۔ جابر نے دیکھا کہ وہ کسی ایسے شخص کی خوابگاہ تھی جو برطانیہ عظمیٰ کے امرا کے ذہن میں بھی نہیں آ سکتی تھی' جو امریکہ کے سب سے دولت مند افراد کی چشم تصور سے بھی بعید تھی۔ پلوٹارک نے یونان کی کسی قدیم سلطنت اور اس کا جاہ و جلال رقم کرتے وقت کسی ایسی خوابگاہ کا ذکر نہیں کیا تھا جو شان و شکوہ میں اتنی باوقار، پُر جلال اور آراستہ ہو۔ میں نے محسوس کیا کہ میں اس دنیا کا آدمی نہیں ہوں۔ میں ہزاروں سال پہلے کی کسی عظیم و جلیل سلطنت میں کسی قدیم شہنشاہ کے ایوان میں کھڑا ہوں۔ میری آنکھیں کھلی ہوئی تھیں، میں نے ایک سنگین ستون کا سہارا لے کر اپنے اثبات کا یقین کرنا چاہا۔ ہاں میں اپنے ہوش و حواس میں تھا مگر میں ماضی میں سفر کر رہا تھا۔ اُس وقت میں صدیوں پہلے کا کوئی شخص تھا جو زمانوں کا سفر کرتے کرتے واپس اپنے عہد میں پہنچ گیا تھا۔ اس وقت میں بیروت کی چمک دار شاہراؤں اور شبینہ رقص گاہوں کا کوئی زندہ دل اور سرمست شخص نہیں تھا۔ میں اپنے عظیم ماضی سے دوبارہ ہم کنار ہوگیا تھا۔ میں ان نوادر و اشیا اور اُس شوکت و حشمت کا نظارہ کر رہا تھا اور سب کچھ بھول گیا تھا کہ یکا یک اُسی نسوانی آواز نے مجھے چونکا دیا۔ وہ قدیم عربی لہجے میں کہہ رہی تھی۔

''سیدی جابر۔ آخر تمہاری تقدیر تمہیں یہاں لے آئی۔ افسوس ہے یہاں تمہیں کوئی خوش آمدید نہیں کہہ سکتا۔''

''میں کہاں ہوں؟'' میں نے اپنی تمام تر طاقت مجتمع کرتے ہوئے کہا۔

''تم میری قید میں ہو۔ تم نے مقدس طاقتوں کے انصاف کا انتظار نہیں کیا۔ تم نے فرار ہونے کی ناکام سعی کی۔ تم نے جزیرہ توری کے ایک معزز طبیب سمیت کئی آدمیوں کا خون کیا اور عظیم جارا کا کی مقدس نشانی پر قبضہ کر لیا۔ تم نے شوالا کی امانت توشا اور نیری کو اپنی ہوس کا نشانہ بنا کر غیر ضروری معلومات حاصل کرنے کی کوشش کی۔'' آواز میں ایک ٹھہراؤ تھا۔ ایک روح پرور سکون، اس میں کوئی اشتعال نہیں تھا۔

''خطروں سے نجات کی کوشش کوئی ماورائے انسانی اقدام نہیں'' میں نے کسی قدر حوصلے سے جواب دیا۔ ''اے مقدس آواز میں نے جو کچھ کیا وہ اپنی زندگی کے دفاع میں کیا۔ میرے نزدیک یہ گناہ نہیں ہے۔'' میری نظریں اِدھر اُدھر بھٹکتی رہیں لیکن وہاں میرے سوا کوئی اور نہیں تھا۔

''تم نے انتظار کے بجائے عجلت کو ترجیح دی۔ اس جزیرے پر قدم رکھتے ہی تمہیں معلوم ہو گیا تھا کہ تم ایک ایسی سرزمین میں داخل ہو گئے ہو جو تمہاری سرزمین سے مختلف ہے۔ تم سے کہہ دیا گیا تھا کہ یہاں مقدس اقابلا کی حکمرانی ہے۔ اقابلا تمہارے ساتھ انصاف کرے گی مگر تم نے اپنے جذبات اور نفس کے سوا کسی چیز پر توجہ نہیں دی۔'' نسوانی آواز نے تحکمانہ لہجے میں کہا۔

''محترم خاتون، آپ کے اس پُرسکون لہجے سے میرے دل میں یہ خواہش اُبھرتی ہے کہ میں آپ سے سامنے آنے کی درخواست کروں۔ یقین کیجئے میں نے جو کچھ کیا وہ اس وحشت ناک ماحول سے نجات کے لئے کیا۔ میں آپ کو بتاؤں گا کہ میرے ساتھ کیا ظلم ہوا ہے۔ مصیبت زدہ مسافروں کی یہاں کیسی پذیرائی ہوئی ہے۔ میں موت سے نہیں ڈرتا لیکن بے بسی کی موت مجھے پسند نہیں ہے۔ مجھے معلوم ہے کہ آپ کے ایک اشارے پر میرا قصہ زندگی تمام ہو سکتا ہے اس لیے میں جرات کے ساتھ درخواست کرتا ہوں کہ آپ میری تشنہ نگاہوں کو اپنے دل کش وجود سے سیراب کریں۔ میں آپ کی ہر بات کا جواب دوں گا۔'' میں نے عزم کے ساتھ کہا۔

دوسری جانب سے فوراً کوئی ردِ عمل ظاہر نہیں ہوا۔ بس قدموں کی چاپ محسوس ہو رہی تھی جیسے کوئی میرے قریب آ رہا ہو، آہستہ آہستہ، بہت پُروقار انداز میں، میں نے اپنے ذہن میں یہ بات پوری طرح بٹھالی تھی کہ میں طلسمات کے ایک وسیع جال میں ہوں۔ یہاں میرے ذہن کی کوئی پھرتی اور میرے قویٰ کی کوئی حرکت کام نہیں دے گی۔ خود کو حالات کے سپرد کر دینے ہی میں سکون قلب مضمر ہے، یہی وجہ تھی کہ میرے اندر حوصلہ پیدا ہوا اور میں نے اس ماحول سے دلچسپی لینی شروع کر دی۔ خطرہ میرے گرد و پیش منڈلا رہا تھا لیکن کچھ کر گزرنا میرے امکان میں نہیں تھا۔

''تم ایک شجیع اور حوصلہ مند انسان ہو۔ تم اس وقت جو سوچ رہے ہو وہ مناسب ہے۔'' اس بار آواز بالکل قریب میرے پہلو سے اُبھری، میں محسوس کر رہا تھا کہ وہ میرے قریب، بہت قریب کھڑی ہے۔ ایک دلنواز مہک مشامِ جاں معطر کر گئی۔

''کیا یہ ممکن نہیں مقدس دیوی کہ میں تمہارے حیات پرور وجود سے اپنی روح منور کر سکوں۔'' میں نے کمال فصاحت سے کہا، اس لیے کہ اس کی آواز اور لہجہ میری جادو بیانی اور فصاحت سے متاثر نظر آتا تھا۔

''تم اس کی تاب نہ لا سکو گے۔'' وہ آہستہ سے مترنم آواز میں گویا ہوئی۔ ''تمہاری بصارت میں اتنی استطاعت نہیں ہے۔''

''اگر وہ کوئی ایسا ہی ہوش رُبا اور مہلک جلوہ ہوا تو اس طرح میری موت سب سے آسان موت ہوگی۔ اگر میری درخواست نے قبولیت کا

شرف حاصل کرلیا تو میں خود کو دنیا کا خوش قسمت آدمی سمجھوں گا۔'' میں نے وارفتہ ہوتے ہوئے کہا۔

''ایک لمحے کے لئے آنکھیں بند کرلو۔'' مجھے حکم ملا۔

میں نے اس نازنین آواز کی ہدایت پر آنکھیں موندلیں۔ میرا ذہن ایک حسین عورت کی شبیہیں بنا رہا تھا۔ مجھے اندازہ تھا کہ وہ اقابلا ہے جو حسن میں سارے جہاں کی عورتوں سے افضل و برتر ہے۔ اس کے حسن اور شباب کے بارے میں توشا نے مجھے بہت کچھ بتایا تھا۔ اب میں چند لمحوں میں تاریک براعظم کی اس حسین ساحرہ کا جلوہ دیکھنے والا تھا۔ جس کی سرزمین پر ہم نے ایک نئی دنیا دیکھی تھی۔ اچانک برقی رو کی طرح ایک خیال دماغ میں در آیا۔ مقدس اقابلا ایک حسین وجمیل اور پرشباب عورت ہے۔ اگر میں اپنے تاثر انگیز لہجے اور اپنے اشتیاق آمیز برتاؤ، والہانہ اظہار اور دلگداز رویے سے اُسے کسی طرح متاثر کرلوں تو مجھے اپنی زندگی کی ضمانت مل سکتی ہے۔ میں اب تک کسی عورت کو مسخر کرنے کی مہم میں ناکام نہیں ہوا تھا۔ میں نے نہ جانے کتنے حسین اور مغرور فتنوں کو اپنے نت نئے تجربوں سے سر کیا تھا۔ توشا اور نیری بھی میری حیرت انگیز صلاحیتوں کا شکار ہوگئی تھیں۔ میں نے ایک لمحے میں فیصلہ کیا کہ اپنی مردانہ وجاہت، دلیری، بے خوفی جرات، اقدام، پہل، نیازمندی، وارفتگی اور گفتگو سے اقابلا کو متاثر کرنے کے لئے تمام تر تجربے آزماؤں گا۔ اس خوش فہمی نے میرا اشتیاق بڑھا دیا اور میری بند آنکھوں کے سامنے زرتار قبا میں ملبوس ایک حسین وجمیل دوشیزہ لہراگئی۔

''تم آنکھیں کھول سکتے ہو۔ میں تمہارے سامنے ہوں۔'' جذبات میں ڈوبی ہوئی ایک دلنشین اور سحرکار آواز میرے جسم وجان کو لرزہ براندام کرگئی۔ میں نے آہستہ سے آنکھیں کھول دیں۔ میں کہوں گا کہ سارے عرب کے شاعروں کو لاؤ، تمام دنیا کے جادو بیان فن کاروں کو لاؤ۔ ان میں سے کوئی یا وہ سب اس سراپا قیامت، اس حسن کامل، اس کرہ ارض کے ماہتاب کی جمال و دلربائی کا اظہار کرنے سے قاصر رہیں گے۔ میں نے اپنی زندگی میں اتنا مکمل، اتنا شاداب، اتنا مسحور کن اتنا دلفریب حسن نہیں دیکھا...... اس کے خدوخال دنیا کی تمام عورتوں سے مختلف یونانی لڑکیوں سے کسی قدر مشابہ اور سب سے جدا تھے۔ اس کے بدن کا ہر عضو حسن کے سانچوں کی تکمیل تھا۔ مجھے اس کے بدن سے سرخ سرخ شعاعیں پھوٹتی محسوس ہو رہی تھیں اس کی نیلی جھیل جیسی آنکھوں میں نہ جانے کس قسم کی کشش تھی کہ ایسا معلوم ہوا جیسے ان میں غرق ہو رہا ہوں۔ اس کا رنگ گلابی تھا اور ہونٹوں پر فاتحانہ مسکراہٹ تھی۔ نہ جانے مجھے کیا ہوا کہ میں نے آگے بڑھ کر اس کے قدم تھام لیے۔ رعب حسن اور اقابلا کی سرفراز قوتوں کا تصور مجھ پر حاوی تھا۔ میں نے لڑکھڑاتے لہجے میں کہا۔ ''اے حسن کی دیوی مقدس اقابلا، تجھے ایک نظر دیکھ لینے کے بعد زندگی کی تمام حسرتیں پوری ہوگئیں۔ اگر مجھے تیرے ہاتھوں سے موت نصیب ہو تو یہ میری خوش قسمتی ہوگی۔ میں شروع ہی سے ایک حسن پرست شخص ہوں۔ میرے لیے تیرے جمال کی دید کے بعد زندہ رہنا محال ہے۔''

''مقدس اقابلا؟'' دوشیزہ مشک بار نے دُہرایا اور پھر اس کے قہقہوں سے خوابگاہ کے در و بام گونجنے لگے۔ کچھ دیر قہقہے گونجتے رہے پھول برستے رہے پھر اچانک اس کے چہرے پر سنجیدگی آگئی۔ اور وہ مطربہ طرب آگیں انداز میں بولی۔ ''سیدی جابر، تم غلط سمجھے، میں اقابلا نہیں ہوں میں اس کی ایک خادمہ، ایک کنیز ہوں۔ اس کی عظمت کی قسم اس نے مجھے اپنی تمام کنیزوں میں سب سے بڑا درجہ دیا ہے اور ایک ممتاز و اعلیٰ مقام سے نوازا

ہے۔ میں اس کے مقدس بدن کی گندھ ہوں، وہ معظم و محترم ہے۔''

میرے ذہن پر ایک ضرب سی لگی۔ میں آہستگی کے ساتھ اس کے پیروں سے اُٹھا اور اُلجھن میں مبتلا ہو گیا کہ مجھے کس قسم کا رویہ اختیار کرنا چاہئے۔

''کیا تمہیں میرے قُرب سے کوئی فرحت نہیں ہوئی۔''

''میری نگاہیں نظارے کی متحمل نہیں ہیں۔ تم، تم مقدس اقابلا نہ سہی مگر حسن و جمال کا شاہکار ہو۔'' میں نے سنبھل کر یہ حسین مہم سر کرنے کی ابتدا کی۔

''میں توشا اور نیری کی طرح توری قبیلے کی کوئی لڑکی نہیں ہوں۔ میرا نام ژولین ہے۔ مجھے اقابلا کا قرب حاصل ہے۔ میں نے تمہیں دوبارہ زندگی دی ہے۔ تم موت کی طرف جا رہے تھے۔ میں نے تمہیں اپنی طرف کا راستہ بتایا جو سلامتی اور شادابی کا راستہ ہے۔ تم اب میرے قیدی ہو۔''

پھر پُر معنی لہجے میں مسکراتی ہوئی کہنے لگی۔ ''میرے سلسلے میں تمہارے وسیع تجربات کام نہیں آسکیں گے۔ میں اپنی خواہشوں پر قادر ہوں۔''

''تمہاری قید میں رہنا میرے لئے باعث شادمانی و سعادت ہے۔'' میں نے نفی میں سر کو جنبش دی، ژولین کی سرد مہری نے مجھے محتاط رہنے پر مجبور کر دیا تھا۔ اس کے سامنے ہوشیاری اور تجربوں کی آزمائش فضول تھی۔ میں خود کو بے دست و پا محسوس کرنے لگا تھا۔

''سنو سیّدی جابر!'' ژولین پُر وقار انداز میں بولی۔ ''مجھے مقدس اقابلا کی رفاقت اور خدمت میں ایک زمانہ گزر چکا ہے۔ یہاں چہار سو عظیم اقابلا کی حکومت ہے۔ شوالا اور کالاری صرف ایک جزیرے اور قبیلے توری کے سردار ہیں۔ مقدس اقابلا کے حکم سے سرتابی کا تصور نہیں کیا جا سکتا۔ تمہارے جرائم کی فہرست طویل ہے۔ تم اپنے متعدد جرائم کی وجہ سے عظیم اقابلا کے عتاب کی زد میں آگئے ہو۔ مجھے نہیں معلوم کہ وہ تمہارے متعلق کیا سوچ رہی ہے۔ دیوی کی فکر ارفع و اعلیٰ ہے کوئی اس کے بارے میں نہیں جانتا کہ وہ کیا فیصلہ دے گی۔ موت یہاں اتنی آسانی سے نہیں آتی جتنا تم سوچتے ہو۔ اگر مقدس اقابلا نہ چاہے تو موت کی دیوی بھی تمہارے قریب نہیں آسکتی۔ وہ تمہیں کبھی نہ ختم ہونے والی اذیتوں میں مبتلا کر سکتی ہے۔ تمہیں اپنے گناہوں کی عبرت ناک سزائیں بھگتنی ہوں گی۔''

میں نے ژولین کے حسین چہرے پر جاہ و جلال کی کیفیت دیکھی، تمام تر استقلال اور عزم کے باوجود میرے جسم میں رعشہ پیدا ہو گیا۔

''میں اپنی غلطیوں کا اعتراف کرتا ہوں۔ اے آسمان کی پری ژولین، لیکن جو کوتاہیاں مجھ سے سرزد ہو گئی ہیں۔ اس میں میرے ارادے کا اتنا دخل نہیں تھا جتنا ان غیر معمولی واقعات اور ماحول کی سریت کا دخل تھا۔ آزادی کے خیال نے مجھے اس جزیرے سے فرار ہونے پر اکسایا تھا۔ میں عظیم اقابلا کے حضور اپنے گناہوں کا اعتراف کر سکتا ہوں۔ میری محبوبہ فلورا کے ساتھ جو کچھ ہوا اس نے مجھے پاگل کر دیا تھا۔ کیا شوالا نے اسے جبراً حاصل نہیں کیا؟'' میں نے صاف گوئی سے کہا۔

''فلورا کا خیال ذہن سے نکال دو۔'' ژولین نے غیر جذباتی لہجے میں کہا۔ ''شوالا اسے پسند کر چکا ہے۔ اس نے اقابلا سے تائید حاصل نہیں کی۔ یہ فیصلہ اقابلا کرے گی کہ وہ شوالا کے لئے کوئی سزا تجویز کرے یا اُسے معاف کر دے۔ اب فلورا شوالا کی ہے۔ ہاں اگر شوالا چاہے تو اسے

چھوڑ سکتا ہے۔"

ژولین کی بات سن کر میرے دل میں غبار پیدا ہوا۔ میں نے اپنی برہمی چھپانا چاہی لیکن میرے منہ سے نکل گیا۔" یہ انصاف نہیں۔ شوالا نے زبردستی میری محبوبہ کو مجھ سے چھینا ہے۔ میں اس وقت حالات کی ستم ظریفیوں کا شکار ہوں ورنہ اگر یہ بات ہمارے معاشرے میں ہوتی تو میں شوالا کا سر قلم کر دیتا۔"

"سیدی جابر، یہاں کے قوانین یہاں کی اقدار تمہارے معاشرے سے جدا ہیں، جب بھی کسی اجنبی نے یہاں قدم رکھا ہے، ہمارا سکون منتشر ہو گیا ہے۔ ہم یہاں اجنبیوں کی موجودگی پسند نہیں کرتے اور انہیں غلاموں سے بدتر سلوک کا مستحق سمجھتے ہیں۔" ژولین نے افتخار سے کہا۔

"میں عالی مرتبت ژولین کو بتا چکا ہوں کہ میں غلامی کی زندگی سے، موت پسند کرتا ہوں۔" میں نے شائستگی سے کہا۔

"تمہارے پسند کرنے سے کیا ہوتا ہے، تم ہمارے غلام ہو۔"

"میں ایک مجبور آدمی ہوں۔"

"تم چرب زبان ہو اور تمہیں اندازہ نہیں ہے کہ تم کہاں آ گئے ہو کن بلاؤں میں گھر چکے ہو۔ اذیتیں اب تمہارا مقدر ہیں۔"

ژولین کی نظریں متضاد کش مکش سے دوچار ہو کر میرے گلے میں پڑی ہوئی جارا کا کی کھوپڑی کا جائزہ لے رہی تھیں۔

یہ عورت کسی طور پگھلنے کے لئے تیار نہ تھی۔ میں نے ایک نئی کروٹ لی اور کہا۔" میرے گناہوں کی معافی کی کوئی صورت نہیں نکل سکتی ژولین؟ کیا تم اقابلا سے میری سفارش نہیں کر سکتیں؟ میں نے اس قبیلے کی اقدار نادانستگی میں توڑی ہیں۔ کیا مجھ پر رحم نہیں کیا جا سکتا؟" میں نے عاجزانہ کہا۔

ژولین کے چہرے پر مسکراہٹ آ گئی۔" مقدس اقابلا چاہے تو تمہیں معاف کر سکتی ہے مگر یاد رکھو کوئی اجنبی آج تک یہاں سے واپس نہیں گیا۔ شاید تمہاری موت بھی اسی جزیرے پر لکھی ہے۔" پھر کچھ دیر ٹھہر کر کہنے لگی۔" اقابلا سے بھلا میں تمہاری سفارش کیوں کروں؟ میرا تمہارا کیا تعلق؟"

"تم ایک حسین اور عالی جمال دیوی ہو۔ مجھے امید ہے تم اتنی بے رحم اور سنگدل نہیں ہو سکتیں۔" میں نے ایک بار پھر اُسے نرم کرنے کی کوشش کی۔ کچھ دیر اس نے جواب دینے سے احتراز کیا۔ وہ کچھ سوچ رہی تھی پھر کہنے لگی۔

"اچھا سیدی جابر، میں کوشش کروں گی کہ اقابلا تمہیں معاف کر دے، مگر ایک شرط پر......"

"مجھے ہر شرط منظور ہے۔" میں نے بے اختیار کہا۔

اس کے چہرے پر فکر کی لکیریں اُبھر آئیں۔ میں اس کی شرط سننے کے لئے مضطرب تھا۔ وہ بولی۔" مگر شرط سننے سے پہلے تم جارا کا کی کھوپڑی اس ستون پر رکھ دو۔"

میں نے پس و پیش کیا اور جھجکنے لگا۔ اس نے میری یہ کیفیت محسوس کر لی اور سخت لہجے میں بولی۔" میں تمہیں حکم بھی دے سکتی ہوں لیکن نرمی سے کہہ رہی ہوں۔ کھوپڑی ستون پر رکھ دو۔ میں وعدہ کرتی ہوں کہ یہ کھوپڑی تمہیں واپس کر دی جائے گی۔"

''کب؟''میں نے کھوپڑی دونوں ہاتھوں سے پکڑ لی۔

''کچھ دیر بعد......ابھی؟''اس نے کہا۔

اس کے وعدے پر میں نے کھوپڑی گردن سے اُتاری اور قریبی ستون کے کنارے پر رکھ دی۔''میں شرط سننے کے لئے مضطرب ہوں۔'' میں نے کہا۔

''جابر! تمہیں عمر بھر میری غلامی میں رہنا ہوگا۔اس محل میں میرے غلام کی طرح۔تم کبھی اس محل سے باہر قدم نہیں نکالو گے اور تم اپنی خواہشوں پر عمل پیرا ہونے کی بجائے ہمیشہ میری خواہش کی تعمیل کرتے رہو گے۔''ژولین نے عجیب شرط پیش کی۔

''میں عمر بھر یہیں رہوں گا یا ایک مدت بعد مجھے یہاں سے رہائی مل جائے گی۔''میں نے وضاحت چاہی۔

''تم تازندگی یہیں رہو گے۔میں تمہیں آب زندگی پلاؤں گی تاکہ تمام عمر اسی طرح جوان اور شاداب رہو۔''ژولین کے لہجے میں کشش اور شیرینی تھی۔

لیکن اس پُر اسرار ماحول میں ایک عورت کے غلام کی طرح زندگی گزارنا جابر کی حمیت وغیرت کو گوارا نہ تھا۔میں نے کہا۔''اگر میں یہ شرط ماننے سے انکار کردوں تو؟''

میری اس جسارت پر اس کے چہرے پر غیظ وغضب کے آثار نمودار ہوئے۔اس نے اپنا ایک ہاتھ ایک طرف جھٹکا اور مجھے یوں محسوس ہوا جیسے اچانک میرا سارا وجود پگھل رہا ہے اور میں رِس رِس کر سیال کی صورت میں تحلیل ہو رہا ہوں اور میرا سارا جسم آگ پر رکھا ہوا ہے اور میرے ہاتھ اور پیر موم کی طرح پگھل رہے ہیں جسم میں اینٹھن اور مروڑ شروع ہوگئی۔یہ اتنی شدید اذیت تھی کہ ایک ہی لمحے میں مجھے اپنا انجام نظر آ گیا۔دم گھٹنے لگا اور میں بے اختیار اس کے قدموں کی طرف لپکا اور دردناک آواز میں چیخنے لگا۔''مجھے تمہاری ہر شرط منظور ہے۔''میں نے شکست خوردگی سے کہا۔

اُس نے فاتحانہ انداز میں میری طرف دیکھا اور اپنا دوسرا ہاتھ فضا میں بلند کیا۔میرا جسم حیرت انگیز طور پر اپنی اصلی حالت میں آ گیا۔اتنی کربناک اذیت سہہ کر اور ژولین کی طاقت وسربلندی سے متاثر ہوکر میں عقیدت وخوف کا اظہار کرنے کے لئے اس کی سرخ ٹانگوں سے لپٹ گیا۔ اس کے بدن سے مس ہوکر مجھ پر نشے کی سی کیفیت طاری ہوگئی۔میری آنکھوں میں خمار آ گیا۔اس نے اپنے ہاتھ سے مجھے کھڑا کیا۔ایک لمحے بڑے غور سے میری طرف دیکھتی رہی۔کچھ سوچتی رہی پھر اس نے ستون پر رکھی ہوئی جارا کا کی کھوپڑی میرے گلے میں ڈال دی۔

مجھے اس کی دلی کیفیت کا اندازہ کرنے میں دیر نہیں لگی۔ژولین مجھے پسند کر چکی تھی۔میرے وہم وگمان میں یہ بات نہیں آسکتی تھی کہ مجھے ژولین جیسی سراپا قیامت کا قرب حاصل ہوگا۔ظاہر ہے اب میری کوئی انا،کوئی شخصیت نہیں تھی۔علیحدہ کوئی وجود نہیں تھا۔میں دیوانہ وار اس پر نثار ہونے لگا۔

شوق واضطراب کی یہ شدت زیادہ دیر برقرار نہ رہی۔ژولین کے چہرے پر کرب کے آثار نمودار ہوئے اور اس کی آنکھوں میں خوف اترنے لگا۔اس نے کسمسا کر مجھے دور دھکیل دیا اور کسی نامعلوم زبان میں چیخنے چلانے لگی۔میں نے اس کے دل سوز لہجے سے اندازہ لگایا کہ وہ کسی

سے کچھ فریاد کر رہی ہے اس کا جسم ''تڑپا'' مچلا اور گھر گھر کر چھانے والے سرخ رنگ کے بادلوں نے اُسے میری آنکھوں سے اوجھل کر دیا۔ وہ چیختی رہی اور جب بادل وہاں سے ہٹے تو ژولین کی جگہ راکھ کا ایک ڈھیر تھا۔ میری سمجھ میں کچھ نہیں آیا کہ چند لمحات میں یہ کیا سے کیا ہوگیا؟ یہ ناقابل فراموش اور دلخراش منظر دیکھ کر مجھ پر غشی کی کیفیت طاری ہوگئی۔ میرے ہوش وحواس جاتے رہے اور جب میں آنکھیں کھولنے کے قابل ہوا تو میں نے دیکھا کہ میں جھونپڑی میں موجود ہوں، سرنگا میرے سرہانے بیٹھا، مجھ پر جھکا ہوا کچھ کہنے کی کوشش کر رہا ہے۔ سریتا خوف سے میرے ہاتھ سہلا رہی ہے، توشا اور نیری دور کھڑی ہوئی کانپ رہی ہیں۔ فلورا کی آنکھیں کھلی ہوئی تھیں لیکن اس نے مجھے دیکھ کر کسی جذبے کا اظہار نہیں کیا۔ میں خود کو دوبارہ جھونپڑی میں دیکھ کر دم بخود رہ گیا۔ کیا میں کوئی خواب دیکھ رہا تھا؟ میں ابھی کہاں تھا؟ میں نے سرنگا کی طرف استفہامیہ نظروں سے دیکھا اور پوچھا کہ میں یہاں کب آیا ہوں۔ اس نے بتایا کہ پلک جھپکنے کی دیر ہوئی ہے کہ اس نے مجھے جھونپڑی میں پڑا ہوا پایا ہے وہ یہ نہیں دیکھ سکا تھا کہ میں خود یہاں آیا ہوں یا کوئی اور مجھے لے کر آیا ہے۔ میرے گلے میں جارا کاکا کی کھوپڑی موجود تھی۔ سرنگا اسے بہت غور سے دیکھ رہا تھا۔

''عزیزم جابر...... تم رات بھر کہاں غائب رہے؟'' اس نے مضطرب انداز میں کہا۔ ''رات بھر یہ وحشی تمہاری تلاش میں سرگرداں رہے وہ متعدد بار جھونپڑی میں آئے اور ان دونوں لڑکیوں سے کچھ پوچھ گچھ کر کے چلے گئے جسے میں نہیں سمجھ سکا۔''

میں نے سرنگا کی بات کا جواب دینے کے بجائے ٹھنڈی سانس لی اور اُٹھ کر بیٹھ گیا۔ سریتا کا ہاتھ میں نے الگ کیا اور معذرت خواہانہ انداز میں اس کا شکریہ ادا کیا۔ وہ دُبلی پتلی معصوم، خوبصورت لڑکی نہیں مانی اور بدستور میرے ہاتھ دباتی رہی۔ گزشتہ رات میرے ساتھ جو ہولناک واقعات پیش آئے تھے وہ ایک ایک کر کے نگاہوں کے سامنے آگئے۔ ژولین کو کیا ہوا؟ کیا یہ سب ایک سحر سیاہ تھا؟ میری واپسی کتنی اچانک ہوئی ہے۔ کیا میں جارا کاکا کی کھوپڑی کی وجہ سے اس عظیم الشان قصر سے واپس آگیا؟ کیا ژولین؟ میں رات کے واقعات کی عقلی اور منطقی توجیہ ڈھونڈنے میں غلطاں وپیچاں تھا اور یہ میری بھول تھی۔ اس طلسم خانے میں عقل ومنطق کی کیا گنجائش؟ مجھے خاموش اور فکر میں مستغرق دیکھ کر سرنگا کہنے لگا۔'' سیدی جابر، یہ کھوپڑی تمہارے پاس کہاں سے آئی؟'' اس نے دریافت کیا۔ ''کیا رات تم نے کوئی معرکہ سر کرنے کی کوشش کی تھی؟''

میری سمجھ میں نہیں آرہا تھا کہ بوڑھے سرنگا کو کیا جواب دوں۔ مقدس کھوپڑی دیکھ کر اس کی آنکھوں میں ایک مخصوص چمک پیدا ہوئی مجھے گمان ہوا کہ کہیں اس کھوپڑی کے حصول کے لئے سرنگا مجھے قتل نہ کر دے۔ چنانچہ اس کی بات کا جواب دینے کے بجائے میں نے کراہ کی آنکھیں بند کر لیں۔ اس طرح میں سرنگا کو ٹال کر یہ فیصلہ کرنے کا وقت لے سکتا تھا کہ مجھے اسے یہ سارا واقعہ بتانا چاہئے یا نہیں۔ سرنگا اب تک میرے ساتھ حسن سلوک سے پیش آیا تھا۔ اس کی رفاقت میرے لیے بڑی غنیمت تھی۔ مگر میرا دماغ ان پے در پے ناقابل قیاس واقعات سے پریشان تھا۔ میں کچھ دیر سکون چاہتا تھا لیکن سکون اس جزیرے میں قدم رکھتے ہی ہم سے جدا ہوگیا تھا۔ اِدھر میں نے آنکھیں بند کیں، اُدھر جھونپڑی کے دروازے پر شور ہوا۔ پھر روشنی کے ساتھ ہی ایک خونخوار، دیوہیکل حبشی گلے میں بڑے بڑے کڑے ڈالے جسم پر نقش ونگار بنائے اندر داخل ہوا۔ اس کی صورت اتنی خوفناک اور بھیانک تھی کہ مجھے جُھرجُھری آگئی۔ سریتا نے اپنا سر گھٹنوں میں دے لیا۔ توشا اور نیری اس مکروہ شخص کو دیکھتے ہی تیزی سے اٹھیں اور اس کے قدم چاٹنے لگیں۔ یہ ان کی گہری عقیدت اور اُس شخص کی عظمت وبرتری کا ثبوت تھا لیکن وہ شخص ان دونوں سے بے نیاز فلورا کو دیکھ رہا تھا۔ اسے

دیکھ کر اس کے چہرے پر ایک شیطانی مسکراہٹ نمودار ہوئی۔ اس نے جھک کر فلورا کا ایک ہاتھ اٹھایا۔ اسے سونگھا اور پھر اس کا ہاتھ چھوڑ کر بدن کے مختلف حصوں کا جائزہ لینے لگا۔ جب وہ اٹھا تو اس کی نظر مجھ پر پڑی اور حیرت سے مجھے گھورنے لگا۔ ''شوالا!'' میرے ذہن میں جب شوالا کا نام اُبھرا تو میں سرتاپا لرز گیا۔ اس کی گردن پر سانپ جھول رہے تھے اور عجیب وغریب قسم کے کیڑے اس کے جسم سے چمٹے ہوئے تھے۔ مجھے دیکھ کر اس کی نگاہوں میں قہر آ گیا۔ کچھ دیر تک وہ خوں بار انداز سے گھورتا رہا جیسے مجھے قید خانے کی آخری تہہ میں پہنچانے کے منصوبے سوچ رہا ہو۔ سرنگا نے ہاتھ سے مجھے اشارہ کیا کہ میں پیچھے ہو جاؤں لیکن خوف ولرزش کے باوجود میں نے اپنی آنکھیں اس کی آنکھوں سے نہیں ہٹائیں۔ پھر وہ میرے پاس جارا کا کا کی کھوپڑی دیکھتے ہی چونک پڑا۔ ایسا لگا جیسے یہ مقدس کھوپڑی میرے گلے میں دیکھ کر اسے کسی بچھو نے ڈنک مار دیا ہو۔ اس کی آنکھوں کی سرخی گہری ہوگئی۔ وہ اپنی زبان میں مجھ سے مخاطب ہوا۔

''تم نے فرار ہونے کی کوشش کی تھی؟'' اس کی زبان اس کے چہرے کی طرح کرخت اور سخت تھی۔

''ہاں، مقدس شوالا میں رحم کا خواستگار ہوں۔'' میں نے بمشکل تمام کہا۔

''تم نے ہمارے آدمیوں کو قتل کر دیا ہے، تم پر دیوتاؤں کا قہر نازل ہوگا'' شوالا نے حقارت سے کہا۔

میں نے گڑگڑا کر اس سے رحم کی اپیل کی لیکن اس نے ہر بار مجھے دیوتاؤں کے قہر وغضب سے دھمکایا۔ ''کیا تم نہیں جانتے کہ یہاں ہمارا حکم چلتا ہے۔ تم نے من مانی کیوں کی؟'' اُس نے شعلہ بار لہجے میں کہا۔

''مجھ سے غلطی ہوگئی مقدس شوالا'' میں نے عاجزی سے کہا۔

''تمہیں اس غلطی کا خمیازہ بھگتنا پڑے گا۔ تم نے ایک گناہ نہیں، کئی گناہ کیے ہیں۔'' یہ کہہ کر شوالا نے ایک چیخ بلند کی اور پشت پر کھڑے ہوئے نیزا برداروں کو اشارہ کیا۔ وہ مجھ سے دور دور تھے۔ میں نے انکار کی جرات نہیں کی۔ چپ چاپ ان کے ساتھ چلنے لگا۔ میں نے حسرت کی ایک نظر سریتا، سرنگا اور فلورا پر ڈالی۔ ہر لمحے یہ معلوم ہوتا تھا کہ شاید یہ ہمارا آخری وقت ہے۔ سریتا پھوٹ پھوٹ کر رو رہی تھی۔ اس کی اس محبت پر میرا دل بھر آیا۔ جب مجھے وہ جھونپڑی کے باہر کھلے میدان میں لے گئے تو ڈھول پیٹے جانے لگے، دیکھتے ہی دیکھتے وہاں ایک انبوہ کثیر نظر آنے لگا۔ شوالا قہر وغضب کے کسی دیوتا کی طرح میرے قریب کھڑا تھا۔ اس کی نگاہیں بار بار میرے گلے میں پڑی ہوئی جارا کا کا کی کھوپڑی کی طرف اُٹھ جاتی تھیں اور ان میں خون اتر آتا تھا۔ میں نے محسوس کیا کہ وہ کسی اضطراب سے دوچار ہے۔ وہ عجیب عجیب، بے ہنگم قسم کی حرکتیں کر رہا تھا۔ کبھی اپنے گلے میں پڑے ہوئے کڑے کھینچنے لگتا۔ کبھی اپنے جسم کا رنگ کھرچنے لگتا۔ کبھی بال کھسوٹنے لگتا۔ وہ اسی کیفیت سے کافی دیر تک دوچار رہا۔ پھر اس نے ایک گرج دار آواز اپنے حلق سے نکالی۔ اتنی بھیانک کہ میرے اطراف کھڑے ہوئے نیزا بردار حبشی بھی کانپ اُٹھے۔ موت کا یہ جشن نقاروں کی گونج میں منایا جا رہا تھا۔ شوالا نے ہلاکت خیز آواز میں کہا۔ ''اے منحوس اجنبی مقدس جارا کا کا کی کھوپڑی اپنی گردن سے اتار دے، یہ شوالا کا حکم ہے۔''

شوالا کا حکم سن کر مجھے اپنی سانس اُکھڑتی ہوئی محسوس ہوئی لیکن میں مستعد کھڑا رہا۔ مجھے تو شایا دآئی جس نے کہا تھا کہ جس شخص کے پاس جارا کا کا کی کھوپڑی ہو، وہ آسمانی بلاؤں اور زمینی فساد وشر سے محفوظ رہتا ہے۔ یہ خیال آیا تو کچھ ہمت پیدا ہوئی۔ میں نے سوچا جابر' شوالا کھوپڑی

اتارنے کا حکم اتنی سختی سے کیوں دے رہا ہے اور ژولین نے اپنی شرط منواتے وقت کھوپڑی اتارنے کی ہدایت کیوں کی تھی۔ بات میری سمجھ میں آ رہی تھی۔ میں نے ہمت کر کے شوالا کو مخاطب کیا۔ ''شوالا، مجھے علم ہے کہ تم توری قبیلے کے معزز سردار ہو، میں تمہاری پُراسرار طاقتوں کے بارے میں بھی جانتا ہوں۔ حالات نے مجھے تمہارے آگے بے بس کر دیا ہے لیکن میں ذلت کی زندگی کے بجائے عزت کی موت مرنا پسند کرتا ہوں۔ مقدس جارا کا کا کی یہ کھوپڑی میں نے طاقت سے حاصل کی ہے۔ میں اسے نہیں اتار سکتا۔ تم ایک بے بس انسان کے سامنے اپنی پُراسرار طاقت کا مظاہرہ کرتے ہو۔ اگر مجھ سے مقابلہ کرنا ہے تو یہ شعبدے علیحدہ رکھو، میں تم سے لڑنے کے لیے تیار ہوں۔''

''میں جانتا ہوں، تجھے یہ سب کہاں سے معلوم ہوا ہے۔'' شوالا نفرت انگیز لہجے میں بولا۔ ''تو نے اس بدبخت توشا کو مجبور کر دیا تھا۔ تو نے میری امانت میں خیانت کر کے ایک ذلیل جرم کا ارتکاب کیا ہے، شوالا مدفون مردوں کا حال بھی جان سکتا ہے توشا نے مجھ سے غداری کی ہے۔''

شوالا نے چند وحشیوں کو اشارہ کیا۔ اس کے حکم پر نیزہ بردار حبشی دوبارہ جھونپڑی میں گئے اور توشا کو بالوں سے پکڑ کر گھسیٹتے ہوئے باہر لے آئے مجھے حیرت تھی کہ توشا کے منہ سے اس وحشیانہ رویے پر ایک آہ تک نہ نکل سکی۔ البتہ وہ خوف سے زرد ہو رہی تھی۔ اس کے پیچھے سرنگا، سریتا اور نیری بھی نیزہ برداروں کے ساتھ اس اژدہام میں شامل ہو گئے۔ توشا نے مجھے دیکھا تو نفرت سے منہ پھیر لیا۔

شوالا نے با آواز بلند توشا پر غداری کا الزام عائد کیا۔ توشا جواب دینے کے بجائے خاموش کھڑی رہی۔ شوالا چند لمحوں تک اسے گھورتا رہا پھر اس نے دونوں ہاتھ سینے کی سیدھ میں آگے کی جانب پھیلائے اور گھٹنوں کے بل بیٹھ کر اپنے ہاتھ کی کھلی ہوئی انگلیوں کو حرکت دی۔ اچانک میرے، سریتا اور توشا کے منہ سے ایک چیخ نکل پڑی جس جگہ توشا کھڑی تھی، وہاں زہریلے ناگوں نے نہ جانے کن راستوں سے آ کر گھیرا ڈال لیا تھا اور خطرناک انداز میں پھنکار رہے تھے۔ توشا کی خاموشی برقرار نہ رہ سکی۔ وہ ہذیانی انداز میں چیخ رہی تھی۔ اس کی آنکھیں دہشت سے باہر نکل آئی تھیں۔ زہریلے ناگ اپنی زبانیں نکالے جھوم رہے تھے۔ پھر جو منظر میں نے دیکھا اسے بیان کرتے ہوئے زبان لڑکھڑاتی ہے، زہریلے ناگوں نے جس حصے کا احاطہ کر رکھا تھا وہاں زمین کے چھوٹے موٹے سوراخوں سے بے شمار آدم خور چیونٹیاں نمودار ہو کر توشا کے بدن سے لپٹ گئیں، توشا نے خود کو بچانے کی جدوجہد کی لیکن ناکام رہی۔ اس کی قوت مدافعت جواب دے گئی۔ چیونٹیوں نے اسے چھپا لیا اور منٹوں میں ان کا زہر تیزی سے اس کے خون میں سرایت کر گیا۔ وہ تڑپتی اور زمین پر ہاتھ پیر مارتی رہی لیکن چیونٹیوں کے اس ہجوم نے اس طرح یلغار کی تھی کہ توشا زیادہ دیر زندہ نہ رہ سکی۔ شوالا اپنے عمل میں مصروف تھا اور گردن اُٹھا اُٹھا کر دلچسپی سے توشا کا یہ عبرتناک انجام دیکھ رہا تھا۔ ڈھول پٹ رہے تھے۔ میری حالت ابتر ہو گئی تھی میں نے افریقہ کے جنگلوں میں پائی جانے والی ان چیونٹیوں کے بارے میں پہلے سنا ہی تھا۔ اب آنکھوں سے دیکھ لیا۔ توشا کا سارا بدن ان چیونٹیوں نے کھا ڈالا۔ میری نظروں کے سامنے محض ہڈیوں کا پنجر رہ گیا تھا۔

سریتا بے ہوش ہو کر گر پڑی تھی۔ میری طبیعت بھی مکدر ہو گئی تھی۔ شوالا نے مجھے مخاطب کیا۔ ''دیکھا تو نے مجرم توشا کا انجام؟ یہ ہے میری طاقت، میں کہتا ہوں تو مقدس جارا کا کا کی کھوپڑی اتار دے۔''

سرنگا نے مجھے اشارے سے منع کیا کہ میں انکار کر دوں۔ میں نے انکار کر دیا۔ شوالا تلملا کر رہ گیا اور مجھے بھیانک سزاؤں سے ڈرانے

دھمکانے لگا۔ یہ بات اب آسانی سے سمجھ میں آ گئی تھی کہ وہ لوگ خود بڑھ کر جارا کا کا کی کھوپڑی میری گردن سے اتارنے میں گریز کر رہے ہیں۔ یقیناً اس میں بھی ان کی کوئی مصلحت ہوگی۔ میں نے کھوپڑی پر اپنی گرفت اور مضبوط کر لی اور سرنگا کے اشارے پر دوبارہ منع کر دیا۔ شوالا یہ کہہ کر وہاں سے پیر پٹکتا ہوا رخصت ہو گیا کہ وہ دو دن کی مہلت دے رہا ہے، اگر کھوپڑی نہیں اتاری گئی تو کوئی رعایت نہیں برتی جائے گی۔

ہم سب نیم جان و دل جھونپڑی میں واپس آ گئے۔ سریتا کا برا حال تھا میں نے اس کا ہاتھ پکڑ لیا اندر فلورا تنہا لیٹی ہوئی تھی۔ وہ غالباً اپنے ہوش و حواس کھو بیٹھی تھی۔ سرنگا داس سر جھکائے کچھ سوچنے لگا تھا۔ یکا یک وہ مجھ سے مخاطب ہوا۔ ''عزیزم جابر! تم نے بتایا نہیں، کہ یہ کھوپڑی تم نے کہاں سے حاصل کی ہے، کیا تمہیں مجھ پر اعتماد نہیں رہا؟''

''نہیں نہیں، سرنگا۔'' میں نے شرمندگی سے کہا۔ ''اگر ہم بچے کھچے لوگ ایک دوسرے پر اعتماد نہیں کریں گے تو پھر کس پر کریں گے۔''

''رات کی سرگزشت بتاؤ، شاید میں کوئی راہ نکال سکوں۔'' سرنگا نے حوصلہ دلایا۔

''راہ...... تمام راہیں مسدود ہو چکی ہیں سرنگا، ہماری کشتی چھپا دی گئی ہے یا ضائع کر دی گئی ہے۔ ہم یہاں مرنے کے لئے آئے ہیں۔ اب کیا رہ گیا ہے۔ جلد ہی یہ روز روز کا تماشا ایک دم ختم ہو جائے گا سرنگا اب میں تھک چکا ہوں۔'' میں نے افسردگی سے کہا۔

''تم ہمت ہار بیٹھے؟ ہونہہ، تم نے جارا کا کا کی کھوپڑی حاصل کر کے ایک کارنامہ سرانجام دیا ہے، مجھے بتاؤ یہ سب کیسے ہو گیا؟''

اس کے اصرار پر میں نے گزشتہ رات کی تمام سرگزشت سنا دی۔ سرنگا شوق اور حیرت سے سب کچھ سنتا رہا اور آنکھیں پٹ پٹاتا رہا۔

''جابر! کیا تمہیں وہ غار یاد ہے؟'' اس نے کہا۔

''میں اُسے تلاش کر سکتا ہوں۔'' میں نے اضمحلال سے جواب دیا۔

''کیا تم مجھے لے کر وہاں چل سکتے ہو؟''

''مگر سرنگا یہ کس طرح ممکن ہے کیا تمہارا دماغ خراب ہو گیا ہے۔''

''میں وہاں جانا چاہتا ہوں۔''

''مگر کیوں؟''

''تمہیں پتہ نہیں کہ تم منزل سے کس قدر قریب پہنچ گئے تھے، تم نے اپنی جذباتی طبیعت، کم فہمی اور جلد بازی سے بنا بنایا کام بگاڑ دیا۔ تم نے مصلحت اندیشی سے کام نہیں لیا۔ بہرحال یہ کھوپڑی اپنے پاس محفوظ رکھو۔ یہاں ابھی تمہیں کچھ اور بھی دلچسپ اور خوبصورت مناظر دیکھنے کو ملیں گے۔ تم نے ایک بڑا کام کیا ہے۔ تمہارے پاس کھوپڑی موجود ہے، میری اور سریتا کی فکر نہ کرو۔ میں اپنی حفاظت خود کر سکتا ہوں۔ میرے عزیز۔ یہ اسرار کی دنیا ہے۔ میں نے تمہیں بہت سمجھایا لیکن تم نے شاید غور سے میری باتوں پر توجہ نہیں دی۔ عزیزم حوصلے سے کام لو مجھے کسی طرح اس سرنگ میں پہنچا دو۔''

''کیا تم سریتا کے ساتھ جاؤ گے؟'' میں نے پوچھا۔

''نہیں سریتا یہیں رہے گی۔''

''کیا سریتا کا یہاں تنہا رہنا ٹھیک ہوگا؟''

سرنگا نے اس پہلو پر غور نہیں کیا تھا۔ سریتا کو یہاں تنہا نہیں چھوڑا جا سکتا تھا۔ نہ جانے وہ اس کے ساتھ کیا سلوک کریں گے۔ سرنگا داس بے چینی سے پہلو بدلنے لگا اور آخر اس نتیجے پر پہنچا کہ سریتا کا یہاں رہنا خالی از خطرہ نہیں ہے۔ ہم نے طے کیا کہ جب فلورا یہاں سے شوالا کے پاس چلی جائے گی اور نیری اس کے ساتھ رخصت ہو جائے گی تو ہم سریتا کے ساتھ یہاں سے فرار کی کوشش کریں گے۔

ہم دونوں دیر تک اپنے آئندہ اقدام کے بارے میں سوچتے رہے۔ سرنگا کے لہجے کی تمکنت اور معنی خیزی سے میں پہلے ہی متاثر تھا۔ وہ میرے لیے ایک بہت ہی انمول شخص ثابت ہوا تھا۔ اسے اپنے آپ پر قابو رکھنے کی غیر معمولی قدرت حاصل تھی۔ وہ کچھ ایسی پُر اسرار باتیں اور حرکتیں کرتا رہتا تھا جو میری عقل میں نہیں آتی تھیں۔ سارا دن ہم دونوں اِدھر اُدھر کی گفتگو کرتے رہے۔ سریتا بھی میرے قریب بیٹھی غور سے گفتگو سنتی رہی، صبح سے شام تک آنسو بہانے کے سوا اسے کوئی کام نہیں تھا۔ نیری نے دن بھر مجھ سے بات نہیں کی تھی۔ وہ حسرت ناک نظروں سے میری طرف دیکھتی اور فلورا کے بدن سے کیڑے علیحدہ کرنے میں مصروف ہو جاتی۔ مجھے اس کی حالت پر رہ رہ کر ترس آتا تھا۔ سریتا بے کار بیٹھے بیٹھے اکتا گئی تھی۔ اُسے جب کوئی کام نہیں ملا تو وہ میرا سر دبانے لگی۔ یہ معصوم لڑکی دھیرے دھیرے، بہت آہستہ آہستہ اپنے اندر کے جوہر مجھ پر عیاں کر رہی تھی۔ جب اندھیرا چاروں طرف پھیل گیا تو ہم خاموش ہو گئے۔ کب تک باتیں کرتے؟ ہم آنے والی کل کی سلامتی کے لئے دعائیں مانگنے لگے۔ آنے والی کل بڑی غیر یقینی تھی۔ میں سونا نہیں چاہتا تھا۔ اس لئے کہ مجھے خدشہ تھا کہ کہیں کوئی میرے گلے سے یہ کھوپڑی نہ اُتار لے۔ ممکن ہے سرنگا کی نیت خراب ہو جائے ممکن ہے نیری اسے حاصل کرنے کی کوشش کرے کیونکہ وہ اس کھوپڑی کی اہمیت سے پوری طرح واقف ہے۔ چنانچہ میں نے ہر ممکن کوشش کی کہ مسلسل جاگتا رہوں۔ سوچتے سوچتے میرے ذہن میں آیا کہ کیوں نہ کھوپڑی گلے سے اُتار کر اپنی شکستہ پتلون کے اندر ڈال لوں اور اس کا سر کسی بٹن سے باندھ لوں لیکن اس سے کہیں کھوپڑی کی بے حرمتی نہ ہو۔ میں لیٹا رہا۔ جب بھی غنودگی طاری ہونے لگتی میں ہڑ بڑا کر اُٹھ بیٹھتا۔ جب بھی اٹھتا نیری کو اداسی کے عالم میں بیٹھی ہوئی دیکھتا۔ وہ توشا کی المناک موت کے غم سے نڈھال تھی اور اپنے انجام کی طرف سے متفکر نظر آتی تھی۔ آج تو شوالا نے اُسے چھوڑ دیا تھا مگر کل کیا ہوگا؟ اس کا جرم بھی توشا کی نوعیت کا تھا۔

میرا دل کہنے لگا کہ اسے قریب بلاؤں۔ آخر وہ جاگ کیوں رہی ہے؟ آہ، کل یا پرسوں وہ بھی ذبح کر دی جائے گی۔ میں نے اسے انگلی کا اشارہ کیا۔ جب وہ نہیں آئی تو کچھ توقف کے بعد میں نے اسے آواز دی۔ ''نیری۔ مجھے توشا کے انجام پر افسوس ہے مگر تمہیں معلوم ہے کہ میں یہاں محض ایک قیدی ہوں۔ کاش میں اس کی کوئی مدد کر سکتا۔''

جواب میں وہ سسکنے لگی میں نے اس کا سر اپنی گود میں لے لیا۔ میں سمجھ گیا کہ وہ جارا کا کی کھوپڑی سے خوفزدہ ہے۔ میں نے ہار پلٹ کر کھوپڑی کا رخ پشت کی طرف کر دیا۔ ''آؤ آؤ نیری۔ مقدس جارا کا کی کھوپڑی اب تمہارے سامنے نہیں ہے کل پتہ نہیں تمہارے اور میرے ساتھ کیا ہو؟ ہمارے پاس صرف آج کی مہلت ہے۔ کل کا کوئی بھروسہ نہیں۔ یہاں ہر سو خوں ریزی ہے، درندگی کا کھیل ہے ہم تم جو اس وقت سچے انسان

ہیں کیوں نہ انسانوں کی طرح ملیں۔ زندگی کا جو مختصر وقت ملا ہے اسے کیوں نہ لطف کے ساتھ گزارا جائے۔ تم موت سے ڈرتی ہو۔ ایک وقت تھا کہ میں بھی ڈرتا تھا مگر موت کئی بار آ کر ٹل گئی۔ ہر بار میں مرنے کے لئے تیار ہو گیا تھا اور ہر بار مجھے زندگی ملی۔ اب میں نے موت کے بارے میں سوچنا تک چھوڑ دیا ہے۔ تم بھی ایسا ہی کرو۔'' میں اس کی افسردگی دور کرنے کے لئے حیات و ممات کے فلسفے پر اس کی ٹوٹی پھوٹی زبان میں آہستہ آہستہ درس دے رہا تھا۔ نہ معلوم وہ میری باتیں سمجھ رہی تھی یا نہیں۔ میں اُسے باتوں میں لگا کر کچھ وقت لینا چاہتا تھا۔

یہی موقع تھا جب میں اس سے مقدس اقابلا، جارا کا کی کھوپڑی کے کمالات اور اثرات کے بارے میں ضروری باتیں پوچھنا چاہتا تھا لیکن نیری آج کچھ بتانے سے گریز کر رہی تھی۔ وہ جواباً میری آغوش پر چھپنے لگتی اور جب میں اسے زیادہ پریشان کرتا تو سسکیاں لینے لگتی۔ مگر میں نے سوالات کا سلسلہ بند نہیں کیا۔ پوچھتا رہا۔ اس نے بھی اپنی خاموشی نہیں توڑی۔ چپ چاپ میری باتیں سنتی رہی۔ جب میں نے بہت زیادہ اصرار کیا اور جھنجوڑ جھنجوڑ کر اس سے پوچھا تو اس نے رو دینے والے انداز میں کہا کہ وہ مزید کچھ نہیں جانتی۔ وہ اور تو شا جتنا کچھ جانتی تھیں، وہ پہلے ہی بتا چکی تھیں۔ جارا کا کی کھوپڑی کے متعلق اس نے صرف اتنا بتایا کہ وہ ان کے نزدیک سب سے مقدس اور محترم ہے۔ اس کی عبادت کرنی چاہئے۔ اس کے اطلاقات اور طریقہ استعمال سے وہ قطعاً ناواقف تھی۔ میں کچھ اس انداز میں سوالات کر رہا تھا جیسے میں جانتا تو سب کچھ ہوں لیکن برائے گفتگو برائے بحث پوچھ رہا ہوں۔

نیری معصومانہ انداز میں صرف ہوں ہاں کر رہی تھی۔ وہ بڑے لطیف احساسات کی حامل تھی۔ میں ایک بار اسے خوب اچھی طرح پرکھ چکا تھا۔ اب پھر وہ میرے قریب تھی۔ بہت قریب۔ میں نے اسے زمین پر لٹا دیا اور خود بھی اس کے برابر لیٹ گیا۔ اس کا بدن گرم تھا اور میرا لہو بھی سرد نہ تھا۔ چنانچہ تھوڑی دیر کے لئے ہم دونوں یہ بھول گئے کہ ہم وادی اجل میں ہیں۔ موت ہمارے سرہانے کھڑی ہے اور کسی بھی لمحے ہمیں دبوچ سکتی ہے۔ نیری اب پوری طرح مغلوب ہو چکی تھی۔ جارا کا کی کھوپڑی میرے دائیں بازو کے قریب پڑی آتش شوق کا یہ تماشا دیکھ رہی تھی۔ میں جذبات کے طوفانی دھارے میں بہنے لگا۔

''بس بس۔'' اس نے کہا۔ ''اب یہ ناممکن ہے۔''

''کیوں؟ آخر تمہیں یہ کیا ہو گیا ہے؟''

''کچھ نہیں۔ مجھے چھوڑ دو۔'' اس نے اکراہ سے کہا۔

''کیا تم پھر خوفزدہ ہو گئی ہو؟'' میں نے پیار سے پوچھا۔

''نہیں، وہ، یہ گناہ ہے۔'' اس نے جھجکتے جھکتے کہا۔

''گناہ؟ وہ کیسے؟'' میں نے ہنس کر پوچھا۔

''وہ، وہ سامنے ہے۔'' اس نے جارا کا کی کھوپڑی کی طرف اشارہ کیا۔

''تو کیا ہوا؟''

''اس کی موجودگی میں یہ گناہ ہے۔ یہ ہمارے قبیلے کی رسم ہے کہ جن لوگوں کے پاس جارا کا کی کھوپڑی ہوتی ہے وہ جسمانی میل ملاپ نہیں کرتے۔''

میں نے عالم وارفتگی میں اسے اور دبوچتے ہوئے کہا۔ ''تم اس کھوپڑی سے ڈرتی ہو؟ اس بے جان شے میں کیا دھرا ہے۔ یہ تم لوگوں کا اندھا اعتقاد ہے۔'' میں نے اسے آمادہ کرنے کے لئے یہ بات کہہ تو دی، لیکن میں خود اس کھوپڑی کا قائل ہو گیا تھا۔

''نہیں۔ جب تک تمہارے جسم پر یہ مقدس کھوپڑی ہے، ایسا نہیں کیا جا سکتا۔'' نیری نے بہکی بہکی سانسوں کے درمیان کہا۔

اس لمحہ سرمستی میں نیری کے اچانک انکار سے مجھ میں سرکشی آ گئی تھی مجھ پر ایک جنون طاری ہو گیا تھا۔ میری عقل کھوپڑی کی علیحدگی کے لئے ہرگز تیار نہیں تھی مگر دل تھا کہ نیری کی بات مان لینے کو بے چین تھا۔

میری عقل نے دلیل دی کہ اگر میں صرف تھوڑی دیر کے لئے جارا کا کی کھوپڑی اتار دوں تو آخر کیا حرج ہے۔ اس لڑکی کے دست و بازو اتنے قوی نہیں ہیں کہ وہ زبردستی اپنے گلے میں یہ طوق زریں پہن سکے۔ سرنگا بے حس و حرکت پڑا ہے۔ فلورا اپنے حواس میں نہیں ہے، سریتا کونے میں دبکی سو رہی ہے۔ میں نے اسے مخاطب کیا۔ ''نیری میرے پاس آؤ، دیکھو میں یہ کھوپڑی اپنے گلے سے اتار رہا ہوں۔ آؤ میرے سینے سے لگ جاؤ۔''

ابھی میں نے اپنے ایک ہاتھ سے ہار اتارنا چاہا ہی تھا کہ سرنگا بجلی جیسی سرعت سے اٹھ گیا اور اس نے میرا ہاتھ زور سے پکڑ لیا۔ ''کیا غضب کرتے ہو جابر۔'' سرنگا گرجنے لگا۔ ''شاید تمہارا ذہنی توازن بگڑ گیا ہے۔ بدبخت اگر یہ کھوپڑی تمہارے گلے سے اُتر گئی تو کچھ باقی نہ رہے گا۔ تم سمجھتے کیوں نہیں؟ یہ لڑکی توشا کا انجام دیکھ چکی ہے۔ اب غالباً شوالا سے اپنی سزا معاف کرانے کے لئے یہ اُس کی خدمت میں جارا کا کی کھوپڑی تحفے کے طور پر پیش کرنا چاہتی ہے۔ تم کیسا زبردست خطرہ مول لے رہے ہوں بڑے نادان ہو۔''

سرنگا کے مخل ہونے پر میں بہت تلملایا۔ اس وقت کوئی اور ہوتا تو میں اس کا خاتمہ کر کے بھی اپنے جسم کی آگ بجھا لیتا مگر سرنگا پر میرا ہاتھ نہیں اٹھ سکتا تھا۔ سرنگا نے میرے بال نوچنے شروع کر دیئے تھے تاکہ میں اپنے بھٹکتے ہوئے خیالات کا رخ موڑ سکوں۔ وہ اپنے مقصد میں کامیاب ہو گیا۔ حالانکہ مجھے یقین نہیں تھا کہ نیری اتنی ذہین ہو سکتی ہے، میں نے ندامت سے گردن جھکا لی۔ سرنگا فلسفیانہ انداز میں مجھے نصیحتیں کرتا رہا۔ رات گزرتی گئی۔ نیری ابھی تک جاگ رہی تھی۔ مجھے اب نیند آنے لگی تھی لیکن نیری کی شب بیداری میں سونا خطرہ کا سبب بن سکتا تھا، مگر میں کب تک جاگتا رہتا۔ آخر میری آنکھ لگ گئی اور اس وقت کھلی جب نیری میرے گلے پر جھکی ہوئی بہت آہستگی سے ہار نکالنے کی کوشش میں مصروف تھی۔ میں تیزی سے اٹھا۔ نیری مجھے اچانک اٹھتا ہوا دیکھ کر جھونپڑی کے دروازے تک بھاگی۔ سرنگا کا گمان سچ نکلا میں نے طے کر لیا کہ مجھے اس کا کام تمام کر دینا چاہئے۔

یہ کام بہت سخت تھا اور میرے جیسے شخص کے لئے تقریباً ناممکن تھا لیکن نیری کی بے وفائی اور حبشیوں کے خلاف نفرت نے مجھے انتقام لینے پر مجبور کر دیا۔ میں نے مصمم عزم کر لیا کہ نیری کو ہمیشہ کے لئے سلا کر اپنی زندگی کا چراغ جلاؤں۔ میں اُٹھا اور بلا کی طرح اس کی طرف بڑھا لیکن اسی وقت ایک تیز آواز سے جھونپڑی کا دروازہ کھلا جیسے کسی نے زور سے اسے دھکا دیا ہو۔ اس کے بعد جو کچھ ہوا۔ اس کا ذکر نہ کیا جائے تو بہتر ہے۔ مختصراً

یہ کہ کسی آدمی کے بجائے کرکٹ کی گیند کے برابر ایک روشن گولا فضا میں تیرتا ہوا اندر داخل ہو کر اوپر فضا میں معلق ہو گیا۔ نیری وہ پُر اسرار گولا دیکھ کر ہذیانی انداز میں چیختی چلاتی ہوئی ایک طرف ہٹی، لیکن روشن اور متحرک گولے نے پھر اس کی طرف رخ کر لیا۔ نیری کا برہنہ بدن گولے سے ٹکرایا اور دیکھتے دیکھتے دہکتے شعلوں کی زد میں آ گیا اور ایک ہی لمحے میں راکھ بھی ہو گیا۔ اسے تو شاکی طرح نہ پھڑ پھڑانے کی اجازت ملی نہ آہ و بکا کی۔ وہ شوالا یا اقابلا یا جارا کا کا، پتہ نہیں کس کے طلسم کا نشانہ بن گئی۔ حیرت کی بات یہ ہے کہ آگ کے شعلے نے نہ تو وہ خشک گھاس جلائی جو زمین پر پڑی تھی اور نہ ہی جھونپڑی کو کوئی نقصان پہنچا اور دوسری تعجب خیز بات یہ ہے کہ اس ہنگامے میں سریتا اور سرنگا کی آنکھ تک نہ کھلی۔ حالانکہ سرنگا عموماً جاگتا رہتا تھا۔ وہ ایک مضبوط اعصاب کا شخص تھا جس کے متعلق میں نے یہ رائے قائم کی تھی کہ وہ سوتا نہیں ہے۔ تاریک براعظم کے ان کرشموں نے اسے بھی سلا دیا تھا۔ جب نیری کا جلا ہوا بدن راکھ کا ڈھیر بن گیا تو میں نے سرنگا کو جگانا چاہا مگر اس کے بجائے سریتا خود بخود انگڑائی لے کر اُٹھ کر کھڑی ہوئی۔ میں نے اسے مخاطب کیا۔ ''سریتا۔ کیا بات ہے؟ تمہاری آنکھ کیسے کھل گئی؟'' سریتا میرے سوال کا جواب دینے کے بجائے آہستہ سے اٹھی اور سرنگا کو پھلانگ کر دروازے کی جانب بڑھی۔ میرا خیال تھا کہ وہ کسی ضرورت سے بیدار ہوئی ہے لیکن اس کے چلنے کا انداز عجیب تھا۔ وہ میرے قریب سے کترا کر نکل گئی۔ میں نے اسے دوبارہ مخاطب کیا۔ ''سریتا رات کے وقت تمہارا تنہا باہر جانا مناسب نہیں ہے۔ سرنگا کو بیدار کر لو۔'' اس بار بھی سریتا نے کوئی جواب نہیں دیا۔ مجھے اُس سے اس رویے کی توقع نہیں تھی۔ اچانک مجھے خیال آیا کہیں وہ بھی کہیں وہ بھی اس وقت کسی طلسمی عمل کا شکار تو نہیں؟ میں نے لپک کر اُسے جا لیا اور اس کی کلائی پکڑ کر درشت لہجے میں پوچھا۔ ''کہاں جا رہی ہو تم؟''

میرے خدا۔ سریتا نے خوفناک نظروں سے مجھے دیکھا۔ اس کی قہر آلود نظریں میرے جسم میں چبھنے لگیں۔ میں نے اس کی کلائی پر اپنی گرفت اور مضبوط کر لی۔ سرنگا کو آواز دینا چاہی لیکن اس سے پیشتر ہی اس دھان پان سی نازک شرمیلی لڑکی نے ایک جھٹکے سے اپنی کلائی چھڑا لی۔ میں تصور بھی نہیں کر سکتا تھا کہ اس کے دبلے دبلے ہاتھوں میں اس قدر طاقت ہو گی۔ اس کا کلائی چھڑانے کا انداز دیکھ میں گھبرا کے دو قدم پیچھے ہٹ گیا۔ سریتا مشینی انداز سے گھومی۔ پھر تیز تیز قدم اٹھاتی ہوئی دروازہ کھول کر باہر نکل گئی۔

میں نے بھی اس کی پیروی میں دروازے سے باہر جانا چاہا لیکن پہرے دار حبشیوں نے اپنے نیزوں سے میرا راستہ روک دیا۔ میری عقل خبط تھی۔ ہوش ذرا ٹھکانے آئے تو میں نے سرنگا کو جھنجوڑنا شروع کر دیا۔ وہ ہڑبڑا کر اُٹھا اور تعجب سے پوچھنے لگا۔ ''جابر۔ کیا بات ہے کیا پھر کوئی واقعہ پیش آیا ہے۔''

''جلدی اٹھو سرنگا۔ سریتا چلی گئی۔''

''سریتا چلی گئی؟ کہاں؟'' سرنگا نے تیزی سے نظریں گھما کر اِدھر اُدھر دیکھا۔ پھر چیتے کی طرح اُچھل کر کھڑا ہو گیا۔ ''کہاں گئی سریتا؟''

''مجھے نہیں معلوم میں نے اسے روکا تھا لیکن......''

''لیکن کیا؟''

میں نے پہلی بار سرنگا کو حواس باختہ دیکھا۔ وہ مجھ پر برہم ہو گیا، اس نے میری گردن جکڑ لی۔ میں نے کوئی مزاحمت نہیں کی۔ اس لیے کہ

اس کا یہ اضطراب اور جنون قطعی فطری تھا۔ اس نے جلد ہی مجھے چھوڑ دیا اور کہنے لگا۔ ''تم نے اسے جانے کیسے دیا؟ تم ایک لڑکی کو نہ روک سکے؟''

میں نے اسے تحمل کی تلقین کی اور ایک ہی سانس میں پوری رات کی ہلاکت خیز روداد تفصیل سے سنا دی۔ وہ کچھ پاگل سا ہو گیا لیکن اس کی یہ کیفیت عارضی تھی۔ اس نے جلد ہی سر جھٹک کر اپنے بے لگام دل و دماغ کو قابو کیا۔ اس کے بعد وہ پھر سے ایک پرانا، ٹھنڈا، پُراسرار اور تجربہ کار بوڑھا گدھ ہو گیا۔ اندھیرا میں اس کی آنکھیں چمک رہی تھیں۔

''جابر۔ سریتا کو اغوا کر کے ان حبشیوں نے اچھا نہیں کیا۔ بہت برا کیا ہے۔ انہیں سریتا کو واپس کرنا ہوگا۔''

میں نے اُس کی بات پر ایک ہذیانی قہقہہ لگایا۔ ''تم کہاں تک جاؤ گے؟ ان طلسمی چکروں سے کب تک بچو گے؟ یہ تو بہت پہلے ہونا تھا!''

سرنگا کے ہونٹوں پر ایک خوفناک مسکراہٹ اُبھر آئی۔ اس نے پھرتی سے جیب میں ہاتھ ڈال کر اپنی مورتی نکالی جو میں متعدد بار دیکھ چکا تھا۔ پھر اس نے کچھ بدبدانا شروع کر دیا۔ میں نے پھر ایک قہقہہ لگایا لیکن وہ میرے ہذیان سے بے پروا مورتی سامنے رکھے اناپ شناپ کچھ کہتا رہا۔ پھر وہ گھٹنوں کے بل زمین پر جھک گیا۔ اس کی آواز بتدریج تیز ہونے لگی اور کسی مجنوں کی سی کیفیت ہو گئی۔ میرا خیال تھا کہ سریتا کے جانے سے اس کے دماغ پر برا اثر پڑا ہے لیکن مجھے کچھ ایسا محسوس ہوا کہ مورتی اپنا حجم بڑھا رہی ہے۔ میں نے غور سے اس کی طرف دیکھنا شروع کیا۔ سرنگا تیزی سے کچھ پڑھ رہا تھا۔ میرا خون شریانوں میں منجمد سا ہونے لگا۔ میں نے دیکھا کہ پتھر کی اس مورتی نے ایک جیتی جاگتی ہندوستانی عورت کی شکل اختیار کر لی۔ وہ کوئی دیوی تھی۔ جھونپڑی کے سناٹے میں ایک شیریں آواز ابھری یہ اسی پُراسرار عورت کی آواز تھی۔ اس نے سرنگا کو مخاطب کر کے کچھ کہا۔ میری سمجھ میں کچھ نہیں آیا۔ سرنگا فرطِ عقیدت سے عورت کے قدموں پر اپنی آنکھیں اور گال رگڑنے لگا اور آنسو بہاتا ہوا گڑگڑانے لگا۔ یہ بڑا ناقابلِ یقین سا پُراسرار منظر تھا۔ سرنگا نے عاجزی سے اور عورت نے پُرسکون لہجے میں کچھ باتیں کیں۔ میں ان کی زبان سے ناواقف تھا۔ جب سریتا اور سرنگا کے نام درمیان میں آتے تو میں کچھ سمجھ جاتا کہ بات انہی کے متعلق ہو رہی ہے۔

سرنگا کا یہ عمل کوئی دو منٹ سے زیادہ دیر تک جاری نہ رہ سکا، جب اس نے عورت کے پیر چھوئے تو اس نے اپنا ہاتھ اوپر اٹھایا اور غائب ہو گئی۔ اب وہاں وہی چھوٹی سی مورتی تھی اور سرنگا تھا۔ سرنگا نے احتیاط سے مورتی جیب میں رکھی اور فخر سے میرے پاس آیا۔ ''حیران ہو سیدی جابر؟''

میں خاموش رہا تو کہنے لگا۔ ''سرنگا تنہا نہیں ہے۔''

میں نے گھور کر اس کی طرف دیکھا۔ اس نے میرے کاندھے پر ہاتھ رکھ کر حکمیہ انداز میں کہا۔ ''ایک ہاتھ سے میرا ہاتھ پکڑ لو اور دوسرے ہاتھ سے جارا کا کی کھوپڑی تھام لو اور مجھے اس غار تک لے چلو۔''

''سرنگا۔'' میری زبان میں لکنت آ گئی۔

''سرنگا میں کہتا ہوں اب تمہارا وہاں جانا بے سود ہوگا۔'' میں نے اس وحشت زدہ شخص کو سمجھاتے ہوئے کہا۔ ''میں نے اس گلبدن ژولین کو اپنی نظروں کے سامنے راکھ کے ڈھیر میں تبدیل ہوتے دیکھا تھا۔''

''میری ہدایت پر عمل کرو عزیزم جابر۔ ایک ہاتھ سے میرا ہاتھ تھام لو اور دوسرا ہاتھ جارا کا کی کھوپڑی پر جما لو۔ ہمارا اس غار تک پہنچنا

ضروری ہے۔ جہاں تم ژولین سے ملے تھے۔'' سرنگا نے حکمیہ لہجے میں کہا۔

''لیکن سرنگا، تم......'' میری آواز میں لکنت آ گئی۔

''دیر مت کرو عزیزم جابر گھبراؤ نہیں، میں نے تم سے کہا نہیں کہ میں تنہا نہیں ہوں۔ ہم یہاں کب تک پڑے رہیں گے؟ اب سریتا بھی غائب ہوگئی۔ فلورا تمہارے سامنے بے ہوش پڑی ہے انہوں نے ایک ایک کر کے ہمارے ساتھیوں کو ختم کر دیا ہے۔ ڈاکٹر جواد ابھی تک بیمار ہے۔ کیا تم یونہی ہاتھ پر ہاتھ دھرے یہاں بیٹھے رہنا چاہتے ہو؟ کیا ہمیں کوئی حرکت نہیں کرنی چاہئے؟ کیا ہم ان وحشیوں کے ظلم وستم کا اسی طرح نشانہ بنتے رہیں؟''

''سرنگا۔ سریتا چلی گی ہے تو تم اس طرح کی باتیں کرنے لگے ہو حرکت کی ابتدا تو میں نے کی تھی۔ تم اس وقت میرا ساتھ نہیں دے رہے تھے، مجھے پُرسکون رہنے کی تلقین کر رہے تھے۔ فلورا اور سریتا میں اتنا فرق ہے کہ سریتا کی گمشدگی سے تمہارے سرد خون میں ابال آ گیا ہے۔ کیا تم سمجھتے ہو کہ ہماری کوئی کوشش کامیاب ہوگی؟ جادو، پُراسرار واقعات، چاروں طرف سمندر، یہ اجنبی چہرے یہ طلسمی ماحول اور ہماری ناتوانی، خاموشی اور سکون سے موت کے منتظر رہو۔ اب مفر کی کوئی صورت نہیں۔'' میں نے زہر خند سے کہا۔ ''یہاں تم کسی طرح کامیاب نہیں ہو سکتے، کیوں الجھن میں پڑے ہو؟ ژولین نے کہا تھا کہ آج تک کوئی اجنبی اس جزیرے سے واپس نہیں گیا۔ بس موت ہی ہمیں ان مصائب سے نجات دلا سکتی ہے۔''

''جابر کچھ سمجھنے کی کوشش کرو، اب کیفیت وہ نہیں ہے جو پہلے تھی۔ تم نے ایک غار کا پتہ چلا لیا ہے اور جارا کا کی مقدس کھوپڑی حاصل کر لی ہے اور میں نے اپنی دیوی سے رابطہ قائم کر لیا ہے۔ عزیزم یہ وقت تلخ باتیں کر کے گنوانے کا نہیں، ہمیں متحد ہو کر کچھ کرنا چاہئے۔ زندگی رہی تو تم مجھے بہت سے طعنے دے لینا۔'' سرنگا کے لہجے میں شکستگی اور اضمحلال تھا۔

''فلورا یہاں اسی طرح تنہا پڑی رہے گی؟ اب اس کے پاس توشا اور نیری بھی نہیں ہیں، کیا ہمارا اسے تنہا چھوڑ کر جانا مناسب رہے گا، یہ ظلم ہے سرنگا۔''

میں نے فلورا کی جانب اشارہ کیا۔ جو نیم جاں حالت میں تماشائے عبرت بنی وہاں پڑی ہوئی تھی۔ سامنے نیری کا جلا ہوا ڈھانچا تھا۔ اس بوڑھے پُرسکون شخص سرنگا کو میں نے پہلی بار مشتعل اور حواس باختہ دیکھا تھا۔ اس کے وہم وگمان میں بھی یہ بات نہیں تھی کہ مکروہ چہرے والے حبشی سریتا کے ساتھ بھی فلورا والا واقعہ دہرائیں گے۔ سرنگا بڑے اطمینان سے کہا کرتا تھا کہ وہ سریتا پر ہاتھ نہیں ڈال سکیں گے۔ اس کا یہ اعتماد کسی قدر بجا بھی تھا کیونکہ میں نے ابھی ابھی پتھر کی چھوٹی مورتی کو ایک ہندی عورت کی شکل میں نمودار ہو کر سرنگا سے کچھ باتیں کر کے غائب ہوئے دیکھا تھا۔ عورت کے غائب ہو جانے کے بعد سرنگا کے چہرے پر اطمینان سا نظر آیا تھا۔ میرے لیے اس کی شخصیت پہلے ہی پُراسرار تھی، اب اور اس نے متاثر کر دیا تھا لیکن میں ان پے در پے انوکھے اور ناقابل فہم واقعات سے کچھ ایسا دل برداشتہ ہو گیا تھا کہ اب زندہ رہنے اور آزاد ہو جانے کی موہوم سی امید بھی ختم ہو گئی تھی۔ سرنگا کے اصرار پر میں نیم دلی سے اٹھا اور باہر جھانک کر دیکھا۔ پہرے دار جاگ رہے تھے میں نے سرنگا کو بتایا کہ اس وقت باہر جانا خطرے سے خالی نہیں ہے۔ اس نے مجھ سے ان کی تعداد پوچھی۔ وہ دو تھے۔ سرنگا نے دروازے کی آڑ میں کھڑا کر کے ایک دم چیخنا شروع کر دیا۔ باہر حبشیوں کی آواز اُبھری۔ وہ منمنا رہے تھے۔ سرنگا کی کربناک چیخیں سن کر ان میں سے ایک سرنگا کے کرب کی وجہ

جاننے کے لئے اندر آیا۔ اس کا اندر جھانکنا تھا کہ میں نے جھپٹ کر اس کی گردن پوری قوت سے دبوچ لی اور اُسے سنبھلنے کا کوئی موقع دیئے بغیر پشت سے ایک زبردست لات رسید کی۔ وہ چیختا ہوا زمین پر منہ کے بل ڈھیر ہو گیا۔ ادھر سرنگا نے نوجوانوں کی سی پھرتی سے نیزا چھین کر اسے بلند کیا اور وحشیانہ انداز میں اس کی پشت میں گھونپ دیا۔ اس عرصے میں دوسرا پہریدار اپنے ساتھی کی آواز سن کر اندر آ گیا تھا۔ اس نے سرنگا پر نیزا تان لیا پھر سرنگا کا کام تمام ہونے ہی والا تھا کہ میں سامنے آ گیا۔ میرے گلے میں جارا کا کی کھوپڑی لٹکی ہوئی تھی۔ اسے دیکھ کر حبشی پہرے دار کے جسم میں رعشہ سا پیدا ہوا۔ بس اسی ایک لمحے کی رعایت میں‘ میں نے اس پر سامنے سے حملہ کر دیا۔ وہ زمین پر آ گرا اور اس نے کوئی مزاحمت نہیں کی۔ جب سرنگا نے نیزا اٹھا کر مجھے علیحدہ کر کے اس کے جسم میں نیزہ پیوست کرنے کا ارادہ کیا تو میں نے اس کا ہاتھ روک لیا۔ دوسرے پہرے دار کا سانس خود بخود بند ہو گیا تھا اور گردن ڈھلک گئی تھی۔ اب ہم دونوں کے ہاتھوں میں نیزے تھے اور ہمارے راستے میں کوئی رکاوٹ نہیں تھی، میں نے ایک الوداعی نظر فلورا پر ڈالی اور ہم دونوں تیزی سے جھونپڑی سے باہر نکل آئے۔ سرنگا کا ایک ہاتھ میرے ہاتھ میں تھا اور ہم جنگل کی سمت بے تحاشا بھاگ رہے تھے۔ اونچے نیچے راستوں پر کئی جگہ ہمیں ٹھوکر لگی لیکن ہم چوٹوں اور ٹھوکروں کی پروا کیے بغیر آگے بڑھتے گئے۔ میں سوچ رہا تھا کہ یہ سرنگا کی دیوانگی ہے‘ شاید اسے اس علاقے کی سریت کا پوری طرح علم نہیں ہے۔ زندگی کے لئے یہ جدوجہد بے سود ہے۔ موت ہمیں یہاں کھینچ لائی ہے مگر سرنگا کی چال میں اب بھی دم تھا۔ زندگی کی ایک موہوم سی امید انسان کے دل سے کبھی نہیں جاتی۔ بس وہ ایک کرن، ایک ہلکی سی کرن ہی تھی کہ شاید کوئی معجزہ رونما ہو جائے اور اس جدوجہد سے کوئی نتیجہ نکلے۔ یہی امید ہمیں آگے لیے جا رہی تھی۔ افریقہ کے اس تاریک علاقے میں جب مہذب دنیا کے لوگ روشنیوں اور رنگینیوں میں زندگی کے گیت گا رہے ہونگے ہم سیاہ رات اور اس ہولناک ویرانے میں موت و زندگی کی کش مکش سے دوچار تھے۔ نہ جانے ہمارے اعزا ہمارے بارے میں کیا سوچ رہے ہوں گے؟ میرے سخت گیر باپ۔ انہوں نے کہاں کہاں مجھے تلاش نہ کیا ہوگا۔ انہیں کیا معلوم تھا کہ ان کا نوجوان بیٹا بلاؤں میں گھر گیا ہے۔ یہ کیسی دردناک موت ہے جو ہم سے مذاق کر رہی ہے اور ہماری آمادگی اور سپردگی کے بعد بھی ہم سے روٹھی ہوئی ہے مگر ہمارے ساتھ چلتی ہے۔ سرنگا کا سانس پھول گیا تھا۔ میں نے اسے کچھ دیر آرام کرنے کے لئے کہا لیکن وہ نہیں مانا۔ گرتا پڑتا چلتا ہی رہا حتیٰ کہ ہم جنگل میں پہنچ گئے۔

جنگل کا تذکرہ میں پہلے کر چکا ہوں کہ وہ کتنا وسیع اور گھنا تھا۔ اس کے راستے کتنے دشوار گزار اور خطرناک تھے۔ جگہ جگہ درندوں اور اژدہوں کا خدشہ لاحق رہتا تھا۔ جنگل کی رات بڑی وحشتناک ہوتی ہے۔ اس کا اندازہ وہی لوگ کر سکتے ہیں جو میری طرح بے بسی کے عالم میں ایسے حالات سے دوچار ہوئے ہوں۔ وہاں داخل ہو کر سرنگا کی سمجھ میں یہ بات آئی کہ رات گزرنے سے پہلے غار کی تلاش ناممکن ہے۔ آگے بڑھتے تھے تو کسی درخت سے سر ٹکرا جاتا تھا۔ پھونک پھونک کر اور ٹٹول ٹٹول کر قدم بڑھاتے تھے تو دم گھٹنے لگتا تھا۔ ایک جگہ کسی درخت سے ٹکرانے پر ہماری ایک ہلکی سی چیخ نکلی اور جسموں کی ایک ذرا سی آہٹ ہوئی تو سارا جنگل جاگ گیا۔ عجیب خوفناک قسم کی آوازیں چہار سمت گونجنے لگیں اور ہمیں معلوم ہوا کہ جنگل میں درندوں کی کس قدر کثرت ہے۔ پھر آگے بڑھنے کے بجائے ہم نے واپس جانے کو ترجیح دی۔ ابھی جنگل کی ابتدا تھی اور ہم ذرا سی جدوجہد کے بعد واپس ہو سکتے تھے۔ میں نے اپنا رخ موڑ لیا اور میری پیروی میں سرنگا بھی چار و ناچار پیچھے کی جانب چلنے لگا۔ کنارے پر ہمیں تاریکی کچھ کم

معلوم ہوئی اور ہم درختوں کی پہلی قطار میں ایک ایسے درخت پر چڑھ گئے جہاں ہمیں کوئی نہیں دیکھ سکتا تھا۔ رات گزرنے میں ابھی وقت تھا میں اور سرنگا ایک موٹے سے تنے پر گم صم بیٹھے ایک دوسرے کے ہاتھ ہاتھوں میں دبائے اپنی دلی کیفیات اور اضطراب کا اظہار آپس میں کر رہے تھے۔ کوئی دو گھنٹے تک ہم اسی کیفیت میں بیٹھے رہے۔ کمر درد سے دُہری ہوگئی۔ کسی پہلو قرار نہیں تھا۔ چیونٹیاں جسم سے چپک گئی تھیں اور ہم دونوں جسم کے مختلف حصوں سے انہیں بار بار علیحدہ کر رہے تھے۔ اس جان لیوا مشغلے سے اتنا فائدہ ضرور ہوا کہ ہم پوری طرح بیدار رہے صبح کاذب کے وقت ہم درخت سے اترے، اندھیرا دم توڑ رہا تھا۔ رات بھر کی تھکن سے جسم چُور چُور تھا' کہیں بھی بے سُدھ گر کر گہری نیند لینے کے لئے اعضا تڑپ رہے تھے لیکن صبح کے طلوع ہونے کے ساتھ ساتھ سرنگا کا جوش بھی طلوع ہو رہا تھا۔ وہ اب تیز تیز قدم بڑھا رہا تھا۔ اس کی استقامت پر مجھے رشک آتا تھا۔ سورج طلوع ہوا تو جنگل میں طائروں کی چہکار مچ گئی اور ہم بچتے بچاتے جنگل کے اندر اپنا مطلوبہ غار تلاش کرنے لگے۔ ہر طرف ایک جیسے درخت سر اٹھایا کھڑے تھے اس لیے سمت کا تعین مشکل ہو گیا تھا۔ بار بار مختلف کھوہ، کنجوں اور جھنڈوں میں ہم گھس کر دیکھتے۔ وہ غار تلاش بسیار کے بعد بھی ہمیں نظر نہیں آیا۔ اس سے جھنجلاہٹ اور بڑھ گئی۔ سورج سر پر آچکا تھا اور اس کی روشنی کہیں کہیں درختوں سے بچ بچا کر ہمارے سروں پر پہنچ جاتی تھی ہمیں یہ ڈر تھا کہ جھونپڑی میں ہماری عدم موجودگی کی اطلاع پا کر حبشی ہماری تلاش میں جنگل کی سمت نہ دوڑ پڑیں۔ میں نے سرنگا کو مشورہ دیا کہ ہم ایک بار ساحل کی طرف چلیں۔ شاید وہاں سے غار کی سمت متعین کرنے میں مجھے کوئی مدد مل سکے۔ جنگل ختم ہونے کے بعد شروع ہوتا تھا اور یہ فیصلہ خاصا طویل تھا کوئی اور چارہ نہ دیکھ کر ہم نے سمندر کی طرف کوچ کیا۔ سمندر کو دیکھ کر سرنگا کے چہرے پر عجیب تاثر پیدا ہوا۔ اس نے تمام کام چھوڑ کر اپنا آدھا جسم پانی میں ڈبو دیا اور دیر تک پانی کے اندر دم سادھے بیٹھا رہا۔ میں نے بھی اپنے شکستہ لباس کی پرواہ کیے بغیر ساحل کے لہراتے پانی میں چھلانگ لگا دی۔ نہانے سے جسم میں چستی آگئی اور زندہ رہنے کو دل چاہنے لگا۔ ساحل سے اندازے کے مطابق میں نے ایک طرف رخ کیا اور ہم دونوں بھاگتے ہوئے پھر گھنے جنگل میں داخل ہو گئے۔ راستے میں ایک بار پھر میں نے سرنگا سے جھونپڑی میں واپس چلنے پر اصرار کیا لیکن سرنگا نے ایک طویل تقریر کر کے مجھے خاموش کر دیا۔ غار اب بھی کہیں نظر نہیں آ رہا تھا۔ سرنگا نے جھنجلا کر مجھ سے پوچھا۔ ''کچھ یاد آیا؟ آخر تمہاری یادداشت کیسی ہے؟ عزیزی جابر، کہیں تم راستہ تو نہیں بھول گئے؟''

''مجھے بخوبی یاد ہے سرنگا، وہ غار جنگل کے اسی حصے میں واقع ہے مگر یہ سارا چکر طلسماتی ہے۔ جنگل کا یہ حصہ یکساں ہے، بےفکر رہو مآل کار ہم اسے تلاش کر لیں گے۔'' میں نے اسے دلاسا دیا۔

''جلدی کرو سیدی، ہم جتنی جلدی وہاں پہنچ جائیں، اتنا ہی اچھا ہے۔'' سرنگا نے جوشیلے لہجے میں کہا۔

''مگر سرنگا، میرا خیال ہے تم غلطی کر رہے ہو۔ میں نے اپنی آنکھوں سے اس تنگ و تاریک غار کے اندر ایک عجیب اور حیرت انگیز دنیا دیکھی ہے۔ تم تن تنہا ان طاقتوں کا کیسے مقابلہ کرو گے؟''

''جابر! آنے والا وقت بتائے گا کہ سرنگا کیا کر سکتا ہے۔''

''کیا تم سمجھتے ہو وہ سریتا کو چھوڑ دیں گے؟''

''سریتاان کے لئے اتنی سہل نہ ہوگی جتنی فلوراتھی کیونکہ سریتا سرنگا کی بیٹی ہے۔''

''سوچ لو۔ہم جس سرزمین پر ہیں وہاں کا ہر ذرہ اپنے اندر بے شمار اسرار رکھتا ہے۔''

''مجھے اندازہ ہے، ہم ایسے ایسے مناظر دیکھیں گے جو تصور میں بھی نہیں آسکتے۔مگر اس تاریک براعظم کا قصد کرتے وقت میں نے ان باتوں پر غور کرلیا تھا عزیزم!'' سرنگا نے بزرگی سے کہا۔

''کیا ہم یہاں سے رہا ہو جائیں گے؟'' میں نے بچوں کی طرح پوچھا جیسے سرنگا کو اس کا جواب معلوم ہو۔

سرنگا نے میری طرف اس طرح دیکھا جیسے وہ میرے ذہنی بلوغ پر شبہ کر رہا ہو۔ میں جھینپ سا گیا۔سرنگا نے کہا۔'' جابر، کوئی انقلاب ضرور آئے گا ہم اتنے آسان اجنبی ثابت نہیں ہوں گے، جتنے آسان اس جزیرے پر پہلے آچکے ہیں۔''

''تم مجھے صاف صاف کیوں نہیں بتاتے؟'' میں نے ضد کی۔

''تم یہ باتیں نہیں سمجھو گے۔بس حوصلہ برقرار رکھو۔تم اپنے عزم سے طوفان کو شکست دے سکتے ہو عقل اور برداشت، جرات اور جذبے کے بغیر تم کچھ نہیں کرسکتے۔''

''ماورائی قوتوں کے آگے عقل کیا حیثیت رکھتی ہے؟''

''ماورائی قوتوں کے استعمال کے لئے بھی عقل کی ضرورت پڑتی ہے۔ہم پہلے انہیں حاصل کریں گے۔ جارا کا کی کھوپڑی کی حفاظت اور اس کا صحیح استعمال عقل ہے۔''

مغرب کی جانب سمندر کی بپھری ہوئی موجوں کا شور ابھی تک ہمیں سنائی دے رہا تھا۔میں ابھی غار کی تلاش میں اِدھر اُدھر گھوم رہا تھا کہ عجیب وغریب آوازوں کا شور ابھرا اور فوراً معدوم ہوگیا۔ایسا معلوم ہوتا تھا جیسے لاتعداد بدروحیں چیختی چنگھاڑتی جزیرہ توری پر یلغار کرتی ہوئی گزر گئی ہوں۔''یہ شور کیسا تھا؟'' میں نے سرنگا کو ہکلاتے ہوئے مخاطب کیا۔

''غار تلاش کرو جابر جلدی۔'' سرنگا چیخا۔''کالی طاقتیں ہمارے گرد گھیرا ڈال رہی ہیں۔''

''عقل کیا کہتی ہے؟'' میں نے طنز کیا۔

''عقل تم جیسے کوڑھ مغز پر ماتم کر رہی ہے جو ایک اہم غار کا راستہ بھول گیا۔'' سرنگا نے مضحکہ اڑاتے ہوئے کہا۔

آوازوں کے شور اور سرنگا کی بوکھلاہٹ نے مجھے گڑبڑا دیا تھا۔اب بچاؤ کا ایک ہی راستہ تھا کہ وہ غار تلاش کرلیتا جو پہلے بھی میرے لیے بہترین پناہ گاہ ثابت ہوا تھا۔سرنگا بار بار مجھے خطرے کا احساس دلا رہا تھا مجھے حیرت تھی کہ وہ شخص جو تمام راستے صبر اور برداشت کا ثبوت دیتا آیا ہے وہ اچانک کیوں اس قدر بوکھلانے لگا ہے۔کیا اس کی مضبوط قوت شامہ نے کوئی خطرہ سونگھ لیا ہے۔کیا ان رفتہ رفتہ قریب آنے والی آوازوں میں کوئی رمز پنہاں ہے جس کا سرنگا کا بصیرت افروز ذہن کو عرفان ہوگیا ہے۔ میں گھبرایا ہوا آگے بڑھ رہا تھا اور جھاڑ جھنکار کو ایک جگہ سے ہٹا رہا تھا اور سخت خوفزدگی کے عالم میں تھا کہ ایک گرج اور نسوانی آواز اُبھری۔''رُک جاؤ سرنگا، آگے مت بڑھو۔''

میں دہشت سے اُچھل پڑا اور پلٹ کر سرنگا پر نگاہ ڈالی۔ وہ میری جانب بڑھ رہا تھا۔ اس سحر کار آواز کا پیغام ایک بار پھر سنائی دیا اور اس کے ساتھ ہی سرنگا کے بڑھتے ہوئے قدم رُک گئے۔ میرے لیے مفر کا کوئی راستہ نہیں تھا۔ میں نے سرنگا کو رکتے دیکھا تو تیزی سے لپک کر اس کے قریب گیا اور کپکپاتی ہوئی آواز میں کہا۔ ''سرنگا یہ آواز کیسی ہے؟ یہ شور کیسا ہے؟ میرا مشورہ مانو تو بھاگ چلیں، مگر اب تو مفر کی بھی کوئی صورت نہیں ہے میں نہ کہتا تھا کہ یہ خطرہ مول لے کر تم موت کو قریب کر رہے ہو؟ اب بتاؤ ہم کیا کریں؟ خطرہ ہمیں گھیرے میں لے چکا ہے۔''

سرنگا نے کوئی جواب نہیں دیا۔ اس کے جسم اور زبان میں ایک معمولی سی جنبش بھی نہیں ہوئی۔ مجھے خیال ہوا کہ ممکن ہے خوف کی شدت نے سرنگا پر سکتے کی کیفیت طاری کر دی ہو میں نے اس کا بازو تھام کر اُسے ہوشیار کرنے کی کوشش کی مگر وہ بازو کسی انسان کا نہیں تھا۔ مجھ پر حیرتیں چھا گئیں۔ وہ بازو کسی انسان کا نہیں ہو سکتا تھا۔ وہ تو پتھر تھا اپنے شبہے کی تصدیق کی خاطر میں نے سرنگا کے جسم کے دوسرے حصے بھی چھو کر دیکھے۔ وہ چشم زدن میں سرتاپا پتھر کے ٹھوس مجسمے کی صورت میں تبدیل ہو چکا تھا۔ میرے خدا کس قدر دہشت ناک تھا وہ لمحہ میرا دل ڈوبنے لگا۔ وقت کی رفتار جیسے تھم سی گئی تھی۔ میں حیران نگاہوں سے اسے دیکھتا رہا اور پھر مجھ میں کھڑے ہونے کی طاقت بھی نہ رہی۔ نہ جانے کتنے لمحات دبے قدموں یوں گزر گئے کہ مجھے احساس تک نہ ہوا۔ پھر میں اس وقت چونکا جب قریب ہی کہیں سے حبشیوں کا شور بلند ہوا۔ موت میرا تعاقب کرتی ہوئی جنگل کے اس حصے تک آ گئی تھی۔ موت میرے ساتھ آنکھ مچولی کھیل رہی تھی۔ میں اس طرح چونکا جیسے سوتے میں کسی نے کوئی نوک دار چیز میرے جسم میں چبھو دی ہو۔ پھر موت کو شکست دینے اور زندگی برقرار رکھنے کی خواہش نے میرے منجمد خون کو دوبارہ حدت بخشی۔ میں آنے والی آوازوں کی مخالف سمت میں دوڑنے لگا۔ خاردار جھاڑیاں شکستہ کپڑوں سے الجھ کر انہیں اور تار تار کیے دے رہی تھیں مگر زندگی ان خراشوں سے زیادہ قیمتی تھی۔ میں کسی غیبی مدد کی امید میں دوڑتا رہا کبھی کسی جھاڑی میں الجھ کر گرتا کبھی کسی تناور درخت سے ٹکرا کر کراہتا ہوا اٹھتا۔ حبشیوں کی رفتار مجھ سے تیز تھی۔ میرا سانس رکنے لگا لیکن میں نے جدوجہد جاری رکھی۔ قدرت کو میری حالت پر شاید رحم آ گیا۔ بھاگتے بھاگتے میں کسی پتھر سے ٹکرایا۔ پھر کسی غار میں اوندھے منہ گر کر نشیب کی طرف لڑھکتا چلا گیا۔

''باگوش باگوش۔ چیکولارابی گوماشومو۔'' (تلاش کرو، تلاش کرو وہ یہیں کہیں روپوش ہوگا۔) یہ تعاقب کرنے والے حبشیوں کے آخری الفاظ تھے جو میرے ذہن میں محفوظ رہے۔ پھر مجھے کچھ سننے اور یاد رکھنے کا یارا بالکل نہ رہا۔

☆==========☆==========☆

چہرے پر نمی محسوس ہوئی تو میں پھر کچھ سوچنے کے قابل ہوا۔ غار میں مکمل تاریکی تھی اور ایک نظر اطراف میں گھما لینے کے بعد مجھے اندازہ ہوا کہ یہ وہ غار نہیں ہے جہاں میں پہلے آیا تھا۔ یہ کوئی اور غار تھا۔ دیکھئے اب قسمت کہاں لے آئی ہے۔ یہ سوچ کر میں اُٹھا۔ غار میں کسی سوراخ سے پانی گرنے کی آواز آ رہی تھی۔ اندر کوئی جھرنا تھا جس سے زمین بھیگ گئی تھی۔ میں نے اپنے شکستہ و درماندہ اعصاب سمیٹے اور ابھی زمین سے اٹھا ہی تھا کہ مجھے اپنے سامنے اندھیرے میں دو چمکتی ہوئی آنکھیں نظر آئیں جیسے اندھیرے میں کسی خونخوار بلی کی آنکھیں چمکتی ہیں۔ کسی درندے کا خیال کر کے میں لرز گیا اور میرے منہ سے بے ساختہ ایک چیخ نکل گئی اور یکبارگی میں نے اپنی آنکھیں بند کر لیں اور جب دوبارہ کھولیں تو وہ دہکتی ہوئی آنکھیں

میرے مقابل تھیں۔ وہ کسی درندے کی آنکھیں نہیں تھیں۔ کوئی شخص میرے سامنے کھڑا تھا۔ ''مدد مدد مجھے پناہ دو۔ وہ لوگ میرے تعاقب میں ہیں۔'' میں نے ٹوٹی پھوٹی افریقی زبان میں کہا۔ حالانکہ اس علاقے کے کسی باشندے سے مدد اور پناہ کی امید رکھنا عبث تھا لیکن بے اختیار یہ الفاظ میرے منہ سے نکل گئے۔ میری چیخ و پکار سے ان چمک دار آنکھوں میں جنبش ہوئی وہ میرے قریب آ ئیں۔ میں دہشت سے پیچھے ہٹ گیا اور غار کی کھردری دیوار سے چپک گیا۔ اچانک مجھے اپنے ہاتھ پر ایک تومند ہاتھ کا دباؤ محسوس ہوا۔

''میرے ساتھ آؤ۔'' وہ بھاری بھرکم لہجے والا کوئی انسان تھا جو افریقی زبان میں مجھ سے مخاطب تھا۔ اگر میں اس سے پہلے کسی غار میں آباد ایک نئی دنیا کا کرشمہ نہ دیکھ چکا ہوتا اور حسین ژولین سے میری ملاقات نہ ہو چکی ہوتی تو ممکن تھا کہ یہ آواز سن کر خوف و دہشت سے میری حرکت قلب بند ہو جاتی لیکن یہ کوئی عام طرز کا علاقہ نہیں تھا۔ یہ جزیرہ توری تھا جہاں کسی وقت بھی کچھ بھی ہو سکتا تھا۔ اس نے بڑھ کر میرا ہاتھ پکڑ لیا۔

''میرے ساتھ آؤ۔'' اس نے دوبارہ اسی پروقار انداز میں حکم دیا۔

میں اس کے اشارے پر اس کا ہاتھ پکڑے مزید کوئی سوال کیے بغیر غار کے اندر چلنے لگا۔ تھوڑی دور جا کر غار کشادہ ہو گیا وہ بلا کی تاریکی چھٹ گئی جو ابتدا میں تھی۔ اس کی وجہ غالباً یہ ہوئی کہ آنکھیں اتنی دیر میں اندھیرے سے مانوس ہو گئی ہوں۔ میں نے آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر اس شخص کو دیکھنے کی کوشش کی۔ اب بھی مجھے ایسا معلوم ہوتا تھا جیسے دو آنکھیں اور ایک ہاتھ میرے ساتھ چل رہا ہو۔ وہ کوئی بہت ہی سیاہ بدن شخص تھا جس کا جسم تاریکی سے مشابہ تھا۔ اس لیے صرف اس کی آنکھیں نظر آتی تھیں جو جسم سے مختلف رنگ کی تھیں اور انگاروں کی طرح چمک رہی تھیں۔ وہ مجھے ساتھ لے کر تاریکی سے روشنی کی طرف چلنے لگا۔ راستہ آگے جا کر اور صاف ہو گیا۔ اب مجھے اس کا جسم صاف نظر آنے لگا تھا۔ وہ ایک طویل قامت اور قوی الجثہ حبشی تھا۔ اس کے گلے میں مختلف قسم کے ہار اور کڑے پڑے ہوئے تھے۔ میں نے دیکھا کہ اس میں جارا کا کی کھوپڑی بھی موجود ہے۔ پچھلے اذیت ناک تجربوں کے بعد میرے لیے فی الفور کسی حبشی پر اعتبار کرنے کا کوئی جواز نہیں تھا۔ وہ سب میری جان کے دشمن تھے مگر ایسے وقت میں میرے پاس اس کے سوا کوئی راستہ بھی تو نہیں تھا کہ میں بے چون چرا اس کے ساتھ چلتا رہوں۔ دل میں طرح طرح کے وسوسے پیدا ہو رہے تھے اور میں انہیں رد کرتا ہوا اس کے ساتھ چل رہا تھا۔

''ادھر آؤ۔'' اس نے بائیں سمت مڑتے ہوئے کہا۔

میں خاموشی سے مڑ گیا۔ اتنا اندازہ اس مختصر سفر میں یقیناً ہو گیا تھا کہ وہ کوئی عام حبشی نہیں ہے۔ اس کی آواز میں طنطنہ اور چال میں وقار تھا۔ ایک جگہ پہنچ کر اس نے میرا ہاتھ چھوڑ دیا اور اپنے دونوں ہاتھ سینے کی طرف باندھ کر پھر انہیں کھول دیا۔ اس کا یہ عمل کرنا تھا کہ سامنے والا دروازہ خود بخود کھل گیا اور ہم خاموشی سے معمولی قسم کے پتھروں کے بنے ہوئے چھوٹے کمرے میں داخل ہو گئے۔ پہلے کمرے میں جانوروں کی کھالیں بچھی ہوئی تھیں اور مختلف اقسام کی کھوپڑیاں اِدھر اُدھر پتھروں پر سجی ہوئی تھیں۔ سامنے لوہے کا ایک کڑھاؤ رکھا تھا۔ وہاں ہر چیز اپنی نوعیت کے اعتبار سے منفرد اور پُراسرار تھی۔ اس کمرے سے گزر کر ہم دوسرے کمرے میں داخل ہو گئے جو نسبتاً زیادہ صاف، کشادہ اور روشن تھا اور وہاں اس وقت کسی قسم کی بو بسی ہوئی تھی جو نہ زیادہ خوشگوار تھی نہ اتنی ناگوار۔ بس ایک بو تھی جو سارے کمرے میں پھیلی ہوئی تھی۔ اس کمرے میں بھی عجیب و غریب قسم کی اشیاء کا

انبار تھا۔ ایک بڑا سا سفید پتھر میز کی شکل میں پتھر کے چار ٹکڑوں پر ٹکا ہوا تھا۔ سامنے کی دیوار پر ایک روشن مشعل ایستادہ تھی۔ کمرے میں پہنچ کر اس نے اشارہ کیا۔ ''بیٹھ جاؤ۔''

میں اس کا حکم سن کر ایک پتھر نما اسٹول پر بیٹھ گیا اور اس کے دوسرے حکم کا انتظار کرنے لگا۔ خود کچھ کہنے سے پہلے میں اس کی زبانی کچھ سننا چاہتا تھا تاکہ اپنے بارے میں اس کے رویئے کا تعین کر سکوں۔ وہ غور سے میرا چہرہ دیکھ رہا تھا اور میری حالت یہ تھی کہ میں اس سے آنکھیں چار کرتے ہوئے گھبرا رہا تھا۔ اس کی آنکھوں میں بلا کی روشنی تھی چہرے پر کرختگی اور تدبر جھلک رہا تھا۔ کچھ دیر تک ہم دونوں ایک دوسرے کا جائزہ لیتے رہے۔ ایک دوسرے کو تکتے رہے پھر وہ شاہانہ انداز میں بولا۔ ''کچھ کھاؤ گے؟''

''نہیں شکریہ میرے حواس درست نہیں ہیں۔ میں پہلے یہ یقین کر لینا چاہتا ہوں کہ میں تمہاری پناہ میں ہوں یا......'' میں کچھ کہتے کہتے رک گیا۔

''تم میری پناہ میں ہو۔ اس مسکن میں لوگ ہمیشہ کچھ لینے کے لئے آتے ہیں تم نے پناہ مانگی تھی۔ میں نے پناہ دے دی۔'' اس کا سارا جسم ساکت تھا مگر لب ہل رہے تھے۔

میں نے اطمینان سے پہلو بدلا۔ وہ شخص اپنے لہجے سے زبان کا پکا اور عزت دار معلوم ہوتا تھا لیکن یہ سارا ماحول، یہ کھوپڑیاں، یہ اشیاء؟ میرے ذہن میں بہت سے سوال کلبلا رہے تھے۔ اپنی چرب زبانی سے میں اکثر مصیبت میں پڑ چکا تھا۔ لہٰذا میں نے کم بولنے پر اکتفا کی اور اس طرح اپنی مظلومیت کی شہادت پیش کرنا چاہتی۔

''جزیرہ توری میں صرف ایک جگہ ہے جہاں تم پناہ لے سکتے تھے اور وہ یہ ہے۔ یہاں تم اطمینان سے رہ سکتے ہو۔'' اس نے شاید میرا اضطراب بھانپ کر کہا۔

''تم کون ہو؟'' میں نے ڈرتے ڈرتے پوچھا۔

اس کی آنکھوں میں اُلجھن کے آثار نمودار ہوئے جیسے وہ جواب دینے سے گریز کر رہا ہو۔ اپنے بارے میں کچھ بتاتے ہوئے وہ ایک لمحے جھجکا، پھر کہنے لگا۔ ''تمہارے لیے اتنا جاننا کافی ہے کہ تم محفوظ جگہ ہو۔''

''بہتر ہے۔'' میں نے اطمینان سے اس بار زبان کھولی۔ ''جب سے ہم بدنصیب مسافروں نے اس جزیرے پر قدم رکھا ہے۔ ہم ایک ساعت بھی سکون سے نہیں سوئے ہیں۔ ہمارے بے گناہ ساتھی مارے گئے، ہماری عورتیں اغوا کر لی گئیں، جب ہم نے آزادی کے لئے کوشش کی تو ہم پر عرصہ حیات اور تنگ کر دیا گیا۔ ابھی ابھی میرے ایک ساتھی کو پتھر کے مجسمے میں تبدیل کر دیا گیا ہے۔ اس جزیرے پر تم پہلے آدمی ملے ہو جس نے مجھ سے ہمدردی کی بات کی۔ ہمارا قصور یہ ہے کہ ہم ایک غرق شدہ جہاز کے بدقسمت مسافر ہیں جنہوں نے اس علاقے میں زندگی برقرار رکھنے کے لئے قدم رکھے تھے لیکن......''

''مجھے معلوم ہے۔'' اس نے درمیان میں داخل دیا۔

''تمہیں معلوم ہے؟'' میں نے حیرت سے پوچھا۔ ''تمہیں معلوم ہوگا۔ یہاں کوئی بات بعید نہیں ہے۔ مگر میں پوچھتا ہوں کیا یہ لوگ انسان نہیں ہیں کہ انہیں اپنے جیسے انسانوں کو مصیبت میں دیکھ کر دُکھ نہیں ہوتا۔''

''اجنبی منحوس ہوتے ہیں۔'' اس نے مختصر جواب دیا۔

میں نے سوچا کہوں۔ اجنبی عورتیں منحوس نہیں ہوتیں؟ لیکن اس تنومند وحشی سے زیادہ بے چینی کا اظہار کرتے ہوئے مجھے خوف آیا۔ وہ بہت تحمل سے میری باتیں سن رہا تھا۔ میں نے اس کے جواب پر کسی ردعمل کا اظہار نہیں کیا۔ چپ چاپ ٹکٹکی باندھے دیواروں پر نظر کیے رہا۔ چند لمحوں بعد اس نے اپنی ران پر زور سے دو ہاتھ مارے اور بجلی کی سی سرعت کے ساتھ کمرے میں موجود پتھر کا کوئی دروازہ آواز کرتا ہوا کھلا اور اس میں سے ایک نوجوان لڑکی برآمد ہوئی جو نقش و نگار کے اعتبار سے توشا اور نیری سے کہیں زیادہ حسین تھی۔ وہ ایک مکمل، شاداب اور تازہ لڑکی تھی۔ اس کی عمر زیادہ نہیں تھی۔ ہونٹ عام افریقیوں کی طرح بھدے نہیں تھے۔

آنکھوں میں اپنی طرف کھینچ لینے کی ساری طاقت موجود تھی۔ اس کے دلکش بدن کے بعض حصے رنگے ہوئے تھے۔ جس سے یہ گمان ہوتا تھا کہ اس نے مہذب دنیا کے کسی نئے فیشن کا لباس پہن لیا۔ جیسے ہی وہ اندر داخل ہوئی میں اپنی جگہ سے اُٹھ کھڑا ہوا۔ اس نے چونک کر مجھے دیکھا۔ میں شاید اس کی زندگی میں پہلا شخص تھا جس کی جلد کی رنگت اتنی بدلی ہوئی تھی اور جو لباس پہنے ہوئے تھا۔ وہ اندر آ کر ٹھٹکی، حیرت زدہ ہوئی۔ حبشی نے مجھے اشارہ کر کے پھر بٹھا دیا اور اُسے حکم دیا کہ وہ میرے لیے کھانا لائے۔ وہ جس طرح آئی تھی، اسی طرح واپس چلی گئی۔

''یہ میری بیٹی ہے۔ اس کا نام دیوتاؤں نے ترام رکھا تھا۔'' میں نے مہذب انداز میں سر جھکایا۔ ترام پتھر کی ایک کشتی میں پھل اور گوشت لے آئی اور اس نے میرے ہاتھ میں تھما دی۔ رات کی صعوبت اور بیداری کے بعد صبح ہی صبح یہ مقوی ناشتہ جب سامنے آیا تو اشتہا بڑھ گئی۔ میں نے حبشی سے اجازت لے کر اُسے کھایا وہ دونوں آپس میں کوئی بات کیے بغیر مجھے دیکھتے رہے۔ پھر ایک کٹورے میں میرے سامنے پانی پیش کیا گیا۔ اپنی یہ خاطر تواضع اور نگہداشت دیکھ کر مجھے خود پر شبہ ہوتا تھا کہ میں سو رہا ہوں یا بیدار ہوں، کھانے سے خوب سیر ہونے کے بعد حبشی نے اپنی بیٹی کو اشارہ کیا اور مجھ سے کہا۔ ''اس کے ساتھ چلے جاؤ۔''

میں کسی معمول کی طرح اُٹھا اور لڑکی کے پیچھے ہولیا۔ اب میں نے اُسے قریب سے دیکھا۔ بھوک اور وحشت کے سبب سے میں اپنے ذہن میں اس کے حسن کا کوئی بہت غیر معمولی تاثر قائم نہیں کر سکا تھا لیکن اس کے بدن کی جنبش اور اس کے دل نواز پہلو کی رفاقت سے مجھے معلوم ہوا کہ میں اس کے حسن کی داد میں کوتاہی کر رہا تھا۔ حبشی اس کمرہ میں رہ گیا۔ لڑکی مجھے لے کر ایک ایسے کمرے میں آئی جو پہلے والے دو کمروں سے مختلف تھا۔ چوکی نما او نچے پتھروں پر گھاس بچھی ہوئی تھی۔ اس نے مجھے اشارہ کیا کہ میں وہاں سو جاؤں۔ میرا دل اس سے بات کرنے اور کچھ سراغ لگانے کے لئے مضطرب ہوا لیکن جس انداز سے یہ واقعات پیش آ رہے تھے، اس میں مجھے محتاط رہنے کی ضرورت تھی ہاں اتنا میں نے ضرور کیا کہ جو کام زبان سے لے سکتا تھا وہ نگاہوں اور رویے سے لیا۔ اس وقت مجھے احساس ہوا کہ میری داڑھی کتنی بڑھ گئی ہے۔ کاش میرے پاس ریز رہوتا۔

یہ حبشی کون ہے؟ جو اس غار میں جانوروں اور انسانوں کی کھوپڑیوں اور اپنی نوجوان بیٹی کے ساتھ رہتا ہے؟ یہ غار انہوں نے کتنی مشقت

سے بنائے ہوں گے۔ اس کے اندر قیام کرنے والے اس حبشی کے اطوار کتنے مہذب ہیں اور وہ کتنے دبدبے اور بزرگی سے بولتا ہے۔ کیا میں کسی غلط جگہ تو نہیں آ گیا؟ پھر اس کی مہربانی کی وجہ سے کیا ہے؟ کیا؟ مگر نہیں۔ اب مزید سوچنا بیکار ہے۔ مجھے اس نرم اور خشک گھاس پر اس کی منشا کے مطابق سو جانا چاہئے۔ میں نے اپنے بے اعتباروں کو سمجھایا۔ آدمی چاروں طرف سے مشکلوں میں گھرا ہوا اور ایک گوشہ عافیت کا نظر آئے تو اسے وہ بھی مشکوک نظر آتا ہے میں بار بار ذہن جھٹکتا تھا کہ جو ہوگا اسے کوئی نہیں روک سکتا میں تنہا کیا کر سکتا ہوں؟ اس کے سوا کہ اس کی خوشنودی حاصل کر کے اپنی بقا کے امکانات وسیع کروں۔ میں نے شرماتی ہوئی ترام کو مسکرا کر دیکھا اور چوکی پر دراز ہو گیا۔ پھر میں ایسا سویا کہ مجھے کسی بات کا ہوش نہ رہا۔

بہت دیر بعد جب میری آنکھ کھلی تو کمرے میں، صرف میں تھا اور ایک مشعل فروزاں تھی۔ کیا میں اس کی قید میں ہوں؟ چاروں طرف سے یہ کمرہ بند ہے۔ میں ہڑبڑا کر اٹھا اور سارے کمرے کا جائزہ لیا۔ ہر طرف پتھر کی دیواریں تھیں۔ دیواروں میں راستہ ٹٹولتے ہوئے مجھے ایک دروازہ نظر آ گیا۔ میں نے اسے دھکا دیا تو وہ ذرا سا کھسک گیا اور جھانک کر جو منظر میں نے دیکھا، اس پر میری آنکھوں کو یقین نہیں آیا۔ کمرے کا ماحول اسرار میں ڈوبا ہوا تھا وہاں عجیب قسم کی دردناک آوازیں دیواروں سے پھوٹ رہی تھیں۔ حبشی اس کی نوجوان بیٹی اور ایک تیرہ چودہ سالہ بچہ ایک بڑے کڑھاؤ کے سامنے جھکے ہوئے کچھ پڑھ رہے تھے۔ کڑھاؤ کے نیچے آگ روشن تھی اور اوپر بھاپ، حبشی کی پشت میری طرف تھی۔ وہ سیدھا ہوتا اور بار بار کوئی چیز کڑھاؤ میں ڈال دیتا۔ کڑھاؤ میں تیل بھڑک اٹھتا اور آوازیں اور تیز ہو جاتیں۔ پھر اس نے ایک مالا اُتار کر جس میں کسی جانور کی کھوپڑی آویزاں تھی، کڑھاؤ میں ڈال دی اور اس کے بعد ایسا شور ہوا جیسے ان گنت انسانی پنجر آپس میں کھڑکھڑا رہے ہوں اور کمرے میں رکھی ساری کھوپڑیوں نے ہنسنا شروع کر دیا ہو اور ان کے قہقہوں سے کمرے کی سنگی دیواریں اب گرنے والی ہوں۔ حبشی کے اس عمل کے بعد چھوٹے لڑکے نے یہ عمل دہرایا پھر ترام نے۔ بار بار یہی بے ہنگم، لرزہ خیز شور اُٹھا اور دب گیا۔ پھر وہاں سکون چھا گیا۔ قبرستان کی سی خاموشی میں چپکے سے اپنی چوکی پر آ کر لیٹ گیا اور خوف کے سبب دروازہ بھی اس کی جگہ نہیں کیا میں ان کے رحم و کرم پر تھا اور بار بار اُٹھ کر بیٹھ جاتا تھا۔

کچھ دیر بعد ترام اور چھوٹا لڑکا اندر داخل ہوئے لڑکے نے مجھے دزدیدہ نظروں سے دیکھا۔ شاید ترام نے اسے کچھ بتا دیا تھا۔ میں نے اُسے پاس بلایا، وہ جھجکتا ہوا میرے پاس آ کر بیٹھ گیا۔ ان کا التفات حاصل کرنے کا یہ بہترین موقع تھا۔ میں نے اس کے سر پر شفقت سے ہاتھ پھیرا اور اس سے پوچھا۔ ''تمہارا نام کیا ہے؟''

غالباً اسے یقین نہیں تھا کہ میں بولتا بھی ہوں۔ اس نے حیرت سے نظریں اُٹھائیں۔ میں نے اس سے اسی شفقت آمیز لہجے میں دوبارہ اس کا نام پوچھا۔ ترام بھی دلچسپی کی نگاہوں سے مجھے دیکھ رہی تھی۔ لڑکے نے کوئی جواب نہیں دیا۔ ترام بولی۔ ''اس کا نام جمرال ہے، یہ میرا بھائی ہے۔''

''تمہارا بھائی؟ کتنا پیارا بچہ ہے۔ بہت ذہین معلوم ہوتا ہے۔''

''تم کون ہو؟'' میری خوش آوازی سے متاثر ہو جمرال نے لب کھولے۔

''میں ایک بدنصیب اجنبی ہوں۔ میرا نام جابر ہے۔''

''جابر۔'' اس نے دُہرایا۔

''ہاں جابر! ایک مظلوم اور بدقسمت شخص۔'' اپنا نام بتاتے ہوئے میرے سینے سے ایک آہ نکلی اور میں نے خواہ مخواہ مختصراً اسے اپنے اوپر گزرے ہوئے واقعات سنا کر اس کی ہمدردی حاصل کرنا چاہی، اس طرح میں ترام سے بھی مخاطب تھا۔ میرے پُراثر لہجے اور مظلومیت کی داستان سن کر ان دونوں کے چہرے پر شکنیں اُبھر آئیں۔ میں نے جمرال کے کاندھے پر ہاتھ رکھ کر اُسے چمٹا لیا۔ ''اس علاقے میں صرف تم تین آدمی ایسے ملے ہو جنھوں نے مجھ سے انسانیت کا برتاؤ کیا ہے۔'' باہر کی دنیا کے واقعات تو شاوا اور نیری کے لئے بھی دلچسپی کا باعث تھے انہیں سن کر ترام کی دلچسپی بھی بڑھ گئی۔ اس نے مجھ سے میرے لباس کے بارے میں سوال کرنے شروع کر دیئے۔ اس کا سوال مختصر ہوتا اور میرا جواب اتنا جستجو انگیز، طویل اور دلچسپ کہ ان کا اشتیاق بڑھا دیتا تھا۔ ان دونوں کو قریب لانے کا یہ موقع میں نے نہیں کھویا۔ کچھ ایسے دلکش پیرائے اور تجسس کے ساتھ اپنے ہاں کے لوگوں، ان کی عادات و اطوار، تہذیب اور ترقی کے بارے میں باتیں کیں کہ وہ ایک ہی نشست میں مجھ سے گھل مل گئے۔ ترام بھی میرے دائیں جانب بیٹھ گئی۔ میرا ہاتھ اس کے مرمریں کاندھے پر جانے اور جمرال کی طرح اُسے قریب کرنے کے لئے بے تاب سا ہوا لیکن میں دانستہ اس عمل سے باز رہا۔ اس طرح میں اپنے اور اس کے درمیان ایک طرح کی دوری پیدا کر کے ایک طرح کی قربت حاصل کرنا چاہتا تھا۔ میں ان سے باتیں کر رہا تھا کہ پُراسرار حبشی اندر داخل ہوا اور اس نے اپنے بچوں کو مجھ سے قریب پا کر کسی بھی جذبے کا اظہار نہیں کیا۔ اس کا یہ انداز بہت غنیمت تھا۔ وہ ہم پر ایک نظر ڈالتا ہوا کسی دوسرے دروازے سے رخصت ہو گیا یہ جگہ بہت دلکش تھی۔ غار کے اندر کچھ ایسا انتظام کیا گیا تھا کہ سورج کی روشنی اندر آ سکے۔ وہاں تازگی تھی۔ تازگی کا احساس مجھے یوں بھی ہوا کہ ان کے ہمدردانہ چہرے دیکھ کر اپنے قلب میں طمانیت محسوس ہوتی تھی۔ وہ دونوں مجھے گھسیٹ کر اپنا غار دکھاتے رہے، وہ میری توقع کے خلاف ایک بہت کشادہ غار تھا جس میں جھرنے کا پانی مختلف جگہوں پر بہتا اور روشنی کے لئے ہمیشہ جلنے والی مشعلیں روشن رہتیں۔ میں نے زیادہ تر باتیں جمرال سے کیں۔ میرا خیال ہے کہ میرے اس امتناع کی بنا پر ترام نے مجھ سے قریب ہونے کی کوشش کی۔ رات تک مختلف ملاقاتوں کے دوران میں نے ان سے بہت سی باتیں پوچھ لی تھیں۔

وہ ایک کاہن تھا جو قسمتیں تقسیم کرتا تھا اور پیشگوئیاں کرتا تھا۔ اسے اقابلا کا کاہن اعظم ہونے کا اعزاز حاصل تھا۔ سارا جزیرہ اس سے کانپتا تھا۔ اس کا نام سمورال تھا۔ کاہنوں اور قدیم تاریخ میں ان کی اہمیت کے متعلق میں نے یونانی دیومالا اور مصری تاریخ کی کتابوں میں بہت کچھ پڑھا تھا۔ جب ترام نے مجھے اشارتاً اپنے باپ کی عظیم حیثیت کے متعلق بتایا تو میں سب کچھ سمجھ گیا کہ وہ ایک جادوگر ہوگا جس کے فیصلے اور احکام کی سرتابی کی ہمت اقابلا میں بھی نہ ہوگی۔ وہ اس غار میں پُراسرار طاقتوں کو زیر اثر رکھنے اور کالی قوتوں سے ہمیشہ رابطہ قائم رکھنے کے لئے گوشہ نشین ہو کر اپنے دو بچوں کے ساتھ زندگی گزار رہا تھا۔ باہر کے لہو لعب سے اس کا کوئی واسطہ نہیں تھا۔ یہ احساس میرے لیے مژدہ راحت تھا کہ میں تاریک براعظم میں اقابلا کے بعد سب سے مضبوط شخص کی پناہ میں ہوں۔ وہ میرے ساتھ کوئی غداری نہیں کر سکتا۔ اس کے عظیم مرتبے کے لحاظ سے یہ بات اس کے شایان شان بھی نہیں تھی مگر وہ آخر مجھ پر اتنا مہربان کیوں ہے؟ یہ سوال بار بار ذہن کو پریشان کرتا تھا اور میں مختلف انداز میں اس کی توجیہیں کرتا رہتا تھا۔ شاید جارا کا کی کھوپڑی کی وجہ سے ایسا ہو کہ وہ مجھے لائق ہمدردی سمجھ رہا ہو۔

رات کو جمرال اور ترام ایک ساتھ میرے لیے کھانا لے کر آئے اور میں نے انہیں اپنے پاس بٹھا لیا اور انہیں بھی ساتھ کھانے کی دعوت

دی۔ جمرال نے منع کیا کہ وہ آج کل اپنے باپ کے حکم پر ترکِ لذات کی مشق کر رہا ہے اور صرف گھاس پھوس کھاتا ہے۔ ترام اس منزل سے گزر چکی تھی۔ میرے اصرار پر اس نے ساتھ کھانا منظور کر لیا اور میں نے نہایت محبت سے اس کے منہ کے آگے گوشت کا ٹکڑا رکھ دیا۔ اس نے جھجک کر دانت مار لیا اور پھر میں نے اسی جگہ سے جہاں اس نے دانت مارا تھا کھانا شروع کر دیا۔ اس نوجوان لڑکی کے دل میں میری اس حرکت پر کیسا فشار برپا ہوگا۔ اس کا مجھے اندازہ تھا۔ میرے کھانا کھانے کے بعد وہ چلے گئے۔ اس لیے کہ جمرال کو رات گئے تک اپنے آباؤ اجداد کی روحوں سے ملاقات کرنا تھی۔

رات بخیریت گزر گئی تو علی الصباح میں بیدار ہو گیا۔ سب سے پہلے سمورال کمرے میں آیا۔ میں نے اُٹھ کر اسے ادب سے سلام کیا۔ جس کے جواب کی امید نہیں تھی اور یہی ہوا میں نے ..... احتیاطاً اس سے پوچھا۔ ”مجھے یہاں کب تک رہنا چاہئے عظیم سمورال؟“

میری زبانی اپنا نام سن کر اس کی آنکھیں چمکیں۔ ”تم ابھی باہر نہیں جا سکتے۔“

”معلوم نہیں میرے ساتھی سرنگا کا کیا حشر ہوا؟ اس کی لڑکی سریتا بھی پرسوں رات اچانک غائب ہو گئی تھی۔ فلورا وہاں بے ہوش پڑی تھی۔ ڈاکٹر جواد بیمار ہے۔ اے مقدس کاہن اعظم ہم سب لوگوں کا کیا ہوگا؟“ میں نے بے تابی سے پوچھا۔

”ابھی وقت نہیں آیا ہے۔“ اس نے صرف اتنا کہا۔

”آپ نے مجھے پناہ دی ہے سمورال، مجھے کوئی مشورہ دیجئے۔“ میں نے عاجزی سے کہا۔

”تم یہیں ٹھہرے رہو۔“ اس نے حکم دیا۔

”ٹھیک ہے۔“ میں نے زیادہ بات کرنی مناسب نہیں سمجھا۔ پھر اس نے کچھ سوچ کر مجھے اپنے پیچھے آنے کا اشارہ کیا۔ اپنے کمرہ خاص میں آ کر اس نے کڑھاؤ کے نیچے لکڑیوں کو آگ لگا دی اور کسی ایسی زبان میں کچھ پڑھنے لگا جس سے میں ناواقف تھا۔ پھر اس نے جارا کا کا کی کھوپڑی احترام سے اپنے ہاتھ میں پکڑی اور مجھے کڑھاؤ کے اندر جھانکنے کا حکم دیا۔ ”اس میں دیکھو۔“

میں نے گومگو کی کیفیت میں جھجکتے ہوئے کڑھاؤ میں جھانک کر دیکھا اور اس میں رکھے ہوئے تیل میں ایک لہر سی محسوس کی۔ یہ سرگزشت پڑھنے والے یقین کریں گے؟ میں نے ایک دہشت ناک منظر دیکھا۔ سرنگا کی شبیہہ تیل پر ابھری۔ وہ جنگل میں مارا مارا اور بدحالی میں اِدھر اُدھر گھومتا پھر رہا تھا۔ ”یہ سرنگا ہے۔“ میں نے اچھل کر کہا۔ ”یہ پھر حرکت میں آ گیا ہے کاہن اعظم! مجھے بتاؤ کہ اس کی مدد کس طرح کی جا سکتی ہیں؟“

”وہ تنہا نہیں ہے۔“

”اس کے ساتھ کوئی نظر نہیں آ رہا۔“ پھر مجھے فوراً اس مختصر جملے کے معنی سمجھ میں آ گئے۔ ”ہاں تم سچ کہتے ہو۔ وہ تنہا نہیں ہے مگر سریتا کہاں ہے؟“ میں نے کاہن اعظم سے پوچھا۔

اس نے پھر اپنا عمل دہرایا اور اس طرح تیل میں جنبش پیدا ہوئی اور میں نے دیکھا، سریتا بے حال ایک جھونپڑی میں پڑی ہے، فلورا کی طرح دو خوبصورت لڑکیاں اس کے بدن پر گلکاری کر رہی ہیں۔

”یہ کہاں ہے مقدس کاہن؟ یہ میں کیا دیکھ رہا ہوں؟“

''وہ کالاری کے پاس ہے۔''

''کالاری؟'' میں نے دانت بھینچ کر غصے سے کہا۔'' کاش میرے پاس کوئی طاقت ہوتی کہ ابھی جا کر اس کا کام تمام کر دیتا۔ مقدس کاہن۔ خدا کے لئے یہ دلدوز منظر بند کرو۔ میری آنکھوں میں مزید دیکھنے کی قوت نہیں ہے۔ میری مدد کرو۔ تم ایک بڑے کاہن ہو کالی طاقتیں تمہارے پاس ہیں۔ کیا تم میری مدد نہیں کر سکتے؟ تمہارے لیے یہ کون سا بڑا کام ہے؟ ہم اس جزیرے سے فی الفور بھاگ جائیں گے یقین کرو۔''

اس نے کوئی جواب نہیں دیا۔ آناً فاناً وہ منظر غائب ہو گیا۔

''بتاؤ۔ ہماری نجات کا کیا راستہ ہوگا؟'' اس کی خاموشی دیکھ کر میں نے کہا۔'' مقدس کاہن ایسا کرو کہ مجھے اپنا غلام بنالو۔ میں ہمیشہ تمہارا وفادار ثابت ہوں گا لیکن مجھے اجازت ہو کہ میں شوالا اور کالاری کو تہس نہس کر دوں۔''

''تم ایک بہادر جوان ہو۔ اس قبیلے میں وہی سرفراز ہوتا ہے جو خود کو دوسروں سے افضل ثابت کرتا ہے۔'' اس نے اپنا سکوت توڑا۔

''مگر میں ان نادیدہ قوتوں کے سامنے ایک حقیر شخص ہوں۔ میں تن تنہا کیا کر سکتا ہوں؟''

''تم نے مقدس جاراکاکا کی مقدس کھوپڑی حاصل کی ہے۔ اقابلا کو وہ لوگ پسند ہیں جو شجیع اور حوصلہ مند ہیں۔''

''جاراکاکا کی مقدس کھوپڑی نے میرا ساتھ نہیں دیا، مجھے بتاؤ کہ میں اس سے کس طرح فائدے حاصل کر سکتا ہوں؟''

''ابھی وقت نہیں آیا ہے۔ جاؤ اندر جا کر آرام کرو۔ ترام تمہارے لیے کھانا لے کر آ گئی ہے۔''

میں اپنے کمرے میں چلا آیا۔ اندر واقعی ترام موجود تھی اور ساتھ میں جمرال بھی۔ میں نے کھانا زہر مار کیا۔ سریتا جیسی نازک بدن اور شرمیلی لڑکی بھی کالاری کی بھینٹ چڑھ گئی۔ یہ سوچ سوچ کر میرے جسم میں آگ لگ رہی تھی۔ یہاں سے جانے کا کوئی سوال نہیں تھا۔ میں نے ایک بار پھر ارادہ کیا اور اپنا ذہن تردد اور تفکر کی آلودگی سے آزاد کر کے ترام سے باتیں شروع کر دیں۔ ایک دن کی شوخی رنگ لائی تھی۔ ترام کچھ اور بے تکلف ہو گئی تھی۔ اس لڑکی اور جمرال کو قابو میں کر کے میں کاہن اعظم سمورال کی توجہ اپنی جانب مبذول کرا سکتا تھا۔ خالی بیٹھے بیٹھے دل اکتا گیا تھا۔ اس لئے میں نے گوشت کے پارچے لے کر اپنی معمولی شد بد کے مطابق انہیں پکایا۔ روسٹ کیا اور جب انہوں نے اسے کھایا تو وہ چٹخارے لینے لگے۔ خود کاہن اعظم بھی مزے لے لے کر کھاتا رہا۔ ایک ہفتہ انہی بے تکے ہنگاموں میں اسی طرح گزر گیا۔ اس سے یہ فائدہ ہوا کہ مجھ پر کمرے کے اندر باہر آنے جانے کے لئے کوئی پابندی نہیں رہی۔ میں نے وہاں نفس کشی اور ترک لذت کے ایسے واقعات دیکھے جو اس سے قبل کبھی سننے میں بھی نہیں آئے تھے۔ وہ تینوں غیر معمولی صفات کے انسان تھے۔ ان کی ریاضت گھنٹوں جاری رہتی تھی۔ کبھی وہ رات کے سناٹے میں روحیں طلب کرنے کا عمل شروع کرتے اور ان سے باتیں کرتے اور کبھی ڈھانچوں کا رقص اور بے جان اشیاء کے متحرک ہونے کا مظاہرہ ہوتا۔ میں نے ایک ہفتے میں اپنے حسن سلوک اور محتاط رویے سے کم از کم ترام اور جمرال کے دلوں میں ضرور گھر کر لیا تھا۔ میں نے انہیں ایسے قصے کہانیاں سنائیں جو انہوں نے آج تک نہیں سنی تھیں۔ کاہن اعظم کو اپنے جادوئی افعال و اشغال سے فرصت نہیں ملتی تھی کہ وہ انہیں عام بچوں کی طرح تربیت دیتا۔ اس کا مقصد زندگی غالباً صرف یہ تھا کہ وہ کسی طرح اپنے بچے جمرال کو اپنی جانشینی کے لئے تیار کرے اور اسے اس کا اہل ثابت کرے۔ اس سلسلے میں اس نے کم

سن جمرال کو نفس مارنے اور کڑی ریاضت کرنے کی بہت خوب تربیت دی تھی۔ بہر حال اس غار میں ایک عجیب دنیا اور عجیب لوگ آباد تھے۔ اب شبہے اور بے اعتباری کا کیا سوال تھا؟ میں اپنی آنکھوں سے ماورائی مظاہر کا کئی بار مشاہدہ کر چکا تھا۔ اپنی اہمیت جتانے کے لئے میں نے سمورال کی متبرک اشیاء کی دیکھ بھال اور صفائی شروع کر دی تھی۔ ان کی غذا میں تبدیلی کی تھی، انہیں زیادہ اشیاء کے بارے میں معلومات بہم پہنچائی تھیں اور سلیقے اور خوش اخلاقی سے روشناس کرایا تھا۔ وہ لطیف باتیں جن سے وہ نا آشنا تھے میں نے بڑے خوبصورت انداز میں ان کے گوش گزار کی تھیں۔ غرضیکہ میں نے بہت غیر شعوری انداز میں انہیں خواہشوں کی ترغیب دلائی اور اس قصر کے وسائل میں رہ کر کچھ ایسی دل کشی پیدا کر دی کہ وہ سب مجھ پر مائل نظر آنے لگے۔

اس غار کا احوال رقم کرتے وقت میں نے غالباً ایک کوتاہی کی ہے میں نے ترام کے سلسلے میں کچھ بخل سے کام لیا ہے شاید میں پوری طرح اس کا اظہار نہیں کر سکا کہ وہ کتنی نفیس اور حسین لڑکی تھی۔ اس بیان میں ابھی تک میں نے اس کے حسن کے شایان شان کوئی بات نہیں کہی ہے۔ وہ ایک پُر شباب لڑکی تھی جسے ابھی تک کسی مرد نے ہوس کی نگاہ سے نہیں دیکھا تھا، ایسی نگاہ سے نہیں دیکھا تھا جس سے طوفان آجاتے ہیں۔ میرا دل اس پر فریفتہ ہوا جاتا تھا اور میں اسے اپنی آغوش میں سمیٹنے کے لیے ہر وقت مضطرب رہتا تھا۔ جابر بن یوسف الباقر کے لئے یہ کیسی آزمائش کا مقام تھا؟ مجھے معلوم تھا کہ وہ پُر شباب دوشیزہ میرے برابر کے کمرے میں تنہا سو رہی ہے۔ اس کے سینے میں بھی اک آگ لگی ہوئی ہے لیکن کیا کاہن اعظم کی پناہ میں آیا ہوا کوئی شخص اس سے حظ حاصل کر سکتا تھا؟ جب کہ اس نے کاہن کے عظیم الشان کارنامے بچشم خود دیکھے ہوں۔ ہاں میں نے ایک ماہ کے اندر اپنی لطیف گفتگو اور شوخیوں سے اس کے خوابیدہ جذبات میں ہلچل ضرور مچا دی تھی۔ میں نے وہ سب کچھ کیا جس کا اظہار مشرق کے رومان پرور شاعر اپنے اشعار میں محبت کے آغاز میں کیا کرتے ہیں، کاش مجھے اس کی زبان کی فصاحت پر عبور ہوتا مگر جذبوں کی زبان تو اور ہی ہوتی ہے۔ ایک بار ایسا ہوا کہ ہماری گفتگو کے دوران اچانک کاہن اعظم سمورال کمرے میں داخل ہو گیا لیکن اس کے چہرے پر کوئی رنگ نہیں آیا۔ میں اس کے احترام میں کھڑا ہو گیا اور وہ وہاں سے رخصت ہو گیا۔

مجھے اس کے پاس رہتے ہوئے چوالیس دن ہو گئے۔ یہ مدت کسی غار میں موجود تین چار آدمیوں میں محبت کے فروغ کے لئے کافی ہوتی ہے اس عرصے میں مسلسل تگ ودو اور کوششوں کے بعد مجھے کئی جادوئی عمل آ گئے اور جارا کا کی مقدس کھوپڑی سے کام لینے کے بہت سے طریقے بھی معلوم ہوئے۔ مجھے اس بات کا گمان بھی نہ تھا کہ جارا کا کی کھوپڑی حاصل کر کے میں نے اس جزیرے میں اپنے تحفظ کے لئے کیسا زبردست کارنامہ سرانجام دیا ہے۔ اس عرصے میں کئی بار میں نے سمورال سے باہر جانے کی خواہش ظاہر کی مگر اس نے مجھے جھڑک دیا۔ تین نفوس کی آبادی پر مشتمل اس غار میں آخر میرا دل اُکتا گیا۔ شروع شروع میں کئی کام تھے۔ دن کٹ گئے۔ ترام کو اپنی طرف راغب کرنے کا مسئلہ تھا۔ وہ بھی حل ہو گیا۔ ان کے اسرار دیکھنے کا شوق تھا، وہ بھی پورا ہوا۔ جارا کا کی کھوپڑی کے تقدس کا عرفان حاصل کرنا تھا، اس کی بھی تکمیل ہوئی۔ جو کھانے پکائے تھے، وہ پکا لیے۔ ترام قریب آئی مگر اس کی قربت نے تو اور پریشان کر دیا کیونکہ کاہن اعظم جو غار سے باہر کی دنیا کے مناظر اپنے تاریک کمرے میں دیکھنے کی طاقت پر قادر تھا، اس سے خود اپنے گھر کا حال کیسے روپوش رہتا؟ ان تمام باتوں نے مجھے اکتاہٹ میں مبتلا کر دیا اور میں اپنے

محسن کی قربت سے فرار ہونے کی کوشش میں مصروف رہا۔ اس لئے کہ اس نے جانے کی اجازت دینے سے انکار کر دیا تھا اور اب اس سے رخصت کے لئے پوچھتے ہوئے بھی خوف آتا تھا۔ وہ اب مجھے اپنی عبادت میں بھی شریک کرنے لگا تھا۔ رفتہ رفتہ میں کالے علم کے خوفناک کرشمے دیکھنے کا عادی ہوگیا۔ ۴۳ ویں دن میں نے اس سے سریتا، سرنگا اور فلورا کا حال جاننا کے لئے اصرار کیا جسے وہ ٹال گیا۔ اس بات سے میں اور مضطرب ہوگیا اور میں نے طے کرلیا کہ اب مجھے کسی نہ کسی طرح یہاں سے فرار ہونا ہی ہے۔ ساری زندگی بیروت کی اعلیٰ سوسائٹی میں رہنے والا مہذب نوجوان جابر یہاں وقت نہیں گزار سکتا تھا۔ زندگی صرف گزار لینا تو کوئی بات نہ ہوئی۔

کاہن اعظم گاہے گاہے ہی غار سے باہر نکلتا تھا اور فرار کی کوشش صرف اس کی عدم موجودگی میں کی جاسکتی تھی۔ ۴۴ ویں دن وہ اقابلا کی طلبی پر مختلف قسم کی کھوپڑیوں کے ہار گلے میں ڈالے اور ترام کے جسم پر نیا رنگ کرا کے اور ہاتھوں پیروں میں لمبے لمبے کڑے پہن کر غار سے نکلا۔ چلتے وقت اس نے ترام اور جمراں کو اور مجھے غور سے دیکھا۔ میں اس کی نگاہوں کی تاب نہ لاسکا۔ مجھے ایسا محسوس ہوا جیسے وہ میرے ارادے تاڑ چکا ہے، مجھے جھرجھری آگئی۔ جب وہ چلا گیا تو میں نے ترام کو بتایا کہ میں دو دن کے لئے اس جگہ سے جانا چاہتا ہوں۔ ترام اور جمرال دونوں اس امر پر راضی نہ ہوئے۔ ترام تو آبدیدہ ہوگئی۔ لیکن اگر میں یہ موقع کھو دیتا تو پھر نہ جانے کب کاہن اعظم غار سے باہر نکلتا۔ باہر میرے لیے کوئی مخملیں فرش بچھائے استقبال کے لئے نہیں کھڑا تھا۔ قدم قدم پر خطرے تھے۔ اس ہوش ربا طلسمی جزیرے میں صرف ایک عافیت کی جگہ تھی اور میں وہ جگہ چھوڑ رہا تھا۔ اس موقع پر لوگ کہیں گے کہ کیا میں پاگل ہوگیا تھا؟ میرا جواب یہ ہے کہ میں اس طرح اپنی تمام زندگی گزارنے پر موت کو ترجیح دیتا تھا۔ جمرال اور ترام میرے پیچھے سائے کی طرح لگے رہے لیکن مجھے ان کی مصروفیت کے اوقات کا علم تھا۔ وہ شام کو طلسمی عصا لے کر ہولناک قسم کی مشقیں کیا کرتے تھے اور جب شام کو معمول کے مطابق اس عمل میں مصروف ہوگئے تو میں نے خاموشی سے دروازہ کھولا اور پہلے کمرے میں آگیا۔ اس کمرے میں بڑا دروازہ تھا جو غار کے ویران حصے میں کھلتا تھا اور جہاں سے دہانے کی طرف کا راستہ جاتا تھا۔ بڑا دروازہ بند تھا۔ بظاہر اس میں کوئی کنڈی یا قفل نہیں تھا مگر زور لگا کر دیکھا تو وہ ٹس سے مس نہ ہوا۔ یکا یک مجھے خیال آیا کہ میں جارا کا کی کھوپڑی سے مدد کیوں نہ لوں؟ میں نے اسے گلے سے اتار کر بازو میں باندھ لیا اور سمورال کے مخصوص انداز میں سینے پر پہلے دونوں ہاتھ باندھے اور پھر انہیں پھیلا دیا۔ میری آنکھیں چندھیانے لگیں۔ میں نے دیکھا کہ دروازہ کھل گیا ہے۔ غار میں اندھیرا تھا پھر بھی راستہ ٹٹولتا ہوا میں دہانے تک پہنچ گیا۔ باہر تازہ اور فرحت بخش ہوا نے میرا استقبال کیا۔ اتنے دنوں بعد اس کھلی فضا میں آنے سے دل پر ایک عجیب خوش گواری طاری ہوئی۔ غار کی نشان دہی کے لئے میں نے اِدھر اُدھر سے چند پتھر اکٹھا کر کے انہیں ایسی ترتیب سے رکھ دیا کہ مجھے دوبارہ آنا پڑے تو کوئی زحمت نہ ہو۔ پھر میں کچھ خوف کچھ امید لیے جنگل میں جگہ جگہ سرنگا کو تلاش کرتا ہوا ساحل سمندر کی طرف نکل آیا۔ سورج غروب ہونے والا تھا اور سرنگا کا کہیں نام ونشان نہ تھا۔ میں ہر جگہ رُک رُک کر آوازیں دیتا رہا۔ یہاں تک کہ رات ہوگئی۔ رات کو جنگل میں ٹھہرنے کا کوئی محل نہ تھا۔ چاروناچار میں نے سرنگا کی تلاش ختم کی اور دل کو یہ کہہ کر سمجھا لیا کہ سرنگا بھی ان لوگوں کی بھینٹ چڑھ گیا ہے۔ وہ بوڑھا بھی شاید رخصت ہوگیا۔ اگر کہیں ہوتا تو مجھے مل جاتا...... مجبور ہو کر میں نے اس کوٹھری کی راہ لی جس میں ہم چار اشخاص قید تھے۔ راستے میں اکا دکا حبشیوں کے ملنے کا کوئی ڈر نہیں تھا۔ مجھے جارا کا کی کھوپڑی کے رموز کے بارے میں بہت کچھ معلوم ہو چکا تھا۔ جارا کا کی

کھوپڑی جس کے پاس ہوتی تھی وہ انہیں ایک مخصوص اصطلاح سے مخاطب کر کے اپنی عظمت کا پہلے سے اعلان کر دیتا تھا اور جب وہ قریب آ کر اُسے دیکھ لیتے تھے تو مخاطب کے احکام کی بجا آوری ان پر فرض ہو جاتی تھی۔ جنگل سے جھونپڑی تک کا راستہ بخیریت گزر گیا وہ جگہ سنسان پڑی ہوئی تھی جہاں ہمارا زنداں تھا۔ میں جھونپڑی میں داخل ہوا تو وہاں ہمارے کسی ساتھی کا کوئی نشان نہیں تھا۔ ایک حبشی خاندان رہ رہا تھا۔ میں نے سرد پُر وقار لہجے میں کہا۔ ''تیر ماجارا۔'' میری زبان سے یہ لفظ نکلنا تھا کہ سارا حبشی خاندان دوزانو ہو گیا۔

''وہ اجنبی کہاں ہیں جو اس جگہ قید تھے؟'' میں نے تحکمانہ انداز میں پوچھا۔

''مقدس شوالا کو معلوم ہے۔ مقدس کالاری کو معلوم ہے۔'' اس نے خوف زدہ لہجے میں جواب دیا۔

''ان کی عورتیں کہاں ہیں؟''

''شوالا اور کالاری کے پاس۔'' اس نے جواب دیا۔

''یہ کہاں رہتے ہیں۔ میرے ساتھ آؤ اور مجھے بتاؤ۔'' حبشی میرے حکم پر اُٹھا اور سر جھکا کر جھونپڑی سے باہر نکل آیا اور پہلی بار میں اس جزیرے کی اصل آبادی میں داخل ہوا۔ یہاں جھونپڑیوں کی تعداد بے شمار تھی۔ تا حد نظر جھونپڑیاں نظر آتی تھیں جو رات کی سیاہی میں عجیب ویران اور اُداس منظر پیش کر رہی تھیں۔ کہیں کہیں کوئی مشعل روشن تھی۔ ورنہ ہر جگہ سکوت چھایا ہوا تھا۔ راستے میں ہمیں چند حبشی بھی ملے۔ سب سے پہلے کالاری کی وسیع جھونپڑیاں پڑتی تھیں۔

''یہ ہے وہ جگہ جہاں مقدس کالاری رہتا ہے۔ اس سے آگے دوسری بستی مقدس شوالا کی ہے۔'' میرے حبشی رہبر نے کہا۔

''کالاری۔'' میں نے زیر لب دہرایا۔ پھر نفرت اور غصے میں اس کی جھونپڑیوں کے سلسلے کی طرف بڑھنے لگا۔ حبشی میرے ساتھ تھا۔ میں نے اس سے مختلف جھونپڑیوں کے بارے میں اطلاعات حاصل کیں اور حبشی کو باہر چھوڑ کر ایک بڑی جھونپڑی میں داخل ہو گیا۔ میرے سامنے گھاس پھوس کے بستر پر سریتا پڑی تھی۔ قریب ہی دو لڑکیاں دراز تھیں۔ قریب جا کر مجھے معلوم ہوا کہ سریتا کا بدن رنگ دیا گیا ہے۔ اس نازک شرمیلی لڑکی کو اس حال میں دیکھ کر میری آنکھوں میں آنسو آ گئے۔ میں نے لڑکیوں کو ہٹایا اور سریتا کے سرہانے بیٹھ کر اس کا سر اپنی گود میں رکھ لیا۔ اس کے بال بکھرے ہوئے تھے۔ مجھے اس پر بہت رحم اور پیار آیا۔ میں نے اس کی لٹیں درست کیں اور سر پر ہاتھ پھیرا۔ دونوں لڑکیاں میرے حکم پر ایک کونے میں سمٹ کر کھڑی ہو گئیں۔

''آنکھیں کھولو سریتا۔ میں آ گیا ہوں۔'' میں نے سرگوشی کی۔

''کون؟'' اس کی سہمی ہوئی آواز اُبھری۔

''میں۔ میں جابر...... میں تمہارے پاس ہوں۔ تمہیں لینے آیا ہوں۔ اٹھو میرے ساتھ چلو۔''

''جابر...... جابر تم؟ تم زندہ ہو؟'' اس کے منہ سے خوشی کی بنا پر لفظ نہیں نکل رہے تھے۔

''ہاں میں تمہارے سامنے موجود ہوں۔ اب تمہیں کوئی نہیں ستا سکتا۔ میں آ گیا ہوں۔'' میں نے عزم کے ساتھ کہا۔

''باوا کہاں ہے؟ کیا......؟''اس کی آواز میں لرزش تھی۔

''نہیں۔'' میں نے اس کے منہ پر ہاتھ رکھ کر کہا۔'' وہ جنگل میں کہیں روپوش ہے۔بس تم اپنے حواس درست کرلو۔تمہارے ساتھ ان ظالموں نے کیسا سلوک کیا ہے۔''

سریتا بے اختیار میرے سینے سے چمٹی اور زاروقطار رونے لگی۔میرا سینہ تر ہوگیا۔میں اسے سمجھانے اور تسلیاں دینے لگا۔''سریتا جلدی اُٹھ جاؤ۔کسی ہنگامے سے پہلے' بہتر ہے ہم یہاں سے فرار ہوجائیں۔''

''جابر......میں......اس حالت میں۔'' سریتا نے شرم سے نظریں جھکاتے ہوئے دبی زبان میں کچھ کہنا چاہا، میں اس کا مقصد سمجھ گیا۔

''یہ وحشیوں کی بستی ہے سریتا۔کیا تم کبھی سوچ سکتی تھی کہ تمہارے سامنے مرد برہنہ ہوکر آئیں گے؟ ہم بدقسمتی سے جن حالات کا شکار ہوگئے ہیں، ان میں سب کچھ برداشت کرنا ہوگا۔''

میں نے اسے اُٹھایا، وہ ایک کراہ کے ساتھ اُٹھی۔میں نے اس کی کمر کے گرد دایاں بازو حمائل کر کے دروازے کی طرف قدم بڑھائے۔ وہ دونوں لڑکیاں گم صم کھڑی تھیں لیکن ابھی میں دروازے کے قریب ہی پہنچا تھا کہ ایک کریہہ صورت گرانڈیل حبشی اندر داخل ہوا۔اس کے منہ سے جھاگ نکل رہے تھے۔وہ شوالا کی طرح اپنا جسم آراستہ کیے ہوئے تھا۔ہاتھوں میں کڑے، کانوں میں بالے، گلے میں ہار، رنگ برنگا جسم اور بائیں کاندھے پہ ایک سیاہ خواں خوار بندر بیٹھا ہوا۔اندر آکر وہ پھنکارا اور اس نے ایک جھٹکے سے سریتا کو مجھ سے علیحدہ کردیا۔سریتا کی حالت قابل رحم ہوگئی۔اس کی خوب صورت آنکھوں سے دہشت عیاں تھی۔کالاری نے اس کی کلائی تھام کر جھٹکا دیا تو وہ کراہ کر رہ گئی۔سریتا کی چیخ پکار پر کالاری نے اسے ایک جھٹکے سے فرش پر ڈھیر کردیا، اس کی آنکھوں میں درندگی تھی۔پلک جھپکتے اس نے جھپٹ کر سریتا کا نازک بدن اپنے بدہئیت بازوؤں میں سمیٹ لیا۔سریتا نے چیخنے کی کوشش کی لیکن اس کی آواز جیسے حلق میں گھٹ کر رہ گئی تھی۔دہشت سے اس کی آنکھیں حلقوں سے اُبلی پڑ رہی تھیں۔میں سوچ رہا تھا کہ کالاری پر کس طرف سے حملہ کروں چنانچہ میں نے اس کی پشت پر جا کر اس کے گلے میں پڑے ہوئے کڑے کھینچنے شروع کردیئے۔ کالاری کو امید نہیں تھی کہ میں یہ جسارت کروں گا۔اس کے جوابی ردِعمل سے اس کا خون خوار بندر مجھ پر جھپٹا۔میں پہلو بچا گیا اور بندر ان دونوں لڑکیوں پر جا گرا۔

میں نے اپنا عمل جاری رکھا اور دفعتہً کالاری کو سریتا کے بدن سے علیحدہ کرنے میں کامیاب ہوگیا لیکن جیسے ہی وہ پیچھے ہٹا اس نے اچانک پینترا بدلا اور اپنے دونوں ہاتھ جھونپڑے کی چھت کی طرف اُٹھائے۔یکایک باہر کی طرف سے درندوں کی خوفناک آوازیں جھونپڑی میں آنے لگیں۔میں سمجھ گیا کہ کالاری نے اپنے تابع درندوں کی آواز دی ہے۔میں نے جارا کاکا کی کھوپڑی ہاتھ میں تھام کر دل ہی دل میں اپنے تحفظ کی خواہش کی۔یہی عمل پھر کالاری نے اپنے گلے میں لٹکی ہوئی کھوپڑی کے ذریعے کیا۔ادھر خون خوار بندر دوبارہ میری ٹانگوں سے چمٹ گیا تھا۔ کالاری نے اسے مجھ سے الجھا ہوا دیکھ کر ایک قہقہہ لگایا۔وہ بندر طاقت میں شیر کا ہم پلا تھا۔اس نے میری ٹانگ میں جگہ جگہ کاٹنے کی کوشش کی لیکن مجھ پر کوئی اثر نہیں ہوا، بعد کو میری سمجھ میں آیا کہ وہ مجھے نقصان نہیں پہنچا سکتا تھا۔اس وقفے میں جب میں بندر سے الجھا ہوا تھا کالاری پھر سریتا پر

جھپٹ پڑا۔شاید وہ مجھ سے مقابلہ کرنا نہیں چاہتا تھا۔سریتا نے اس کی دست درازی پر یک فلک شگاف چیخ ماری۔میں پھر کالاری پر حملہ کرنے والا تھا کہ جھونپڑی میں اچانک وہی عورت نمودار ہوئی جو ایک بار سرنگا کے پاس آئی تھی۔یہ وہ دیوی تھی جس کی مورتی سرنگا اپنی جیب میں رکھتا تھا۔دیوی کے تیور آج خطرناک نظر آتے تھے۔اس نے نمودار ہوتے ہی کالاری کو افریقی زبان میں حکم دیا۔''دور ہو جا،اس لڑکی کو چھوڑ دے۔''دیوی نے قہر بھری آواز میں کالاری کو للکارا تو کالاری یوں اچھل کر کھڑا ہو گیا جیسے وہ اب تک سریتا کے بجائے بجلی کے ننگے تاروں سے الجھا ہوا تھا۔دیوی کی آمد پر میں ایک طرف ہٹ کر کھڑا ہو گیا اور خون خوار بندر دوبارہ اپنے مالک کے کاندھے پر جا بیٹھا۔کالاری غیظ و غضب کے عالم میں اس وقت کسی آدم خور درندے سے مشابہ تھا۔وہ دیوی کو پھاڑ کھانے والی نظروں سے دیکھ رہا تھا۔

''تو پھر آ گئی؟''وہ دہاڑا۔''لیکن میں آج اسے نہیں چھوڑوں گا اور تجھے بھی۔''

''تو اسے چھوڑ دے۔میں تجھے حکم دیتی ہوں۔''دیوی نے تمکنت سے کہا۔''تیری بربادی قریب ہے۔''

کالاری غضب ناک انداز میں اُٹھا اور دیوی کی طرف بڑھا۔''یہ علاقہ ہمارا ہے۔تو ہمارے معاملات میں داخل نہ دے،ورنہ عظیم اقابلا تجھ سے سردار کالاری کی توہین کا بدلہ لے گی۔''

''میں تیرے معاملات اور تیری ملکہ کے درمیان نہیں پڑنا چاہتی۔تو اس لڑکی کو آزاد کر دے تو میں تجھے چھوڑ دوں گی۔''دیوی نے حکیمہ انداز میں کہا۔

''جارا کا کی عظمت کی قسم۔اس علاقے پر صرف اقابلا کی حکمرانی ہے۔تو یہاں سے اب نہیں جا سکتی۔''

اپنے جملے کے اختتام کے ساتھ ہی کالاری نے دونوں ہاتھ فضا میں بلند کر کے زور زور سے ہلانے شروع کر دیے۔دوسرے ہی لمحے جھونپڑی کے باہر لاتعداد شکاری کتوں کی خون خوار غراہٹ سنائی دی۔دیوی کے ہونٹوں پر ابھرنے والا تبسم بڑا ہی معنی خیز تھا۔اس نے کالاری پر حقارت کی ایک نظر ڈالی۔پھر تیزی کے ساتھ لپک کر جھونپڑی سے باہر نکل گئی۔

کالاری اس کے تعاقب میں جھپٹا۔میں بھی تیزی سے جھونپڑی کے دروازے پر آ گیا۔باہر جو سماں مجھے نظر آیا وہ انتہائی خوفناک اور حیرت انگیز تھا۔خوبصورت دیوی کو کالاری کے درجنوں کتوں نے اپنے گھیرے میں لے رکھا تھا۔اور اسے بھنبھوڑ ڈالنے کے لئے پر تول رہے تھے۔دیوی ان کے درمیان کھڑی آسمان کی طرف دیکھ رہی تھی۔پھر اچانک اس نے اپنی نظریں ان بھونکتے ہوئے کتوں پر ڈالیں تو وہ سارے کے سارے پل بھر میں کریہہ آوازیں نکالتے ہوئے زمین پر لوٹ پوٹ ہو گئے۔کالاری نے اضطرابی کیفیت میں دیوی کی طرف دیکھا۔

''سریتا کو لے جاؤ۔''دیوی نے مجھے حکم دیا۔

اچانک کالاری نے خود کو زمین پر گھٹنے کے بل گرا دیا۔پھر زمین پر سر ٹیک کر دوبارہ اٹھا تو اس کی بڑی بڑی آنکھیں سرخ انگاروں کی مانند دہک رہی تھیں۔اس نے اپنے سینے پر دو ہاتھ مارے،اس کے ہونٹ لرز رہے تھے۔پُراسرار دیوی مطمئن نظر آ رہی تھی۔میری نظر اچانک آسمان کی طرف اُٹھ گئی۔میں سر تا پا لرز اُٹھا۔جہاز کی تباہی اور حفاظتی کشتی کا تباہ کن سفر میرے ذہن میں تازہ ہو گیا۔دل کی دھڑکنیں غیر متوازن ہونے لگیں،

ایک سیاہ ٹکڑا فضا میں تیرتا ہوا نیچے کی سمت آ رہا تھا۔ میں پہلے بھی سیاہ ذرات کی اس آندھی کا حیرت انگیز کرشمہ دیکھ چکا تھا۔ مجھے تو مغا یاد آیا جوان پُراسرار سیاہ ذرات کا شکار ہوا تھا۔

کالاری بار بار سینے پر بے تحاشا ہاتھ مار رہا تھا۔ پُراسرار دیوی کے چہرے پر گہری سنجیدگی طاری تھی۔ میں دم بخود کھڑا آنے والے لمحات کے بارے میں سوچ رہا تھا۔ سرنگا کی پُراسرار دیوی اب تک کالاری کے مقابلے میں بڑی پُرسکون تھی اور اس پر حاوی رہی تھی لیکن کیا وہ سیاہ ذرات کی اس زبردست آندھی سے خود کو محفوظ رکھنے کی تاب لا سکتی ہے؟ میرے ذہن میں یہ سوال بڑی تیزی سے چکرا رہا تھا۔ سیاہ ذرات خوفناک انداز میں چکراتے ہوئے دیوی کے سر پر پہنچ کر رُکے تو دیوی نے اپنی ایک انگلی اوپر اٹھا کر اسے جنبش دی۔ سیاہ خطرہ اس کے سر پر معلق تھا۔ غالباً اس کی انگلی کے اشارے نے اسے ایک فاصلے پر روک دیا تھا۔ یہ تمام تماشا میرے لیے بے حد حیرت انگیز تھا۔ میں نے سریتا کا ہاتھ پکڑا اور اس ہنگامے میں موقع غنیمت جانتے ہوئے فرار ہونے کی کوشش کی لیکن کالاری چیختا چنگھاڑتا ہوا پھر آڑے آ گیا۔ دیوی کے سر پر سیاہ ذرات منڈلا رہے تھے۔ میں نے نہ جانے کیا سوچ کر کالاری کی گردن میں ہاتھ ڈالا اور تاک کر جارا کاکا کی کھوپڑی پوری قوت سے کھینچ لی۔ میرے اس اچانک اقدام سے کالاری حواس باختہ ہو گیا اور میں نے کمال پھرتی سے دروازے کے باہر کھڑے ہوئے حبشی کے ہاتھ سے نیزا کھینچ کر کالاری کے سینے میں گھونپ دیا۔ کالاری ایک خوفناک چیخ مار کر زمین پر گر گیا لیکن گر کر تڑپنے کی اسے مہلت نہیں ملی۔ اس کا کام تمام ہو گیا تھا۔ حبشی چیختا چلاتا وہاں سے بھاگ کھڑا ہوا۔ دیوی کے سر پر سیاہ ذرات کی یلغار بھی معدوم ہو گئی اور خود دیوی بھی...... میں نے جارا کاکا کی دوسری کھوپڑی سریتا کے ہاتھ میں دے دی اور اسے ساتھ لے کر طوفان کی طرح جنگل کی سمت بھاگنا شروع کر دیا۔ کالاری کے خوفناک بندر نے میرا تعاقب کیا۔ میں نے رفتار اور تیز کر دی لیکن بندر اچک کر میرے کاندھے پر بیٹھ گیا اور میرا کان سہلانے لگا۔ میں نے اسے دھتکارنا چاہا لیکن وہ میرے کاندھے سے چمٹا رہا۔ میں حواس باختگی کے عالم میں سریتا کو لے کر آگے کی طرف بھاگتا رہا۔ مشکل یہ تھی کہ سریتا میری رفتار کا ساتھ نہیں دے پا رہی تھی۔ ناہموار راستوں پر کئی جگہ وہ ٹھوکر کھا کر گری پھر ایک مقام پر نڈھال ہو کر اس نے مجھ سے کچھ دیر ٹھہرنے اور سانس درست کرنے کی التجا کی۔

یکا یک پیچھے سے شور بلند ہوا۔ انہوں نے ہمارا تعاقب شروع کر دیا تھا لیکن نہ معلوم کیا بات تھی کہ اس وقت مجھے اُن کے شور اور تعاقب سے پہلے جیسا خوف محسوس نہیں ہو رہا تھا۔ تاہم حفاظت اور دفاع کی خاطر میں نے سریتا کو اپنی پشت پر بٹھایا اور اپنے جسم کی ساری توانائی بھاگنے میں صرف کر دی۔ میرا رُخ جنگل کی طرف تھا۔ بندر میرے کاندھے سے اُتر کر اب میرے ساتھ بھاگ رہا تھا اور غرا رہا تھا۔

سریتا اب بھی ہانپ رہی تھی۔ اس نے اپنے ہاتھوں اور ٹانگوں سے میرا جسم مضبوطی سے جکڑ رکھا تھا۔ میں اسے اپنی کمر پہ اٹھائے ہوئے آخر اس تاریک رات اور تاریک جنگل میں داخل ہو گیا۔

☆==========☆==========☆

میرے تعاقب میں شور غل ہر لمحے بڑھتا جا رہا تھا، اُدھر کالاری کا بندر میرے ساتھ بھاگ رہا تھا، کبھی وہ میرے آگے آ کر زور زور سے غراتا اور مجھے رُکنے کا اشارہ کرتا، کبھی اُچھل اُچھل کر تعاقب کرنے والوں کو عجیب و غریب انداز میں کچھ سمجھاتا مگر میں اس کی ان حرکتوں سے بے

پرواہ کر تیزی کے ساتھ تاریک جنگل میں آگے کی جانب بھاگ رہا تھا۔ میرا سانس مسلسل بھاگنے کی وجہ سے پھول گیا تھا۔

یہ خوش گوار بوجھ اُٹھا کر بھاگنے میں مجھے کوئی ایسی خاص دشواری پیش نہیں آ رہی تھی، لیکن اس تاریکی اور جنگل کے پر پیچ راستوں میں جلدی اندازہ ہو گیا کہ میں زیادہ دور تک سریتا کو اپنی کمر پر لادے ہوئے نہیں بھاگ سکتا۔ میں جوں جوں جنگل میں بڑھتا جا رہا تھا، تاریکی کی چادر دبیز ہوتی جا رہی تھی۔ خاردار جھاڑیوں میں اُلجھنے کی وجہ سے نہ صرف یہ کہ بچے کھچے کپڑے تار تار ہو رہے تھے بلکہ جسم پر جابجا خراشیں بھی لگ گئی تھیں۔ بھاگتے بھاگتے میں ایک تناور درخت سے ٹکرا کر گرا تو سریتا کی گرفت میری پشت پر ڈھیلی ہو گئی۔

میں نے سنبھل کر اسے دوبارہ اُٹھانے کی کوشش کی۔ وہ سسکنے لگی۔ ''جابر! تم مجھے یہیں چھوڑ دو۔ میری خاطر اپنی زندگی خطرے میں کیوں ڈالتے ہو؟ تم ان سے بچ کر کہاں جاؤ گے؟ وہ اس بستی میں ہر جگہ تمہیں تلاش کر لیں گے۔''

''ہمت سے کام لو سریتا! مایوسی گناہ ہے۔'' میں نے ایک جھٹکے سے اُسے اٹھا کر دوبارہ پشت پر لاد لیا اور اندھیرے میں بھاگنا شروع کر دیا، بے ہنگم آوازوں کا شور اب اور قریب آ گیا تھا۔ وہ ان راستوں کے عادی تھے، جب وہ خاصے قریب آ گئے تو میں اندھا دھند اِدھر اُدھر اپنے لیے کوئی پناہ گاہ کوئی دفاعی جگہ تلاش کرنے لگا، مجھے یقین تھا کہ اب عنقریب ننگ دھڑنگ حبشی ہمیں دبوچ لیں گے اور پھر وہ میرے ساتھ ظاہر ہے، کوئی اچھا سلوک نہیں کریں گے۔ میں نے ان کے قبیلے کے ایک عظیم سردار کالاری کو ہلاک کر دیا تھا۔

''گوجا۔ گوجا۔ آہولارا۔'' (رُک جاؤ۔ بھاگو مت) پشت سے ملی جلی آوازوں میں مجھے یہ آواز واضح طور پر سنائی دی۔ کالاری کا بندر اپنے حلق سے تیز تیز آوازیں نکال کر تعاقب کرنے والے حبشیوں کو سمت کا نشان بتا رہا تھا۔ میں نے اپنی رفتار تیز کر دی اور جاراکاکا کی سال خوردہ کھوپڑی ہاتھ سے چھو کر اس بات کی شدت سے خواہش کی کہ وہ کاہن اعظم کے غار تک میری رہنمائی کر دے۔ میری حالت ناگفتہ بہ تھی۔ پھر بھی یہ یقین تھا کہ جاراکاکا کی کھوپڑی کی موجودگی میں مشتعل حبشی میرا یا سریتا کا کچھ نہیں بگاڑ سکیں گے لیکن میں اس وقت وہاں رُک کر کسی قسم کا خطرہ مول لینے کے لئے تیار نہیں تھا۔

اُکھڑی اُکھڑی سانسوں پر قابو پاتا میں آگے کی سمت بڑھ رہا تھا کہ اچانک کسی پتھر سے ٹھوکر لگی اور میں سریتا سمیت کسی غار میں پشت کی جانب لڑھکتا چلا گیا۔ توازن برقرار ہونے پر میں نے سریتا کو دوبارہ سنبھالا اور غار میں اندر کی جانب بڑھنے لگا۔ ان غاروں میں روپوش افراد کے بارے میں مجھے تھوڑا بہت اندازہ ہو گیا تھا۔ کالاری کا بندر اب میرے نزدیک نہیں تھا لیکن غار کے دہانے پر اس کی آوازیں ابھی تک اندر آ رہی تھیں، حبشیوں کی چیخ و پکار بھی ایک مرکز پر ختم ہو کر رہ گئی تھی۔ میں ان آوازوں سے دُور ہوتا گیا۔ پھر جب میں ایک دروازے کے قریب پہنچا تو میری خوشی کی کوئی انتہا نہ رہی کیوں کہ اب میں جزیرہ توری کے سب سے محفوظ مقام کاہن اعظم کے غار کے اندر تھا۔ میں نے سریتا کو اُتار کر ایک طرف کھڑا کیا اور جاراکاکا کی کھوپڑی گلے سے اُتار کر بازو میں باندھی اور سمورال کے مخصوص انداز میں سینے پر پہلے دونوں ہاتھ باندھے، پھر انہیں پھیلا دیا، میری توقع کے مطابق دروازہ کھل گیا۔ سریتا کا ہاتھ تھام کر میں نے اُسے آگے کی جانب بڑھنے کا اشارہ کیا۔ وہ اپنے پیروں پر چلنے لگی۔ اس راستے سے مجھے پوری واقفیت تھی۔ سریتا دم بخود تھی۔ کبھی وہ میرا چہرہ دیکھتی اور کبھی غار کا اندرونی نظام سمجھنے کی کوشش کرتی۔ میں نے اُس کی وحشت دور کرنے کے لئے

مختصراً سمجھا دیا کہ اس وقت کوئی خطرہ ہمارا تعاقب نہیں کر سکتا۔ ہم جزیرہ توری کے سب سے محفوظ مقام پر ہیں۔ پھر بھی سریتا کا خوف کم نہیں ہوا۔ ان پریشان کن حالات کے باوجود اپنے بدن کے بعض حصے چھپانے کی ناکام کوشش میں مصروف تھی۔ میں اسے غار کے اس حصے میں لے گیا جہاں ترام اور جمرال کی موجودگی کی توقع تھی۔ کاہن اعظم سمورال کے بارے میں مجھے علم تھا کہ اس کی واپسی دو روز بعد ہوگی کیوں کہ وہ مقدس اقابلا کی طلبی پر گیا ہے۔ سب سے زیادہ خوشی کی بات یہ تھی کہ میں اس کی واپسی سے پہلے ہی اپنے مقصد میں کامیاب ہو کر اس پناہ گاہ میں آ گیا تھا۔

دوسرے کمرے میں ترام اور جمرال دونوں موجود تھے، جمرال گھاس کے بستر پر محوِ خواب تھا لیکن ترام جاگ رہی تھی، قدموں کی آہٹ سن کر وہ تیزی سے اُٹھ کھڑی ہوئی اور اس کی نگاہوں میں مسرت کی چمک پیدا ہوئی مگر جب اس کی نگاہیں سرو قد سریتا پر پڑیں تو اس کے چہرے پر کھنچاؤ سا پیدا ہو گیا۔ مجھے ترام کی یہ کیفیت دیکھ کر تعجب ہوا۔ جزیرہ توری کے متعلق توشا اور نیری نے مجھے بتایا تھا کہ وہاں جنس کی کوئی قدر موجود نہیں ہے۔ تاہم عورتیں ایک خاص عرصے کے لئے یا اگر وہ چاہیں تو عمر بھر کے لئے کسی مرد کے ساتھ وابستہ کر دی جاتی تھیں۔ وہ مرد اگر چاہے تو اپنے مہمان مردوں کو اپنے تصرف کی عورتیں خوشنودی کے حصول اور مہمان نوازی کے جذبات کے طور پر پیش کر سکتا تھا لیکن اقدار کے اس اختلاف کے باوجود تمام دنیا کی عورتیں جذبوں میں یکساں ردِعمل کا اظہار کرتی ہیں۔ مجھے ترام کی دلی کیفیت کا اندازہ لگانے میں دیر نہیں ہوئی۔

سریتا نے بھی شاید ترام کی یہ کیفیت محسوس کر لی۔ وہ ترام کی نظروں کی تاب نہ لا کر جلدی سے میری پشت پر آ گئی اور سہمے ہوئے لہجے میں بولی۔ ''سیدی جابر! یہ لڑکی کون ہے؟ شاید اسے میرا آنا ناگوار گزرا ہے۔''

''نہیں سریتا! یہ بہت اچھی لڑکی ہے۔'' میں نے انگریزی میں کہا۔ ''یہ لڑکی ایک عظیم کاہن کی بیٹی ہے، وہ کاہن میرا محسن ہے۔ تم جو ابھی تک مجھے زندہ دیکھ رہی ہو، یہ سب اسی خانوادے کے سبب سے ہے۔ اگر ان لوگوں نے مجھے پناہ نہ دی ہوتی تو تم شاید کالاری کی ہوس پر قربان ہو گئی ہوتیں۔''

سریتا کو مطمئن کر کے میں ترام کے نزدیک گیا۔ وہ خاموشی سے ہم دونوں کی گفتگو سن رہی تھی۔ وہ ابھی تک نظریں چرا کر سریتا کے سراپا کا جائزہ لے رہی تھی، ترام کے اندرونی جذبات جابر جیسا شخص نہ سمجھتا تو پھر کون سمجھتا؟ میں نے اُسے اعتماد میں لینے اور اس کے دل کا غبار دور کرنے کے لئے کہا۔ ''ترام! مجھے افسوس ہے کہ میں تمہیں اطلاع دیے بغیر یہاں سے چلا گیا تھا۔ مجھے معلوم تھا کہ تم کبھی مجھے باہر جانے کی اجازت نہیں دو گی اس لیے میں نے یہ طریقہ اختیار کیا۔ یہ لڑکی ...... تم اس سے ملو۔ اس کا نام سریتا ہے، یہ ہمارے ساتھ سفر کر رہی تھی کہ کالاری اسے اپنے لیے اُٹھا کر لے گیا۔ اگر میں اس کی مدد نہ کرتا تو کالاری اسے برباد کر دیتا۔''

ترام کچھ دیر خاموش رہی جیسے وہ کچھ سمجھنے کی کوشش کر رہی ہو۔ ''تم اس لڑکی کی خاطر باہر جانے کے لئے بے چین تھے؟ اسی وجہ سے تم نے میری جمرال کی اور جزیرہ توری کے کاہن اعظم کی ہدایتیں بھی نظر انداز کر دیں؟'' وہ پُر وقار لہجے میں بولی۔

''ہاں ترام! میں اپنے ساتھیوں کی مدد کرنا اپنا فرض سمجھتا ہوں۔ یہ کمزور لڑکی میری مدد کے باعث ظلم و ستم سے بچ گئی ہے۔'' میں نے بھی اسی لہجے میں جواب دیا۔ ''میں کاہن اعظم سمورال کے احسانات کبھی نہیں بھول سکتا۔ اس مقدس شخص نے میرے ساتھ جو سلوک کیا ہے وہ اس کی عظمت کا ثبوت ہے۔ مجھے یقین ہے کہ نیک دل سمورال میری نیت سے واقف ہوگا اور اس گستاخی اور نافرمانی پر مجھے معاف کر دے گا۔''

''اس لڑکی کو تم یہاں کیوں لائے ہو؟'' ترام نے سرد لہجے میں پوچھا۔

وہ بار بار تیکھی نظروں سے سریتا کو دیکھ رہی تھی، سریتا اپنا بدن سمیٹے سہمی ہوئی کھڑی تھی۔

''اس لیے کہ اس پُراسرار علاقے میں سب سے محفوظ جگہ ہے، یہاں کے باشندوں کے شر سے محفوظ رہے گی۔'' میں نے حوصلے سے جواب دیا۔'' کاہنِ اعظم کے احسانات اور محبت کے سبب میں سمجھتا ہوں کہ وہ اس جسارت پر برہمی کا اظہار نہیں کرے گا۔ یہ لڑکی تمہیں کوئی نقصان نہیں پہنچائے گی۔ میں اس کا وعدہ کرتا ہوں۔''

''کیا تم اس لڑکی کو ہمیشہ اپنے ساتھ رکھو گے؟''

ترام کا تجسس اور گلہ میں نے محسوس کرلیا۔ وہ مجھ سے سریتا کے سلسلے میں کوئی حتمی بات سننے کے لئے مضطرب نظر آتی تھی اور میں سوچ رہا تھا کہ کیا میں سریتا جیسی نازک بدن، دل کش لڑکی سے منہ موڑلوں؟ جس نے آہستہ آہستہ میرے دل میں جگہ بنانی شروع کردی تھی، کیا میں اس ہندی دوشیزہ سے دست بردار ہوجاؤں؟ میں نے ایک نظر سہمی ہوئی سریتا پر ڈالی پھر ترام سے فیصلہ کن انداز میں مخاطب ہوا۔'' میں نے اس لڑکی کے سلسلے میں اپنا فرض پورا کردیا۔ اب اس کی قسمت کا فیصلہ مقدس سموراں کرے گا۔''

ترام جز بز ہوکر بولی۔ ''اگر میرے باپ نے اس لڑکی کے خلاف کوئی حکم صادر کیا تو کیا تم اُسے قبول کرلو گے؟''

''مجھے معلوم ہے وہ پاک باطن شخص ایسا نہیں کرے گا لیکن اگر ایسا ہوا تو مقدس سموراں کا ہر حکم مجھے ہر حال میں قبول ہوگا۔'' میں نے صاف دلی سے اس سے کہا۔

میرا یہ واضح جواب سن کر ترام کی آنکھوں میں معنی خیز چمک پیدا ہوئی۔ ہمارے درمیان چونکہ مقامی زبان میں گفتگو ہو رہی تھی۔ اس لئے سریتا گم صم کھڑی رہی۔ ترام کا تجسس بڑی حد تک دور ہوگیا تھا۔ جب وہ اپنے طور پر مطمئن ہوگئی تو اس نے آگے بڑھ کر سریتا کا ہاتھ تھاما اور اسے جمراں کے قریب لے جا کر اشارے سے گھاس کے بستر پر آرام کرنے کے لئے کہا۔ میں نے سریتا کو ترام کا عندیہ سمجھایا تو وہ کسی قدر جھجکی، پھر اپنا پھول جیسا جسم سمیٹ کر خاموشی سے لیٹ گئی۔ میں ترام کو سریتا کے پاس چھوڑ کر غار کے اس حصے میں آگیا جو چوالیس دنوں تک متواتر میرے تصرف میں رہا تھا میں نے ایک طویل انگڑائی لے کر خود کو فرش پر بے سدھ گرا دیا اور سیاہ چھت کو گھورنے لگا۔ مشعل کی روشنی اس ویران کمرے میں بڑی ہیبت ناک لگ رہی تھی، ابھی میں غنودگی کی منزل میں تھا کہ ترام آگئی۔

میں سموراں کی وجہ سے اپنے سرکش نفس کو دبائے رکھنے پر مجبور تھا۔ جب وہ میرے پاس فرش پر آ کر بیٹھ گئی تو اس نے بہت مدھم لہجے میں کہا۔'' جابر! کیا یہ لڑکی تمہیں پسند ہے......؟''

''پسند......؟'' میں نے اس کا مفہوم سمجھ کر کہا۔'' ہاں پسند ہے۔ مگر تمہیں ایسی باتیں کرنا کہاں سے آگئیں؟''

''یہ سب تمہی نے سکھایا ہے۔ کیا تم اسے بہت پسند کرتے ہو؟''

''ہاں بہت زیادہ۔'' میں نے مسکرا کر کہا۔ ''مگر...... مگر تم سے زیادہ نہیں۔''

یہ کہہ کر میں نے اس کے ہاتھ پر اپنا ہاتھ رکھ دیا۔ ’’خدا کی قسم، مقدس سموراں کی عظمت کا خیال مانع ہے ورنہ میں تمہیں یہاں سے اٹھا لے جاتا۔‘‘

’’پھر تم میرا کیا کرتے؟‘‘ ترام نے معصومیت سے کہا۔

’’میں تمہیں اپنے دل کی ملکہ بناتا۔ میں تمہیں بیروت لے جاتا۔ جب تم اعلیٰ لباس میں وہاں کی سڑکوں پر جلوہ گر ہوتیں تو لوگ دنگ رہ جاتے۔‘‘ میں نے جذباتی لہجے میں کہا۔

غار کے اس حصے میں میرے اور ترام کے سوا کوئی نہیں تھا۔ جمرال سو رہا تھا۔ سریتا کے بارے میں مجھے یقین تھا کہ وہ نازک بدن حالات سے اس قدر خوف زدہ ہے کہ اپنی جگہ سے ہلنے تک کا خطرہ مول نہیں لے سکتی، سموراں، مقدس اقابلا کی طلبی پر اس کی بارگاہ میں گیا ہوا تھا۔ یہ سناٹا، یہ بھڑکتی ہوئی مشعل، یہ دوشیزہ اور میں۔ میں کہ ایک سرمست نوجوان۔ اندر چھپے ہوئے اس بدبخت شخص نے مجھے ہوس کی طرف لاکھ اُکسایا میرا دل چاہا کہ ترام کو گھسیٹ کر اس امتناع کا دروازہ بند کروں جو ایک حسین عورت کو ایک نوجوان مرد سے دور کرنے کا غیر فطری جبر ہے لیکن مقدس سموراں نے مجھ پر اعتماد کا اظہار کیا تھا۔ حالانکہ اس علاقے میں اس قسم کے اعتماد، دوشیزگی، عصمت اور جنس کے بارے میں وہ گریز نہیں تھے جو ہمارے معاشرے میں موجود ہیں لیکن ایسا بھی نہیں تھا کہ وہ ہوس بدنیتی اور نفس کے بارے میں نہ جانتے ہوں۔

میں اُٹھ کھڑا ہو گیا۔ اگر میں دیوانگی اور سرشوری کے اس لمحے میں بہک گیا تو مقدس سموراں ناراض ہو سکتا ہے اور پھر جزیرہ توری کا کوئی گوشہ میری پناہ گاہ میں نہیں بن سکتا، کاہن اعظم اس وقت اقابلا کے روبرو موجود ہے، لیکن کاہن اعظم کی نگاہیں اس کے گھر میں موجود ہوں گی۔ وہ ساری باتیں محسوس کر رہا ہوگا اور دیکھ رہا ہوگا۔ چونکہ وہ برتر طاقتوں کا حامل ہے، اب جبکہ میں جزیرے کے ایک سردار کو ختم کر کے ایک سنگین جرم کا مرتکب ہو چکا ہوں تو میرے لیے احتیاط لازم ہے۔ یقیناً اقابلا اپنے سردار کی موت پر برہم ہوگی اور سموراں بھی لازماً اپنی ملکہ کا ہم نوا ہوگا، کالاری کے خاتمے کے بعد حالات اور سنگین ہو گئے ہیں، مجھے سریتا کو حاصل کرنے کے جوش میں اس کا اندازہ ہی نہیں ہوا، سکون اور آرام کی یہ ساعتیں اس خونیں ہنگامے کے بعد کہیں نصیب ہوئیں تو مجھ پر خوف غالب آ گیا۔ ان دیکھی بلاؤں کا خوف، آنے والے سانحوں کا خوف، ایک سردار کی موت کوئی چھوٹا واقعہ نہیں ہے۔ نہ جانے اب کیا؟ کون سے امتحانوں سے گزرنا پڑے۔

ترام نے پھر مجھے چونکا دیا۔ وہ حیرت سے مجھے ٹہلتا ہوا دیکھ رہی تھی۔ ’’تم نے سردار کالاری سے اسے کیسے حاصل کر لیا؟‘‘

’’مقدس سموراں نے مجھے حوصلہ بخشا تھا ورنہ کالاری جیسے دیوزاد اور بڑے سردار پر میری برتری محال تھی۔‘‘ میں نے کہا۔

مگر تم نے اسے زیر کیسے کر لیا؟ یہ ایک ناممکن کام ہے۔‘‘

میرے ساتھ سچائیاں تھیں میرے پاس حوصلہ تھا اور سریتا کا ساتھ کچھ اور طاقتیں دے رہی تھیں۔ اسی لئے مجھے اسے مارنے میں آسانی ہوئی۔‘‘

’’کیا؟...... کیا تم نے اُسے مار دیا؟‘‘ ترام حیرت سے اُٹھ کھڑی ہوئی۔

’’ہاں میں نے اس کا کام تمام کر دیا۔‘‘ میں نے پُرسکون لہجے میں اسے جواب دیا۔

’’یقین نہیں آتا...... جانتے ہو، کالاری مقدس اقابلا کا ایک سردار تھا۔ اُس پر آسمان کی طاقتوں کا سایہ تھا اور عظیم اقابلا کی عنایتیں اس کی

جلو میں تھیں کسی معمولی انسان کا اس کے مقابلے میں کامیاب ہونا ممکن نہیں ہے۔'' ترام مجھے تجسس آمیز نگاہوں سے دیکھ رہی تھی۔ اس کی حیرت بے جا نہیں تھی۔ میں نے ایک ثانیے تامل کیا، پھر شروع سے آخر تک کے تمام واقعات ترام کو سنا ڈالے۔ وہ پلکیں جھپکائے بغیر مجھے تعجب سے دیکھ رہی تھی جیسے میں کوئی ان ہونا واقعہ سنا رہا ہوں۔ اس نے میری کہانی سننے کے بعد کسی رائے کا اظہار نہیں کیا البتہ اس کے انداز سے اُلجھن اور خوف مترشح تھا۔ میں نے اس خشک موضوع سے اجتناب کیا اور اس کے نرم و نازک ہاتھ اپنے ہاتھوں میں لے کر آہستہ سے کہا۔ ''تم یہاں سے چلی جاؤ...... ورنہ تمہارا قرب مجھے بہکا دے گا۔ میں مقدس سموراں کے سامنے شرمندہ ہونا نہیں چاہتا۔''

قریب تھا کہ میں اس جنون خیز سیلاب میں بہہ جاتا کہ غار کا بیرونی دروازہ کھلنے کی تیز آواز نے میرے جسم میں سنسنی پیدا کر دی۔

ترام مچھلی کی طرح تڑپ کر میرے ہاتھوں سے نکل گئی۔ وہاں رکنے کے بجائے وہ بھاگتی ہوئی اُس حصے کی طرف چلی گئی جہاں سریتا اور جمراں موجود تھے۔ میں ششدر بیٹھا اپنے منتشر اعصاب مجتمع کرنے کی کوشش میں مصروف تھا کہ میرے کمرے میں سموراں نمودار ہوا، اس کے چہرے پر بلا کی درشتی تھی، آنکھوں میں ایسا دبدبہ تھا کہ اس سے نظریں نہیں ملا سکا۔ میں سمجھ گیا کہ وہ میرے ہوس ناک ارادوں سے باخبر ہو گیا ہے۔ خوف زدہ ہو کر میں نے اسے اپنے رواج کے مطابق سلام کیا اور خاموشی سے گردن جھکا کر کسی مجرم کی طرح اس کے سامنے کھڑا ہو گیا۔ غار کے در و دیوار پر موت کا سکوت طاری تھا۔ کچھ لمحے اسی بھیانک سکوت میں گزر گئے، پھر سموراں کی گرج دار آواز اُبھری۔ ''میرے ساتھ آؤ۔''

میں نے نظریں اٹھا کر دیکھا۔ سموراں غار کے دوسرے حصے کی طرف جانے کے لئے گھوم چکا تھا۔

انکار کی کیا مجال تھی؟ میں نے تمام تر عجلت سے اس کے حکم کی تعمیل کی۔ مجھے خود پر غصہ آ رہا تھا۔ میں نے اپنے اندر کے وحشی انسان کو بے لگام چھوڑ کر اور ترام کا نا آسودہ بدن برانگیختہ کر کے یقیناً کسی دانش مندی کا ثبوت نہیں دیا تھا۔ وہ لمحات بڑے جاں گسل تھے۔ میں اس کی تقلید میں دو کمروں سے گزر کر اس کی مخصوص عبادت گاہ میں داخل ہو گیا۔ کاہن اعظم بڑے کڑھاؤ کے سامنے آ کر رک گیا۔ اس نے کڑھاؤ کے نیچے لکڑیوں کو مشعل دکھا دی۔ آگ بھڑک اٹھی تو وہ اپنی زبان میں کچھ پڑھنے لگا۔ میں سکتے کے عالم میں اس کی ایک ایک حرکت کا جائزہ لے رہا تھا۔ کچھ دیر تک وہ اونچی آواز میں کچھ پڑھتا رہا۔ پھر اس نے مقدس جارا کا کی کھوپڑی گلے سے اتار کر اپنے ہاتھ میں لے لی اور میری طرف گھور کر تحکمانہ آواز میں بولا۔ ''اس میں جھانک کر دیکھو۔''

میں نے ڈرتے ڈرتے آگے بڑھ کر کڑھاؤ میں جھانکا۔ تیل میں ایک لہر سی پیدا ہوئی۔ پھر اس اندھیری رات میں غار کے باہر کا منظر روز روشن کی طرح تیل کی لہروں پر نمودار ہو گیا۔ غار کے باہر ننگ دھڑنگ مردوں اور عورتوں کا ایک جم غفیر اکٹھا تھا۔ کالاری کا بندرا اچھل اچھل کر سینہ کوبی میں مصروف تھا۔ بظاہر وہ سب میرے خون کے پیاسے معلوم ہو رہے تھے۔ میرے جسم میں سردی کی ایک لہر دوڑ گئی۔ میں رعشہ براندام تیزی سے گھوم کر کاہن اعظم سے بولا۔ ''مقدس سموراں، یہ کیا ہو رہا ہے؟ مجھے بتاؤ کہ میں کیا کروں؟''

''تم کیا سمجھ رہے ہو؟'' سموراں نے سنجیدگی سے پوچھا۔

''یہ لوگ آج مجھے تمہاری پناہ سے نکال لے جانے کے لئے آئے ہیں۔ یہ میرے خون کے پیاسے ہیں۔'' میں نے بدقت تمام کہا۔

''غلط۔'' سمورال نے جواب دیا۔ ''یہ صحیح ہے کہ یہ تمہیں یہاں سے لے جانے کے لئے آئے ہیں۔''

''اور یہاں سے لے جا کر یہ لوگ مجھے آدم خور چیونٹیوں کے حوالے کر دیں گے۔'' میں نے جلدی سے کہا۔

''نہیں یہ تمہیں اپنا حکمران بنانے کے لیے بے چین ہیں۔''

''حکمراں......؟ تم کیا کہہ رہے ہو مقدس کاہن؟''

''ہاں حکمراں......تم نے کالاری کو مار کر خود اس کا مقام حاصل کر لیا ہے۔ اس جزیرے کی یہی رسم ہے جب کوئی سردار کو مقابلے کی دعوت دیتا ہے یا اسے مار دیتا ہے تو اسے سرداری کا اہل سمجھا جاتا ہے۔ تم عظیم اقابلا کے آسمانی قانون کی رو سے اب کالاری کے جانشین ہو کیونکہ تم ایک ایسے شخص سے زیادہ طاقت ور ثابت ہوئے جو یہاں کا سردار تھا۔ مقدس اقابلا کی عظمت تم پر سایہ گیر رہے۔ اب تم یہاں کے سردار ہو۔ کسی اجنبی کو آج تک یہ سعادت حاصل نہیں ہوئی۔''

''تم......تم......تم۔'' مگر میں کچھ نہ کہہ سکا۔ میں اس سے کہنا چاہتا تھا کہ وہ مجھ سے مذاق کیوں کر رہا ہے لیکن میں اس کے سامنے اس بے ادبی اور گستاخی کی جرات نہیں کر سکتا تھا۔ یہ انکشاف سن کر میں حیرت زدہ رہ گیا۔ میرے وہم وگمان میں بھی یہ بات نہیں آ سکتی تھی کہ اچانک مجھے جزیرہ توری میں ایک بڑے سردار کا منصب مل سکتا تھا۔ حیرت اور خوشی کی بنا پر میرے منہ سے لفظ نہیں نکل رہے تھے۔ یہ لوگ جو باہر چیخ پکار مچا رہے ہیں یہ مجھے اپنا حاکم بنانے کے لئے آئے ہیں۔ بیروت کا ایک عرب نوجوان پُر اسرار جزیرہ توری کا ایک سردار تسلیم کر لیا جائے گا؟ اس جزیرے کا سردار جس کی زمین کل تک خود اس کے لئے تنگ تھی وہ ان لوگوں پر حکمرانی کرے گا جو کل تک اس کے خون کا ذائقہ چکھنے کے لئے مضطرب تھے۔ میری عقل میں کوئی بات نہیں آ رہی تھی۔ میں نے رحم طلب نظروں سے سمورال کی جانب دیکھا۔ وہ میرا اضطراب بھانپ کر نرم لہجے میں یوں گویا ہوا۔

''کاہن کبھی غلط بیانی سے کام نہیں لیتا جس وقت تم نے کالاری کو زیر کیا تھا۔ اس وقت میں مقدس اقابلا کی بارگاہ میں حاضر تھا لیکن مقدس اقابلا نے مجھے فوراً واپس جانے کا حکم دیا۔ کاہن اعظم ہی کسی شخص کے سرداری کا منصب سنبھالنے کی ضروری رسمیں انجام دیتا ہے۔ اب تمہیں کالاری کی ذمے داری سنبھالنی ہے، تم نے مشکل حالات کے باوجود جس جواں مردی، شجاعت اور حوصلے کا ثبوت دیا ہے، اس کا صلہ تمہیں مل گیا لیکن اس کا یہ مطلب نہیں ہے کہ تم نے مصائب سے نجات حاصل کر لی ہے۔ توری جزیرے کے رسم ورواج کے مطابق ابھی تمہیں کالاری کا منصب سنبھالنے سے پہلے چند امتحانات سے گزرنا ہوگا اور چونکہ تم اجنبی ہو۔ اس لیے اقابلا کے آسمانی......قانون سے واقف ہونا ہوگا۔''

''عظیم سمورال! مگر میں سوچتا ہوں کہ کیا میں اس منصب جلیل سے پوری طرح انصاف کر سکوں گا؟ اور وہ امتحانات کیا ہیں اے کاہن اعظم......جن سے مجھے گزرنا ہوگا۔'' میں نے دھڑکتے دل سے پوچھا۔

''میں دیکھ رہا ہوں اور مجھ سے پہلے بہت سے کاہنوں نے دیکھا ہے......میں دیکھ رہا ہوں کہ تم جزیرہ توری کی تاریخ کے وہ شخص ہو جس کی پیش گوئی بہت پہلے کر دی گئی تھی......میں تمہیں کچھ اور نہیں بتا سکتا۔'' اس نے ٹھہر ٹھہر کر کہا۔

''مقدس کاہن! میں سمجھتا ہوں کہ یہ سب تمہاری وجہ سے ممکن ہوا۔ تم نے مجھے پناہ دی۔ مجھے اسرار سمجھائے اور حوصلہ بخشا۔ میں تم سے

وعدہ کرتا ہوں کہ میں ہمیشہ تمہاری رضا مندی کو اولیت دوں گا۔'' میں نے جذبات میں ڈوب کر کہا۔

''ادھر دیکھو......'' کاہن اعظم نے میری باتیں نظر انداز کر کے مجھے پھر کڑھاؤ میں جھانکنے کا حکم دیا۔ میں نے آگے بڑھ کر کڑھاؤ میں دیکھا۔ حسب دستور تیل میں ایک لہر سی پیدا ہوئی۔ پھر جو منظر نظر آیا، اسے دیکھ کر تو میرا خون ہی خشک ہو گیا۔ آنکھیں بند ہو گئیں۔ میں دو قدم پیچھے ہٹ گیا۔ وہ منظر جلتے ہوئے تیل پر نظر آنے لگا جو ابھی کچھ دیر پہلے کاہن اعظم کی عدم موجودگی میں اس اندھیرے کمرے میں پیش آیا تھا۔ میں نے سموراں کے چہرے کی جانب اس کا ردعمل جاننے کے لئے نظریں اٹھائیں۔ اس کی عقابی نگاہیں میرے جسم میں نیزے کی انی کی طرح چبھنے لگیں۔'' اس علاقے میں پتا کھڑکنے کی آواز بھی مجھ تک پہنچ جاتی ہے۔'' سموراں کی ٹھوس آواز کمرے کے در و دیوار سے ٹکراتی ہوئی ابھری۔ ''تم نے ترام کا خوابیدہ بدن جگا کر میری ریاضت میں رخنہ ڈالا ہے۔ میں اپنے دونوں بچوں کو نفسانی آلائشوں سے دور رکھنا چاہتا تھا اور میرا ارادہ تھا کہ انہیں تربیت دے کر اقابلا کے حضور پیش کروں گا لیکن تم نے میری بچی کو راستی کی راہ سے ہٹا دیا۔''

''میں معافی کا خواستگار ہوں مقدس کاہن!'' میں نے معذرت خواہانہ انداز میں کہا۔ ''جو کچھ ہوا، اس میں ترام سے میری محبت کا گہرا دخل تھا وہ ایک جذباتی فعل تھا لیکن میں نے ہر مرحلے پر کاہن اعظم کی بیٹی کا احترام ملحوظ رکھا ہے۔''

''خاموش۔'' سموراں نے بلند آواز میں کہا۔ ''کاہن وضاحت طلب نہیں کرتے کیونکہ وہ قلب کے اندر جھانکنے کی قوت رکھتے ہیں۔''

میرا جسم پسینے پسینے ہو گیا۔ سموراں نے سلسلہ کلام جاری رکھا۔ ''تم ایک بہادر نوجوان ہو۔ اب تم ان امتحانات کے لئے تیار ہو جاؤ جن سے جزیرہ توری کی سرداری کے لئے تمہیں گزرنا ہے اور سوچ لو کہ کاہن اعظم کی کسی بات سے انکار کی جرات کرنے والا اس جزیرے پر فوراً ہی موت کی آغوش کے سپرد کر دیا جاتا ہے۔''

''میں ہر امتحان کے لیے تیار ہوں۔'' میں نے جھجکتے جھجکتے کہا۔

''کیا تم اس کڑھاؤ کے ابلتے ہوئے تیل میں غوطہ لگا سکتے ہو؟'' سموراں نے تیز آواز میں دریافت کیا۔

میں یہ حکم سن کر لرز اٹھا۔ کڑھاؤ میں ابلتا ہوا تیل میرے امتحان کا منتظر تھا۔ میں نے سموراں کی طرف رحم طلب نگاہوں سے دیکھا، مگر مفر کا کوئی راستہ نہیں تھا۔ سموراں کا انداز بہت بے رحمانہ تھا۔ میں نے ایک لمحے میں کچھ سوچا یقیناً یہ کوئی آزمائش ہے۔ مگر یہ کوئی فریب نہ ہو؟ لیکن انکار کس طرح ممکن ہے؟ کیا میری تمام مشقیں اور صعوبتیں رائیگاں جا رہی ہیں؟ اور کیا یہ خونیں غسل میری نجات کا پروانہ ہے؟ میں لرز لرز گیا۔ میں نے مضبوطی سے جارا کا کی کھوپڑی پر ہاتھ رکھا اور کاہن اعظم کے سوال کے جواب میں چار و ناچار جلتے ہوئے تیل میں غوطہ لگانے کی ٹھان لی۔ کڑھاؤ کے نیچے آگ جل رہی تھی اور تیل اس کے اندر ابل رہا تھا۔ مجھے جھرجھری سی آ گئی لیکن میں سینہ تان کر آگے بڑھا اور قریب رکھے ہوئے ایک پتھر پر چڑھ کر جلتے ہوئے تیل میں چھلانگ لگا دی۔ اس وقت میری آنکھیں خود بخود بند ہو گئی تھیں لیکن کڑھاؤ میں گرتے ہی مجھے ایسا محسوس ہوا جیسے میرا جسم سرد پانی میں ڈوب گیا ہو۔ میں نے گھبرا کر آنکھیں کھول دیں۔ ابلتا ہوا تیل سرد پانی میں تبدیل ہو چکا تھا۔ میں کود کر کڑھاؤ سے باہر آیا تو سموراں نے میرے کاندھے پر شفقت کا ہاتھ رکھ دیا اور میں نے پہلی بار اس کے ہونٹوں پر خفیف سی مسکراہٹ محسوس کی۔ ''تم یقیناً اس جزیرے کی سرداری کے

اہل ہو۔'' وہ بلند آواز میں بولا۔ ''لیکن یہ ایک آسان سا امتحان تھا۔ اس سرد مقدس پانی میں غسل کر کے تم نے باہر کی دنیا کی گندگی دھو ڈالی ہے۔ دوسرے امتحان ایک ہفتے کے اندر اندر تمہیں اطلاع دیئے بغیر لیے جائیں گے۔ اگر تم اس میں ثابت قدم رہے تو ایک ہفتے بعد تمہیں آبادی کے روبرو قبیلے کی سرداری سونپ دی جائے گی۔''

''میرے لیے اور کیا حکم ہے؟'' میں نے سعادت مندی سے پوچھا۔

''تم اب آرام کر سکتے ہو۔ میں غار کے باہر ان لوگوں کو مطمئن کر کے آتا ہوں جو تمہاری آمد کے منتظر ہیں۔''

''میں ایک خواہش کا اظہار کرنا چاہتا ہوں۔'' میں نے ادب سے کہا۔

''کہو......؟''

''میں مقدس کاہن کو زیادہ قریب رکھنے کے لئے اس سے ایک چیز مانگنا چاہتا ہوں۔ مجھ سے وعدہ کرو کہ تم میری یہ گستاخی معاف کر دو گے۔''

''تم اس جزیرے کی جس لڑکی کو چاہو، ملکہ بنا سکتے ہو۔''

''میں صرف ترام کو حاصل کرنا چاہتا ہوں۔''

''ترام!'' سمورال نے دہرایا اور اس کے ماتھے پر شکنیں نمودار ہو گئیں......

''کیا تم اسے جزیرہ توری کے ایک شریف النفس سردار کی بیوی بنانے پر تیار نہیں ہو گے؟ اس طرح ہم دونوں اور قریب آ جائیں گے اور جب ہم دونوں قریب آ جائیں گے تو پھر کوئی ہمیں شکست نہیں دے سکتا۔'' میں نے جوش سے کہا۔

سمورال کچھ سوچنے لگا۔ پھر بولا۔ ''ہم اب بھی قریب ہیں۔ جزیرہ توری کا ہر سردار مجھ سے قریب رہتا ہے۔''

''مگر ترام سے میں محبت کرتا ہوں۔'' میں نے اسے راضی کرنا چاہا۔

وہ میرے پیہم اصرار پر بہت دیر بعد کہیں راضی ہوا۔ ''میں ترام تمہیں دیتا ہوں لیکن خیال رہے وہ کاہن اعظم کی بیٹی ہے۔''

''میں اسی احساس برتری کے لئے اسے اپنے پاس رکھنا چاہتا ہوں۔''

''تم اب جا سکتے ہو۔'' وہ میری چرب زبانی سے غالباً برہم ہو گیا تھا۔

''میں سرینا کے سلسلے میں تمہارا ارادہ جاننے کا خواہش مند ہوں۔'' میں نے چلتے چلتے پوچھا۔ ''کیا تم اسے کچھ دنوں تک اسی غار میں رکھ لو گے؟''

''ہاں۔ کچھ دنوں تک اسے یہاں میرے پاس رہنا ہوگا۔ پھر اسے سرنگا کے حوالے کر دیا جائے گا۔''

''کیا سرنگا زندہ ہے؟'' میں نے چونک کر دریافت کیا۔

''ہاں سرنگا ابھی زندہ ہے۔'' سمورال کا جواب مختصر اور معنی خیز تھا۔ سرنگا کے بارے میں مجھے کچھ اور معلومات کرنے کی جستجو ہوئی لیکن سمورال کا معنی خیز لہجہ اس بات کی ترجمانی کر رہا تھا کہ سرنگا کسی مشکل سے دوچار ہے اور وہ بتانے سے گریز کر رہا ہے۔ سمورال نے مجھے مزید کچھ

سوچنے کا موقع نہیں دیا۔اس نے مجھے کمرے سے جانے اور آرام کرنے کی ہدایت کی۔ میں بادل نخواستہ وہاں سے چلا آیا اور اپنے کمرے میں فرش پر دراز ہو گیا۔ اس رات مجھے نیند نہیں آئی۔ حالات نے کس قدر انقلابی انداز میں پلٹا کھایا تھا۔ کون سوچ سکتا تھا کہ جزیرہ توری کے ایک اجنبی کو یہ اعزاز حاصل ہوگا۔ اس رات مجھے اپنے وطن اپنے شہر اور اپنے گھر کی بہت یاد آئی اور ایک ایک کر کے سارے منظر میری نگاہوں میں گھوم گئے۔ حسین فلورا کی یاد نے مضطرب کیا اور میں نے خود کو اس بات کے لئے آمادہ کرنا شروع کر دیا کہ اب میں کبھی وطن واپس نہ جا سکوں گا۔ میرا جسم اسی قبیلے کی خاک میں مل جائے گا اپنے عزیزوں کو دیکھنے کا دوبارہ کوئی موقع مجھے نصیب نہیں ہوگا۔ اس قربانی کے عوض مجھے اس جزیرے کی سرداری مل گئی ہے، زندہ رہنے کے لئے یہ سہارا بہت کافی ہے۔ مجھے بہر حال اپنے حالات سے مفاہمت کرنی چاہئے اور اس جزیرے کی حبشی آبادی کی کایا پلٹ دینی چاہئے۔ میں نے دیر تک بہت سے منصوبے بنائے اور سوچنے لگا کہ میں ان لوگوں کے لئے کیا کر سکتا ہوں؟ میں اقابلا کا قرب کیسے حاصل کر سکتا ہوں؟ اور فلورا کو شوالا سے کیسے بچا سکتا ہوں؟ فلورا کی جدائی کا داغ میرے سینے سے دھواں دیتا ہے غرضیکہ رات کے پچھلے پہر تک میں جاگتا رہا اور اپنے ذہن میں آئندہ زندگی کے خاکے بناتا رہا۔ فرار کا خیال کرنا بھی اس جزیرے میں گناہ تھا۔ کیونکہ کاہن اعظم کو ہر بات کی خبر ہو جاتی تھی۔ چنانچہ میں نے اپنی نیت صاف کی اور صمیم قلب کے ساتھ اپنی آبادی میں گھل مل جانے پر خود کو آمادہ کیا۔

علی الصباح کاہن اعظم نے مجھے طلب کیا۔ جمرال کے ساتھ میں اس کے پاس پہنچا تو ہراساں و پریشاں سریتا وہاں موجود تھی۔ میرے پہنچنے کے بعد ترام کو بلایا گیا۔ وہ چھوٹے چھوٹے قدم اٹھاتی سمورال کے قریب آ کر کھڑی ہو گئی۔ ''ادھر آؤ میرے قریب۔'' سمورال نے تحکمانہ لہجے میں اسے مخاطب کیا۔ وہ قریب آئی تو سمورال نے میرا ہاتھ تھاما۔ پھر ترام کا ہاتھ پکڑ کر ہم دونوں کے ہاتھوں میں کڑا ڈال دیا۔ ہم دونوں کے ہاتھ ایک کڑے میں پڑے ہوئے تھے۔ اس عمل کے بعد وہ پھرتی سے جلتی آگ کے سامنے کچھ پڑھنے لگا۔ ترام کے چہرے پر سرخی چھا رہی تھی اور اس کی گردن شرم سے جھک گئی تھی۔ سمورال کی آواز تیز ہوتی گئی۔ ہم سب خاموشی سے سمورال کی عبادت دیکھ رہے تھے۔ جب وہ اس سے فارغ ہوا تو اس نے ترام کو کچھ اشارہ کیا۔ ترام اچانک گھٹنوں کے بل جھکی اور اپنا سر میرے پاؤں سے رگڑنا شروع کر دیا۔ یہ غالباً کوئی رسم تھی جس کی ادائیگی ترام پوری تن دہی سے کر رہی تھی۔ دیر تک وہ یہی عمل کرتی رہی پھر سمورال نے اسے اٹھایا اور اپنے ہاتھ سے بائیں ران پر بندھا ہوا خنجر نکالا۔ میں حیرت زدہ اور سراسیمہ ہو کر وہ عجیب و غریب رسمیں دیکھ رہا تھا۔ میرے دیکھتے ہی دیکھتے سمورال نے خنجر کی نوک اپنے سینے میں اتار لی۔ پھر خون میں اپنے سیدھے ہاتھ کی درمیانی انگلی ڈبو کر اسے ترام کے سینے پر لگا دیا۔ ترام کے سینے پر سرخ خون کی لکیر بہنے لگی اور اس کا سر عقیدت سے جھک گیا۔ پھر وہ میرے قریب آیا اور اس نے خنجر کی نوک میری انگلی میں چبھو دی۔ مجھے شدید درد کا احساس ہوا لیکن میں برداشت کر گیا۔ ترام نے کمال تیزی سے میری کٹی ہوئی انگلی چوسنی شروع کر دی۔

''جابر بن یوسف! ترام اس جزیرے کے رسم و رواج کے مطابق تمہاری بیوی ہے آج کے بعد سے تم اس کے محافظ ہو۔ میری ذمے داری ختم ہوئی۔'' سمورال کے لہجے میں کرب تھا۔ میں وہاں کے رسم و رواج سے بالکل ناواقف تھا۔ پھر بھی میں نے اپنی عقل کے مطابق آگے بڑھ کر سمورال کے ہاتھ کو بوسہ دیتے ہوئے کہا۔ ''مقدس سمورال! تیری عنایتوں نے مجھے غلام بنا لیا ہے۔ میں وعدہ کرتا ہوں کہ ترام میرے پہلو میں محفوظ

رہے گی۔اس کی حفاظت مجھے اپنی زندگی سے بھی زیادہ عزیز ہوگی۔"

سموران نے مجھے اور ترام، سریتا اور جمران کو اپنی عبادت گاہ سے رخصت کر دیا۔ سریتا بہت مایوسی اور خاموشی سے یہ منظر دیکھ رہی تھی۔ ہم جب دوسرے کمرے میں آگئے تو بھی اس نے مجھ سے کوئی سوال نہیں کیا۔ میں نے رسمی طور پر اس کی خیریت پوچھنے کے بعد اپنے کمرے کی راہ لی۔ اس سے نگاہ ملاتے ہوئے نہ جانے کیوں مجھے جھجک سی محسوس ہوئی تھی۔ ایک خلش سی محسوس ہو رہی تھی اور یہ خلش اس وقت تک قائم رہی جب تک میں ترام کے ساتھ گھاس کے فرش پر نڈھال ہو کر گر نہ گیا۔ ترام قریب آئی تو میں سب کچھ بھول گیا۔

یہاں مجھے شاعری کی اجازت دیجئے۔ میں نے ایسے تیور دیکھے جن سے اب تک نا آشنا تھا۔ میں اس پھول کی مہک سے بے خود ہو گیا۔ ترام کی بات ہی اور تھی۔ شاید کاہن اعظم نے اسے زیادہ لطیف اور دلکش بنانے میں اپنی ماورائی قوتوں سے بھی کام لیا تھا۔

اب میں اپنی اس عجیب وغریب داستان کے کچھ غیر اہم درمیانی حصے چھوڑ کر اصل کہانی کی طرف آ رہا ہوں۔ سموران کے غار میں مجھے ایک ہفتہ گزر گیا۔ ترام سے شادی کے بعد اب اس گھر میں میری حیثیت کسی پناہ گزین کی نہیں تھی بلکہ گھر کے ایک فرد کی سی تھی۔ میں نے اس مدت میں جمران، ترام اور سموران سے بہت کچھ حاصل کرنے کی کوشش کی۔ قبیلے کے رسم و رواج سے آگاہی اور کالی طاقتوں کے بارے میں واقفیت حاصل کرنے اور سرداری کے آداب سیکھنے میں مجھے سارا ہفتہ گزر گیا۔ ترام کے دل کش جسم کی رفاقت کے ساتھ ساتھ میں دشوار گزار مراحل سے بھی گزرا۔ وہ امتحانات جن کا تذکرہ سموران نے کیا تھا، ان میں بھی میں نے بہ کمال وتمام کامیابی حاصل کی۔ ان آزمائشوں کا تذکرہ خالی از دلچسپی نہ ہوگا۔ ترام کی عبادت گاہ کی جادوئی اشیاء اور ہڈیوں کے پنجروں نے متحرک ہو کر میری برداشت اور حوصلے خوب آزمائے۔ اچانک مجھ پر کوئی افتاد پڑ جاتی تھی کبھی کوئی ڈھانچہ میرا گلا دبوچنے کے لئے رات کے اندھیرے میں میری طرف بڑھتا، کبھی خوف ناک شکلوں کے جانوروں کی کھوپڑیاں بھیانک آوازوں سے مجھے خوف زدہ کرنے کی کوشش کرتیں۔ یہ پورا ہفتہ اسی آنکھ مچولی میں گزر گیا اور آخر وہ لمحہ آ پہنچا جب سموران نے مجھے باہر جانے اور قبیلے کی سرداری کی مسند سنبھالنے کی اجازت دے دی۔ میں جب سموران کے ساتھ باہر آیا تو وہاں مردوں، عورتوں اور بچوں کا اژدہام تھا۔ مجھے دیکھ کر کالاری کا بندر خوشی سے ناچنے لگا اور اچھل کر میرے کاندھے پر بیٹھ گیا۔ حبشی مردوں اور عورتوں کے مرجھائے ہوئے چہرے مجھے دیکھ کر کھل گئے۔ انہوں نے خوشی کے اظہار کے طور پر وحشیانہ انداز میں رقص کرنا شروع کر دیا، ڈھول، چمٹے اور مستانہ نعرے۔ ان آوازوں کے درمیان مجھے جلوس کی صورت میں کالاری کی بستی میں پورے تزک واحتشام سے لے جایا گیا، سموران میرے ہمراہ تھا اور اس کے ساتھ ترام بھی تھی۔ ترام کا چہرہ خوشی سے دمک رہا تھا لیکن کاہن اعظم ایک جذبات سے عاری شخص معلوم ہو رہا تھا۔

کالاری کی بڑی جھونپڑی کے سامنے یہ قافلہ رک گیا۔ پھر قبیلے کے رواج کے مطابق بے شمار درندوں کو کھلے میدان میں اکٹھا کر کے ان کا خون پتھروں کے بنے ہوئے بڑے بڑے برتنوں میں جمع کر لیا گیا اور اس خون سے مجھے غسل دیا گیا۔ میرے کپڑے پہلے ہی اُتار دیئے گئے تھے۔ اب میں بالکل برہنہ آبادی کے درمیان کھڑا تھا۔ میں نے بہ کراہت مجبوراً برداشت کر گیا۔ خون کے اس غسل کے بعد مجھے بستی کے بزرگ برہنہ افراد کے سامنے لایا گیا اور سموران نے جارا کا کی کھوپڑی پر ہاتھ رکھ کر ایک قسم کا حلف وفاداری مجھ سے اُٹھوایا۔ میں اسے حلف وفاداری ہی کہوں گا۔ سموران

جو کچھ کہتا گیا، اس کا میں اپنی گردن ہلا ہلا کر اقرار کرتا رہا۔ اس رسم سے فارغ ہونے کے بعد میری تاج پوشی کا جشن برپا ہوا۔ یہ جشن تین روز تک مسلسل جاری رہا۔ اس عرصے میں سموراں برابر میرے ساتھ رہا اور مجھے میرے آئندہ فرائض کے بارے میں ہدایتیں دیتا رہا۔ میرا تمام جسم مختلف رنگوں اور اشکال سے رنگ دیا گیا تھا اور گلے اور ہاتھوں میں بڑے بڑے کڑے ڈال دیئے گئے تھے۔ کان چھید کر ان میں بندے جیسی اشیاء لٹکا دی گئی تھیں۔ تین روز تک کھلے میدان میں سالم جانور بھونے، مقامی شراب پینے، رقص کرنے اور ڈھول پیٹنے کے ہنگامے ہوتے رہے۔ پانچویں روز سموراں جانے لگا تو اس نے مجھے علیحدہ لے جا کر کہا۔ ''جابر بن یوسف! آسمان تم پر رحم کرے، میں اب تم سے رخصت ہو رہا ہوں لیکن جاتے جاتے چند ضروری نصیحتیں کرنا ضروری سمجھتا ہوں۔''

میں ہمہ تن گوش تھا۔ سموراں مجھ سے کہنے لگا۔ ''کالاری کی جگہ سنبھالنے کے بعد اب مقدس اقابلا کے حکم سے اس کے تمام اختیارات تمہیں حاصل ہو گئے ہیں۔ جزیرہ توری کے تمام درندے تمہارے حکم کے تابع ہیں، لیکن جزیرے کے دوسرے سردار شوالا کے پاس بھی غیر معمولی طاقتیں ہیں...... اسے اپنی طاقت اور مقدس اقابلا کی عنایتوں کی وجہ سے ایک بڑا درجہ حاصل ہے۔ یقیناً وہ اقابلا کے سامنے اپنی سرخ روی کے لئے تمہیں زیر کرنے کی کوشش کرے گا لیکن یہ اسی وقت ممکن ہے جب تم اپنی بستی کی حدود سے باہر نکلو۔ بہتر یہی ہے کہ جزیرہ توری کے تم دونوں سرداروں میں مفاہمت کی فضا قائم رہے۔ اقابلا اس جزیرے کے سرداروں کے درمیان خون ریزی پسند نہیں کرتی۔ دوسرا شخص جو تمہیں کسی وقت بھی نقصان پہنچانے کے درپے ہو سکتا ہے وہ تمہارا ہندی ساتھی سرنگا ہے۔ تمہیں اس سے بھی ہوشیار رہنا ہوگا۔''

''سرنگا؟'' میں نے چونک کر حیرت سے کہا۔ ''سرنگا ایک خاموش اور وضع دار بوڑھا ہے۔ میں نے سریتا کو کالاری کے چنگل سے نجات دلا کر اس پر احسان کیا ہے۔''

''تم اس سرزمین کے بارے میں ابھی کچھ نہیں جانتے۔ یہاں کا ذرہ ذرہ طاقت کی پرستش کرتا ہے، انسان یہاں کوئی حیثیت نہیں رکھتے۔ ہر سمت اقابلا کی حکمرانی ہے، ہر طرف کالی طاقتوں کا جال بکھرا ہے۔ تم انہیں محسوس کر سکتے ہو، دیکھ نہیں سکتے، یہاں تمہیں اپنے سائے سے بھی ہوشیار رہنا پڑے گا۔ ورنہ یہاں کا طلسمی جال تمہیں اپنی لپیٹ میں لے کر تباہ و برباد کر دے گا۔ تمہیں ہر طرح مقدس اقابلا کی خوشنودی حاصل کرنی ہوگی، اسی طرح تم بلاؤں سے محفوظ رہ سکتے ہو۔''

''عظیم سموراں...... کیا مقدس اقابلا میرے اس منصب سے خوش نہیں ہے؟''

''اس کی خوشی ناخوشی اس کے سوا کوئی اور نہیں جان سکتا۔'' اس کے چہرے کے تاثرات سے ظاہر ہو رہا تھا جیسے وہ مجھ سے کچھ اہم باتیں چھپا رہا ہے۔ میں نے اسے کریدنے کی کوشش کی لیکن سموراں بڑی خوب صورتی سے میرا تجسس بہلانے میں کامیاب ہو گیا۔ جاتے جاتے اس نے مجھے اپنے گلے سے گھونگھوں کی ایک مالا اتار کر دی اور بڑی رازداری سے بولا۔ ''جارا کا کی مقدس کھوپڑی کی طرح یہ مالا بھی حیرت انگیز صفات کی حامل ہے۔''

میں نے شکریہ کے ساتھ اپنی گردن میں ڈال لیا۔ سموراں مجھ سے رخصت ہو کر جانے لگا تو میری بستی کے بوڑھے مرد اس کے ساتھ ساتھ ہو لیے۔ یہ گویا عقیدت کا اظہار تھا، سموراں کے جانے کے بعد میں نے اپنی جھونپڑی کا جائزہ لیا۔ یہ دو بڑے کمروں اور ایک چھوٹے کمرے پر مشتمل

تھی۔ میں نے اسے سنوارنے اور اپنی پسند کا بنانے کے لئے بستی کے لوگوں کی مدد حاصل کی اور اسے جلد ہی ایک خوب صورت مکان میں تبدیل کر دیا۔ اردگرد متعدد جھونپڑیاں کنیزوں اور سردار کے محافظوں کے لئے بکھری ہوئی تھیں۔ صبح وشام بستی کی کنواریاں میری نگاہ التفات کی منتظر رہتیں، وہ اپنے سردار کو غسل دیتیں، اس کے جسم کی مالش کرتیں۔ رقص کرتیں اور اپنے ساز بجاتیں اور ترام کی خدمت کرتیں۔ میں شاہانہ انداز سے ان کے درمیان فروکش ہوتا۔ میرا رفیق بندران سے اٹکھیلیاں کرتا رہتا۔ اس کا نام کاہو تھا۔ تین دن بعد میں نے بستی کے تمام لوگوں کو جمع کیا اور ان سے ان کی ضروریات پوچھنے کی خواہش ظاہر کی۔

آج تک کسی سردار نے ان سے اس قسم کی خواہش ظاہر نہیں کی تھی وہ حیرت سے میرا چہرہ دیکھنے لگے۔ میں نے غذا کی صورت حال، جھونپڑیوں کی تعداد اور دوسرے امور پر ان سے بحث کی۔ وہ کچھ بھی نہیں جانتے تھے اور زندگی صرف اس لیے بسر کرتے تھے کہ سردار کو کسی طور خوش رکھ سکیں۔ یہ کانفرنس طلب کر کے میں نے جھونپڑی کے درمیان سڑکوں کا ایک وسیع منصوبہ تیار کیا، جگہ کی وہاں کمی نہ تھی۔ زرخیزی بہت تھی۔ بارش بھی خوب ہوتی تھی۔ مجھے جزیرہ توری میں اپنی سرداری سنبھالے ہوئے اکیس روز گزر گئے، اپنی اس دنیا میں مجھے ہر قسم کی آسائش حاصل تھی، اکیس دنوں میں مجھ پر کچھ اور انکشاف ہوئے، کالاری کی دو حسین بیویاں اور بہت سی کنیزیں تھیں جو اپنے شوہر کی موت پر بے حد رنجیدہ تھیں ان دونوں نے ایک نئے سردار کی حیثیت سے میرا قرب حاصل کرنے کی بہت کوشش کی لیکن میں نے انہیں قریب نہیں پھٹکنے دیا۔

اصل میں ترام کی موجودگی میں کسی دوسری عورت کی ضرورت ہی محسوس نہ ہو سکی۔ بستی کے ابالیش نامی ایک بوڑھے شخص نے جو کالاری کے بعد اب میرا نائب تھا، مجھے بتایا کہ اس کی بستی کے لوگ میری سرداری سے بے حد خوش ہیں۔ وہ کالاری کی سخت گیر طبیعت سے بہت ہراساں رہتے تھے۔ ابالیش نے بھی مجھے کاہن اعظم کے مشورے کے مطابق محتاط رہنے کی تاکید کی۔ ابالیش ہر طریقے سے میرا رفیق اور وفادار ثابت ہوا، مجھے اب اس کی زبان پر خاصا عبور حاصل ہو گیا۔ ایک روز گفتگو کے دوران میں نے اس سے سرنگا کے بارے میں معلوم کیا۔

اس نے کہا۔ ''آقا۔ ابالیش تمہارا تابعدار ہے، مجھے آج تک سرداری نصیب نہ ہو سکی، لیکن میں جزیرہ توری کا ایک عمر رسیدہ شخص ہوں، بہت سے تجربے رکھتا ہوں، میں اپنے علم کے زور سے دور دور تک دیکھنے پر قادر ہوں، سرنگا کی بابت مجھے اتنا معلوم ہے کہ وہ زندہ ہے۔''

''کیا اس کی لڑکی اسے مل چکی ہے۔''

''عظیم جابر۔ سریتا آج کل سرنگا کے پاس ہے۔ کاہن اعظم نے اسے آزاد کر دیا۔ یقیناً اس میں اس کی کوئی مصلحت ہوگی۔'' ابالیش نے فرماں برداری سے کہا۔

''مجھے ان کے بارے میں سب کچھ بتاؤ کہ وہ کہاں ہیں؟'' میں نے حکیمہ لہجے میں کہا۔

ابالیش لرزنے لگا۔ اس کی جھجک پر میرا اصرار بڑھ گیا۔ وہ مجھے حالات سے پورے طور پر باخبر رکھنے سے گریز کر رہا تھا۔ آخر میرے اصرار پر وہ بولا۔ ''مقدس جابر۔ ایک نائب کی حیثیت سے میرا فرض ہے کہ تمہیں ایسے حالات سے لاعلم رکھوں جو تمہاری پریشانی کا باعث بن سکتے ہیں۔''

''مگر یہ لاعلمی میرے لیے خطرناک ہو سکتی ہے۔ مجھے سب کچھ بتاؤ۔''

''ابلیش کی زندگی اپنے آقا کے لئے وقف ہے۔ جب بھی کوئی ایسا موقع آیا، ابلیش تمہیں قبل از وقت حالات سے باخبر کردے گا۔''

''تم نے کالاری کو خطرے سے آگاہ کیوں نہیں کیا؟''

''میں نے اس سے کہا تھا اور وہ خود مجھ سے بہتر جانتا تھا لیکن شاید اس سے برگزیدہ طاقتیں روٹھ گئی تھیں، ہر ترکیب بے کار ثابت ہوئی۔'' ابلیش نے جواب دیا۔

''ٹھیک ہے مگر میں جاننا چاہتا ہوں کہ وہ بات کیا ہے جو تم مجھ سے چھپا رہے ہو؟''

ابلیش میری بات سن کر کسی گہری فکر میں غلطاں ہو گیا۔ چند لمحے وہ کسی ذہنی انتشار کا شکار رہا پھر کہنے لگا۔ ''اے مقدس آقا! تم پر اقابلا کی برکتیں نازل ہوں، میں ابھی یہ راز سینے میں دفن رکھنا چاہتا تھا لیکن تمہارے حکم سے سرتابی ممکن نہیں ہے۔ دراصل سرنگا اور سریتا نے شوالا سے گٹھ جوڑ کرلیا ہے۔ سرنگا شوالا کے ہاں مہمان ہے۔''

شوالا کا نام سن کر مجھے سموراں کی باتیں یاد آ گئیں اور فلورا کی یاد بھی تازہ ہو گئی۔ فلورا جس کی خاطر یہ تمام مصائب مجھ پر ٹوٹے تھے۔ قسمت نے کہاں سے لا کر کہاں پھینک دیا تھا۔ حالات کے تحت میں فلورا کے لئے کچھ نہ کرسکا مگر اب جب کہ میرا اور شوالا کا رتبہ مساوی تھا۔ میرے لیے یہ خیال ہی ناقابل برداشت تھا کہ فلورا کسی اور کی قید میں ہو۔

میرے چہرے پر جلال کے آثار دیکھ کر ابلیش نے کہنا شروع کیا۔ ''آقا شوالا تمہاری سرداری کے جشن میں شریک نہیں ہوا تھا۔ اس نے تمہارا یہ عہدہ خوش دلی سے قبول نہیں کیا۔ تمہاری وجہ سے اس کی دو خوبصورت داشتائیں توشا اور نیری موت کی بھینٹ چڑھ گئیں، اگر تمہارے پاس مقدس جارا کا کی کھوپڑی نہ ہوتی تو وہ تمہیں کبھی کا اپنے عتاب کا نشانہ بنا چکا ہوتا۔ اب شوالا نے سرنگا کو اپنے مقصد کے حصول کا ذریعہ بنایا ہے۔ سرنگا کے پاس ایک دیوی کی طاقت موجود ہے جس نے سریتا کو کالاری کی ہوس سے بچایا تھا۔ سرنگا شوالا کے قریب رہ کر یہاں کی کالی طاقتوں کا راز جاننا چاہتا ہے، شوالا اپنی مکاری سے کام لے کر سرنگا کو اس بات پر اکسانا چاہتا ہے کہ وہ تمہیں ہلاک کر کے تمہارے بجائے خود بستی کی سرداری کا شرف حاصل کرے، ساتھ ہی وہ سرنگا کی دیوی کی طاقت کا راز جاننا چاہتا ہے۔ اگر وہ ایسا کرنے میں کامیاب ہو گیا تو وہ عظیم قوتوں کا مالک بن جائے گا۔''

''ابلیش ...... میری زندگی میں یہ ناممکن ہے، شوالا کا یہ خواب کبھی شرمندہ تعبیر نہ ہوگا۔ میں چاہتا ہوں کہ فلورا کو شوالا سے چھین لیا جائے۔ رہا سرنگا کا مسئلہ تو میں اُس ہندی بوڑھے کو سمجھ لوں گا۔'' میں نے غصے سے کہا۔

''آقا۔ آقا۔'' ابلیش میرا فیصلہ سن کر پریشان ہو گیا۔ ''اپنا یہ ارادہ دل سے نکال دیجئے۔ شوالا کی سرکوبی فی الحال ممکن نہیں ہے۔ وہ اپنے جسم پر بے شمار آنکھیں رکھتا ہے۔ اس پر مقدس اقابلا کا سایہ ہے۔ اگر بستی کی حد بندیوں کی خلاف ورزیوں کا خوف نہ ہوتا تو شوالا اب تک تمہارے نزدیک پہنچ چکا ہوتا۔''

''میں شوالا سے ملنا چاہتا ہوں۔'' میں نے فیصلہ کن لہجے میں کہا۔ ''اسے فلورا کو ہر قیمت پر میرے حوالے کرنا ہوگا۔''

''فلورا کے لئے کسی مناسب موقع کا انتظار کرو۔ حالات ابھی تمہارے حق میں سازگار نہیں ہیں۔ جب تک عظیم اقابلا تمہیں ملاقات کے

شرف سے سرفراز نہیں کرتی اس وقت تک تمہیں ہر قدم پر محتاط رہنا ہوگا۔''

''مقدس اقابلا سے ملاقات کی کیا صورت ہو سکتی ہیں؟ میں اسے دیکھنے کے لئے مضطرب ہوں۔ میں نے اس کی عظمت کے بارے میں اتنا کچھ سنا ہے کہ اب اشتیاق اور زیادہ ہو گیا ہے۔'' میں نے تیزی سے کہا۔

''اس سلسلے میں کاہن اعظم بھی تمہاری مدد نہیں کر سکتا۔ وہ اپنی مرضی کی مختار ہے۔ البتہ میں اتنا ضرور جانتا ہوں کہ وہ بستی کے سرداروں کو اپنے دیدار کی عزت ضرور تقسیم کرتی ہے۔''

ابالیش کے جانے کے بعد میں کچھ اور نہ سوچ سکا۔ سرنگا اور شوالا کی سازباز کے انکشاف نے میرا خون اور گرما دیا۔ دانش مندی کا تقاضا یہ تھا کہ میں سموراں اور ابالیش کے مشوروں پر عمل کروں لیکن شوالا کا کانٹا دل سے نہیں نکلتا تھا۔ میں اس جزیرے پر اپنے ساتھ ایک دوسرے وحشی اور غیر مہذب شخص کی برتری کیسے برداشت کر سکتا تھا؟

دو روز تک میں نے اپنی جھونپڑی سے باہر قدم نہیں نکالا۔ تیسرے روز میں باہر جانے کے لئے تیار ہوا تو ترام ابالیش کی طرح ناصح بن کر سامنے آئی۔ اس نے شوالا کا خیال دل سے نکال دینے کا وہی فرسودہ مشورہ دیا جو میری چڑ بن گیا تھا۔ اس نے مجھے شوالا کی طاقت سے خوف زدہ کیا لیکن میں شوالا کو کوئی مہلت دینا نہیں چاہتا تھا۔ جب سے فلورا کا خیال آیا تھا سکون مفقود ہو گیا تھا۔ میں نے ترام کو فلورا کے سلسلے میں تمام سرگزشت سنائی پھر بھی وہ مصر رہی کہ میں شوالا کے سلسلے میں بے صبری سے کام نہ لوں، آخر ہم دونوں میں یہ طے پایا کہ ہم شوالا کو اپنی بستی میں مدعو کریں۔

اس طرح اس کی نفرتیں اور عزائم جاننے کا ہمیں ایک موقع مل جائے گا اور اگر بات آگے بڑھی تو اس سے فلورا کی واپسی کی بھی درخواست کی جائے گی۔ ترام اور ابالیش نے مجھ سے یہ وعدہ لیا کہ میری بستی میں شوالا کی آمد پر اس کے خلاف کوئی کارروائی نہیں کی جائے گی۔ اسے عظیم مہمان کی طرح خوش آمدید کہا جائے گا اور خوش دلی سے رخصت کر دیا جائے گا کیونکہ اقابلا کے جزیرے پر مہمانوں کے ساتھ فیاضانہ سلوک کرنا چاہئے۔ اگر کوئی اس کے برعکس کرتا ہے تو اقابلا اس سے ناراض ہو جاتی ہے۔ میں مطمئن تھا کہ میں اپنی گفتگو اور سیاسی سوجھ بوجھ، تدبر اور ایک برتر تہذیب کے پروردہ شخص کی حیثیت سے شوالا کو زیر کر لوں گا۔ جب سے میں نے سرداری کی مسند سنبھالی تھی، میرا ذہن خود بخود میکانکی انداز میں سیاسی پہلوؤں پر غور کرنے لگا تھا۔ اپنے اقتدار کی مضبوطی کے لئے منصوبہ بندی، قبیلے کے ابھرتے ہوئے نوجوانوں پر کڑی نظر رکھنا، رعایا سے ایک خاص قسم کی دوری برقرار رکھنا، اپنے عزائم کے بارے میں رازدارانہ طور طریق برتنا میرے معمولات تھے۔ میرا خیال ہے جب آدمی کو کوئی ذمے داری سونپی جاتی ہے تو وہ خود بخود اس کے متعلق دور رس باتیں سوچنے لگتا ہے۔ مجھے خود اپنے ذہنی تغیر پر حیرت تھی۔ یہ بردباری، یہ سنجیدگی، یہ وقار، یہ صفات میرے ہاں کبھی نہ تھیں۔

دوسرے دن شام کو جب میں جھونپڑی میں بیٹھا شوالا کی آمد کا منتظر تھا۔ میرا محافظ بندر کا ہوا اچھلتا ہوا اندر داخل ہوا اور دونوں ہاتھ اٹھا کر باہر کی جانب اشارہ کرنے لگا۔ اس کی حرکت میں اضطرار تھا۔ میں ابھی باہر جانے کا ارادہ کر رہا تھا کہ ابالیش اندر داخل ہوا اور دونوں ہاتھ گردن پر باندھ کر دوزانو ہو گیا۔ ''مقدس جابر! مقدس شوالا تم سے ملاقات کے لئے باہر موجود ہے۔''

''شوالا!'' میں ایک جھٹکے سے اُٹھ کھڑا ہوا۔ ''وہ تنہا ہے یا کچھ اور لوگ بھی اس کے ساتھ ہیں؟''

''مقدس شوالا تنہا ہے میرے آقا!'' ابالیش نے جواب دیا۔

''اسے عزت سے اندر لے آؤ۔'' پھر میں نے تالی بجائی۔ کنیزوں کا ایک ہجوم کمرے میں جمع ہو گیا۔ میں نے اُن سے شراب لانے کے لئے کہا اور ایک کنیز سے اس رقص کی فرمائش کی جو میں نے اسے بطور خاص سکھایا تھا۔

ابالیش آہستگی سے اُٹھا اور اُلٹے قدموں جھونپڑی سے باہر نکل گیا۔ کاہو اُچھل کر میرے کاندھوں پر بیٹھ گیا۔ ترام میرے قریب موجود تھی، وہ اٹھ کر اندر چلی گئی۔ چند لمحوں بعد جب ابالیش اندر داخل ہوا تو اس کے ساتھ میرا حریف شوالا تمام تر نخوتوں، تمام تر احتشام اور رعونت سے موجود تھا۔ میں نے اسے غور سے دیکھا۔ اس کی آنکھوں میں، میں نے اپنے لیے حقارت کا جذبہ محسوس کیا۔ اس کی ایک ایک حرکت اس بات کی غمازی کر رہی تھی کہ وہ خود کو مجھ سے برتر سمجھ رہا ہے۔ اس کا برتاؤ ایک ہم رتبہ سردار کے شایان شان نہیں تھا۔ میرا گرم خون ایک ہی اشارے میں اپنے اس کینہ خصلت دشمن کو ہلاک کرنے کے لئے کھولنے لگا لیکن سمورال، ترام اور ابالیش کی ہدایتوں نے مجھے سرد رکھا۔ میرے کمرے کی زیبائش دیکھ کر مسکراہٹ اس کے لبوں پر چھا گئی اور اس نے میری کنیزوں کے طائفے کی طرف دلچسپی کی نگاہ سے دیکھا۔ میں نے رقص کرتی ہوئی کنیز کو اشارہ کیا کہ وہ شوالا کی خدمت میں شراب پیش کرے۔ اور اس نے رقص کرتے ہوئے شوالا کو ایک جام پیش کیا جو اب پیال کے بستر پر بیٹھ گیا تھا۔ اس کی کینہ توز نظریں اب میرے چہرے پر کچھ تلاش کر رہی تھیں، ایک اجنبی اس کے جزیرے میں اس کا ہم رتبہ بن گیا تھا۔ ظاہر ہے یہ تلخ گھونٹ اتنی آسانی سے اس کے حلق سے نہیں اتر سکتا تھا۔ ابالیش ہاتھ باندھے کھڑا رہا۔ کاہو میرے کاندھے پر سہما ہوا بیٹھا تھا۔ شوالا کی آمد کے بعد اس نے اچھلنا کودنا بند کر دیا اور شوالا کے جسم پر لہراتے ہوئے حشرات الارض سے خوف زدہ ہونے لگا۔

''مقدس شوالا۔'' میں نے گفتگو کی ابتدا کی۔ ''میں ایک سردار کی حیثیت سے تمہیں اپنی بستی کی حدود میں خوش آمدید کہتا ہوں۔''

''مجھے تمہاری سرداری کی اطلاع مل گئی تھی مقدس جابر!'' شوالا نے پیشانی پر بل ڈال کر کہا۔ ''لیکن میں جنگل میں اپنی مصروفیت کے سبب تمہارے جشن میں شریک نہ ہو سکا۔''

''بہر حال مجھے خوشی ہے کہ اب تم یہاں آئے ہو، ہمارے درمیان جو تلخیاں پیدا ہو گئی تھیں انہیں اب نظر انداز کر دینا چاہئے اور نئے سرے سے دوستی کی تجدید کرنی چاہئے۔ اب ہمارا درجہ مساوی ہے۔'' میں نے نپے تلے الفاظ استعمال کیے۔

''ہاں۔'' شوالا نے زہر خند سے کہا۔ ''جزیرہ توری میں یہ انقلاب حیرت انگیز ہے مگر میرا خیال ہے۔ یہ وقتی باتیں ہیں۔''

''کیا تمہیں کالاری کی جگہ مجھے مسند نشین دیکھ کر خوشی نہیں ہوئی؟'' میں نے سنجیدگی سے دریافت کیا۔

شوالا نے شروع ہی میں مغاترت کی فضا پیدا کر دی تھی۔ میں بہت مشکل سے اپنی زبان پر قابو پا رہا تھا۔

''مقدس اقابلا محترم ہے، اس کے فیصلوں پر کوئی نکتہ چینی نہیں کر سکتا۔'' شوالا نے خشک آواز میں کہا۔ پھر میرے چہرے پر نگاہیں جمائے ہوئے بولا۔ ''تم نے مجھے یہاں کس مقصد سے دعوت دی ہے؟''

''میں جزیرے توری کے ایک سردار سے مفاہمت پیدا کرنا چاہتا ہوں، ہم دونوں میں اتفاق و اتحاد رہے تو یہ جزیرے کی بھلائی ہو گی۔

میں تم سے چند اہم باتیں کرنے کا متمنی تھا۔'' میں نے سفارتی انداز میں کہا۔

''یہ تو ٹھیک ہے۔'' شوالا کی نفرت میں کمی نہیں آئی۔ ''مجھے تعجب ہے کہ تمہیں اس کی اہمیت کا احساس جلد ہونے لگا۔''

''جو باتیں باہمی مشوروں سے طے ہو جائیں وہ بہتر رہتی ہیں۔'' میں پینترا بدل کر بولا۔

''تم شوالا سے کس قسم کے مشوروں کے خواہاں ہو؟'' شوالا بیزاری سے بولا۔ ''میں معزز سردار جابر کو آگاہ کرتا ہوں کہ شوالا اسے کوئی مشورہ نہیں دے سکتا۔''

شوالا کہیں سے بھی بات شروع کرنے کا موقع نہیں دے رہا تھا۔ میں نے ٹھنڈے دل اور سرد لہجے میں اسے شیشے میں اُتارنے کی کوشش کی لیکن اس کا توہین آمیز رویہ نہیں بدلا۔ جلد ہی مجھے اندازہ ہو گیا کہ اس سرکش سے مفاہمت ناممکن ہے۔ اس بے ہودہ شخص سے اب دوسرے انداز میں بات کرنی چاہئے۔ مجھے صرف اتنا خیال تھا کہ وہ میری دعوت پر یہاں آیا ہے۔ میں نے رسمی باتیں بالائے طاق رکھ کر براہ راست اصل مقصد کی جانب اشارہ کیا۔ ''مقدس شوالا! میں تم سے فلورا کے متعلق گفتگو کرنا چاہتا تھا۔''

''فلورا!'' شوالا اس کا نام سنتے ہی اُچھل کر اس طرح کھڑا ہو گیا جیسے اسے کسی بچھو نے ڈنک مار دیا ہو۔ وہ شدید غصے اور نفرت کے لہجے میں بولا۔ ''معزز جابر! تمہیں سرداری کے آداب نہیں آتے۔ میری مرضی کے بغیر میری شوشی (داشتہ) کا نام لے کر تم نے میری توہین کی ہے، تمہیں اپنے اس بے باک رویے کی معافی مانگنی ہو گی۔ شوالا پسند نہیں کرتا کہ اس کی ذاتی زندگی میں کوئی دوسرا شخص مخل ہو، یہ ایک سردار کی توہین ہے۔''

''مقدس شوالا! فلورا میری محبوبہ تھی تم نے زبردستی اپنی طاقت اور اقتدار کے بل پر اسے اغوا کیا تھا۔'' میں نے حتی الامکان اپنے طیش پر قابو پاتے ہوئے کہا۔ ''فلورا پہلے صرف میری محبوبہ تھی، لیکن اب وہ جزیرہ توری کے ایک معزز سردار کی عزت اور وقار کا مسئلہ بن گئی ہے، میں چاہتا ہوں یہ مسئلہ آسانی سے طے ہو جائے۔''

''معزز جابر! فلورا کو میں نے اس وقت حاصل کیا تھا، جب تم اس جزیرے میں ایک قیدی کی حیثیت رکھتے تھے، تم نے ہماری سرزمین پر آنے کی گستاخی کی تھی، مقدس اقابلا محترم ہے۔ اس کے رحم و کرم نے تمہیں سرداری بخش دی لیکن اس کا یہ مطلب نہیں ہے کہ تم ایک قدیم اور معزز سردار شوالا کو اس طرح للکارو۔''

''میں صرف فلورا چاہتا ہوں۔ کیا تم اسے واپس کرو گے؟ یا تمہارا جواب نفی میں ہے؟ اس کے سوا مجھے تم سے کوئی عناد نہیں۔'' میں نے درشت لہجے میں کہا۔

''ہواُو ہواُو......'' غیظ و غضب کی حالت میں شوالا کی گردن میں رعشہ پیدا ہوا اور اس کے حلق سے عجیب قسم کی آوازیں نکلنے لگیں۔ مجھے اعتماد تھا کہ میری بستی کی حدود میں وہ مجھے کوئی نقصان نہیں پہنچا سکتا۔ اس کا یہ تمام طیش اور جلال، یہ حقارت اور نفرت بے سود تھی۔

چنانچہ میں نے تلخی سے اُسے مخاطب کیا۔ ''حالات سے تمہیں سبق سیکھنا چاہئے۔ مقدس شوالا۔ ایک اجنبی تمہاری بستی کا سردار ہے۔ تمہارا واسطہ مہذب دنیا کے ایک فرد جابر بن یوسف الباقر سے ہے۔ شاید تم غلطی کر رہے ہو۔ شاید تمہیں اس وقت احساس ہو جب پانی سر سے اونچا ہو

جائے۔ میں اپنے معزز مہمان کو متنبہ کرتا ہوں کہ وہ سختی کے بجائے نرمی کا رویہ اختیار کرے۔''

''معزز جابر!'' شوالا نے اپنی چھاتی پر ہاتھ مار کر کہا۔ اس کے کڑے جھنجھنا اٹھے۔'' یہ بستی کے ایک دوسرے سردار شوالا کے ساتھ دعوت مبازرت ہے، اقابلا کی قسم' آج تک کسی سردار نے دوسرے سردار سے اس انداز میں گفتگو نہیں کی۔ یہاں خون ریزی ہوگی۔ میں مقدس اقابلا سے کہوں گا کہ وہ اپنے فیصلے پر نظر ثانی کرے۔''

''اور سنو شوالا! سرنگا تمہارے کسی کام نہیں آسکے گا، وہ ہندی بوڑھا گدھا اپنی غرض سے یہاں آیا ہے۔'' میں نے شوالا کو بھڑکانے کے لئے کہا۔'' سریتا کے معاملے میں تم کچھ نہیں کر سکتے۔ وہ دیوی جس کی تم تمنا کر رہے ہو تمہارے ہاتھ نہیں آسکتی۔ تمہیں کالاری کے انجام سے عبرت حاصل کرنی چاہئے۔'' میں نے شعلہ بیانی کی۔

شوالا کسی چوٹ کھائے ہوئے زخمی شیر کی طرح دہاڑا۔ پھر اس نے ایک جست لگائی اور میری جھونپڑی سے آناً فاناً نکل گیا۔ میں اس کے تعاقب میں باہر نکلا لیکن شوالا اپنی کالی طاقتوں کے ذریعے میری بستی کی حدود سے باہر نکل چکا تھا۔ مجھے شوالا سے گفتگو کر کے مسرت ہو رہی تھی۔ جھونپڑی میں واپس جاتے ہوئے ابالیش کے سراسیمہ اور متوحش چہرے پر میری نظر پڑی تو وہ ہکلا کر کہنے لگا۔'' مقدس جابر! تم نے شوالا کو چھیڑ کر تدبر کا ثبوت نہیں دیا وہ انتہائی خطرناک ثابت ہوسکتا ہے۔''

'' ابالیش۔'' میں نے تیز اور خشک لہجے میں کہا۔'' ایک سردار کی حیثیت سے میں اپنے فیصلوں کے لئے کسی کے سامنے جواب دہ نہیں ہوں۔ شوالا کے سلسلے میں' میں نے یہ رویہ سوچ سمجھ کر اختیار کیا ہے۔''

ابالیش نے مجھے حیرت کی نظروں سے دیکھا پھر مؤدبانہ واپس ہوگیا۔ میں اپنی جگہ مطمئن تھا کہ فلورا کے سلسلے میں شوالا سے جو تلخ و تند گفتگو ہوئی ہے وہ دوررس اثرات کی حامل ہوگی۔ میں نے جو فیصلے کئے تھے وہ آہنی اور ٹھوس چٹانوں کی طرح اٹل تھے۔ جھونپڑی کے اندر ترام میری منتظر تھی وہ بھی سخت پریشان دکھائی دے رہی تھی لیکن اس نے اس وقت مجھ سے نہیں کہا۔ غالباً وہ میرے ارادوں سے آگاہ ہو چکی تھی کیونکہ وہ بہر حال کاہن اعظم کی بیٹی تھی۔

دو روز اسی طرح گزر گئے، کوئی قابل ذکر واقعہ رونما نہیں ہوا۔ دو روز تک مجھے شوالا کو شکست دینے کے وسائل کی تلاش کرنے میں خاصا وقت مل گیا۔ میں نے سکون سے کئی منصوبے بنائے۔ اس عرصے میں ترام کی حیثیت ایک خاموش تماشائی کی رہی۔ میں محسوس کر رہا تھا کہ وہ کسی آنے والے خطرے کی بو محسوس کر رہی تھی لیکن میں نے اس کی کوئی دل جوئی کرنی مناسب نہیں سمجھی۔ تیسری رات جب وہ میرے پہلو میں دراز میرے قرب کے اعتماد میں تھی، بولی۔'' تم نے کاہن اعظم کی ہدایتوں پر عمل نہ کر کے اچھا نہیں کیا مجھے ڈر ہے کہ حالات پھر تمہارے خلاف نہ ہو جائیں۔''

میں نے ایک قہقہہ لگایا۔'' اے جنگلی دوشیزہ! ہمارے ہاں شطرنج کا ایک کھیل کھیلا جاتا ہے۔ وہ اسی تماشے سے مشابہ ہے جو اس جزیرے میں ہم دونوں کے مابین جاری ہے۔ تم ہراساں نہ ہو۔ حالات کی کروٹیں ہمیشہ منفی اثرات مرتب نہیں کرتیں۔ خطرے مول لیے بغیر زندگی میں کامیابی نہیں ہوگی۔''

''مجھے اجازت دو کہ میں کچھ کہوں...... تم سمجھ نہیں سکتے مقدس سردار جو میں دیکھ رہی ہوں۔'' ترام نے میرے سینے میں سماتے ہوئے کہا۔

''کاش میں تمہیں کاہن اعظم کی تربیت یافتہ بیٹی ہونے کے ناطے کچھ بتا سکتی۔''

''کیا تمہیں کوئی خطرہ لاحق ہے؟'' میں نے تشویش سے کہا۔

''عظیم قوتیں...... برتر قوتیں معزز جابر۔'' ترام نے سہمے ہوئے لہجے میں جواب دیا۔ ''کاش میں تمہیں کچھ بتا سکتی۔ مجھ پر اپنے قبیلے اور ایک سردار کی بیوی ہونے کی حیثیت سے کچھ بندشیں عائد ہیں، میں وہ حدود پھلانگنے کی ہمت نہیں کر سکتی میں تمہیں اتنا ضرور بتاؤں گی کہ مقدس......''

وہ آگے کچھ نہ کہہ سکی۔ اس سے قبل کہ وہ کوئی انکشاف کرتی، اُس کی آواز حلق میں بیٹھ گئی۔ پھر وہ کسی مچھلی کی طرح تڑپ کر میرے بازوؤں سے نکلی۔ اسے کوئی کھینچ رہا تھا، کوئی غیر مرئی طاقت۔ میرے بازوؤں کے حلقے سے نکل کر وہ پیال کے بستر پر شدید کرب کے عالم میں تڑپنے لگی۔ پھر ساکت ہوگئی۔ میں نے اس دہشت ناک افتاد پر دھڑکتے ہوئے دل سے اس کی نبض ٹٹولی اس کا تنفس جاری تھا۔ میں تیزی سے اُٹھ کر باہر کی جانب لپکا۔ ترام کو فوری طور پر طبی امداد کی ضرورت تھی لیکن میں جھونپڑی کے دوسرے کمرے میں پہنچتے ہی ٹھٹک کر رک گیا۔ وہ دوشیزہ ژولین میرے سامنے کھڑی تھی جو حسن میں بے مثال تھی اور جسے میں ایک غار میں آگ کے شعلوں کی لپیٹ میں غائب ہوتے ہوئے دیکھ چکا تھا۔ اسے دوبارہ اپنی نگاہوں کے سامنے زندہ دیکھ کر مجھے تعجب ہوا۔ میرے جسم کے رونگٹے کھڑے ہوگئے۔

''جابر!'' ژولین نے سرد لہجے میں مجھے مخاطب کیا۔ ''ترام اپنی سزا کو پہنچ گئی ہے، وہ آئندہ اپنی حدود پھلانگنے کی حماقت نہیں کرے گی۔ اس کی سزا میں رعایت کی گئی ہے۔''

''ترام کو سزا دی گئی ہے؟'' میں نے تعجب سے کہا۔ ''مگر کس کی طرف سے؟''

''مقدس اقابلا کی طرف سے۔''

''مقدس اقابلا؟'' میں نے حیرت سے ژولین کو دیکھا۔ اقابلا کا نام سن کر میرا قلب سینے میں کہیں معدوم ہونے لگا۔ میں نے دیوار کا سہارا لے لیا اور اپنے منتشر اعصاب یکجا کرنے کی ناکام کوشش کی، مجھے اپنے اعصاب پر غنودگی طاری ہونے کا احساس ہونے لگا۔

''مقدس اقابلا نے تمہیں طلب کیا ہے۔ میرے ساتھ چلو۔''

یہ ژولین کی آواز کا سحر تھا یا کسی پُراسرار قوت کا کرشمہ کہ میں اعصابی طور پر بالکل ماؤف ہوگیا۔ ژولین کا ہیولا آہستہ آہستہ دھندلا ہو رہا تھا۔ میری نظروں کے سامنے ہر طرف دھند ہی دھند پھیلی ہوئی تھی، میرے قدم خود بخود حرکت کرنے لگے لیکن اس دھویں میں کوئی چیز صاف نظر نہیں آ رہی تھی۔ مجھے اپنے چاروں طرف دھند کے بادل پھیلتے ہوئے نظر آئے اور میرے قدم میرے ارادے کے بغیر خود بخود متحرک ہوگئے۔ پھر ایسا ہوا کہ بصارت نے ہر طرف اندھیرا محسوس کیا۔ کوئی عجیب سحر تھا نہ سفر کی تکان تھی، نہ وقت گزرنے کا احساس ہوتا تھا۔ ہاں میں چل رہا تھا۔ زمین پر نہیں۔ قدموں کے نیچے کسی سخت چیز کا گمان نہیں ہوتا تھا لیکن میں برق رفتاری سے چل رہا تھا۔

جب کہر چھٹی فضا رفتہ رفتہ صاف نظر آنے لگی۔ اب ہم دونوں ایک روشن غار میں تھے۔ وہ ایک چوڑا اعلیٰ درجے کی تراشی ہوئی دیواروں کا

غار تھا۔ غار میں دونوں طرف مشعلیں جل رہی تھیں اور راستہ بقعہ نور بنا ہوا تھا۔ میرے دل پر خوف کا غلبہ تھا اور میں اقابلا کی عظمت وجلال کا غیر معمولی احساس لیے آگے بڑھ رہا تھا۔

جب وہ طویل راستہ ختم ہوگیا تو ژولین ایک عالی شان دروازے کے سامنے جا کر رک گئی اور اس نے کسی غیر زبان میں چند جملے ادا کیے۔ دروازہ خود بخود کھل گیا۔ میرا خیال تھا کہ اندر ایک وسیع وعریض محل ہوگا۔ سنگ مرمر کے بنے ہوئے در و بام ہوں گے، فنکاری کے نادر نمونے دیکھنے کو ملیں گے اور ژولین کی اقامت گاہ سے کہیں زیادہ پُر شکوہ، کہیں زیادہ عظیم الشان کوئی محل ہوگا۔ جب ہم اندر داخل ہوئے تو مجھے اپنے تصور کی کم مائیگی کا احساس ہوا۔ میری آنکھیں خیرہ ہوگئیں۔ میں نے الف لیلہ کی داستانوں میں ان پرستانوں کا حال صرف پڑھا تھا۔ وہ میرے تصور اور میری نگاہ کی وسعت سے کہیں زیادہ شاندار اور پُر جلال جگہ تھی۔ ژولین کو دیکھ کر خوب صورت لڑکیوں کا ایک ہجوم اس کے سامنے جھک گیا اور ژولین نے ہاتھ کے اشارے سے ان کی پذیرائی سراہی۔ ہر طرف خوبصورت در و دیوار تھے اور نیلے، اودے، آسمانی، سرخ، پیلے رنگ کے بادل دروں سے ہم آغوش ہوئے جا رہے تھے۔ یہ منظر ایسا رومانی اور افسانوی تھا کہ میں مبہوت ہوگیا اور آنکھیں پھاڑے ایک ایک چہرے کا جائزہ لینے لگا۔ ژولین بے نیازی سے اُس بڑے کمرے سے گزر گئی اور ہم ایک چھوٹی سی راہداری عبور کر کے ایک وسیع ہال میں داخل ہوگئے۔ ہال کے درمیان میں ایک حوض تھا اور دیواروں پر دیوتاؤں کے مجسمے ایستادہ تھے۔ ہال کے سامنے والی دیوار پر مقدس جارا کا کی کھوپڑی کا ایک مجسمہ نصب تھا۔ میں اگر وہاں کے فن تعمیر کی دل کشی اور خوبی کا احوال بیان کرنے بیٹھوں تو کتابیں جمع ہوجائیں۔ بڑے ہال میں مجھے دو ننگ دھڑنگ حبشی ایک اونچی کرسی کے گرد نظر آئے۔ یوں اس ہال میں ان دو کے سوا اور کوئی شخص موجود نہیں تھا۔ یہ اتنا بڑا ہال تھا کہ اس میں آسانی کے ساتھ تیس چالیس ہزار آدمی سما سکتے تھے۔ یہ سارا ہال سنہرا تھا اور بلاشبہ سونے کا معلوم ہوتا تھا۔ اونچی کرسی بھی سنہری تھی اور اس کے دونوں ہتھوں پر نیولے کھدے ہوئے تھے۔ میں نے حیرت سے آنکھیں گھما کر اس ہال پر نظر ڈالی۔ اقابلا کے جلال و جمال کا رعب میرے دل و دماغ پر کچھ اور مسلط ہوگیا لیکن میں نے اپنا خوف زدہ ذہن گرفت میں رکھا۔ ژولین نے ایک زنجیر پکڑ کر زور زور سے ہلائی۔ ہال میں چاروں طرف گھنٹیوں کا دل نشیں شور گونج گیا۔ پھر اچانک یہ گھنٹیاں بجنی بند ہوگئیں اور ہال کے ایک کونے سے ایک حسین وجمیل لڑکی برآمد ہوئی۔

اب کس کس کے حسن کا تذکرہ کروں اور قدرت کی صناعی کی داد کن الفاظ میں دُوں۔ وہ سراپا تمکنت لڑکی اپنے سرخ بالوں کے ساتھ بیروت اور یورپ کے کسی کلب میں نظر آجاتی تو اہل شہر پاگل ہوجاتے اور سڑکوں پر خون بہنے لگتا۔ ژولین نے اس کے سامنے سر جھکا دیا اور اس نے مجھے ایک دل نواز تبسم کے ساتھ انگلی کا اشارہ کیا۔ میں نے کچھ سوچ کر سر نہیں جھکایا مگر اس کے اشارے پر دائیں جانب مڑ گیا۔ وہ مجھے ایک دروازے سے اندر لے گئی۔ اندر کمروں کا ایک طویل سلسلہ تھا۔ خوب صورت آرائشی محرابیں، رنگ، موسیقی، حسین لڑکیاں، حوض، فوارے ایک عجب چہل پہل۔ ہر طرف ہوش ربا نظارے، ہر طرف حسن۔ میں اس حسن وجمال کا حق ادا نہیں کر رہا ہوں۔ میں اچٹتی اُچٹتی باتیں بیان کر رہا ہوں۔

آخر مجھے ایک کمرے میں روک دیا گیا۔ یہ کمرہ دوسرے کمروں سے مختلف تھا۔ سونے کے در و دیوار پر جانوروں اور دیوتاؤں کی شکلیں اُبھاری گئی تھیں۔ فرش بھی اتنا گداز تھا کہ پیر زمین میں دھنسے جاتے تھے۔ پورے کمرے میں اعلیٰ نوادر ہمارے ہاں سے مختلف قدیم طرز کا فرنیچر

موجود تھا۔ یہ سارا ساز و سامان گزرے ہوئے کسی عظیم دور کی یاد دلاتا تھا۔ کمرے میں نیلگوں روشنی کی ٹھنڈی ٹھنڈی شعاعیں فضا کو سحر آگئیں اور کیف آور بنا رہی تھیں۔ وہی بادلوں کا منظر، رنگ رنگ کے بادل چھت اور دیواروں پر امنڈ رہے تھے۔ میں ششدر تھا کہ میں کہاں آ گیا ہوں، میں اس شیش محل میں ایسا جانور تھا جسے جنگل سے لا کر قید کر دیا گیا ہو۔ جو چیز دیکھتا وہ انسانوں کے دست صناعی سے ماورا نظر آتی۔ عقل حیران تھی کہ اس زندگی میں یہ سب کس طرح دیکھا جا سکتا تھا۔ میں اس طلسمی ماحول کے سحر میں پوری طرح کھو چکا تھا کہ ایک ترنم ریز آواز کمرے کے چاروں کونوں سے گونجتی ہوئی ابھری۔ میرے ساتھ آنے والی لڑکی رخصت ہوگئی۔

''جابر بن یوسف الباقر! اس وقت تم اقابلا کے قصر میں ہو۔''

میں نے گھبرا کر چاروں سمت نظر دوڑائی۔ اس نسوانی آواز کا کوئی ایک رخ نہیں تھا۔ اس کی گونج ہر سمت تھی اور فصیح و بلیغ عربی میں گویا تھی۔

''مقدس اقابلا کا غلام اس کی طلبی پر حاضر ہے۔'' میں نے کچھ سوچ کر جواب دیا اور اپنا آدھا جسم ادب سے جھکا دیا۔

''تم یہاں بے خوفی سے گفتگو کر سکتے ہو۔'' وہ شیریں آواز گونجی۔

''میں اس سعادت کے لئے مقدس اقابلا پر اپنی جان پیش کر سکتا ہوں۔'' میں نے کمال فصاحت سے کہا۔

میں نے خود کو سمجھایا کہ جابر اپنے آپ کو سنبھالو۔ تم کبھی یہاں کے اسرار سے واقف نہ ہو سکو گے۔ کاہن اعظم سمورال نے بھی مجھ سے کہا تھا کہ تاریک براعظم کا یہ علاقہ اقابلا کے طلسم سے محصور ہے۔ اس آواز میں شاہانہ جلال تھا لیکن اس مختصر عرصے میں میرے اندر خاصا اعتماد آ گیا تھا اور میں اور زیادہ مکمل، جامع اور دل کش جواب دینے کے لیے تیار ہو گیا۔ مجھے معلوم تھا کہ میری فتح، میری شجاعت اور اعتماد میں مضمر ہے۔ ابھی تک مجھے یہ معلوم نہیں ہو سکا تھا کہ مقدس اقابلا نے مجھے کیوں طلب کیا ہے؟ لیکن ظاہر ہے یہ سوال کرنے کی جرات کر کے میں کوئی خطرہ مول نہیں لے سکتا تھا۔ ہاں وہ قصر دیکھ کر مجھے اندازہ ہو گیا تھا کہ میں نے مقدس اقابلا کی سلطنت اور اقتدار کا تخمینہ لگانے میں غلطی کی تھی۔

''جابر بن یوسف! کیا تم جانتے ہو کہ تمہیں شرف باریابی سے کیوں نوازا گیا ہے؟'' اسی آواز نے مجھے مخاطب کیا۔

''کاہن اعظم سمورال نے مجھے بتایا تھا کہ مقدس اقابلا اپنے ہر سردار کو اس اعزاز سے نوازتی ہے۔'' میں اس مبارک موقع کا منتظر تھا لیکن اگر مجھے اجازت دی جائے تو عرض کروں کہ شاید اس وقت مقدس اقابلا کے حضور میری طلبی کا مقصد اس اعزاز کے سوا کچھ اور بھی ہے؟'' میں نے جرات سے کہا۔

''اس کی وضاحت کی جائے۔'' شیریں آواز نے دبدبے سے پوچھا۔

''آسمان مقدس اقابلا کے ساتھ رہے۔'' میں نے شائستگی سے کہا۔ ''یقیناً غلام سے کچھ غلطیاں غیر شعوری عالم میں سرزد ہوئی ہیں، یہ اجنبی اس مملکت حسن و اسرار کے بارے میں کچھ نہیں جانتا تھا۔ پہلے اس نے فرار کی کوشش کی۔ پھر یہاں کے رسم و رواج کے خلاف اس سے کچھ ناروا حرکتیں سرزد ہوگئیں لیکن جب اسے مقدس اقابلا کی عظمت کا عرفان ہوا تو وہ اس کا مطیع ہو گیا اور اس کے بعد سے وہ اس کی خوشنودی حاصل کرنے کی فکر میں ہے۔ مگر اسے یقین ہے کہ مقدس اقابلا اس کی سادہ دلی محسوس کر رہی ہوگی کیونکہ اس سے کوئی بات مخفی نہیں رہتی۔ اس اجنبی کے دل میں اب

کوئی شر نہیں ہے۔''

''ہم نے سنا تھا تم ایک ذہین آدمی ہو۔ اس سلطنت میں اجنبی برداشت نہیں کیے جاتے۔ تم وہ پہلے اجنبی ہو جو زندہ ہو اور جزیرہ توری کے ایک حصے کے سردار بھی بنا دیے گئے ہو۔ یہ اعزاز آج تک کسی اجنبی کو حاصل نہیں ہوا۔'' دلکش آواز نے اس بار کسی قدر نرمی سے مخاطب کیا۔

''مجھے اندازہ ہے میرے ساتھ کچھ رعایتیں کی گئی ہیں۔'' میں نے آہستگی سے کہا۔

''نہیں...... تمہارے ساتھ کوئی رعایت نہیں کی گئی۔'' آواز کے لہجے میں برہمی تھی۔ ''اس علاقے میں وہی شخص سرفراز رہتا ہے جو ذہین اور شجیع ہو۔''

''میں اس کا دعویٰ نہیں کرتا لیکن میں زندہ رہنے کی کوشش کرتا ہوں۔ یہی کوشش مجھے اس مقام تک لے آئی کہ میں آج اقابلا کے حضور حاضر ہوں۔ میری یہ درخواست ہے کہ اگر آداب شاہی کی نزاکت و لطافت پر کوئی بات گراں گزرے تو مجھے ایک اجنبی سمجھ کر معاف کر دیا جائے، ایسے دلکش نظارے، یہ خوبصورت در و بام، اتنی شیریں آوازیں اور یہ نظر فریب ماحول۔ میں ایک اجنبی ان سب کا متحمل نہیں ہو سکتا۔ میری زبان اپنا مقام بھول سکتی ہے۔'' میں نے اور جرات سے کام لیا۔ ''میں بہک سکتا ہوں۔''

میرے اس جملے پر نقرئی گھنٹیوں کی آوازیں گونجنے لگیں۔ اس کا لطیف قہقہہ اس بات کا ثبوت تھا کہ میری شیریں بیانی نے اس پر اچھا اثر مرتب کیا ہے۔ وہ پھر کہنے لگی۔ ''تمہیں بے باکی سے گفتگو کرنے کی اجازت دی گئی ہے لیکن گفتگو کی حدود کا تعین تمہاری ذہانت پر منحصر ہے۔''

''میں اپنے قدموں پر کھڑا رہنے کی کوشش کر رہا ہوں لیکن ایک درخواست کرنا چاہتا ہوں۔ کمرے میں گونجتی ہوئی آوازیں مجھے سراسیمہ کیے دے رہی ہیں۔ میں مقدس اقابلا کے دیدار سے اپنی بصارت منور کرنا چاہتا ہوں۔ مجھے اپنی عظیم ملکہ اپنی دیوی کو دیکھنے کی شدید خواہش ہے۔ خوش نصیبی سے آج یہ موقع ملا ہے۔ غلام کو اپنے دیدار کی سعادت سے بہرہ ور کیجئے۔'' میں نے جھجکتے جھجکتے کہا۔

''تمہارے اعصاب جواب دے جائیں گے۔ تم تاب نہ لا سکو گے۔''

''میں اپنی دیوی کے جمال افروز دیدار کے بعد مرنا تک پسند کر لوں گا لیکن مجھے اس مقدس جلوے سے محروم نہ کیا جائے۔'' میں نے عاجزی سے کہا۔

''تم سامنے والے تخت پر بیٹھ جاؤ۔'' اس آواز نے مجھ حکم دیا میں فوراً اس تخت پر بیٹھ گیا۔ میرے بیٹھنے کی دیر تھی کہ میرے سامنے عجیب و غریب تراش کی ایک سنگی میز خود بخود نمودار ہوئی اور چشم زدن میں اس پر ایک جگ اور سنہرا پیالہ بھی نمودار ہو گیا۔ ''اسے تم پی سکتے ہو۔''

میں نے تعمیل میں جگ سے وہ مشروب انڈیلا اور اپنے ہونٹوں سے لگا لیا۔ پہلا گھونٹ اترتے ہی مجھے اندازہ ہوا کہ میں روئے زمین کا سب سے نفیس، سب سے معطر اور سب سے شیریں مشروب اپنے حلق میں اُنڈیل رہا ہوں۔ اچانک مجھے طمانیت کا احساس ہوا اور میرا جسم بہت لطیف ہو گیا۔

''میں اس عزت افزائی کے لئے مقدس اقابلا کا ممنون ہوں۔ کوئی اجنبی اقابلا کا مہمان ہونے کا تصور بھی نہیں کر سکتا تھا۔ یہ مقدس اقابلا

کی فیاضی اور رحم وکرم کے سبب ہی ممکن ہے۔''میں نے کہا۔

''تمہاری دنیا اور اس دنیا میں بہت بڑا فرق ہے۔'' دل کش آواز نے سنجیدگی سے کہا۔ اب اس کی سمت کا تعین میرے لیے مشکل نہ تھا۔ وہ یقیناً میرے دائیں جانب کوئی دس قدم کے فاصلے پر تھی۔

''مجھے اس کا احساس ہے، یہاں ہر چیز مختلف ہے۔ صرف جسمانی ہیئت یکساں ہے۔ میں کوشش کر رہا ہوں کہ میں خود کو اس علاقے کے مطابق ڈھال لوں۔'' میں نے ادب سے کہا۔

''تمہیں سرداری کے منصب سے نوازا گیا ہے لیکن جو لوگ اپنی حدود پھلانگنے کی جرات کرتے ہیں وہ اپنی تباہی کو دعوت دیتے ہیں۔'' آواز آئی۔

''مجھے اس کا علم ہے لیکن مجھے یقین ہے کہ ناانصافی مقدس اقابلا کو یقیناً پسند نہ ہوگی۔ اُسے اپنے علاقے میں انصاف اور سکون پسند ہوگا۔'' میں نے سنبھل سنبھل کر کہا۔

''جزیرہ توری اس عظیم سلطنت کا صرف ایک چھوٹا سا علاقہ ہے جس پر دو سردار حکومت کرتے ہیں۔ ہر ایک کے لئے اس کی حدود مقرر کر دی گئی ہے اور اسے نظم وضبط کے لئے ماورائی قوتوں سے مسلح کیا گیا ہے۔ اس طرح طاقت کا ایک توازن رکھا گیا ہے۔ عموماً ایک سردار دوسرے سردار سے نہیں الجھتا۔'' آواز نے مدبرانہ انداز میں کہا۔

میں سمجھ گیا کہ میری طلبی کا کیا مقصد ہے۔ یقیناً شوالا نے میری شکایت اقابلا سے کی ہوگی یا اقابلا کو شوالا کے ساتھ میری ملاقات کا حال معلوم ہوگا۔ جب ترام نے مجھے کچھ بتانے کی کوشش کی تھی تو اسے سزا دے دی گئی تھی۔ میں تخت پر پہلو بدل کر بیٹھ گیا۔ میں نے اپنے خشک گلا بھی اسی مشروب سے تر کیا۔''میں مقدس شوالا کی عزت کرتا ہوں۔ چونکہ مجھے یہاں بے جھجک ہو کر گفتگو کرنے کی اجازت مرحمت فرمائی گئی ہے۔ اس لیے میں عرض کروں گا کہ شوالا ایک متکبر، سخت مزاج، سنگدل اور جابر شخص ہے۔ اس نے ہم اجنبیوں کو سخت اذیتوں میں مبتلا کیا۔ حالانکہ ہم پہلے ہی مصیبت زدہ تھے اور بدقسمتی سے ایک جہاز کی تباہی کے سبب ادھر آ نکلے تھے۔ اس نے میری محبوبہ فلورا کو میری مرضی کے بغیر اغوا کر لیا اور جب سردار بننے کے بعد میں نے اس سے فلورا کی واپسی کا مطالبہ کیا تو وہ برہم ہو گیا۔ اب اس نے میرے ساتھی سرنگا اور اس کی لڑکی سریتا دونوں کو اپنے ساتھ رکھ لیا۔ اس کا مقصد یقیناً مقدس اقابلا سے پوشیدہ نہیں ہوگا۔ کیا میں نے ایک سردار کی حیثیت سے فلورا کی واپسی کا ناجائز مطالبہ کیا تھا؟ میں نے اسے اپنے ہاں بلا کر اس کی عزت کی تھی لیکن وہ کسی اجنبی کو جزیرہ توری کے ایک حصے پر سرداری کے منصب پر فائز نہیں دیکھنا چاہتا۔'' میں نے پُر اثر انداز میں اس کے سامنے اپنا موقف پیش کیا۔

''جابر بن یوسف! اتنی وضاحت کی ضرورت نہیں ہے' تم اس سرزمین پر کیوں آئے اور جہاز کیوں تباہ ہوا، یہ تمہاری ظاہر بیں نگاہیں نہیں دیکھ سکتیں۔ وہاں جارا کاکا کی مقدس کھوپڑی کی بے حرمتی کی گئی تھی۔ تمہیں بتا دیا گیا تھا کہ اس علاقے میں اجنبی پسند نہیں کیے جاتے، شوالا اور کالاری کو پورا اختیار تھا کہ وہ تمہارے ساتھ جس طرح کا سلوک چاہیں کریں۔ تمہیں معلوم تھا کہ سرداری کی حیثیت سے انہیں رعایتیں حاصل ہیں لیکن تم نے

سرکشی اختیار کی۔ تمہاری سرکشی ہی تمہاری زندگی کا سبب بن گئی۔ تم نے اس عظیم سلطنت کی سربراہ کو اپنی جرات اور بے باکی سے متاثر کرلیا اور تمہارے سلسلے میں اجنبیوں کا قانون واپس لے لیا گیا۔ تمہیں سرداری سے نواز دیا گیا لیکن کاہن اعظم نے تمہیں بتایا تھا کہ شوالا کس حیثیت کا مالک ہے۔'' آواز کا لہجہ تیز ہو گیا۔ ''تمہیں بتایا گیا تھا کہ شوالا کو خاص مراعات حاصل ہیں۔''

''مجھے معلوم ہے اے مقدس آواز! مگر وہی مراعات جو شوالا کو حاصل ہیں، انہیں میں حاصل کرنا چاہتا ہوں۔ میری یہ خواہش غیر فطری نہیں ہے جس طرح فرار کی جدوجہد غیر فطری نہیں تھی۔ مقدس اقابلا کے قوانین بلاشبہ سب سے بالا ہیں لیکن انسانوں کو چند خاص قسم کے جذبوں سے نوازا گیا ہے۔ مجھے یقین ہے کہ مقدس اقابلا بنیادی انسانی جذبے کے محرکات نظرانداز نہیں کرسکتی۔''

''تم اپنی گفتگو جاری رکھ سکتے ہو۔'' آواز نے وقار سے کہا۔

''میرے دل کا راز مقدس اقابلا سے پوشیدہ نہیں ہے۔ میں نے سرداری کے منصب پر فائز ہونے کے بعد اس جزیرے کے لوگوں کو نئی زندگی سے روشناس کرانے اور انہیں خوش حالی کی طرف راغب کرنے کی کوشش کی۔ میں ایک مختصر مدت میں ان کی زندگی میں انقلاب لے آؤں گا اور پھر مجھے یقین ہے کہ مقدس اقابلا مجھے اپنے قرب دل نشیں اور صحبت رنگین سے نوازے گی۔''

''تمہاری باتوں کا کیا مطلب ہے؟'' آواز نے دلکشی سے کہا۔

''میں اس شاندار ایوان اور زریں ماحول سے کچھ ایسا متاثر اور مسحور ہو گیا ہوں کہ تمام زندگی یہیں گزارنے کو جی چاہتا ہے۔ میں سمجھتا ہوں کہ جو اس پُرکیف ماحول میں رہنے کی اجازت حاصل کرلے وہ دنیا کا خوش قسمت شخص ہے، یہاں وہ سب کچھ ہے جسے میرا دل چاہتا ہے۔ یہاں حسن ہے جو میری کمزوری ہے۔ یہاں موسیقی ہے جو میری رگ جاں ہلا دیتی ہے۔ یہاں میرے خواب ہیں، یہاں رنگ ہیں، یہاں بدن ہیں، یہاں خوشبوئیں ہیں، یہاں طاقت ہے، یہاں کیا نہیں ہے؟ میں اس آستانے کا غلام بننا چاہتا ہوں۔'' میں نے جذباتی لہجے میں کہا۔

''تم نے ابھی اس قصر کی سربراہ کا دیدار نہیں کیا ہے۔ پھر تم ایسی باتیں کیوں کررہے ہو۔'' آواز کے لہجے میں اب دلچسپی کا عنصر نمایاں تھا۔

''میں نے اس جہاں سوز نظارے کا اندازہ لگا لیا ہے۔ مجھے افسوس ہے کہ میری درخواست رد کردی گئی لیکن میں مقدس اقابلا سے مایوس نہیں ہوا ہوں۔ مجھے اپنی بدبختی کا شدت سے احساس ہے کہ میں آواز کا بدن نہیں دیکھ سکا۔'' میں نے حسرت سے کہا۔

''تم فلورا کو شوالا سے حاصل کرنا چاہتے ہو؟'' اس نے گفتگو کا رخ بدل دیا۔

''ہاں۔ وہ میری محبوبہ تھی۔ اسی کے لئے میں نے یہ طویل سفر اختیار کیا تھا۔ اب وہ میری ضد بن گئی ہے۔ میں اسے بلاشبہ شوالا سے حاصل کرنا چاہتا ہوں۔'' میں نے زور دے کر کہا۔

''لیکن تمہیں ابھی سرداری کے منصب کی منتقلی کے لئے بہت سے امتحانات سے گزرنا ہے۔ تم سیاہ علوم کے بارے میں کچھ نہیں جانتے۔''

''یہ سارا جزیرہ قدم قدم پر امتحان گاہ ہے میں ہر امتحان سے گزرنے کے لئے خود کو مستعد پاتا ہوں۔ مجھے حکم دیا جائے کہ میں یہ خنجر نکال کر اپنا کام تمام کرلوں۔'' میں نے حوصلے سے کہا۔

''دلچسپ۔'' اس نے دھیرے سے سریلی آواز میں کہا۔'' جابر بن یوسف! تمہاری ذہانت، شجاعت، دور اندیشی اور بہادری پر تمہارے مستقبل کا انحصار ہے۔ تمہیں دوسرے سرداروں کی طرح موقع فراہم کیا جاتا ہے کہ تم ایک دوسرے سے خود کو برتر ثابت کر سکو۔ یہ کھیل اقابلا کو ہمیشہ پسند آتا ہے لیکن یہ تمام کھیل ازلی قوانین کے دائرہ کار میں کھیلے جا سکتے ہیں۔ تم کوئی ایسا کام نہیں کرو گے جو اس علاقے کے قوانین کے خلاف ہو اور تمہیں خود کو برتر ثابت کرنے کی مکمل اجازت بھی ان قوانین کے تحت حاصل ہے لیکن اقابلا کے فیصلے محفوظ رہتے ہیں اور وہ سب سے بالا ہے وہ قوانین سے بلند ہے۔''

''یہ بات مجھے کاہن اعظم سمورال نے بتا دی تھی لیکن میں سمجھتا ہوں کہ ناانصافی، جبر اور ظلم کو کوئی رعایت ان قوانین میں نہیں دی گئی ہوگی۔'' میں نے تنقید کے انداز میں کہا۔

''نہیں..... تم اپنی دنیا کے قوانین سے ان کا موازنہ نہ کرو۔ آسمانی قانون غلاموں اور حکمرانوں کو دو حصوں میں تقسیم کرتے ہیں۔ ان سب کی حدود ہیں حکمرانوں کو پورا اختیار حاصل ہے کہ وہ اپنی پسند کے مطابق فیصلے صادر کریں۔ طاقت سب سے بڑا فیصلہ ہے جس کے پاس طاقت ہوتی ہے وہ انکار کر کے دوسری طاقت کو للکار سکتا ہے اور کامیاب ہو کر برتر جگہ حاصل کر لیتا ہے اور غلاموں پر حکومت کرنے لگتا ہے لیکن وہ بھی غلام رہتا ہے، ان غلاموں اور عام غلاموں میں صرف یہ فرق ہے کہ بعض کو اقابلا کی خوشنودی حاصل ہو جاتی ہے اور بعض اپنے حکمراں تک محدود رہتے ہیں۔'' آواز کے انداز میں تمکنت اور تدبر تھا۔

''میں اس وضاحت کے لئے شکر گزار ہوں۔ میری کوشش یہی ہوگی کہ میں اقابلا کے زیادہ قریب آنے کے لئے برتر و افضل مقام حاصل کروں لیکن اگر مقدس اقابلا مجھے اپنے دیدار سے نوازنے کا شرف بخشتی تو میں اپنے اندر جدوجہد کرنے کا کچھ اور جذبہ محسوس کرتا۔ میں دوبارہ درخواست گزار ہوں۔'' میں نے بے تابی سے کہا۔

''آج تک کسی سردار کو پہلی طلبی پر اقابلا نے اپنے دیدار سے نہیں نوازا مگر تمہاری یہ خواہش پوری کی جائے گی۔ تم اپنی آنکھوں میں استقامت اور اعصاب میں توانائی پیدا کرو۔ تم تصور کرو کہ تم ماورائے تصور ماحول میں ہو۔ کوئی بھی چیز تمہارے سامنے، کوئی بھی غیر معمولی چیز کسی قسم کا حادثہ پیش آ سکتا ہے۔'' آواز نے دل نشیں لہجے میں کہا۔

''یہ احکام میری بے قراریاں بڑھا رہے ہیں۔ میں اس علاقے کی سب سے حسین، سب سے عظیم ہستی کو دیکھنے کا منتظر ہوں۔'' میں نے بلیغ انداز میں جواب دیا۔

پھر ایک نقرئی قہقہہ کمرے میں گونج گیا۔ میں نے نظر اٹھا کر اس جانب دیکھا تو ایک ہی جھلک میری نظریں خیرہ کر گئی۔ اس کے حسن و جمال کا ذکر کون کم بخت کر سکتا ہے، وہ ایک ہزار ژولینوں کے جمال کا ہم رتبہ تھی۔ میرے پاس قدرت کلام نہیں۔ میری زبان، سچ، میرا لہجہ ہلکا ہے۔ اس کی حشر سامانی ماورائے بیاں ہے۔ اس کے بال سرخ' آنکھیں بڑی بڑی اور بدن۔ شاید میں بیان و اظہار کی شدت میں کمی کا جرم کر رہا ہوں۔ اسے دیکھا تو یوں محسوس ہوا جیسے دنیا ایک بے رونق جگہ ہے ساری دنیا وہی ہے۔ وہ کائنات ہے۔

وہ...... میں تشبیہ دینے سے قاصر ہوں۔ جابر بن یوسف الباقر۔ ایک حسن پرست شخص اس کے قیامت خیز حسن کے سحر میں گم ہو کر رہ گیا۔ اس کی زبان بند ہو گئی۔ اس کے قدم لڑکھڑانے لگے اس کا جسم لرزنے لگا۔

''جابر بن یوسف!'' اس کی مترنم آواز نے میری محویت میں خلل ڈالا اور مجھے احساس ہوا کہ میں کہاں کھڑا ہوں۔ مجھ سے کیا گستاخی سرزد ہو رہی ہے۔ ہوسکتا ہے میری پہلی باک نگاہی میری یہ دریدہ چشمی، اسے گراں گزرے۔ میں نے جبر کر کے نگاہیں جھکا لیں اور مرتعش آواز میں کہا۔ ''میں مقدس اقابلا کی عظمتوں کو سلام کرتا ہوں یقیناً میرے ہوش و حواس میں اتنی استطاعت نہیں ہے کہ میں اس ہوش رُبا جلوے کا تادیر نظارہ کر سکوں۔ میں اپنی شکست تسلیم کرتا ہوں اور مجھے اپنی خوش بختی پر ناز ہے کہ میں نے اس جزیرے میں آکر وہ سب کچھ دیکھ لیا جس کا خیال بھی میرے ذہن میں نہیں آسکتا تھا۔'' وہ ایک دعوت تھی اسے دیکھ کر میرے اشتہا بڑھ گئی۔ نہ جانے کیوں میرا جی چاہا کہ اسے نوچ کھسوٹ لوں، میں اسے سموچا نگل جاؤں۔ الفاظ میری زبان پر تھے لیکن دل پر ایک وحشت طاری تھی۔ میں اپنے اوپر جبر کر رہا تھا، ایسا جبر جو شدید ترین اذیت میں بھی میں نے کبھی نہیں کیا تھا وہ مجھے دیکھ کر مسکرا رہی تھی۔ وہ میرے سامنے کے تخت پر بیٹھ گئی۔ اس طرح کہ اس کا ایک ہاتھ کمر پر تھا اور دوسرے سے اس نے ٹیک لگا رکھی تھی۔ میری ستائش اور وحشت نے شاید اسے اور ستم گر بنا دیا تھا۔ میں کبھی نظریں جھکاتا تھا، کبھی حیرانی سے اُسے دیکھنے لگتا تھا۔ کسی ایک جگہ جم کر نظر نہ ٹھہرتی تھی۔ آخر وہ کچھ دیر تک میری وحشت کا نظارہ کرتی رہی۔ پھر بولی۔ ''اقابلا کی خوشنودی' اس کا قرب حاصل کرنے کے لئے صدیوں میں لوگ پیدا ہوتے ہیں۔ کیا یہ نظارہ تمہارے تصور سے ماورا نہیں ہے؟ کیا یہ انسانوں کو غیر معمولی کارنامے کرنے پر نہیں اکساتا؟'' اس نے بے تکلفی سے کہا۔

''یہاں انسان پاگل ہو جاتے ہوں گے۔ جو اس نظارے کے متحمل ہوتے ہوں گے۔ ان کے اعصاب یقیناً فولاد کے ہوں گے۔ میں اپنے ذہنی توازن پر مشکل سے قابو پا رہا ہوں۔ تاہم جابر بن یوسف الباقر امید فردا میں اپنے ہذیان اور ضبط سے دستبردار ہوتا ہے۔ مجھے یقین ہے کہ جذبہ صادق مقدس اقابلا کو متاثر کیے بغیر نہ رہ سکے گا۔ مجھے حکم دو کہ میں کیا کیا کروں؟ میں اپنا خون پیش کروں؟ اپنا دل نکال کر رکھ دوں۔ میرے سینے میں جو آگ لگی ہے وہ اب مقدس اقابلا کے قرب دائم ہی سے دور ہو سکتی ہے کیا کوئی شخص اس قصر میں غلامی کے لئے نہیں رکھا جا سکتا۔'' میں نے جذبات انگیز لہجے میں کہا۔

''میں تمہارے قریب آنا چاہتی ہوں۔'' اس کے انداز میں شوخی آ گئی۔

''میں موت کا منتظر ہوں۔'' میں نے نیاز مندی سے جواب دیا۔

''''میں تمہیں قریب سے دیکھنا چاہتی ہوں۔'' اس نے جذبات میں ہل چل مچا دینے والے انداز میں کہا۔

''یہ میری ثابت قدمی کا سب سے بڑا امتحان ہے۔'' میں نے کہا۔

اس کے انداز میں اچانک حیرت انگیز تبدیلی آ گئی تھی۔ مجھے یہ سب کچھ عجیب سا لگا۔ میں سانس روکے کھڑا رہا۔ بہت تیزی سے خیالات میرے ذہن میں آ رہے تھے اور میں اس کی اس وارفتگی پر حیران تھا۔ پھر اچانک میرے دماغ میں یہ خیال بھی آیا کہ میں کسی سحر میں تو مبتلا نہیں ہوں؟ کہیں یہ میرا امتحان تو نہیں ہے؟ اس سے قبل ژولین بھی اسی طرح مجھ پر وارفتہ و شیدا ہوئی تھی۔ ممکن ہے یہ اقابلا نہ ہو۔ میں عجب شش و

پیچ میں مبتلا ہوگیا۔ جب اس خیال نے دل میں جگہ پکڑی تو کسی نے میرے اندر سے کہا۔ احتیاط شرط ہے۔ اقابلا جیسی عظیم ہستی بذات خود اتنی وارفتگی کا اظہار کیسے کرسکتی ہے۔ مجھے پسینہ آگیا۔ کاہن اعظم سمورال کا چہرہ نظروں کے سامنے گھوم گیا۔ یقیناً یہ میری برداشت، صبر وضبط، قوت و استقامت کا امتحان ہے لیکن یہ حسین لڑکی، اتنی حسین لڑکی، اتنا شباب، اس قدر قربت، یہ ماحول، وہ شیریں مشروب۔ میرے بہکنے میں اب کیا دیر تھی؟ لیکن میں نے سختی سے اپنے دانت بھینچ لیے اور قدم نرم فرش پر مضبوطی سے جما دیئے۔ وہ میرے جسم کا جائزہ معنی خیز نظروں سے لیتی رہی۔ میں چپ چاپ کسی مجسمے کی طرح کھڑا رہا۔

میں سوچ ہی رہا تھا کہ اقابلا اتنی جلدی اپنے کسی غلام پر مہربان نہیں ہوسکتی۔ سرداری کے منصب میں جن خصوصیات کی ضرورت پڑتی ہے۔ اقابلا مجھے ان خصوصیات کی کسوٹی پر پرکھنا چاہتی ہے۔ کیا میں غلطی کر رہا ہوں؟ کیا میں غلطی نہیں کر رہا ہوں؟ کیا میں توہین کا مرتکب ہو رہا ہوں؟ کیا میرے دل میں میری سابق تہذیب کی جھلک موجود ہے؟ کیا میں یہ خسروانہ عنایت ٹھکرانے کی جسارت کر رہا ہوں؟ کیا میں پاگل ہوگیا ہوں؟ میرا عمل کس قدر درست ہے۔ مجھے اس وقت کاہن اعظم بار بار یاد آیا۔ میں نے زیرلب اس کا نام لیا، مجھے کوئی جواب نہیں ملا لیکن مجھے بہرحال ایک فیصلہ کرنا تھا کہ میں اس کی نرم وگداز حسین وجمیل گداز بانہوں میں خود کو گرا دوں یا یوں ہی نظریں نیچی کیے ساکت وجامد کھڑا رہوں اور اس کے کسی دوسرے حکم کا منتظر رہوں؟ آخری بات مجھے زیادہ صائب نظر آئی۔ اس بات میں خطرے کے امکان کم تھے۔ دل نہیں مانتا کہ اقابلا عظیم مقدس اقابلا، یہاں چاروں طرف جس کی حکمرانی ہے وہ اتنی جلد قرب کا مظاہرہ کرے گی۔ پھر یہ کون ہے؟ میں خاموش کھڑا رہا اور میں نے گویا اس کا التفات مسترد کردیا۔ تاریک براعظم کی حکمراں، میں جس کی طلسماتی دنیا کا اسیر، وہ جب چاہتی مجھے اشارے پر ناچنے کے لئے مجبور کردیتی، اتنی عجلت کا مظاہرہ کم از کم اقابلا کے شایان شان نہیں ہوسکتا۔ کچھ دیر سکوت رہا پھر دل کش موسیقی سارے کمرے میں گونجنے لگی۔ میں نے گھبرا کر نظریں اٹھائیں۔ وہاں کوئی نہیں تھا صرف میں کمرے میں کھڑا تھا۔ پھر کمرے میں رنگ رنگ کے بادل تیرنے لگے۔ موسیقی کی آواز تیز ہوگئی۔ میری آنکھوں پر بادلوں نے پردہ کردیا۔ میں یوں ہی سراسیمہ ومبہوت کھڑا رہا کہ اب کیا منظر پیش آنے والا ہے؟ لمحوں میں بادل چھٹنے لگے اور میں نے دیکھا کہ حسین وجمیل لڑکیوں کا ایک پرا دائیں جانب کھڑا ہے۔ میں کس کس کے حسن کی اور کہاں تک مدح وثنا کروں؟ وہ لڑکی برابر کے تخت پر بیٹھی ہوئی تھی اور سامنے کے بڑے تخت پر بادلوں کی اوٹ میں ایک زہد شکن، شعلہ رُخ، دراز قد لڑکی شان وشوکت کے ساتھ بیٹھی ہوئی تھی۔ وہ لڑکی جو کچھ دیر پہلے محوِ کلام تھی۔ اب بھی حسین نظر آرہی تھی۔ مگر ان سب میں یکتا، نادر روزگار جہاں حسن ختم ہوجاتا تھا اور جہاں قدرت نے اپنے سانچے توڑ دیے ہوں گے اور جہاں خدا کو خود اپنی صناعی پر حیرت ہوئی ہوگی۔ وہ لڑکی جاہ وجلال کے ساتھ فروکش تھی اور اب کوئی شبہ نہیں تھا کہ میں اقابلا کے روبرو کھڑا ہوں۔ اس کی آنکھیں سحر انگیز تھیں۔ اس نے نظر اٹھا کر ایک ادا کے ساتھ مجھے دیکھا۔ سیاہ زلفوں میں اس کا چہرہ دمک رہا تھا۔ وہ سب کی سب یونانی خدوخال کی عورتیں تھیں۔ حسین عورتوں کے خدوخال تمام دنیا میں یکساں ہوتے ہیں۔ اسے مشرق ومغرب کسی بھی جگہ کی حسین لڑکی کہا جاسکتا تھا۔ اقابلا کے حسن کی شان میں شاعر تمام عمر لکھ سکتے تھے۔ مصور تمام عمر رنگ بھر سکتے تھے۔ مجسمہ ساز تمام عمر بدن تراش سکتے تھے اور کوئی نہیں کہہ سکتا تھا کہ انہوں نے اقابلا کو تمام وکمال منتقل کردیا ہے۔

پھر وہ لڑکی کھڑی ہوئی اور اس نے با آواز بلند بالکل بدلے ہوئے شاہانہ لہجے میں مخاطب کیا۔ ''جابر بن یوسف! میں مقدس اقابلا کی نائب اشمار تم سے مخاطب ہوں۔ تم نے اپنی ذہانت، دوراندیشی، صبر اور ضبط نفس کے اس امتحان میں کامیاب ہو کر مقدس اقابلا کو شادماں کیا ہے۔ تم نے ثابت کیا ہے کہ تم اقابلا کی عظمت و جلال کے سچے اطاعت گزار ہو۔ تم جزیرہ توری کے دوسرے سردار کی حیثیت سے منتخب کر لیے گئے اور اقابلا نے تمہاری اہلیت کی سند دی ہے لیکن اسے دائم و قائم رکھنے کے لئے ضروری ہے کہ تم ایک سردار کی عام تعلیم و صفات سے خود کو مسلح کر لو۔ ان بقیہ امتحانوں سے گزر جاؤ جو ایک جزیرے کے سردار کے لئے مقرر کیے گئے ہیں۔''

میں نے سر جھکا دیا۔ ''میں مقدس اقابلا کے حضور اپنی بہترین صفات بروئے کار لانے کا عہد کرتا ہوں۔ مگر میں ایک درخواست اپنے دل کی تمام گہرائیوں کے ساتھ کرنا چاہتا ہوں مجھے نہیں معلوم کہ اس قصر کے کیا آداب ہیں اور مقدس اقابلا کی حکمرانی کا سلسلہ کب سے جاری ہے۔ صدیوں پر پھیلی ہوئی اس زندگی اور شباب میں کون سا رمز پوشیدہ ہے۔ میں اقابلا کے ہر حکم پر سر تسلیم خم کرتا ہوں لیکن کیا مقدس اقابلا مجھے اپنی بارگاہ میں خدمت کرنے اور اپنے قریب رہنے کا موقع فراہم نہیں کرے گی؟'' میں نے دیکھا کہ اقابلا کے لبوں پر ایک دلآویز تبسم چھا گیا۔ خرمن عقل و ہوش پر بجلی گرانے والا تبسم، اقابلا نے جواب میں اشمار کو اپنے دست حنائی سے اشارہ کیا۔

''تم سے جو باتیں ابھی کہی گئی ہیں۔ انہیں اقابلا ہی کی جانب سے سمجھا جائے۔ اقابلا کا قرب حاصل کرنے کے لئے خود کو اقابلا کا اہل ثابت کرو۔ تم جزیرے میں واپس جاؤ اور اپنی برتری کی جدوجہد کرو۔ جبھی تم اقابلا کی بارگاہ میں قبول کیے جا سکتے ہو۔'' اشمار نے کہا۔

''یہاں سے جانے کے بعد مجھے مقدس اقابلا کا جلوہ یاد آتا رہے گا۔ اب ساری دنیا سے کنارہ کش ہو کر یہیں کا ہو جانا چاہتا ہوں، مقدس اقابلا کی ایک نگاہ التفات میری زندگی کی سب سے بڑی سعادت ہے۔ مجھے یہیں رہنے دیا جائے۔ میں اب کہیں کا نہیں رہا۔ میں مقدس اقابلا کے پیر چاٹنا چاہتا ہوں۔'' میں نے اس کے حسن سے مغلوب ہو کر کہا۔

''تم ابھی شوالا اور فلورا کے بارے میں باتیں کر رہے تھے۔ اقابلا اس معرکے میں دلچسپی رکھتی ہے۔'' اشمار نے کہا۔

''میں شوالا سے کوئی معرکہ نہیں چاہتا۔ میں فلورا کو حاصل کرنا چاہتا ہوں لیکن اگر اس نے مجھے فلورا دینے سے انکار کر دیا تو مقدس اقابلا کی اجازت سے اس سے معرکہ آرا بھی ہوں گا۔'' میں نے آہستہ سے کہا۔

میرے جواب میں اشمار نے اقابلا کی طرف دیکھا اور اقابلا نے میری طرف دیکھا۔ اس کی نظروں میں نہ جانے وہ کونسی کشش تھی کہ میں لڑکھڑا گیا۔ اسی لمحے اشمار مجھ سے مخاطب ہوئی۔

''عظیم اقابلا کو طاقت کا کھیل پسند ہے، وہ تمہیں شوالا سے زور آزمائی کا موقع فراہم کرے گی۔ مردانگی کے کھیلوں میں اسے گہری دلچسپی ہے۔''

میں نے اقابلا کی طرف ایک سہمی ہوئی نظر کی۔ وہ شکل و صورت سے بڑی معصوم اور شوخ نظر آتی تھی اور کسی طرح بھی اس میں درندگی کی علامات نہیں پائی جاتی تھیں۔ میرا عالم یہ تھا کہ میں اپنا سب کچھ اسی آستانے پر، حسن کی اس جلوہ گاہ پر قربان کر دینا چاہتا تھا۔ اس کی پہلی ہی نظر میرے دل میں فشار برپا کر گئی۔ میں نے اشمار کو ہر ممکن طریقے سے اپنے دل کے قالب میں اتارنے کی کوشش کی اور اشاروں کنایوں میں اپنے اس طوفان کا

ذکر کیا جو اقابلا کو دیکھ کر میرے جسم میں اٹھا تھا۔ میری جذباتی گفتگو پر اقابلا نے ایک دل نشیں مسکراہٹ کے سوا کسی ردعمل کا اظہار نہیں کیا۔ اقابلا کا جسم شاداب' بھرپور تھا اور وہ بھی بے داغ تھا۔ جلد کی رنگت اتنی صاف، سرخ و سپید تھی کہ میں فلورا، ژولین اور اشار کو بھول گیا حالانکہ وہ تینوں غیر معمولی حسین عورتیں تھیں۔ میں اس میں کھویا ہوا تھا کہ اشار نے میری محویت توڑی۔ ''سموراں کو ہدایت کر دی گئی ہے کہ وہ اس معرکے کا بندوبست کرے جو تمہارے اور شوالا کے درمیان طے پایا ہے۔ جو سردار اس مقابلے میں شکست کھا جائے گا، اسے دوسرے سردار کی کسی منتخب اور پسندیدہ چیز سے دستبردار ہونا پڑے گا۔ پھر تم فلورا کو اس سے مانگ سکتے ہو۔''

''عظیم اور مقدس اقابلا کی عنایتیں مجھ پر سایہ گستر رہیں۔ اگر یہ حکم ہے تو مجھے منظور ہے اور اگر یہ خواہش ہے تو میرا سر حاضر ہے لیکن میں ایک نیا سردار ہوں جو ابھی اس قبیلے کے رسم و رواج اور سیاہ علوم سے پوری طرح واقف نہیں ہے۔ اگر یہ مقابلہ جسمانی قوتوں تک محدود رہا تو مجھے اپنی کامیابی کی امید ہے۔ بصورت دیگر طلسماتی حربوں اور پُراسرار قوتوں کے سامنے میری شکست یقینی ہے۔'' میں نے مہذب انداز میں جرات سے کہا۔

''اقابلا اس پر غور کرے گی۔'' اشار نے شان بے نیازی سے کہا۔ ''یہ فیصلہ کرنا اقابلا کا کام ہے کہ وہ تمہارے معرکے کے لئے کون سا طریقہ استعمال کرے۔''

''میں انکار کی جرات نہیں کر سکتا۔ کیا مقدس اقابلا مقابلے میں بہ نفس نفیس موجود ہوگی؟'' میں نے یوں ہی گفتگو بڑھانے کے لئے ایک سوال کر لیا۔

''اقابلا کی آنکھیں مکانی قیود سے آزاد ہیں۔ ہاں وہ چاہے گی تو ضرور اس میں شریک ہوگی۔'' اشار نے کہا۔

''مقدس اقابلا کا یہ فرمان میرے لیے عزت کا باعث ہے۔'' میں نے عجز کا اظہار کیا۔ اسی وقت اقابلا نے اشار کو ہاتھ کا اشارہ کیا اور میری نظروں سے یہ خوبصورت منظر اوجھل ہو گیا۔ بادلوں کے اس ہجوم نے میرے گرد گھیرا ڈال لیا اور خلاؤں میں سفر کرتا ہوں واپس اپنی جھونپڑی میں پہنچ گیا۔ میں غنودہ تھا۔ جب میں اپنی جھونپڑی کے فرش پر نیم بے ہوشی کی حالت میں پڑا تھا کہ ابالیش نے مجھے اٹھایا اور ترام نے میرے شانے جھنجوڑے۔ ترام اب بالکل ٹھیک ہو چکی تھی۔ نوجوان ترام اور میری دونوں خادماؤں کے نوجوان سیاہ بدن اب میرے لیے کوئی کشش نہیں رکھتے تھے۔ اقابلا کے حسن جہاں سوز کا نشہ کچھ اس طرح میرے دل و دماغ پر طاری رہا کہ میں تین دن تک اپنی جھونپڑی میں پڑا چھتیں گھورتا رہا تھا۔ چوتھے روز ابالیش کی درخواست پر میں باہر آیا اور میں نے اپنے قبیلے کے معاملات میں دلچسپی لی۔ اب میں اس دن کے انتظار میں تھا، جب شوالا سے میرا مقابلہ منعقد ہو۔ میرا ذہن منصوبوں کی آماجگاہ بنا ہوا تھا اور میں اس علاقے میں اقابلا کی خوشنودی کے لئے غیر معمولی کارنامے انجام دینے کی ترکیبوں میں لگا ہوا تھا۔ رات اور دن اسی غور و فکر میں گزر رہے تھے۔ ایک ہفتے تک میری حالت نہیں سنبھل سکی لیکن یہ سلسلہ کب تک چلتا؟ آخر میں نے اپنے قبیلے کا دورہ کیا اور سموراں سے ملنے کا ارادہ کیا۔ مقابلے کے سلسلے میں سموراں کے مشورے میرے لیے بڑے کارآمد ثابت ہوتے لیکن اس رات جب میں لیٹے لیٹے قصر اقابلا کے خوب صورت مناظر میں کھویا ہوا تھا' میری جھونپڑی پر دستک ہوئی۔ اتنی رات گئے اس قسم کی دستک پہلی بار ہوئی تھی۔ میں نے اٹھ کر جھونپڑی کے درزوں میں سے باہر دیکھا۔ اندھیری رات میں مجھے کچھ نظر نہیں آیا۔ ''کون ہے؟'' میں نے آہستہ سے پوچھا۔

''دروازہ کھولو سیدی جابر! میں سرنگا ہوں۔ میں تم سے چند اہم باتیں کرنا چاہتا ہوں۔'' سرنگا کی گھبرائی ہوئی آواز آئی۔

میں نے بادل نخواستہ اٹھ کر دروازہ کھول دیا۔ سرنگا ہانپتا کانپتا اندر داخل ہوا۔ ''تنہائی کا کوئی موقع مل سکے گا؟'' وہ آتے ہی بولا۔

میں اسے دوسرے کمرے میں لے گیا۔ جہاں کوئی موجود نہ تھا۔ میں نے سرنگا کو ایک چوکی نما پتھر پر بٹھایا اور اندر سے مشعل لے آیا۔ ''کیا بات ہے سرنگا؟ تم اتنے دنوں تک کہاں تھے اور اس وقت یہاں کیسے؟''

''میں الجھنوں میں گھر گیا تھا جابر! میں بہت پہلے تمہارے پاس آنا چاہتا تھا لیکن مجبور تھا۔ تمہاری سرداری سے پہلے شوالا نے مجھے پناہ دی تھی اور صرف اس لیے کہ وہ مجھ سے میری عظیم دیوی کا راز جاننا چاہتا ہے۔ میں نے موقع غنیمت سمجھا اور اس کے ساتھ رہنے لگا۔ پھر کاہن اعظم نے سریتا کو میرے حوالے کر دیا۔ سریتا کی موجودگی میں یہ اور بھی مشکل تھا کہ میں وہاں سے فرار ہو کر تمہارے پاس آتا۔'' سرنگا نے ہانپتے ہوئے کہا۔

''پھر تم یہاں کیسے آ گئے؟'' میں نے سرنگا کی آنکھوں میں گھورتے ہوئے پوچھا۔

''میں بڑی مشکل سے تمہارے پاس پہنچا ہوں۔ جب فرار کی کوئی صورت نہ نکلی تو آخر میں نے اپنی عظیم دیوی سے مدد لی۔ میں نے شوالا کو اس بات پر راضی کرنا چاہا کہ وہ مجھے تم سے ملنے کا موقع فراہم کر دے لیکن شوالا تیار نہیں ہوا۔ نتیجتاً میری دیوی نے میری مدد کی۔'' سرنگا کے لہجے میں وہی پہلے جیسی بردباری اور سنجیدگی تھی۔

کاہن اعظم سمورال اور میرے نائب ابالیش نے بتایا تھا کہ مجھے اس ہندی بوڑھے سے ہوشیار رہنا ہوگا۔ سرنگا کی اس وقت اچانک آمد سے کوئی فیصلہ نہ کر سکا۔ سرنگا کے چہرے پر کسی قسم کا فریب نہیں جھلکتا نہیں پھر بھی میں اپنی جگہ محتاط رہا۔ میں نے پوچھا۔ ''تم مجھ سے کیوں ملنا چاہتے تھے؟''

''یہ تم کیسی عجیب بات کہہ رہے ہو؟ بھلا میں اپنے ساتھی جابر بن یوسف کے عہدہ سرداری کے بعد اس سے علیحدہ کس طرح رہتا؟ اس علاقے میں اب تمہی میری پناہ گاہ تھے۔ تم نے ان مصائب کا مقابلہ کر کے غیر معمولی شجاعت کا ثبوت دیا ہے۔ قسمت تم پر مہربان ہے۔ کوئی تصور کر سکتا تھا کہ کوئی اجنبی قیدی ایک جلیل عہدے پر فائز ہوگا۔ اصولاً مجھے تمہارے پاس آنا ہی چاہیے تھا۔'' سرنگا نے شکایت بھرے لہجے میں کہا۔

''نہیں نہیں سرنگا۔ مجھے معلوم ہوا تھا کہ تم شوالا کے ساتھ مل کر میری سرکوبی کی فکر میں ہو۔ شوالا تم پر تمہاری دیوی اور سریتا کی وجہ سے مہربان ہے۔'' میں نے اسے گھورتے ہوئے کہا۔

''تم سچ کہتے ہو۔ میں نے شوالا سے یہی کہا تھا اور اسی صورت میں وہ مجھ پر مہربان ہو سکتا تھا۔ شوالا نے مجھے کئی بار ورغلایا کہ میں کسی طرح تمہیں موت کے گھاٹ اتار دوں، اس طرح میں اس حصے کا سردار بن سکتا تھا مگر یہ ایک ناممکن بات تھی، مجھے معلوم ہے کہ تمہاری فتح میں اس علاقے کی پُراسرار طاقتوں کی حمایت کو بھی دخل ہے۔ تم یہ حقیقت فراموش نہیں کر سکتے کہ میری دیوی نے بھی اس سلسلے میں تمہاری مدد کی تھی۔''

''وہ تو اس وجہ سے ممکن ہوا کہ میں سریتا کو بچانے کے لئے اپنی جان پر کھیل گیا تھا۔ ہر چند کہ مجھے کاہن اعظم سمورال نے اپنی اقامت گاہ سے باہر نکلنے کی ممانعت کر رکھی تھی لیکن میں کالاری جیسے عفریت سے صرف سریتا کی وجہ سے لڑ بیٹھا تھا۔ پھر جب مجھے یہ معلوم ہوا کہ سریتا شوالا کے تصرف میں ہے تو میرے سینے سے دھواں اٹھا۔'' میں نے کہا۔

''میرے عزیز سیدی جابر! کیا تم مجھے سازشی سمجھتے ہو؟ میں نے تمہیں بتایا تھا کہ میں اس علاقے میں کیوں آیا ہوں۔ سریتا شوالا کے تصرف میں نہیں ہے۔ اس کی حفاظت دیوی کر رہی ہے۔ وہ ابھی تک پاک وصاف، دوشیزہ ہے۔ وہ شوالا کے لئے ایک چیلنج بن چکی ہے۔'' سرنگا نے جذبے سے کہا۔

''اس وقت تمہارے آنے کا کوئی خاص مقصد ہے؟'' میں نے پوچھا۔

''میں تمہیں یہ بتانے آیا ہوں کہ تم فلورا کے سبب شوالا سے جو مقابلہ کرنے والے ہو، اسے فی الحال ملتوی کر دو، اس لیے کہ شوالا کی طاقت کا اندازہ تم نہیں کر سکتے، میں نے اسے قریب سے دیکھا ہے اس کے پاس کالی طاقتیں ہیں۔ اس کے پاس حشرات الارض کی ایک فوج ہے۔ وہ اقابلا سے زیادہ قریب ہے۔ وہ ایک پرانا اور تجربہ کار سردار ہے اور تم اس کے مقابلے میں یقیناً شکست کھا جاؤ گے اور جب تمہیں شکست ہو جائے گی تو ہم چند ساتھیوں کو وہ آسانی سے دبا لیں گے اور یہ بات کھل کر سامنے آ جائے گی کہ شوالا تم دونوں میں مقدس و محترم ہے۔'' سرنگا نے کہا۔

''میں اس مقابلے سے دستبردار نہیں ہو سکتا اس لیے کہ مقدس اقابلا نے اس کا حکم جاری کر دیا ہے۔'' میں نے مایوسی سے جواب دیا۔

''یہ تو بہت برا ہوا۔ یہ تو میرے منصوبے کے خلاف ہوا۔ تمہیں میرے بارے میں شدید غلط فہمیاں ہو گئی ہیں۔ مجھے افسوس ہے کہ تم نے مجھے اس طرح خوش آمدید نہیں کہا جس کی مجھے توقع تھی۔ بہر حال یہ بات دل سے نکال دو کہ سرنگا تمہارے مقابلے میں شوالا کو ترجیح دے گا۔ میں چاہتا تھا کہ ہم تم ساتھ مل کر ایک طاقت بن جائیں۔ اس جزیرے سے فرار ناممکن ہے ہم اسے تسخیر کر سکتے تھے۔ ہم اقابلا کی خوشنودی حاصل کر لیتے تو یہاں ہماری حکمرانی ہوتی۔ یہ لوگ دماغی طور پر اتنے آگے نہیں ہیں جتنے ہم ہیں صرف ان کی پُر اسرار طاقتیں زیر کرنا ہمارا کام ہے۔'' سرنگا نے جوشیلے لہجے میں کہا۔

''اگر میں تمہیں یہاں روک لیتا ہوں تو اس کا مطلب ہے شوالا سے بغض وعناد کا ایک اور سبب پیدا کر لیا جائے۔ میرا خیال ہے کہ تم واپس ہو جاؤ اور مقابلے کے بعد کی صورت حال کے منتظر رہو۔ ممکن ہے مجھے شکست ہو جائے۔ پھر نہ تو تم شوالا کے مقرب خاص رہ سکتے ہو، نہ میرے پاس خوش رہ سکتے ہو، کیونکہ میں شکست کے بعد خودکشی کو ترجیح دوں گا یا اگر میں زندہ بھی رہا تو مجھے عملاً شوالا کا محکوم بن کر رہنا ہوگا۔''

''سیدی! تمہارا یہ انداز گفتگو میرے اعتماد پر ضرب لگاتا ہے۔ میں اب یہاں آ گیا ہوں۔ اب میری واپسی بہت مشکل ہے۔ تم مجھے پناہ دو۔ کیا تم مجھ سے خوفزدہ ہو؟'' سرنگا نے التجا آمیز انداز میں کہا۔

میں نے ایک قہقہہ لگایا۔ ''سرنگا! تم اگر مصر ہو تو یہاں ٹھہرو میں تمہیں جگہ دیتا ہوں۔ تم میرے مہمان بن کر رہو لیکن خیال رہے کہ مجھے کاہن اعظم کا قرب حاصل ہے۔ بہر حال میں تم پر اعتماد کرتا ہوں۔''

''جو چیزیں تم حاصل نہیں کر سکے میں انہیں یہاں آسانی سے حاصل کر سکوں گا۔ شوالا کے ہاں حبس ہے۔ وہاں میری حیثیت ایک قیدی کی ہے۔ جسے جیل میں اے کلاس دے دی گئی ہو۔ تم سمجھنے کی کوشش کرو سیدی جابر! کیا میں کبھی تمہارا دشمن ہو سکتا ہوں؟ میں ایک بوڑھا شخص جس کی زندگی کے دن تھوڑے ہیں۔'' سرنگا نے کہا۔

سرنگا کا اصرار اس قدر بڑھ گیا تھا کہ میں کاہن اعظم سموراں اور ابالیش کے شکوک کے باوجود اسے منع نہیں کر سکا۔ میں نے اُس رات اسے اپنے کمرے میں ٹھہرایا۔ ہاں یہ بات ضرور تھی کہ سرنگا کے آنے کے بعد میں اپنے دل میں اطمینان سا محسوس کر رہا تھا جیسے میں اب اکیلا نہیں ہوں۔ سرنگا کا تحمل اُس کی سرد مزاجی، زیرکی اور سریت میں کئی بار دیکھ چکا تھا۔ مجھے یقین تھا کہ یہ بوڑھا جذبات میں کوئی ایسا قدم نہیں اٹھائے گا جو خود اس کے لئے خطرہ بن جائے گا۔ جب سے اقابلا سے ملاقات ہوئی تھی میں اپنے آپے میں نہیں تھا۔ سکون غارت ہو چکا تھا، اس رہزن تمکین و ہوش نے مجھے کہیں کا نہ رکھا۔ شوالا سے مقابلہ؟ جسے سودائے جنون ہو، وہی اس پر آمادہ ہو سکتا ہے۔ یہ وہی کیفیت تھی جو بیروت میں فلورا کے آنے پر ہوئی تھی بلکہ اس سے کچھ سوا تھی میں اپنی قسمت کے فیصلے کا منتظر تھا۔

صبح ہونے پر میں نے ابالیش اور ترام سے سرنگا کا تعارف کرایا۔ ابالیش نے سرنگا کو دیکھ کر ناک بھوں چڑھائی لیکن میں نے اسے یہ کہہ کر مطمئن کر دیا کہ اب سرنگا کے خیالات بدل چکے ہیں۔ وہ اپنے کالے علم سے سرنگا کے دل کا حال پڑھ سکتا ہے، اس عرصے میں ٹوٹے پھوٹے چند لفظ سرنگا کو بھی مقامی زبان کے آ گئے تھے۔ میں نے اس کی ترجمانی کے فرائض انجام دیئے اور ابالیش سے کہہ کر سرنگا کے لئے ایک عمدہ جھونپڑی کا انتظام کر دیا۔ صبح ہوتے ہی سرنگا اس میں منتقل ہو گیا۔ اس کی خدمت کے لئے میں نے دو لونڈیاں ساتھ کر دیں اور جھونپڑی پر نیزہ بردار حبشیوں کا پہرا لگوا دیا۔

اس دن میں نے سموراں سے ملنے کا ارادہ کیا لیکن میرے ارادے سے قبل ہی سموراں حبشیوں کے ایک بہت بڑے جلوس کی جلو میں میری جھونپڑی میں آ موجود ہوا۔ اس کے استقبال کے لئے میں باہر گیا اور اسے عزت و احترام سے اندر لایا۔ ترام جھک کر کورنش بجالائی۔ سموراں کے چہرے پر سنجیدگی اور وقار مسلط تھا۔ میں نے مقامی انداز میں گردن کے گرد دونوں ہاتھ لپیٹ کر جھکتے ہوئے سلام کیا جس کا جواب سر کی ایک خفیف سی جنبش سے دیا گیا۔ میں یہ محسوس کیے بغیر نہ رہ سکا کہ سموراں اندرونی طور پر کسی فکر میں ڈوبا ہوا ہے۔

”عظیم سموراں! جابر بن یوسف ایک سردار کی حیثیت سے تمہیں خوش آمدید کہتا ہے۔“

سموراں نے سر ہلا کر میرا اسلام قبول کیا۔ کچھ دیر خاموش رہا۔ پھر بھاری بھرکم آواز میں بولا۔ ”مقدس اقابلا نے مجھے حکم دیا ہے کہ میں تمہارے اور شوالا کے مقابلے کا بندوبست کروں۔“

”مجھے اس کا علم ہو چکا ہے عظیم سموراں!“ میں نے احترام سے کہا۔ ”اور اسی سلسلے میں مشوروں اور ہدایتوں کے لئے تمہاری خدمت میں حاضر ہونے والا تھا۔“

”جابر بن یوسف! میں یہاں ایک کاہن کی حیثیت سے اپنے فرائض انجام دیتا ہوں۔ مقدس اقابلا کا فیصلہ ہر بات پر مقدم ہے۔ مقابلے کا اہتمام جزیرہ توری کی رسم کے مطابق میری مرضی کے مطابق ہوگا۔ مقدس اقابلا کا یہی فیصلہ ہے۔ میں اس سلسلے میں تمہیں کوئی مشورہ نہیں دے سکتا۔ تم دونوں سردار میرے لیے یکساں حیثیت رکھتے ہو۔“

سموراں نے میری تمام امیدوں پر پانی پھیر دیا۔ ”مجھے اندازہ ہے عظیم سموراں!“ میں نے بے دلی سے کہا۔

”کاہن اعظم کی ذات اقابلا کے سوا اس علاقے میں کسی طرف تقسیم نہیں ہوتی۔ تمہیں مجھ سے کسی رعایت کی امید نہیں کرنی چاہئے۔ البتہ

اگر تم نے شوالا کے مقابلے میں شکست کھائی تو ترام کے باپ کی حیثیت سے مجھے دکھ ہوگا لیکن میرا یہ دکھ اس جزیرے کے مستقبل پر اثر انداز نہیں ہوسکتا۔'' سمورال نے سپاٹ لہجے میں کہا۔

''کاہن اعظم کا اقبال بلند رہے۔ مجھے کیا اس سوال کا جواب مل سکتا ہے کہ فتح و کامرانی کس کے نصیب میں لکھی ہے؟ کاہن اعظم جو سوکھے پتوں کی جنبش کا احوال جان سکتا ہے، اسے اس بات کا علم یقیناً ہوگا۔'' میں نے دھڑکتے ہوئے دل سے کہا۔

''اگر یہ جنگ تمہارے سوا کسی اور سے ہوتی تو میں کوئی پیشگوئی کرتا لیکن میں نے اس سلسلے میں کوئی غور وفکر نہیں کیا۔ آسمانی طاقتوں نے سمورال کو ہمیشہ نوازا ہے۔ مقدس دیوتا ہمیشہ سمورال پر مہربان رہے ہیں لیکن تمہارے انجام کے بارے میں میں نے ان سے کچھ نہیں پوچھا۔ میں نے ان سے کچھ پوچھنا مناسب نہیں سمجھا۔'' سمورال نے مجھے بالکل مایوس کر دیا۔

''نہ سہی لیکن مجھے اعتماد ہے کہ کاہن اعظم کی ہمدردیاں میرے ساتھ ہیں۔''

''خاموش۔'' سمورال نے بلند آواز میں کہا۔ ''تم ایک بہادر نوجوان ہو تمہیں کسی کی ہمدردیوں سے زیادہ اپنی قوت بازو پر اعتماد کرنا چاہئے اگر تمہارا خیال ہے کہ جنگ میں شوالا کے خلاف تمہاری مدد کی جائے گی تو یہ خیال دل سے نکال دو۔''

''میرا مطلب یہ نہیں ہے عظیم کاہن!'' میں تیزی سے بولا۔ ''میرے لیے یہ بات بھی باعث فخر ہے کہ مقدس سمورال نے مجھے شفقت پدری سے نوازا ہے اور قدم قدم پر میری رہنمائی کی ہے۔''

''جابر...... جابر۔'' سمورال نے بے چینی سے مجھے گھورتے ہوئے سخت الفاظ میں مخاطب کیا۔ ''میں تمہیں محتاط رہنے اور زبان پر قابو رکھنے کا حکم دیتا ہوں۔ تم جیسا معاملہ فہم اور دور اندیش شخص بچوں جیسی باتیں کر رہا ہے؟''

''مجھے اپنی غلطی کا احساس ہے اے برگزیدہ کاہن!'' میں نے جلدی سے کہا اور اپنی حماقت پر ندامت کے اظہار کے لئے سمورال کے سامنے جھک گیا۔ سمورال اس جزیرے میں اقابلا کے بعد سب سے محترم شخص تھا اور فطری طور پر اس کی ہمدردیاں میرے ساتھ ہونی چاہئے تھیں لیکن یہ باتیں زبان پر نہ آتیں تو ٹھیک تھا۔ کاہن اعظم اپنے منصب اور مرتبے کے خلاف کوئی بات کیسے کر سکتا تھا میں نے اسے مکدر کر دیا تھا۔ پھر میں نے اس سے پوچھا۔ ''سرنگارات میرے پاس آ گیا ہے۔ میں نے کوئی غلطی تو نہیں کی؟''

''جابر بن یوسف! تمہیں کسی خوش فہمی میں مبتلا نہیں ہونا چاہئے۔ ایسے موقعوں پر جب کہ شوالا سے تمہارا مقابلہ ہونے والا ہے۔ میں سرنگا کے بارے میں تمہیں کوئی مشورہ نہیں دے سکتا۔ میں ایک غیر جانب دار شخص ہوں۔ تم سے پہلے میں شوالا کے پاس ہو آیا ہوں اور اسے بھی میں نے اسی طرح ہدایتیں دی ہیں۔ میں تمہیں یہ بتانے آیا تھا کہ آج سے چار روز بعد تمہارے اور شوالا کے درمیان غیر جانب دار علاقے میں تمہارا اور اس کا مقابلہ ہوگا۔''

''میں مقابلے کا منتظر ہوں۔ مقدس اقابلا کا حکم اور کاہن اعظم کی بات پر سر تسلیم خم کرنا میرے فرائض میں داخل ہے۔'' میں نے سعادت مندی کا مظاہرہ کیا۔

کاہن اعظم اسی جلوس کے ساتھ رخصت ہوگیا جو اس کے ساتھ آیا تھا۔ وہ اس کے ہاتھ چوم رہے تھے۔ میں نے اسے رخصت کیا۔ جلوس کا شور وغل سن کر سرنگا بھی اپنی جھونپڑی سے باہر آ گیا اس نے بڑی عقیدت سے عظیم سمورال کے ہاتھوں کو بوسہ دیا۔ سمورال نے تیکھے انداز سے اسے دیکھا۔ ان دونوں کی آنکھیں پراسرار ہوگئیں۔ میں نے چلتے ہوئے سرنگا کا تعارف اس سے کرایا اور سرنگا نے سریتا کو پناہ دینے کے لئے اس کا شکریہ ادا کیا۔ سمورال کے جانے کے بعد سرنگا میری جھونپڑی میں چلا آیا اور کہنے لگا کہ اس نے اپنی دیوی سے میری مدد کے لئے کہا ہے۔ اس نے کہا کہ وہ چار دن مسلسل ریاض کر کے اپنی طاقتوں کو مدد کے لئے بلائے گا۔ اس کا اندازہ مجھے اس بات سے ہوا کہ سرنگا چار روز تک اپنی جھونپڑی سے باہر نہیں نکلا اور جب میں اسے دیکھنے گیا تو وہ دیوی کی مورتی کے سامنے آنکھیں بند کیے کسی فکر میں مستغرق تھا۔

ترام اس مقابلے میں سخت دہشت زدہ تھی۔ وہ بار بار میرے پاس آ کر وحشت کا اظہار کرتی۔ شوالا کی عظیم طاقت کے خوف سے وہ نڈھال ہوئی جاتی تھی۔ ابالیش بھی سخت مضطرب تھا۔ مقابلے سے ایک دن پہلے میں نے ابالیش کو طلب کیا اور شوالا سے جنگ کرنے کے بارے میں صلاح اور مشورے طلب کیے۔ ابالیش نے بھی دبے دبے لہجے میں مجھے یہی بتایا کہ یہ جنگ میرے لیے تباہ کن ہوسکتی ہے۔ اس نے بھی شوالا کی قوتوں کے بارے میں مجھے تفصیل سے بتایا۔ میں نے ابالیش سے کہا۔ ''تم کالے جادو کے بارے میں جو کچھ جانتے ہو، مجھے بتاؤ۔ وقت بہت کم ہے لیکن تم میری رہنمائی کر سکتے ہو۔''

''اے مقدس سردار!'' ابالیش نے دردمندی سے کہا۔ ''میں نے کالاری اور اس جزیرے کی برگزیدہ قوتوں کی رفاقت میں بہت سی چیزیں سیکھی ہیں لیکن وہ شوالا کے مقابلے میں کوئی حیثیت نہیں رکھتیں۔ افسوس یہ ہے کہ سرداروں کی جنگ کے مابین کوئی اور مداخلت نہیں کرسکتا۔ اگر ایسا ہوتا تو میں آپ کو مقابلے سے باز رکھنے کی کوشش کرتا اور اپنا تمام علم صرف کرتا۔''

''کیا ایسا ممکن نہیں ہے کہ تم اس مختصر مدت میں مجھے کالے جادو کے دو چار مجرب اور آزمودہ نکتے بتا دو تاکہ موقع پر میں انہیں کام میں لاسکوں۔''

''مقدس آقا! تم پر اقابلا مہربان رہے۔ مقدس جارا کاکا کی عظیم روح تمہاری ہمدرد رہے۔ اب میرے لیے یہ ممکن نہیں ہے کہ تمہیں وہ علم منتقل کرسکوں جو برسوں ریاض کے بعد حاصل ہوا ہے۔ سرداروں کی اس جنگ میں مقدس اقابلا شامل ہے، اگر میں نے یا کسی اور نے دونوں سرداروں سے میں سے کسی کی مدد دینے کی کوشش کی تو اقابلا کا عتاب اسے برباد کردے گا۔ یہاں کے قوانین بہت سخت ہیں۔ میں نے تمہیں اس لیے اس جنگ سے باز رکھنے کی کوشش کی تھی کہ اگر مجھے کچھ وقت مل جاتا تو میں بوڑھا اور ناتواں ہونے کے باوجود تمہارے ہاتھ مضبوط کرنے کے لئے بہت کچھ کرسکتا تھا۔''

''ابالیش! مجھے تمہاری وفاداری پر اعتماد ہے۔ کیا یہ ممکن ہے شوالا مجھ سے محض جسمانی جنگ کرے؟ کیا اس جزیرے میں ایسی کوئی رسم نہیں ہے؟''

''ہے لیکن جب مقدس اقابلا چاہے۔ شوالا یہ کیوں چاہے گا کہ وہ اپنے تمام ہتھیاروں میں سے صرف چند ہتھیار استعمال کرے، حریف سے رعایت کی توقع کرنا عبث ہے۔''

☆==========☆==========☆

اس رات میں سو نہیں سکا۔ سرنگا کی جھونپڑی میں گیا تو اس کا انہماک بدستور تھا۔ ترام بھی جاگ رہی تھی اور ابالیش بھی سہما ہوا بیٹھا تھا۔ میں کبھی اٹھ کر بیٹھ جاتا، کبھی لیٹ جاتا، نیند غائب تھی کل کا خوف، کل نہ جانے کیا ہو؟ جزیرے توری کے ایک عظیم سردار سے ایک اجنبی کا مقابلہ؟ اس اجنبی سے مقابلہ جس کے پاس اعتماد کے سوا کچھ نہیں تھا۔ جسمانی طاقت کے اعتبار سے بھی وہ دیوزاد شخص مجھ سے برتر تھا۔ میں کبھی بہت خوف زدہ ہو جاتا کبھی اپنے دل کو سمجھاتا کہ جو ہونا ہے ہو جائے گا۔ اس مقابلے میں مفر ممکن نہیں ہے۔ پھر خوف اور خطرہ کیسا؟ دل کو سمجھاتا پر دل باز نہ آتا۔ رات کانٹوں پر بسر کی۔

وقت گزر نہیں رہا تھا۔ اقابلا کے حسین قرب کا خیال آتا تو ساری دنیا فتح کرنے کی توانائی اپنے اندر محسوس کرتا۔ اقابلا کے لئے موت اقابلا کے لئے شکست، اس تصور نے مجھے کچھ سکون بخشا مگر اس تصور کا لمحہ بڑا الحاقی تھا۔ چوتھے روز اعلان کے مطابق ایک وسیع میدان میں دونوں قبیلوں کی تمام آبادی جمع ہوگئی۔ ڈھول تاشے، کڑے کے ناچ کا بے ہنگم شور۔ ایک لکیر کے ذریعے دونوں قبیلوں کی آبادی کے بیٹھنے کی جگہ کی حد بندی کر دی گئی۔ دور ایک کونے پر درمیان میں اقابلا کے بیٹھنے کا انتظام تھا۔ میں وقت سے چند منٹ پہلے ابالیش' ترام اور سرنگا کے ہمراہ وہاں پہنچا۔ شوالا پہلے سے وہاں موجود تھا۔ مجھے اور سرنگا کو دیکھ کر اس نے حقارت سے اپنے گلے سے خرخری آوازیں نکالیں۔ میں نے مسکرا کر اعتماد سے اس کا جواب دیا۔ شوالا اپنے نائب سے سرگوشیوں میں مصروف تھا۔ یہ ایک نفسیاتی حربہ تھا۔ میں نے اس کا جواب اپنی خاموشی اور مسکراہٹ سے دیا۔ بار بار شوالا کی نظریں تضحیک آمیز انداز میں میری اور سرنگا کی جانب اٹھتی تھیں۔ سانپ شوالا کے جسم پر لہرا رہے تھے اور وہ بن سنور کر اپنا جسم خوب رنگ کر میدان میں آیا تھا۔

ابھی تک سمورال نہیں آیا تھا۔ جب ڈم ڈم، ٹاپ ٹاپ، اوہواو، اوہواو کی آوازیں تیز ہونے لگیں اور قبیلے کی نوجوان لڑکیوں نے وحشیانہ رقص شروع کر دیا تو شوالا نے اپنے دو خادموں کو قریب بلایا اور اس نے اپنے دونوں ہاتھوں سے ایک خادم کی کمر پکڑ کر اسے دوسرے پر دھکا دے دیا، وہ دونوں بلبلاتے ہوئے پھر اُٹھ کھڑے ہوئے۔ شوالا نے دوسرے خادم کے ساتھ بھی یہی عمل دہرایا اور اسے اپنے کاندھوں سے اوپر اٹھا کر دور پھینک دیا۔ پھر اس نے ہیبت ناک انداز میں خوں خوں کی آوازیں نکالیں۔ نیچے پڑے ہوئے آدمی کو تین چار موٹے اژدھوں نے اپنی لپیٹ میں لے لیا۔ شوالا نے اس پر بھی بس نہیں کیا۔ اس نے باری باری اسی طرح اپنی طاقت کے کئی ہتھکنڈے آزما کر مجھے حیرت میں ڈال دیا۔ پھر اس نے جارا کا کا کی کھوپڑی ہاتھ میں لے کر ایک پھنکار ماری، اس کے سامنے آگ روشن ہوگئی۔ اور اس آگ کے گرد شوالا کے خدام اور نائبین نے بے تحاشا رقص شروع کر دیا۔ شوالا اپنی پُراسرار طاقت کے کرشمے دکھا رہا تھا' جیسے بیروت کے شبینہ کلبوں میں مداری دکھاتے ہیں۔ سنجیدہ بوڑھا سرنگا میرے پاس آیا اور رازدارانہ لہجے میں کہنے لگا۔

''سیدی جابر! کیا خیال ہے کیا تم ان اسرار سے متاثر ہو رہے ہو؟''

''یہ کھیل بے حد دلچسپ ہیں۔'' میں نے مختصراً کہا۔

''اور بے حد خطرناک بھی۔'' ابالیش نے کہا۔

''پھر تم نے کیا سوچا ہے؟'' سرنگا نے تشویش سے پوچھا۔

''میرے پاس جارا کا کا کی کھوپڑی ہے اور ایک اور چیز بھی ہے' میرا خیال ہے کہ ان چیزوں کی موجودگی میں اس کے حربے کامیاب نہیں ہوں گے اور میں جسمانی طور پر اسے قابو کر لوں گا۔'' میں نے سرسری سا جواب دیا۔

''مگر وہ بہت تنومند ہے۔'' سرنگا نے شوالا کے جسم کی طرف اشارہ کیا۔

''میں ابھی تک پُر امید ہوں۔''

''میں تمہارے لیے دعا گو ہوں۔ ارے رے یہ شور کیسا؟''

سامنے گرد و غبار کا ایک طوفان نظر آیا۔ اچانک ہر طرف موت کا سناٹا طاری ہو گیا۔ جو شخص جہاں کھڑا تھا وہیں ساکت ہو گیا میں نے ابالیش سے اس خاموشی کا مطلب معلوم کرنا چاہا تو ابالیش نے اشارے سے خاموش رہنے کی ہدایت کی۔ جہاں اقابلا کا اونچا تخت رکھا تھا، وہ جگہ گرد و غبار میں گھری ہوئی تھی۔ ابالیش نے مجھے آسمان کی طرف دیکھنے کا اشارہ کیا۔ دھوئیں کا ایک گولا چکراتا ہوا تیزی سے نیچے کی سمت آ رہا تھا۔ ہر فرد کی نظر اس پر جمی ہوئی تھی۔ دھوئیں کا چکراتا ہوا مرغولا اس مقام پر پہنچ گیا جہاں مقدس اقابلا کی نشست محفوظ تھی۔ میں پلکیں جھپکائے بغیر وہ طلسمی گولا دیکھ رہا تھا۔ دھوئیں کا غبار آہستہ آہستہ چھٹ رہا تھا۔ جب دھند چھٹ گئی تو اس نشست پر اقابلا کا ہیولا نظر آیا جو بتدریج واضح ہوتا گیا۔ اس کے برابر ہی سمورال کھڑا تھا۔ اقابلا نے چہرہ اور پورا بدن سبز پتوں سے ڈھانپ رکھا تھا۔ صرف آنکھیں کھلی ہوئی تھیں۔ اسے اس انداز میں دیکھ کر مجھے دھچکا سا لگا۔ میں اس کا حسین چہرہ اور سراپا دوبارہ دیکھنے کے لطف سے محروم رہا۔ میں نے ان آنکھوں میں جھانکنے کی کوشش کی مگر کامیاب نہ ہو سکا اور تلملا کر رہ گیا۔ مقدس اقابلا اپنی تمام حشر سامانیوں کے ساتھ جب اپنی نشست پر جلوہ افروز ہو گئی تو میدان میں مجمع کے تمام افراد کے سر عقیدت سے جھک گئے۔ ابالیش نے میرا ہاتھ تھام کر زور سے دبایا تو میں نے بھی جلدی سے گھٹنوں کے بل زمین پر بیٹھ کر اپنا سر جھکا دیا۔ دوبارہ لوگ اس وقت کھڑے ہوئے جب کاہن اعظم کی گرج دار آواز خاموشی کا سینہ چیرتی ہوئی ابھری۔ میں نے اپنے اطراف میں دیکھا۔ ہر شخص کوئی حرکت کیے بغیر بت کی طرح کھڑا تھا۔ اتنی تاب کس میں تھی کہ وہ اقابلا کی طرف نگاہیں اٹھاتا۔ کاہن اعظم اقابلا کے دائیں جانب کھڑا بلند آواز سے کہہ رہا تھا۔'' جزیرہ توری کے لوگو! مقدس اور مہربان اقابلا کا سایہ تم پر قائم رہے۔ آج کا دن تمہارے لیے مسرت کا دن ہے، مقدس اقابلا ایک عرصے بعد ہمارے درمیان موجود ہے۔ اعلان کے مطابق آج ہمارے قبیلے کے دو معزز سرداروں کے درمیان مقابلہ ہوگا۔ یہ مقابلہ مقدس اقابلا کے فرمان کے مطابق منعقد کیا گیا ہے۔ جو سردار اس مقابلے میں فتح یاب ہوگا' اقابلا اس کے لئے اپنی مہربانیوں میں اضافہ کر دے گی اور وہ برتر سردار کی حیثیت سے تسلیم کیا جائے گا اور اسے حق ہوگا کہ وہ شکست خوردہ سردار سے اپنی پسندیدہ کوئی بھی شے طلب کر لے۔''

میں نے شوالا کی طرف دیکھا اس کا چہرہ مسرت اور اعتماد سے دمک رہا تھا۔ یقیناً اسے اس بات کا کامل یقین تھا کہ فتح اس کے قدم چومے گی۔ وہ اقابلا کے بائیں جانب سینہ تانے کھڑا تھا اور مسکراتی نظروں سے مجھے دیکھ رہا تھا۔ پھر اُس نے ایک نظر مقدس اقابلا کی طرف ڈالی۔ اُس کی گستاخ نگاہی نے مجھے پریشان کر دیا لیکن اقابلا کی نظریں اپنی رعایا کا جائزہ لے رہی تھیں۔ رعایا کے لوگ مہر بہ لب سر جھکائے اس کے حضور میں

کھڑے تھے اور خاموش پرستش کر رہے تھے۔ کاہن اعظم سموراں نے کچھ وقفے کے بعد بلند آواز میں کہا۔

''جزیرہ توری کے دونوں سردار شوالا اور جابر بن یوسف الباقر مقابلے کے لئے تیار ہو جائیں۔ یہ جنگ ان کے مستقبل کا فیصلہ کرے گی۔''

شوالا نے اپنے پیروں کو جھٹکا دیا۔ اس کی ٹانگوں میں لپٹا ہوا سانپ زمین پر گر گیا اور وہ اس پر پیر رکھ کر اعتماد سے اپنے نائب کی طرف دیکھ کر مسکرانے لگا لیکن اسی وقت کاہن اعظم نے جس بات کا اعلان کیا اسے سن کر شوالا کا چہرہ غصے سے سرخ ہو گیا۔ کاہن نے کہا تھا۔ ''مقدس اقابلا کے فرمان کے مطابق یہ مقابلہ ہر دو فریق کی صرف جسمانی قوت کی بنیاد پر ہوگا کوئی فریق اپنی طلسمی قوت یا سیاہ علم کا استعمال نہیں کر سکے گا۔ اگر کسی نے ایسا کرنے کی حماقت کی تو تاریک براعظم کی حکمراں اقابلا کا قہر اور عتاب اس پر نازل ہوگا۔ یہ بھی ممکن ہے کہ ایسا کرنے والا سرداری کے عہدے سے ہٹا دیا جائے۔''

شوالا یہ اعلان سن کر بری طرح تلملا گیا تھا۔ اس کی آنکھوں کی چمک ماند پڑ گئی تھی اور وہ شکایت بھرے انداز سے اقابلا اور سموراں کی طرف دیکھ رہا تھا۔ اسی لمحے کاہن نے دوبارہ کہا۔ ''مقابلے کا وقت قریب آ چکا ہے۔ اس لیے اب قبیلے کے افراد چالیس قدم پیچھے ہٹ جائیں۔ صرف دونوں سردار آمنے سامنے میدان میں آ جائیں اور مقدس جارا کاکی کھوپڑی اور دوسری اشیاء میرے حوالے کر دیں۔''

کاہن اعظم کا اعلان سن کر دونوں قبیلے کے افراد چالیس قدم پیچھے ہٹ گئے۔ اب صرف میں اور شوالا آمنے سامنے رہ گئے تھے۔ سرنگا نے جیب سے اپنی مورتی نکال کر چوم لی۔ میں نے جارا کاکی کھوپڑی اور کاہن اعظم کی عطا کی ہوئی مالا گردن سے اتار کر اس کے حوالے کر دی۔ یہی عمل شوالا نے کیا۔

ہر چند کہ شوالا ایک تنومند شخص تھا لیکن مجھے اپنی پھرتی اور نفسیاتی طریقہ کار پر پورا اعتماد تھا کہ میں اب یہ مقابلہ جیت لوں گا، اقابلا نے میری درخواست قبول کر کے یہ مقابلہ محض جسمانی مقابلے تک محدود کر کے میرے سلسلے میں اپنی عنایتوں کا ایک اور ثبوت دیا تھا۔ میرا دل مسرت سے سرشار تھا لیکن شوالا مغلوب الغضب تھا۔ اسے اقابلا سے ایسے کسی فیصلے کی امید نہیں تھی لیکن یہ بات خلاف رسم نہیں تھی۔

میدان صاف ہونے کے بعد کاہن اعظم ہمارے قریب آیا تو شوالا چپ نہ رہ سکا۔ اس نے سموراں کو گھورتے ہوئے تلخ لہجے میں پوچھا۔

''کیا اس مقابلے کے لئے مقدس کاہن نے عظیم اقابلا سے کوئی خاص سفارش کی تھی؟''

''شوالا۔'' سموراں نے اسے کرخت لہجے میں پکارا۔

''ایک عرصے سے یہ دستور ہے۔ جابر بن یوسف کے لئے خصوصی رعایت کیوں کی گئی ہے؟'' شوالا نے چبھتے ہوئے لہجے میں کہا۔ ''کیا میں یہ سمجھنے میں حق بجانب ہوں کہ تمام......''

''چپ ہو جا شوالا!'' سموراں سخت لہجے میں بولا۔ ''تو گستاخی کا مرتکب ہو رہا ہے۔ اپنے الفاظ واپس لے لے۔ ایسا نہ ہو کہ میری تضحیک تیری عبرت ناک موت کا پیش خیمہ بن جائے۔''

سموراں کے لہجے میں اتنی سختی تھی کہ میرے علاوہ شوالا بھی سہم گیا۔ وہ دبی زبان میں بولا۔ ''شوالا کاہن اعظم سے معافی چاہتا ہے اور

اپنے الفاظ واپس لیتا ہے لیکن جارا کا کی مقدس روح کی قسم کہ شوالا کو اس پر اعتراض ہے۔''

''تم ایک تنومند شخص ہو، تمہیں قبل از وقت انجام سے مایوس نہیں ہونا چاہئے۔مقدس شوالا!'' میں نے کمال ہوشیاری سے شوالا کو احترام کے ساتھ مخاطب کیا۔''مقدس اقابلا کی تعظیم ہم دونوں کا فرض ہے۔''

''جابر!'' شوالا دہاڑتے ہوئے بولا۔''شوالا جانتا ہے کہ اس جزیرے کی قسمت میں انقلاب لکھا ہے۔مقدس اقابلا نے تم پر ترس کھا کر تمہاری درخواست قبول کر لی ہے لیکن یاد رکھو کہ میرے سامنے تمہاری حیثیت ایک چیونٹی سے زیادہ نہیں ہے۔''

شوالا کا جواب میری مرضی کے مطابق تھا۔میں نے اپنے تیور خراب کرنے کے بجائے مسکراہٹ پر اکتفا کیا۔شوالا میرا اطمینان دیکھ کر اور برافروختہ ہو گیا لیکن اس سے پہلے کہ وہ کچھ کہتا زمین سے ایک شعلہ بلند ہوا اور پل بھر میں غائب ہو گیا۔دوسرے ہی لمحے شوالا نے تیزی سے گھوم کر اقابلا کی سمت دیکھا۔پھر دونوں ہاتھ گردن کی پشت کی جانب باندھ کر سجدہ ریز ہو گیا۔سمورال کسی گہری سوچ میں غرق تھا۔شعلہ بلند ہونے اور شوالا کے سجدہ ریز ہونے سے میں نے یہ نتیجہ اخذ کیا کہ وہ شعلہ اقابلا کی طرف سے ایک تنبیہی اشارہ تھا جس نے شوالا کو محتاط روی کی تلقین کی تھی چند لمحوں تک شوالا سجدے کرتا رہا' پھر اٹھ کر کھڑا ہو گیا۔اس کی آنکھوں میں دہشت اور نفرت کے تاثرات نمایاں تھے۔کاہن نے شوالا کو کھڑا دیکھ کر خشک لہجے میں مخاطب کیا۔''مقابلے کا آغاز مقدس اقابلا کے اشارے پر ہوگا میں تم دونوں کو ہدایت کرنے آیا ہوں کہ سیاہ طاقت کا استعمال مقدس اقابلا کے لئے ناقابل برداشت ہوگا تمہیں یہ بھی یاد رکھنا ہوگا کہ مقدس اقابلا اور سمورال کی نظریں اگر چاہیں تو دل کی گہرائی کا حال بھی جان سکتی ہیں۔''

میں نے اثبات میں سر جھکایا۔شوالا نے سر کو خفیف سی جنبش دی۔سمورال ہم دونوں کو ضروری ہدایت دے کر پلٹا اور پُر وقار انداز میں قدم اُٹھاتا مقدس اقابلا کی جانب چلا گیا جو ایک بلند مقام پر جلوہ افروز تھی۔میدان میں ہولناک خاموشی طاری تھی۔آنے والے لمحات کس کے حق میں فیصلہ کرنے والے تھے؟ اس کا علم اقابلا کے سوا کسی کو نہیں تھا۔میں اپنی مظلومیت سعادت مندی، نیاز مندی اور معصومیت ثابت کر کے شوالا کو مطعون کرنے کا موقع دے رہا تھا اور اس میں کامیاب رہا۔مجھے خوشی تھی کہ شوالا نے خود سری کر کے اقابلا اور سمورال کو برہم کر دیا ہے۔وہ اس وقت بھی بری طرح جھلایا ہوا تھا مجھے یقین تھا کہ جھلاہٹ اس کے لئے اچھے نتائج کا پیش خیمہ ثابت نہیں ہوگی۔

کاہن اعظم نے اقابلا کے سامنے جا کر عقیدت سے سر جھکایا پھر اُس کے داہنی جانب کھڑا ہو گیا۔اقابلا کی نظریں ہم دونوں کی سمت مرکوز تھیں۔اُن نظروں میں وقار، حسن، تمکنت اور جاہ وجلال تھا۔اچانک اقابلا نے اپنا سیدھا ہاتھ فضا میں بلند کیا پھر اسے نیچے کر لیا۔جنگ کے آغاز کا اشارہ ہو چکا تھا۔شوالا کسی خوں خوار درندے کی مانند مجھ پر حملہ آور ہونے کے لئے پر تول رہا تھا۔میں نے اقابلا کی خوبصورت آنکھوں میں جھانک کر پینترا بدلا اور مقابلے کے لئے تیار ہو گیا۔

جسامت اور قد وقامت کے اعتبار سے میرا حریف بلا شبہ مجھ پر حاوی نظر آتا تھا۔چنانچہ میں نے حملہ کرنے میں پہل نہیں کی اور اپنی جگہ قدم جما کر شوالا کے حملے کا انتظار کرنے لگا۔میدان میں ہر طرف گہرا سکوت طاری تھا۔دونوں قبیلوں کے افراد کی نظریں اپنے اپنے سرداروں پر جمی ہوئی تھیں۔شوالا کچھ دیر تک بازو پھیلائے قہر وغضب سے مجھے گھورتا اور اپنے حلق سے خرخر خوں خوں کی آوازیں خارج کرتا رہا۔پھر اچانک اس نے جست

لگائی۔ میں پوری طرح تیار تھا۔شوالا کے جست لگاتے ہی میں تیزی سے ایک طرف ہٹ گیا۔نتیجہ ظاہر تھا' شوالا اپنی جھونک میں وار خالی جانے کی وجہ سے زمین پر گرا مگر پھر جس انداز میں اس نے بجلی کی سی تیزی سے قلا بازی کھا کر خود کو اپنے پیروں پر کھڑا کیا' وہ حیرت انگیز تھا۔ میں اس کی پھرتی اور تیزی دیکھ کر ششدر رہ گیا۔اب وہ مجھے خوفناک نگاہوں سے دیکھ رہا تھا۔اس نے غالباً اندازہ لگا لیا تھا کہ میں کس طریقے کی جنگ آزمائی کا ارادہ رکھتا ہوں۔ چنانچہ دوسری بار اس نے وحشیانہ انداز میں جست لگانے کے بجائے آہستہ آہستہ کھسک کر مجھے گھیرنا شروع کر دیا۔ہم دونوں کے ہاتھ پھیلے ہوئے تھے۔نظریں ایک دوسرے پر مرکوز تھیں اور دونوں ہی قدم جما جما کر آگے بڑھ رہے تھے۔ فاصلہ بتدریج کم ہوتا جارہا تھا۔میری خواہش تھی کہ خود تازہ دم رہ کر شوالا کو کسی طرح ٹھکانے لگا دوں لیکن میں نے شوالا کی ذہنی استعداد کا غلط اندازہ لگایا تھا۔وہ ایک چالاک اور عیار شخص ثابت ہوا۔وہ میرا ارادہ بھانپ گیا تھا اس لیے اس نے اچھل کود بند کر دی تھی۔ہم دونوں ایک دوسرے کو جلد از جلد زیر کرنے کے منصوبے بنا رہے تھے۔میرا ذہن تیزی سے وہ نفسیاتی حربے سوچ رہا تھا جو ایسے موقعوں پر عموماً آزمائے جاتے ہیں۔شوالا نے بائیں جانب قدم اُٹھاتے اُٹھاتے اچانک دائیں جانب قدم اُٹھایا۔ مجھے بھی اسی طرز پر اپنا رخ بدلنا پڑا لیکن اس سے پہلے کہ میں اپنا رخ بدلتا،شوالا تیزی سے جھک کر اچھلا اور میرے اوپر آ گیا اور اس کی بھرپور لاتیں میرے سینے پر پڑیں تو میں اُلٹ گیا۔میری نگاہوں کے سامنے اچانک اندھیرا اچھل گیا لیکن یہ وقت تکلیف محسوس کرنے کے بجائے اپنے بچاؤ کا تھا۔میں نے بڑی سرعت سے بائیں جانب دو تین کروٹیں لیں اور تیزی سے اُٹھ گیا۔

شوالا کے قبیلے کے افراد اپنے سردار کے پہلے حملے کی کامیابی پر اچھل اچھل کر مسرت کا اظہار کر رہے تھے۔شوالا اب دوبارہ پینترا بدل کر میرے سامنے آ چکا تھا۔بار بار وہ اپنا جسم دائیں بائیں جھٹک کر میری توجہ اور ثابت قدمی مجروح کرنے کی کوشش کر رہا تھا، میں پوری احتیاط سے اس کے جسم کی ایک ایک جنبش کا جائزہ لے رہا تھا۔چند ثانیوں تک ہم دونوں ایک دوسرے پر حملے کے موقع ڈھونڈتے رہے پھر اچانک میں تیزی سے آگے بڑھا۔شوالا یہ جان کر کہ میں اس پر حملہ کر رہا ہوں، بجلی کی سی تیزی سے اچھل کر میری طرف آیا، مجھے اسی بات کا انتظار تھا۔جیسے ہی شوالا نے جست لگائی میں نیچے جھک گیا، پھر اسی پھرتی سے اٹھا کہ شوالا ہوا میں قلا بازی کھا کر دوسری جانب جا پڑا۔اس بار میرے قبیلے کے افراد نے خوشی سے چیخنا شروع کر دیا۔میری ہمتیں جوان تھیں اور میری توجہ نعرہ ہائے تحسین سے زیادہ اپنے حریف کی سرکوبی کی طرف تھی۔شوالا کو سر کے جھٹکے سے فضا میں اُچھال کر میں تیزی سے پلٹا۔میرا ارادہ تھا کہ اسے زمین سے اُٹھنے سے پیشتر ہی داب لوں لیکن شوالا کے جسم میں بجلی بھری تھی۔وہ زمین پر گرتے ہی یوں اچھل کر کھڑا ہو گیا جیسے کسی پُر اسرار قوت نے اسے پکڑ کر اُٹھا دیا ہو۔ مجھے مجبوراً پینترا بدلنا پڑا۔شوالا میرے حملے کی کامیابی پر اور زیادہ خوں خوار ہو گیا۔اس کی وحشت اور دیوانگی میں اور اضافہ ہو گیا۔

''جابر!'' شوالا کی ہانپتی ہوئی آواز گونجی۔ ''تم اپنی زندگی سے کب تک لڑو گے، شوالا نا قابل تسخیر ہے۔''

''انتظار کرو شوالا! اس کا فیصلہ ابھی ہوا جاتا ہے کہ آسمان کس کا منتظر ہے۔'' میں نے ہٹتے ہوئے کہا۔

میرے جواب نے اسے اور غضبناک کر دیا، اس سے پیشتر کہ میں اور کچھ کہتا اس نے جھکائی دے کر حملہ کیا اور اپنی جھونک میں مجھے زمین پر گرا دیا۔وہ حملہ اس قدر شدید تھا کہ میرے قدم اُکھڑ گئے۔ پھر شوالا نے مٹھی باندھ کر ایک بھرپور ضرب میرے پیٹ پر لگائی میری آنکھوں میں شعلے رقص

کرنے لگے اور جب دوسرا گھونسا میری گدی پر لگا تو میں چکرا گیا۔شوالا نے دو حملوں کے بعد اکڑوں بیٹھ کر میرے اوپر سوار ہونے کی خطرناک کوشش کی،اگر وہ اس کوشش میں کامیاب ہو جاتا تو میرے فرشتے بھی اس کا بھاری بھرکم جسم ہٹانے سے قاصر رہتے۔میں نے اوسان بحال کرتے ہوئے تیزی سے ٹانگیں اُٹھا کر پشت کی جانب قلابازی کھائی اور اُٹھ کر کھڑا ہو گیا۔شوالا کو اس بار میرے بچ نکلنے کی امید نہیں تھی۔اس لیے وہ ایک پل کے لئے ششدر رہوا،اس ایک پل میں میں نے لپک کر ایک بھرپور مکا اس کے منہ پر مارا۔اس کے سیاہ چہرے پر خون کی ایک پتلی سی لکیر پھوٹ نکلی۔شوالا نے میرا دوسرا وار بچانے کی خاطر سر کے بل قلابازی کھائی اور اُچھل کر کھڑا ہو گیا۔

ہم ایک بار پھر فاصلے پر کھڑے ہوئے ایک دوسرے کو تول رہے تھے۔شوالا کی تھوڑی خون آلود تھی۔میں نے اسے غصہ دلانے کے لئے کہا۔

''شوالا کا اقبال بلند رہے۔اسے اپنا خون صاف کرنے کے لئے کچھ دیر کی مُہلت دی جاتی ہے۔''

''یہ خون شوالا اب تیری کھال سے صاف کرے گا۔''شوالا دانت پیس کر کسی زخمی تیندوے کی طرح دونوں ہاتھوں کا دائرہ وسیع کر کے آگے بڑھنے لگا۔

میں بہت محتاط انداز میں اس کی پیش قدمی کا جائزہ لے رہا تھا،شوالا نے حملہ کیا اور میں خوبصورتی سے بچا گیا۔وہ غصے میں سر جھٹک کر پلٹ پڑا اس کے ہونٹوں سے رستا ہوا خون اب اس کے کشادہ سینے تک پہنچ چکا تھا۔ہر طرف سناٹا تھا۔دونوں طرف کے افراد دم بخود کھڑے اس خونیں جنگ کا انجام دیکھنے کے منتظر تھے۔شوالا پھر آہستہ آہستہ میری طرف بڑھ رہا تھا پھر اچانک اس نے ایسا حربہ استعمال کیا جس کی کم از کم مجھے توقع نہ تھی۔آگے بڑھتے ہوئے اس نے دفعتہً زمین سے مٹی اٹھائی اور اسے میری جانب پھینک دیا۔میری آنکھیں درد و کرب سے بند ہونے لگیں،ٹھیک اسی لمحے شوالا کا وزنی جسم میرا توازن بگاڑ گیا۔میں لڑکھڑا کر چاروں خانے چت گرا اور میرے کروٹ لینے یا دفاع کا کوئی اور طریقہ اختیار کرنے سے پہلے شوالا اچھل کر میرے پیٹ پر چڑھ بیٹھا۔اس نے میرے دونوں ہاتھ پلک جھپکتے میں اس طرح جکڑ کر اپنے گھٹنوں کے درمیان پھنسا لیے کہ میرا جنبش کرنا دشوار ہو گیا۔موت کو اتنی جلد قبول کرنے پر میں آمادہ نہیں تھا مگر موت میرے قریب تھی اور جب موت کے قرب کا اندازہ ہو جائے تو کوئی غیر معمولی توانائی خود بخود پیدا ہو جاتی ہے۔میں نے پورے جسم کی طاقت لگا کر اور ٹانگیں اٹھا کر شوال کا بوجھ ہٹانا چاہا لیکن مجھے مایوسی کے سوا کچھ حاصل نہ ہوا۔شکست کا احساس میرے اعصاب جھنجوڑ گیا۔مخالف قبیلے کے افراد نے خوشی سے ناچنا شروع کر دیا۔

''جابر!شوالا سرد لہجے میں بولا۔''میں نے تم سے کہا تھا کہ تم غلطی کر رہے ہو۔اب کیا خیال ہے؟ کہو تو ایک ہی وار میں تمہیں چیونٹی کی طرح مسل دیا جائے۔''

''مجھے تم سے اتنی پست حرکت کی توقع نہیں تھی میں نہیں سمجھتا تھا کہ جزیرہ توری کا ایک سردار اس قدر اوچھی اور رکیک حرکت کا مرتکب ہوگا۔ تم نے میری آنکھوں میں مٹی ڈال کر ایک طرح سے میری برتری تسلیم کر لی ہے۔''میں نے حقارت سے کہا۔

''اس جنگ میں سب جائز ہے۔''شوالا نے زہرخند سے جواب دیا پھر کرخت آواز میں بولا۔''اب تمہاری شکست یقینی ہے جابر! کاہن اعظم سمورال بھی تمہیں شوالا کے عتاب سے نہیں بچا سکتا۔تم بہت دیر میں قابو میں آئے۔کوئی اجنبی یہاں سے بچ کر نہیں جا سکتا۔تم نے تو

بہت اچھے دن گزار لیے۔''

مجھے اندازہ ہو گیا تھا کہ اس بار شوالا کے شکنجے سے نکلنا بہت مشکل ہے۔ گو اس نے مجھے زیر کرنے کے لئے ایک رکیک حرکت کی تھی لیکن میں مقابلے کی اس شق سے قطعاً واقف نہیں تھا کہ آزادانہ جنگ میں یہ حرکت بھی جائز سمجھی جا سکتی ہے؟ ورنہ میں خود بھی یہ طریقہ اختیار کرتا۔ ایک لمحے میں بہت سی باتیں میرے ذہن میں گھوم گئیں۔ میں نے سوچا کیا میں ذلت و رسوائی کی موت مارا جاؤں گا؟ کیا جزیرہ توری کی وہ روایت پوری ہوگی جس کے مطابق یہ زمین اجنبیوں کو راس نہیں آتی؟ کیا میں اب اقابلا کے شرربار جلوے سے دست بردار ہو جاؤں؟ کیا اقابلا کے سامنے اس طرح میری توہین مقدر تھی؟ آہ جس ماہ وش نے مجھے اپنے حسن جہاں سوز کے نظارے سے نوازا تھا وہ میری موت کا یہ افسوسناک منظر بھی دیکھے گی۔ کیا کاہن اعظم سمورال اپنی دختر ترام کے لئے میری مدد کو نہیں آئے گا؟ شوالا میرے سینے پر چڑھا ہوا مسکرا رہا تھا اور میں اس کے بھاری جسم کے نیچے اپنی موت کا انتظار کر رہا تھا۔ میری تمام تمنائیں میرے سینے میں گھٹ رہی تھیں۔ ایک لمحہ، وہ جاں کنی کا اذیت ناک لمحہ۔ اس ایک لمحے میں ان گنت حسرتیں ابھریں اور معدوم ہو گئیں۔ میں نے ایک بار پھر پوری طاقت سے زور لگایا لیکن شوالا کی گرفت اور سخت ہو گئی۔ میں کراہ کر رہ گیا۔ پھر میں نے سوچا۔ مقابلے کی رُو سے جب تک میں شکست کا اقرار زبانی طور پر نہیں کر لیتا، شوالا اسی طرح میرے سینے پر بیٹھا رہے گا اور میں اسے بیٹھا رہنے دوں گا لیکن جہاں اس نے پیشتر ابدلنے کی کوشش کی، میں اسے خود سے علیحدہ کرنے کی کوشش کروں گا۔

''میں شوالا ہوں۔ میرا نام شوالا ہے۔ میں اس جزیرے کا طاقت ور سردار ہوں۔ میری گرفت اتنی کمزور نہیں ہوتی۔ میرا شکار میرے ہاتھوں سے بچ کر کہیں نہیں جاتا۔'' شوالا نے وحشت ناک لہجے میں کہا۔ ''اب تم اپنی شکست تسلیم کرتے ہو یا اور سختی کرنا پڑے گی؟''

''شکست کا اعتراف بہادروں کا شیوہ ہے۔ اگر تم نے ایمان داری سے مجھے زیر کیا ہوتا تو میں بخوشی اپنی شکست تسلیم کر لیتا لیکن یاد رکھو میں اپنی آخری سانس تک تم سے مقابلہ جاری رکھوں گا۔'' میں نے نفرت سے جواب دیا۔

شوالا کا ردِعمل اور اذیت ناک ثابت ہوا۔ اس نے گھٹنوں کے بل اُٹھ کر اپنا وزن ایک جھٹکے سے نیچے گرایا۔ میں تکلیف کی شدت سے بلبلا اُٹھا اور مجھے ایسا محسوس ہوا جیسے میرا کلیجا حلق کے راستے باہر نکل پڑے گا۔ مجھے چہار سمت اندھیرا نظر آنے لگا۔ شوالا بار بار اپنا عمل دہرا رہا تھا۔ مجھے اپنا دل سینے کی گہرائیوں میں ڈوبتا ہوا محسوس ہو رہا تھا۔ موت کا روح فرسا تصور سرد لہر کی صورت میرے رگ و پے میں دوڑ رہا تھا مگر اس کے بعد جو کچھ ہوا وہ میری توقعات کے خلاف بھی تھا اور حیرت انگیز بھی، شوالا ایک بار گھٹنے کے بل اُٹھا تو اس طرح اچھلتا ہوا میرے سر کی پشت سے دور جا گرا جیسے اسے کسی ماورائی طاقت نے اچھال کر زمین پر پھینک دیا ہو۔ یہ موقع میرے لیے غنیمت تھا میں اسی لمحے کا منتظر تھا کہ کب شوالا اٹھے اور کب میں اس کی طرف لپکوں۔ میں نے کھوئے ہوئے اوسان مجتمع کیے اور جلدی سے اٹھ کھڑا ہوا، شوالا ابھی تک زمین پر پڑا ہوا تھا۔ میں نے اس پر حملہ کرنے کی کوشش کی لیکن اسی وقت میرے اور شوالا کے درمیان زمین سے ایک شعلہ بلند ہو کر غائب ہو گیا۔ میں نے چونک کر اقابلا کی طرف نظر ڈالی۔ اس کے چہرے پر جاہ و جلال برس رہا تھا۔ وہ اپنی مسند پر کھڑی ہوئی تھی، اس کا سارا بدن چتوں سے ڈھکا ہوا تھا۔ اُف اس کی آنکھیں، وہ سرخ آنکھیں۔ میں ان کی تاب نہ لا سکا۔ اس کی خوبصورت آنکھوں سے شعلے اُبل رہے تھے۔ پورے ماحول پر ہولناک سناٹا طاری ہو گیا۔

ابھی میں حالات کی نوعیت سمجھنے کی کوشش کر رہا تھا کہ اچانک میرے قدم لڑکھڑانے لگے۔ پورا میدان یوں لرز رہا تھا جیسے زلزلے کے جھٹکے لگ رہے ہوں۔ قبیلے کے دونوں طرف کے افراد زمین بوس ہوگئے اور بار بار اپنے سر زمین پر مارنے لگے۔ وہ اچانک پیدا ہونے والی اس خوفناک صورت کو آسمانی عتاب سمجھ کر دیوتاؤں کی خدمت میں سجدہ ریز ہو رہے تھے۔ میری سمجھ میں کچھ نہیں آرہا تھا کہ اچانک یہ کیا ہوا؟ پھر آسمان پر بجلی کا شدید کڑاکا ہوا اور بادلوں کی گرج سے پورا ماحول کانپ اٹھا۔ میں نے آسمان کی طرف نظر اٹھائی تو لرزہ براندام ہوگیا۔ سیاہ ذرات کا بھنور تیزی سے چکراتا ہوا نیچے کی سمت آرہا تھا۔ یہ بھنور میں ایک مرتبہ پہلے بھی دیکھ چکا تھا۔ یہ مقدس جارا کاکا کا عتاب تھا مگر یہ کس پر نازل ہونے والا تھا؟ میں سرتاپا لرز اٹھا۔ میری نظر سیاہ ذرات کے بھنور پر جمی ہوئی تھی جس میں اب بار بار خوفناک شعلے بھی نمودار ہو رہے تھے۔

اقابلا اور کاہن اعظم کی نظریں آسمان کی جانب تھیں جہاں سیاہ ذرات کوندنے والے شعلوں کی جنگ جاری تھی۔ پھر اچانک شعلے بھڑکنا بند ہوگئے۔ ذرات کا بھنور خاصا نیچے آگیا تھا۔ میرے دل میں ہول اُٹھ رہے تھے۔ آنے والے لمحات نہ جانے کس کے حق میں تباہی لانے والے تھے؟ سیاہ ذرات کا بھنور نیچے آچکا تھا۔ وہ اقابلا کی مسند کے سامنے جا کر ٹھہر گیا۔ میں نے اقابلا کی گردن خم ہوتے دیکھی۔ اس کی آنکھوں میں فاتحانہ مسکراہٹ رقص کر رہی تھی۔

''اے جارا کاکا کی مقدس رُوح!'' کاہن اعظم سمورال کی آواز بلند ہوئی۔ ''اقابلا تیرے حضور نذرانہ عقیدت پیش کرتی ہے۔ تیرے احسانات بے شمار ہیں۔ تیری نوازشات اتھاہ ہیں۔ اقابلا اس سلطنت کی حکمراں کی حیثیت سے عہد کرتی ہے کہ ابد تک تیرے جلال کی اسی طرح پرستش ہوتی رہے گی۔ تیرا قیام آسمانوں میں ہے، آسمان جو تیری ملک ہیں اور سارے احترام تیرے لیے واجب ہیں، کوتاہی کرنے والے تیری سزا کے مرتکب ہیں سب کچھ تیرا ہے کہ تو امین ہے۔''

اقابلا کا خوبصورت ہاتھ دراز ہوا اور کاہن اعظم خاموش ہوگیا، تھوڑی دیر خاموش رہی، جیسے اقابلا ریت کے ان ذرات سے مخاطب ہو، اس کا بلند ہاتھ نیچے کی طرف گیا ہی تھا کہ سیاہ ذرات کے بادل اُوپر کی جانب بلند ہونے لگے اور دیکھتے ہی دیکھتے ایک ناقابل فہم منظر سامنے آگیا جس مقام سے ذرات کی یلغار اوپر کی جانب بلند ہوئی تھی۔ وہاں اب شیشے کا ایک قد آدم جار نظر آرہا تھا۔ اس جار میں ایک حسین عورت بند تھی۔ اسے دیکھتے ہی مجھے سرنگا کی وہ مورتی یاد آگئی جسے میں متعدد بار قریب سے دیکھ چکا تھا۔ عورت کی شکل ہو بہو مورتی سے ملتی جلتی تھی اور وہ ہندی لباس پہنے ہوئے تھی۔ جار کے اندر وہ بہت متوحش نظر آرہی تھی۔ میں نے نظریں گھما کر دور کھڑے ہوئے سرنگا کو دیکھا، اس کا چہرہ بوڑھا اور زرد ہو چکا تھا۔ یقیناً جار میں مقید عورت سرنگا کی وہ دیوی تھی جس کی مورتی وہ بڑی عقیدت سے اپنے پاس رکھتا تھا اور والہانہ انداز میں جس کا تذکرہ کرتا تھا۔ جارا کاکا کی مقدس روح نے اسے کیوں قید کرلیا تھا؟ اور اقابلا نے جنگ کیوں بند کر دی تھی؟ کیا وہ مجھے شکست خوردہ تسلیم کر چکی تھی؟ میرا ذہن عجیب عجیب اندیشوں میں گھر گیا۔ اسی وقت سرنگا کی دلدوز چیخ نے میری توجہ اپنی جانب مبذول کرلی۔ میں نے اسے آسمان کی جانب ہاتھ پھیلائے دیکھا۔ سیاہ ذرات کا بھنور اب چکراتا ہوا دوبارہ نیچے آرہا تھا، اس کا رخ سرنگا کی جانب تھا۔

''نہیں نہیں۔'' سرنگا ہذیانی انداز میں چیخا۔ ''اے مقدس آقا، مجھے معاف کر دے۔ اپنے دوست کی مدد کرنا میرے مذہب میں داخل

ہے۔ میں نے کوئی جرم نہیں کیا، مجھے معاف کر دے اے مقدس روح! یہ بوڑھا تجھ سے ہاتھ پھیلائے درخواست گزار ہے۔"

سرنگا کی چیخ پکار اور اس کی آہ وزاری سن کر میری سمجھ میں یہ بات آ گئی کہ جنگ بندی اور آسمانی عتاب کی کیا وجہ تھی۔ سرنگا کی مشکوک شخصیت بھی صاف ہو گئی۔ اس بوڑھے ہمدرد نے مجھے شوالا کے ہاتھوں زیر ہوتا دیکھ کر اپنی دیوی کے ذریعے میری مدد کرنا چاہی تھی اور یہ دیوی ہی کی طاقت کا کرشمہ تھا کہ اس نے شوالا سے مجھے نجات دلائی لیکن اعلان کے مطابق اس جنگ میں ماورائی طاقتوں کا استعمال ممنوع تھا۔ ظاہر ہے، اقابلا کو یہ مداخلت پسند نہیں تھی۔ اس کے اشارے پر جارا کا کی روح نے دیوی کو جار میں مقید کر دیا تھا۔ ساری گتھیاں سلجھ چکی تھیں۔

سرنگا بے تحاشا چیخ رہا لیکن سیاہ ذرات کا بھنور مسلسل اس کے نزدیک ہوتا جا رہا تھا۔ پھر سرنگا نے خود کو اس آفت سے بچانے کے لئے کھلے میدان میں پاگلوں کی طرح دوڑنا شروع کر دیا۔ قبیلے کے تمام افراد موت وزندگی کی یہ آنکھ مچولی انگشت بدنداں دیکھ رہے تھے۔ سرنگا اپنی پوری طاقت سے بھاگ رہا تھا اور سیاہ ذرات کا بھنور اس کے تعاقب میں تھا۔ یہ سلسلہ زیادہ دیر برقرار نہ رہ سکا۔ ایک جگہ سرنگا لڑکھڑا کر گرا تو سیاہ ذرات کے بھنور نے ایک آن میں اُسے اپنی لپیٹ میں لے لیا۔ سرنگا نرغے میں آ چکا تھا اور اس پر وہ مصیبت میری خاطر نازل ہوئی تھی، میں کچھ بھی نہ کر سکا۔ صرف اسے دیکھتا رہا۔ مجھے معلوم تھا کہ سیاہ ذرات کا یہ لشکر سرنگا کو اپنے ساتھ اُڑا لے جائے گا اور میں سرنگا کو دوبارہ کبھی نہ دیکھ سکوں گا۔ میری نظروں کے سامنے سیاہی کے وہ خوفناک بادل تھے جو سرنگا کو اپنے دائرے میں لے کر اِدھر اُدھر پھیل جاتے تھے۔ پھر جب وہ طوفان بلاخیز اوپر کی جانب بلند ہوا اور آناً فاناً نظروں سے دور ہو گیا تو میرے دل کے سیہ خانے میں امید کی ایک شمع روشن ہوئی۔ سرنگا زمین پر بے سدھ پڑا ہوا تھا لیکن اس کی جلد کا رنگ سیاہ ہو چکا تھا اور پورے جسم پر جگہ جگہ بڑے بڑے آبلے نظر آ رہے تھے۔ سریتا اب تک دم بخود کھڑی تھی۔ وہ چیختی ہوئی بھاگی اور سرنگا کے جسم سے لپٹ کر تڑپنے لگی۔ میرا دل چاہا کہ آگے بڑھ کر سرنگا کو دیکھوں کہ وہ مر گیا ہے یا زندہ ہے؟ اور سریتا کی دل جوئی کروں جس کی فلک شگاف چیخیں دل دہلائے دے رہی تھیں لیکن اس وقت شوالا کے سامنے سے ہٹنے کا کوئی موقع نہیں تھا۔ میری یہ حرکت نہ جانے کس نگاہ سے دیکھی جاتی۔ میں ابھی اسی کشمکش میں مبتلا تھا کہ ننگ دھڑنگ حبشی آگے بڑھے اور انہوں نے سرنگا اور سریتا دونوں کو اُٹھا کر اقابلا کے قدموں میں ڈال دیا۔ سریتا نے اب شور کرنا بند کر دیا تھا۔ شاید اقابلا کے رعب اور دبدبے نے اسے مرعوب کر دیا تھا یا خوف ودہشت نے اسے سکتے کی کیفیت سے دوچار کر دیا تھا۔

اس ہولناک سناٹے میں کاہن اعظم کی گرج دار آواز اُبھری۔ "جزیرہ توری کے لوگو!" کاہن اعظم نے مقدس اقابلا کا اشارہ پا کر بلند آواز میں کہنا شروع کیا۔ "مقدس اور عظیم اقابلا کی حکمرانی تاابد تم پر قائم رہے، مقدس جارا کا تمہیں اپنے حفظ وامان میں رکھے۔ قبیلے کے دو معزز سرداروں کی جنگ کیوں روکی گئی تھی، یہ نکتہ مجھ پر منکشف ہو چکا ہے۔ اب میں مقدس اقابلا کے حکم سے دونوں سرداروں کو دوبارہ جنگ شروع کرنے کی ہدایت کرتا ہوں۔"

"کاہن اعظم۔ اے عظیم سمورال؟" شوالا نے اپنی جگہ سے بلند آواز میں کہا۔ "اگر میری فریاد مقدس اقابلا کی شان میں گستاخی نہ سمجھی جائے تو مجھے کہنے دیا جائے کہ میں اس جنگ میں اپنی برتری ثابت کر چکا ہوں۔ مقدس اقابلا نے خود اس جنگ کا مشاہدہ کیا ہے۔ میری درخواست ہے کہ اب فیصلہ کر دیا جائے کہ کس نے کس پر برتری حاصل کی۔ میں یہ درخواست اس بنیاد پر کر رہا ہوں کہ سرنگا کی دیوی نے مداخلت بعد میں کی تھی،

میں جابر بن یوسف کو اس سے پیشتر ہی بے بس کر چکا تھا۔ اگر دیوی نے مداخلت نہ کی ہوتی تو میں اپنے حریف کو شکست تسلیم کرنے پر آسانی سے مجبور کر سکتا تھا۔ بہر حال مقدس اقابلا کا فیصلہ قانون کا درجہ رکھتا ہے۔''

سمورال نے اقابلا کی طرف دیکھا۔ اقابلا نے ہاتھ سے کوئی اشارہ کیا پھر سمورال نے شوالا کو مخاطب کیا۔ ''شوالا! اس جنگ میں یہ شرط بھی ہے کہ حریف جب تک اپنی شکست کا اقرار نہ کرلے یا اس میں جواب دینے کی سکت ختم نہ ہو جائے، اس وقت تک کوئی فیصلہ نہیں کیا جاتا۔''

سمورال کا جواب سن کر میرے عزائم میں ایک نیا جوش پیدا ہوا۔ مجھے خدشہ تھا کہ چونکہ شوالا کا احتجاج کسی حد تک حق بجانب ہے اس لئے وہ مقدس اقابلا کو میرے خلاف فیصلہ کرنے پر نہ مجبور کر دے لیکن مقابلے کی ایک نازک شرط کی وجہ سے مجھے رعایت مل گئی۔ یہ آخری موقع تھا اور میں سمجھتا ہوں کہ اقابلا کی جانب سے یہ دوسری عنایت تھی۔ مجھے یہ عنایت تازہ دم کر گئی۔ میں نے شوالا کو دیکھا۔ وہ میری جانب بڑھ رہا تھا۔ میرے لیے اب محتاط رہنا ضروری تھا۔ ویسے ایک بار موت کے منہ سے نکلنے کے بعد اب مجھے یہ یقین ہو چلا تھا کہ قسمت مجھ پر مہربان ہے اور جنگ کا فیصلہ میرے حق میں ہوگا۔ پھر بھی میں پوری طرح محتاط تھا۔ شوالا نے جب دوسری بار حملہ کیا تو میں نے اچھل کر ایک جانب ہٹتے ہوئے پاؤں سے لنگی لگائی۔ شوالا اپنا توازن برقرار نہ رکھ سکا۔ وہ منہ کے بل زمین پر گرا میں نے حیرت انگیز برق رفتاری کا مظاہرہ کرتے ہوئے جست بھری اور شوالا کی پشت پر پوری قوت سے اچھل کر نیچے گرا شوالا کی ہڈیاں چیخ گئیں۔ وہ کربناک آواز میں چلایا۔

میں نے اسے کچھ سوچنے سمجھنے کا موقع نہیں دیا اور یکے بعد دیگرے اس کی گدی پر گھونسے رسید کیے، پھر ایک خطرناک خیال کے پیش نظر میں شوالا کا سیدھا ہاتھ دونوں ہاتھ سے جکڑ کر اچانک اتنی شدت سے جھٹکے مارے کہ کہنی کے پاس کا جوڑ ٹوٹ گیا۔ شوالا کے حلق سے نکلنے والی بھیانک چیخوں سے سارا میدان گونج رہا تھا۔ پھر میں نے اس کا سیدھا ہاتھ چھوڑ کر اُلٹا ہاتھ پکڑ لیا لیکن اس بار میں اسے گرفت میں نہیں لے سکا کیونکہ شوالا دہاڑتا ہوا نیچے سے تڑپا تو اس کا ہاتھ میرے قابو میں نہ رہ سکا۔ توازن کا بگڑنا تھا کہ دوسرے جھٹکے میں شوالا نے مجھے دوسری طرف پھینک دیا میں نے اٹھنے میں دیر نہیں لگائی لیکن اتنی دیر میں شوالا بھی اٹھ چکا تھا۔ اس کا چہرہ غضبناک ہو رہا تھا۔ سیدھا ہاتھ کہنی کے پاس سے جھول رہا تھا لیکن اشتعال کی شدت نے درد کی تکلیف ابھرنے نہیں دی۔ اس کی آنکھوں میں مجھے خون ہی خون نظر آ رہا تھا۔

''جابر!'' وہ اکھڑی اکھڑی آواز میں بولا۔ ''شوالا کی زبان شکست کا اقرار کرنا نہیں جانتی۔ تم میری زندگی میں مجھے زیر نہ دیکھ سکو گے۔ میرا ایک ہاتھ بھی تمہاری موت کا سبب بن سکتا ہے۔''

''تمہارا یہ فیصلہ دانشمندی کے منافی ہے۔'' میں نے احترام سے اسے مخاطب کیا۔ ''اے معزز شوالا! بازی الٹ چکی ہے، میری طاقت کا اندازہ تم نے کر لیا ہے۔ بہتر ہے کہ اپنے بچے کھچے جسم پر قناعت کرو اور شکست تسلیم کر لو۔''

''شکست۔'' شوالا نے ایک ہذیانی قہقہہ لگایا۔ ''شکست؟ جابر بن یوسف! سنو میں دل سے کبھی اپنی شکست تسلیم نہیں کروں گا۔ میرے ساتھ میرے لوگ نہیں ہیں۔ تمہیں رعایت دی گئی ہے۔ تمہیں عظیم طاقتوں نے نوازنے کی کوشش کی ہے۔ شوالا کی نظریں سب کچھ دیکھ رہی تھیں۔ میری سبکی میں تمہاری طاقت کو دخل نہیں ہے۔''

''تم اس وقت شدید تکلیف سے دوچار ہو شوالا!'' میں نے دانستہ ہمدردی کا اظہار کیا۔ ''موجودہ کیفیت میں مقابلہ جاری رکھنا تمہارے لئے مناسب نہ ہوگا۔ تم اگر چاہو تو میں مقدس اقابلا کے حضور یہ درخواست کرنے پر آمادہ ہوں کہ تمہاری صحت مندی تک مقابلہ ملتوی کر دیا جائے۔''

''شوالا اس رعایت پر موت کو ترجیح دیتا ہے۔ سنبھلو جابر! میں عذاب ہوں، میں قہر ہوں۔'' شوالا نے اکھڑی اکھڑی سانسوں کے درمیان کہا، پھر آندھی اور طوفان کی طرح لپکتا ہوا میری جانب جھپٹا۔ میں اپنی جگہ پوری طرح مستعد تھا۔ شوالا نے جیسے ہی قریب آ کر حملہ کیا۔ میں نے زمین پر بیٹھ کر تمام تر چابکدستی سے اس کا اُلٹا ہاتھ تھاما اور قلابازی کھا گیا۔ میرے ساتھ ہی شوالا بھی ربڑ کی گیند کی طرح فضا میں دائرے کی صورت میں گھوم کر چاروں خانے چت گر گیا اور بلبلانے لگا۔ میرے قبیلے کے افراد خوشی سے ناچنے لگے مگر دشمن کو حقیر سمجھنا غلط تھا اس لیے میں نے احتیاطاً دوبارہ حملہ کیا۔ شوالا پر دوبارہ قابو پانے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا تھا۔ وہ زمین پر تڑپ رہا تھا۔ کاہن اعظم نے مجھے روک دیا اور اقابلا کی مسند کے قریب سے شوالا کے پاس آیا' اسے غور سے دیکھا اور پھر اقابلا کے پاس جا کر کچھ کہا اور مجمع میں اس کی آواز گونجی۔

''جابر بن یوسف! مقدس اقابلا کے فیصلے کے مطابق تمہیں فاتح قرار دیا جاتا ہے۔ مقدس اقابلا کی ہمدردیاں عظیم شوالا کے ساتھ ہیں۔''

کاہن اعظم کا اعلان سن کر مجھے یوں محسوس ہوا جیسے میں نے دوبارہ زندگی پائی ہو۔ میرا سینہ فخر سے تن گیا۔ میں نے تشکر کے جذبات سے طاقت کی عظیم دوشیزہ اقابلا کی جانب دیکھا۔ وہ اپنی مسند پر بڑے پُرسکون انداز میں جلوہ افروز تھی۔ اس کا چہرہ چونکہ پتوں سے ڈھکا ہوا تھا اس لیے میں اس کے چہرے کے تاثرات کا اندازہ نہیں لگا سکا۔ ہاں اس کی آنکھیں' وہ قیامت آنکھیں، ایک طرح کی مسرت ظاہر کر رہی تھیں۔ ممکن ہے یہ میرا وہم ہو۔ میں نے ان آنکھوں میں جھانکنے کی کوشش کی اور مجھے اپنے لیے جذبے تلاش کرنے میں بڑی مشکل پیش آئی۔ شوالا زمین پر بے سدھ پڑا تھا، اس کے نائب نے قریب جا کر اسے اُٹھایا اور اس کی شکست کی اطلاع دی۔ وہ چیخنے لگا۔ اس نے احتجاج کے طور پر کچھ کہنا چاہا لیکن وہ اپنے قدموں پر کھڑا نہ رہ سکا، معلوم ہوتا تھا کہ اس کے زخمی ہاتھ میں شدت کی تکلیف ہے۔ کاہن اعظم نے میرے قبیلے کے اچھلتے ناچتے، غل غپاڑا کرتے ہوئے افراد کو ہاتھ کے اشارے سے خاموش رہنے کی تاکید کی پھر مجھ سے مخاطب ہوا۔ ''جابر بن یوسف الباقر! اس مقابلے میں فتح یاب ہونے کے بعد تم جزیرہ توری کے ایک برتر سردار کی حیثیت سے تسلیم کر لیے گئے ہو۔ اعلان کے مطابق اب تم شکست خوردہ سردار سے اپنی پسند کی کوئی بھی چیز طلب کرنے کا حق رکھتے ہو۔''

''اے عظیم کاہن! مقدس اقابلا کا غلام صرف اس کی قربت کا طلب گار ہے، اس کی خوشنودی کا جویا ہے۔'' میں نے ایک سوچے سمجھے منصوبے کے تحت اقابلا کی طرف گھومتے ہوئے انتہائی ادب واحترام سے کہنا شروع کیا۔ ''میں اس عنایت کا شکر گزار ہوں کہ مقدس اقابلا نے مجھے شکست خوردہ سردار سے اپنی پسند کی کوئی شے طلب کرنے کی اجازت مرحمت فرمائی ہے۔ اگر عظیم ملکہ کے نازک احساسات پر یہ گزارش بار نہ گزرے تو میں عرض کروں کہ ایک فاتح کی سب سے بڑی مسرت اس کی فتح ہے۔ شکست خوردہ سردار سے کچھ طلب کرتے ہوئے مجھے ایک بوجھ سا محسوس ہوتا ہے۔ میرے لیے یہی انعام بہت ہے کہ میں اس سلطنت کے ایک جزیرے میں برتر سردار کی حیثیت سے تسلیم کر لیا گیا ہوں۔ ایک اجنبی کے لئے اس سے بڑی سعادت اور کیا ہوگی۔'' یہ کہہ کر میں نے اقابلا کی طرف دیکھا۔ میرا جواب سن کر اس کی خوبصورت آنکھوں کی پتلیاں متحرک ہوئیں اور

کاہن اعظم نے اس کا اشارہ پا کر دوبارہ گردن ہلائی، پھر میری طرف نظر اٹھا کر مخاطب ہوا۔

''جابر بن یوسف! مقدس اقابلا کو تمہارے جواب نے متاثر کیا ہے، تم نے اعلیٰ ظرفی اور شجاعت کا ثبوت دیا ہے لیکن اعلان کے مطابق تمہیں اپنی پسندیدہ شے کا اظہار کرنا ہوگا۔ اگر تم براہ راست شوالا سے کچھ طلب کرنے میں جھجک محسوس کرتے ہو تو اپنی درخواست مقدس اقابلا کے حضور پیش کردو، وہ تمہیں اپنے فرمان سے مطلوبہ شے مرحمت کردے گی۔''

میں نے گردن جھکا کر کچھ سوچنا شروع کردیا۔ پھر میں نے ایک عزم کے ساتھ اونچی آواز میں بولنا شروع کیا۔'' کاہن اعظم میں اپنی عظیم وجلیل حکمراں سے ہندی دوشیزہ سریتا کو اپنے دوست سرنگا کے لئے طلب کرنے کی جسارت کرتا ہوں۔''

میں نے دیکھا کہ میرا غیر متوقع جواب سن کر اقابلا اور سمورال نے کسمساہٹ سے پہلو بدلا۔ مجھے اپنے دل کی دھڑکن صاف سنائی دے رہی تھی۔ جزیرہ توری کی عظیم حکمراں کے لئے یہ جواب یقیناً حیرت انگیز تھا۔ کاہن اعظم سمورال اپنی جگہ خاموش کھڑا کسی گہری سوچ میں غرق تھا۔ اس کے چہرے کے تاثرات بھی اس امر کی غمازی کررہے تھے کہ اسے بھی میری طلب سے خوشی نہیں ہوئی۔ ایسے عالم میں جب سرنگا جارا کا کی مقدس روح کا ہدف بن چکا تھا۔ میرا سریتا کو طلب کرنا بے محل تھا۔ مجمع پر موت کا سکوت طاری تھا۔ چند ثانیے تک مکمل خاموشی رہی۔ پھر مقدس اقابلا اپنی مسند سے اٹھی۔ قبیلے کے تمام افراد کی گردنیں جھک گئیں۔ میں سراسیمہ اور وحشت زدہ ہو کر اقابلا کو دیکھ رہا تھا۔ وہ سبز پتوں میں دنیا کا سب سے حسین اور سروقد بدن چھپائے کھڑی تھی۔ اس نے پہلی بار مجھے ہاتھ کا اشارہ کیا۔ میں گھبرا گیا اور دیوانہ وار اس کی مسند کی طرف دوڑا۔ آنے والے لمحوں کا خوف مجھ پر غالب تھا۔ ویسے میں نے کوئی غلط چیز طلب نہیں کی تھی۔ میں شوالا کے تصرف کی کوئی بھی چیز طلب کرسکتا تھا۔ وہ چاہے سریتا ہو یا فلورا۔ سرنگا نے اس وقت میری مدد کی کوشش کی تھی جب میں شکست کے قریب تھا۔ اگر اس نے دوستی کا حق ادا نہ کیا ہوتا اور بروقت اپنی دیوی کو شوالا کی پسپائی کے لئے نہ بھیجا ہوتا تو کیا عجب تھا کہ میں ہار جاتا۔ اقابلا کی قربت کا حسین تصور اب میری زندگی کی سب سے شدید آرزو تھی۔ شکست کی صورت میں یہ آرزو میرے سینے میں گھٹ کے رہ جاتی۔ پھر میں اس پری وش کے سامنے سربلندی سے کس طرح جاتا؟ ممکن تھا کہ ہمیشہ کے لئے اس جمال افروز دیدار سے محروم ہونا پڑتا۔ شوالا کے مقابلے میں میری حیثیت کم تر ہو جاتی۔ عرصہ حیات مجھ پر تنگ ہو جاتا اور مستقبل کا وہ حسین خواب کبھی شرمندہ تعبیر نہ ہوتا۔ جس کے بارے میں میں نے بہت سے خوبصورت منصوبے بنائے تھے اور نہ جانے کیا کیا ہوتا۔ اگر مجھے شکست ہو جاتی تو میں کہیں کا نہ رہتا لیکن سرنگا جسے میں اپنے لیے خطرناک سمجھتا تھا، عین وقت پر، میری بربادیوں کے آڑے وقت پر میرے کام آ گیا تھا۔ اس نے خود اذیت اٹھائی اور مقدس جارا کا کی روح کا جبر سہا۔ خدا جانے وہ غریب زندہ بھی تھا یا مر چکا تھا۔

میں اقابلا کے قریب پہنچ کر ایک فاصلے پر رک گیا۔ اب میری نظریں اس کے چہرے پر مرکوز تھیں اور ذہنی کیفیت متزلزل تھی۔ میں اس کی شیریں گفتاری کا منتظر تھا۔ وقت کی رفتار جیسے تھم گئی تھی، اقابلا کی سحر آگیں نظروں نے میرے جسم کا احاطہ کیا اور مجھے جھرجھری آ گئی۔ مجھے اپنا وجود لرزتا ہوا محسوس ہوا۔ میں نے اپنی نظریں زمین پر ٹکا دیں۔

''سیدی جابر!'' کاہن اعظم کی بھاری بھرکم آواز میرے کانوں میں گونجی۔ ''تم کوئی غلطی تو نہیں کررہے ہو؟ ہمیں معلوم ہوا ہے کہ تم فلورا

کو طلب کرنا چاہتے تھے۔''

''مجھے اس سے انکار نہیں ہے۔'' میں نے مودبانہ جواب دیا۔

''تمہیں سوچنے کا موقع دیا جاتا ہے۔ اسے مقدس اقابلا کی عنایت خسروانہ سمجھو۔'' کاہن اعظم نے کہا۔

''بے شک میری زندگی اسی کی مرہون منت ہے۔'' میں نے دبی آواز میں کہا۔ ''تاہم سرنگا نے اپنے ایک ساتھی کے ساتھ دوستی کا حق نبھایا ہے اس لیے میں نے اپنا ارادہ بدل دیا ہے۔ میری درخواست ہے کہ سریتا کو سرنگا کے حوالے کر دیا جائے۔''

''مگر سرنگا ایک بڑے جرم کا مرتکب ہوا ہے۔''

''مجھے امید ہے کہ کاہن اعظم میری حمایت کریں گے کیونکہ سریتا سے کوئی جرم سرزد نہیں ہوا۔ میں سریتا کو طلب کر رہا ہوں۔'' میں نے ہمت کر کے کہا۔

''کیا تم سمجھتے ہو کہ سرنگا زندہ ہے؟ جارا کا کا کی مقدس روح نے اس پر عتاب نازل کیا ہے۔'' کاہن اعظم نے کہا۔

''میری خواہش ہے کہ وہ زندہ رہے، مقدس جارا کا کا کی روح کا عتاب میں پہلے بھی دیکھ چکا ہوں لیکن میرے خیال میں سرنگا وہ پہلا شخص ہے جسے سیاہ ذرات نے زمین پر چھوڑ دیا۔ شاید جارا کا کا کی مقدس روح نے اس کے ساتھ کوئی رعایت برتی ہے۔'' میں نے ادب واحترام سے کہا۔

''مقدس اقابلا تمہاری فراست اور زود فہمی سے متاثر ہوئی ہے۔'' سمورال نے کہا۔ ''تمہارا قیاس درست ہے کہ سرنگا زندہ ہے لیکن جارا کا کا کی مقدس روح نے تمہارے ہندی دوست کو جو سزا دی ہے وہ اس سے آسانی سے نجات نہیں پائے گا۔ مقدس اقابلا تمہاری خواہش کے مطابق سریتا کو سرنگا کے حوالے کرتی ہے۔ وہ دونوں تمہارے قبیلے میں قیام کر سکتے ہیں۔''

''ایک اجنبی کے ساتھ مسلسل ان نوازشوں نے وطن کی محبت اس کے دل سے دور کر دی۔ یہ میری خوش نصیبی ہے کہ میری قسمت مجھے اس علاقے میں کھینچ لائی۔ میں وعدہ کرتا ہوں کہ اپنی بہترین مساعی کام میں لاؤں گا۔ میں اس علاقے کو خوشحال بنانے اور اس کے باسیوں کو سر بلند رکھنے میں کوئی دقیقہ فروگزاشت نہیں کروں گا۔ مقدس ملکہ کی قربت کا حصول میری زندگی کا مقصد ہے۔ مجھے یقین ہے کہ میں ایک دن اس مقصد میں کامیاب ہو کر رہوں گا۔'' میں نے ایک جوشیلا بیان دیا اور لطف و کرم کے اس مجسمے کو دل کی گہرائیوں سے دیکھا۔ ''جابر بن یوسف الباقر تا زندگی مقدس اقابلا کی خوشنودی کا مطیع رہے گا۔ جابر بن یوسف حسن و جمال کی دیوی کے آگے اپنی تمام محبتیں اور عقیدتیں نچھاور کرتا ہے۔''

''مقدس اقابلا تمہاری زبان کی تاثر آفرینی سے خوش ہے وہ فلورا کے سلسلے میں تمہیں زبان کھولنے کی اجازت دیتی ہے۔'' کاہن اعظم نے مقدس اقابلا کی طرف دیکھ کر کہا۔

''کوئی شبہ نہیں کہ یہ جنگ میں نے فلورا ہی کے حصول کے لئے لڑی تھی لیکن میں اعلان کے مطابق اپنی ایک پسندیدہ شے کا اظہار کر چکا ہوں۔ اس لیے مزید کوئی چیز طلب کرتے ہوئے مجھے جھجک محسوس ہوتی ہے۔ عین ممکن ہے کہ عظیم شوالا میری اس جسارت پر احتجاج کرے۔''

''سیدی جابر! یہاں کا ہر ذرہ اقابلا کا تابع ہے۔ اقابلا مقدس وعظیم ہے وہ چاہے تو شوالا کو ختم کر دے، وہ چاہے تو شوالا سے سب کچھ چھین لے۔ اس کے فیصلے کے خلاف دل میں کوئی خیال لانا موت کو دعوت دینے کے مترادف ہے۔ فلورا کے سلسلے میں تمہیں زبان کھولنے کی اجازت اس لیے دی گئی ہے کہ سریتا کو شوالا نے حاصل نہیں کیا تھا۔ اسے اس بستی کے کاہن نے سرنگا کے حوالے کر دیا تھا جو اس وقت شوالا کے پاس تھا۔'' کاہن اعظم نے اقابلا کی ترجمانی کی۔

''یہ درست ہے، تاہم شوالا اسے اپنی ملک تصور کرتا ہے۔ میں اپنی عظیم ملکہ کے ادنیٰ اشارے پر اپنی جان بھی پیش کرنے سے گریز نہیں کروں گا۔ میں عرض کروں گا کہ یہ فیصلہ فلورا پر چھوڑ دیا جائے کہ وہ ہم دونوں سرداروں میں سے کسے منتخب کرتی ہے۔ اس بات سے میرے سکون کا سامان ہو جائے گا۔''

''تمہاری درخواست قبول کی جاتی ہے۔'' کاہن اعظم نے پروقار لہجے میں جواب دیا۔ ''سیدی جابر! یہ تم پر منحصر ہے کہ اپنی دانش مندی، تدبر، عقیدت اور پرستش سے مقدس اقابلا کی قربت سے ہمکنار ہو۔'' پھر کاہن اعظم نے حکم دیا۔ ''فلورا کو حاضر کیا جائے۔''

کاہن کے منہ سے یہ الفاظ ادا ہوئے ہی تھے کہ اس کی تعمیل میں بمشکل پانچ منٹ لگے۔ فلورا کو اقابلا کے سامنے پیش کر دیا گیا۔ میں نے بہت دنوں بعد اپنی اُس محبوبہ کا جلوہ دیکھا جس کے لئے میں نے یہ طویل سفر اختیار کیا تھا اور اس اجنبی بستی کے اسرار میں گرفتار ہو گیا تھا۔ فلورا کے حسن میں کوئی کمی نہیں آئی تھی۔ اس کا سرخ وسفید رنگا ہوا بدن نگاہیں خیرہ کیے دے رہا تھا۔ اس کے چہرے پر گہری سنجیدگی طاری تھی۔ میں نے دل میں اقابلا کا خیال کر کے اس کی جانب سے توجہ کم کر دی۔ معلوم نہیں کہ مجھے دیکھ کر فلورا کے چہرے پر کیا رنگ آیا۔ سمورال نے اقابلا کا اشارہ پا کر نرم لہجے میں فلورا کو مخاطب کیا۔

''عزیزہ فلورا یہ جنگ یہ مقصد سامنے رکھ کر لڑی گئی تھی کہ جابر بن یوسف الباقر، شوالا سے تمہیں طلب کرنا چاہتا تھا لیکن جنگ کے اختتام پر فتح کے بعد اس نے تمہارے بجائے سریتا کو منتخب کر لیا لیکن مقدس اقابلا دونوں سرداروں کے درمیان ہر قسم کے جھگڑے ختم کرنے کے لئے تمہیں اجازت دیتی ہے کہ تم جسے چاہو منتخب کر لو۔ شوالا کو یا جابر بایوسف کو۔''

غیر اختیاری طور پر میں نے نرم و نازک فلورا کو دیکھا۔ پہلی بار اس کی نظریں مجھے اپنے جسم میں چبھتی ہوئی محسوس ہوئیں، اس کی نگاہوں میں حسرت تھی۔ ترام اور سریتا میرے قریب کھڑی تھیں۔ اس نے خاموشی سے میرا جائزہ لیا۔ میں اس کا فیصلہ سننے کے لئے بے تاب تھا۔ مجھے یقین تھا کہ ایک عرصے بعد میری محبوبہ میری آغوش میں آجائے گی۔ وہ یقیناً میرے حق میں فیصلہ کرے گی۔ وحشیوں کی اس بستی میں مجھ سے زیادہ اور کون اس کے قریب ہو سکتا تھا؟ مگر فلورا نے فوراً کوئی جواب نہیں دیا۔ ایسا معلوم ہوتا تھا جیسے وہ کسی ذہنی خلفشار سے دوچار ہے، پھر جب اس نے سمورال کا جملہ دوسری بار سنا تو اس کی آنکھوں کے گوشے بھیگ گئے۔ ایک بار اس نے میری جانب اور میں نے اس کی جانب دیکھا ہر چند کہ اقابلا کی قربت کا طلب گار نہ تو اب ترام کے بھرپور بدن سے متاثر ہو سکتا تھا نہ فلورا کے سحرانگیز بدن سے، اب میرا مرکز ومحور کوئی اور تھا۔ وہ اقابلا تھی، مجھے حیرت تھی کہ فلورا کو فیصلہ کرنے میں پس وپیش کیوں ہے؟ جب تیسری بار فلورا سے اس کی مرضی کا اظہار کرنے کی خواہش کی گئی تو فلورا ملتجی نظروں سے مسند کی

سیڑھیوں کی طرف بڑھی اور اس نے اقابلا کے پیر پکڑ لیے۔ پھر وہ تیزی سے اُٹھی اور لمبے لمبے قدم اٹھاتی ہوئی شوالا کی جانب چلی گئی۔ شوالا ابھی تک میدان کے ایک کونے میں بے ہوش پڑا تھا۔ مجھے اپنی آنکھوں پر یقین نہیں آیا، فلورا کے فیصلے نے میرے اعتماد کو ٹھیس پہنچائی تھی، اس نے میرا یقین مجھ سے چھین لیا تھا۔ میں نے ٹپٹا کر اس کی جانب دیکھا۔

''سیدی جابر!'' سمورال کی آواز نے مجھے چونکا دیا۔ ''فلورا نے فیصلہ کر لیا ہے۔''

''میں دیکھ رہا ہوں کاہن اعظم! میں اس فیصلے کا احترام کرتا ہوں۔'' میں نے دل پر جبر کرتے ہوئے کہا۔ ''میں تو صرف مقدس اقابلا کی نگاہ التفات کا متمنی ہوں، میں ایک لاکھ فلورائیں اس پر قربان کر سکتا ہوں۔'' میرے منہ سے بے ساختہ نکل گیا۔ پھر میں نے کاہن اعظم سے درخواست کی۔ ''مجھے اجازت دی جائے کہ میں بھی فلورا کی طرح مقدس اقابلا کے قدم چوم کر اپنے ہونٹوں کو لذت دوام بخشنے کی سعادت حاصل کروں۔''

''اجازت ہے۔''

اقابلا کی اجازت پا کر میں بے اختیار سیڑھیوں کی جانب بڑھا۔ اس نے بڑی شان سے اپنا مرمریں پیر آگے کر دیا۔ وہ پیر، کسی پری، کسی حور کا نرم و گداز پیر، اقابلا کا پیر، اس علاقے کی سب سے برگزیدہ ہستی کا پیر۔ میرے خدا۔ ان حسین پیروں کا لمس۔ میں اس کا تصور نہیں کر سکتا تھا، مجھ پر غنودگی سی طاری ہونے لگی۔ اس جادواں لمس نے مجھے ایک عجیب سرور سے نوازا۔ اس کے لمس کی تپش نے میرا خون گرما دیا، میری خواہش تھی کہ وقت ٹھہر جائے یا میری زندگی کا چراغ ان قدموں میں گل ہو جائے، جدا ہونے کو جی نہیں چاہتا تھا میں نے اپنے دونوں ہاتھوں سے اسے سہلایا اور وارفتگی کے عالم میں دیوانہ وار اسے اپنے چہرے پر ملنے لگا۔ ہاں حسن چاٹنے کے لئے ہوتا ہے، میں نے اس کے پیر چاٹے، یہ کیفیت وہی صاحبان دل محسوس کر سکیں گے جنہیں ان کا مطلوب سعی مسلسل اور جہد پیہم کے بعد ملا ہو، وہ پیر میرے ہاتھوں کے حلقے میں تھا کہ اچانک ایک زوردار دھماکے نے میری محویت کا فسوں توڑ دیا۔ میں گھبرا کر اُٹھ کھڑا ہوا۔ اقابلا نے اپنا پیر جھٹک کر میرے ہاتھوں سے چھڑایا اور کھڑی ہوگئی۔ اس کی شعلہ بار نظریں اُس جار پر مرکوز تھیں جو دفعتاً ٹوٹ کر ریزہ ریزہ ہو چکا تھا۔ سرنگا کی دیوی غائب ہو چکی تھی۔

''سمورال!'' میں نے پہلی بار اقابلا کی آواز سنی۔ میدان میں گھنٹیاں سی گونجنے لگیں۔

''ہاں اے مقدس ملکہ! گستاخ دیوی فرار ہونے میں کامیاب ہوگئی ہے۔ مقدس اقابلا کی طرف سے تمام کالی طاقتوں کو حکم دے دیا گیا ہے اور عظیم جارا کا کی مقدس روح سے درخواست کی گئی ہے کہ اگر دیوی ہمارے علاقے کے کسی بھی حصے میں ہو تو اسے مقید کر کے پابہ زنجیر ہمارے حوالے کر دیا جائے۔'' یہ کہہ کر سمورال نے سر تسلیم خم کیا پھر اچانک نظروں سے غائب ہو گیا۔ اس کے فوراً بعد رنگ برنگے بادلوں کا ایک تودہ نمودار ہوا اور اقابلا کو اپنے اندر جذب کر کے اوپر اُٹھتا چلا گیا۔ میں نے فلورا کی طرف دیکھا۔ وہ بے ہوش شوالا کے قریب سر جھکائے بیٹھی تھی۔

اقابلا اور کاہن اعظم کے جاتے ہی میرے قبیلے کے افراد ناچتے گاتے خوشیاں مناتے آگے بڑھے اور مجھے کندھوں پر اٹھا کر جلوس کی صورت میں میری سرحد کی طرف بڑھنے لگے۔ اس ہجوم میں میرا نائب ابالیش پیش پیش تھا۔ میں نے ابالیش کو سرنگا اور سریتا کی خبر گیری کی ہدایت کی اور اُلٹے قدموں میدان کی طرف پلٹ آیا۔

یہ جشن عجیب وغریب ہنگاموں کے ساتھ ختم ہوگیا۔ میرے قبیلے کے لوگوں نے تین روز تک شب و روز ہاؤ ہو، چیخوں اور رقص کا یہ جشن جاری رکھا۔ سریتا اور سرنگا جزیرہ توری کے پُر اسرار قبیلے کی حیرت انگیز رسمیں نہ دیکھ سکے، سرنگا کی حالت خراب تھی اور سریتا ہمہ وقت اس کی تیمارداری میں مصروف تھی۔ میں نے اپنے وفادار دوست کے لئے طبیب فراہم کرنا چاہا لیکن ابالیش نے مجھے سختی سے روک دیا، اس کی دلیل یہ تھی کہ سرنگا جارا کاکا کی مقدس روح کے عتاب کی زد پر ہے اس لیے اس پر کوئی دوا کارگر نہ ہوگی۔ اس بات کا امکان بھی تھا کہ میرے اس فعل پر جارا کاکا کی مقدس روح مجھ سے ناراض ہوجاتی۔ یہاں کی ہر بات، ہر دلیل عجیب تھی۔ کسی خوف اور تردید کے بغیر اسے قبول کرنے ہی میں سلامتی مضمر تھی۔

میں تین روز تک جشن کی مصروفیت میں سرنگا سے ملاقات نہ کرسکا البتہ اس کی خیریت مجھے ملتی رہی۔ چوتھے روز جب مجھے فرصت ہوئی تو میں اپنے ہندی دوست کی مزاج پرسی کے لئے گیا۔ ابالیش نے ان دونوں کے لئے ایک علیحدہ جھونپڑی کا بندوبست کر دیا تھا۔ جس وقت میں جھونپڑی میں داخل ہوا، سرنگا آنکھیں بند کیے بے سدھ پڑا تھا۔ سریتا اس کے قریب حسرت ویاس کی تصویر بنی بیٹھی تھی۔ اس نے مجھے شکایتی نظروں سے دیکھا۔ سرنگا کی حالت بڑی ابتر تھی، اس کے جسم پر پڑے ہوئے آبلوں نے زخموں کی صورت اختیار کرلی تھی، رستے ہوئے زخم۔ مجھے وہ زخم دیکھ کر متلی ہونے لگی۔ سرنگا کی حالت سے مجھے وحشت ہو رہی تھی اس لیے میں نے معذرت خواہانہ لہجے میں سریتا سے کہا۔ ''سریتا تمہارے باپ پر جو گزری ہے، اس کا مجھے دلی افسوس ہے لیکن ماورائی قوتوں کے آگے ہم جیسے لوگ کیا کرسکتے ہیں؟ تم صبر کرو۔ سرنگا جلد ٹھیک ہوجائے گا۔''

''میرے باپ نے کوئی گناہ نہیں کیا تھا۔'' سریتا نے سسکتے ہوئے جواب دیا۔ ''البتہ انہوں نے ایک غلطی ضرور کی تھی، آدمی اگر اپنے پیروں پر خود کلہاڑی مارے تو خدا بھی اس سے ناراض ہوجاتا ہے۔ میں نے اپنے باپ کو یہاں آنے سے منع کیا تھا۔ یہاں آکر یہ سب کچھ تو ہونا ہی تھا۔ ہمیں موت کیوں نہیں آجاتی؟''

سریتا کی دل خراش باتوں کا میرے پاس کوئی جواب نہیں تھا۔ میں اسے تسلی ہی دے سکتا تھا۔ میں نے اسے سینے سے لگا کر زور سے بھینچا اور اس کے سر پر ہاتھ رکھ کر بے معنی تسلیاں دینے لگا، اسی وقت سرنگا نے آنکھیں کھول کر مجھے دیکھا اور نقاہت بھری آواز میں کہا۔ ''سیدی جابر! مجھے یقین تھا کہ تم میری خبرگیری کرو گے یہاں، میرے پاس بیٹھو۔''

میں دل پر جبر کرکے اس کے قریب بیٹھ گیا۔ سرنگا نے کچھ بولنے کی کوشش کی اور پھیکی مسکراہٹ اس کے لبوں پر پھیل گئی۔ ''تم پریشان ہو جابر؟ میں جلد اچھا ہوجاؤں گا۔ جارا کاکا کی روح نے مجھے جو سزا دی ہے، وہ پچاس دن سے زیادہ نہیں رہ سکتی۔ پچاس دن کی مدت میں کوئی دوا مجھ پر کارگر نہیں ہوگی۔ اس کے بعد میں خود بخود ٹھیک ہوجاؤں گا۔''

''سرنگا! میں تمہارا سلوک فراموش نہیں کرسکتا۔'' میں نے آہستگی سے کہا۔ ''اگر تم نے بروقت میری مدد نہ کی ہوتی تو حالات اس وقت کچھ اور ہوتے۔''

''سیدی جابر! مجھے افسوس تو یہی ہے کہ میں کچھ نہیں کرسکا تم نے ایک بار جان پر کھیل کر سریتا کو مرنے سے بچایا تھا اور اب مجھے یہ اطلاع بھی مل چکی ہے کہ تم نے اقابلا سے فلورا کے بجائے سریتا کو میرے لیے مانگا تھا۔''

''اس کے باوجود سریتا مجھ سے ناراض نظر آ رہی ہے۔'' میں نے سریتا کی طرف مسکرا کر دیکھا۔

''یہ دیوانی ہوگئی ہے سیدی! اس کا خیال ہے کہ اگر میں شوالا کو چھوڑ کر تمہارے پاس نہ آیا ہوتا تو مجھ پر یہ مصیبت نازل نہ ہوتی لیکن میں اپنے دوست کو کیسے بھول سکتا تھا؟ یہ بے وقوف ہے۔ بچی ہے۔''

اس گفتگو کے دوران میں سرنگا نے سریتا کو کسی کام سے باہر بھیج دیا اور بڑی رازداری سے بولا۔ ''سیدی! مجھے تم سے بہت ضروری باتیں کرنی ہیں۔ میرے اور قریب آ جاؤ۔ میں نہیں چاہتا کہ دیواریں بھی ہمارے درمیان ہونے والی گفتگو سن سکیں۔''

سرنگا کی حالت ایسی نہیں تھی کہ وہ کوئی طویل گفتگو کر سکتا لیکن وہ ایک بہت حوصلہ مند اور مستقل مزاج بوڑھا تھا۔ وہ اپنے زخموں کی پروا کیے بغیر بولتا رہا۔ اس کے ہونٹ لرزش کر رہے تھے۔ میری الجھن بڑھتی جا رہی تھی۔ کچھ دیر بعد سرنگا کی پتلیاں متحرک ہوگئیں۔ اس نے جھونپڑی کے چاروں طرف دائرے کی صورت میں دیکھنا شروع کر دیا۔ ساتھ ہی وہ کچھ پڑھ کر پھونکتا بھی جا رہا تھا۔ ایسی جاں کنی کی کیفیت میں اور اس عمل کے دوران مجھے وہ بڑا پُراسرار نظر آیا۔ اس کا حوصلہ نوجوانوں سے کہیں بلند تھا۔ پُراسرار عمل سے فراغت کے بعد سرنگا نے میری جانب گھورتے ہوئے سرگوشی کی۔ ''سیدی! اب ہم بے خوف و خطر باتیں کر سکتے ہیں۔''

''مگر تم کیا کہنا چاہتے ہو؟'' میں نے وضاحت طلب انداز میں پوچھا۔

''سیدی، ہم اس طرح ہاتھوں پر ہاتھ رکھ کر خاموش نہیں بیٹھ سکتے کیا تمہارا خیال ہے کہ ہم ہمیشہ اسی جزیرے میں محبوس رہیں گے؟ میں نے تم سے کہا تھا کہ سرنگا تنہا نہیں ہے اور یہ بھی کہا تھا کہ یہ لوگ ذہنی طور پر اتنے آگے نہیں ہیں۔ میں نے اس وقت ایک جاپ کے ذریعے یہ جھونپڑی محفوظ کر لی ہے۔ اب کچھ دیر کے لئے پُراسرار اور ماورائی قوتیں بھی ہماری گفتگو نہیں سن سکیں گی۔''

''میں کچھ بھی نہیں سمجھا۔'' میں نے حیرت سے کہا۔

سرنگا کے ہونٹوں پر معنی خیز تبسم اُبھر آیا وہ دبی ہوئی پُرجوش آواز میں بولا۔ ''سیدی! تمہیں ابھی یہ باتیں سمجھنے میں وقت درکار ہوگا، ابھی تو تم نے یہاں کے اسرار میں پہلا قدم بھی آگے نہیں بڑھایا، وقت کے ساتھ ساتھ تمام اسرار تم پر منکشف ہو جائیں گے۔ وقت کم ہے اور مجھے تم سے کچھ راز کی باتیں کرنی ہیں لیکن اس شرط پر کہ تم ان باتوں کا ذکر اپنے ہمزاد سے بھی نہیں کرو گے، اگر تم نے ایسا کیا تو ہم سب تباہی و بربادی کا شکار ہو جائیں گے اور کوئی طاقت ہمیں نہیں بچا سکے گی۔''

سرنگا کی شخصیت میرے لیے جہاز کی تباہی والے واقعے کے بعد سے اب تک پُراسرار بنی رہی تھی۔ اس وقت وہ بطور خاص بہت ہولناک نظر آ رہا تھا لیکن اس کے چہرے پر اعتماد کی تہیں جمی ہوئی تھیں۔ اس نے کہا۔ ''سرنگا پر اعتماد کرو۔ میں یہاں کے اسرار سے بھی زیادہ اُلجھی ہوئی گتھی ہوں سیدی!'' سرنگا نے میرے چہرے کے تاثرات کا جائزہ لیا۔ ''میرے بارے میں زیادہ مت سوچو۔ جو کچھ میں کہوں اسے غور سے سنو۔ سب سے پہلے میں تم سے یہ کہنا چاہتا ہوں کہ ابالیش سے ہوشیار رہو، ہو سکے تو اسے کسی الزام میں ملوث کر کے ختم کر دو، دوسری بات یہ ہے کہ تمہیں کالاری کے بندر کا ہو کو ٹھکانے لگا دینا چاہئے۔ میں چاہتا ہوں کہ میرے تندرست ہونے سے پہلے تم ان دونوں کاموں سے نمٹ لو۔''

سرنگا کی بات سن کر میں اور اُلجھ گیا۔ کاہوکو ٹھکانے لگانے کی بات مجبوراً تسلیم کی جاسکتی تھی لیکن ابالیش میرا نائب تھا۔ اس نے قدم قدم پر میری رہنمائی کی تھی مجھے ابھی اس سے کالے جادو کا علم سیکھنا تھا۔ میں نے سوچا کہ جارا کا کی مقدس روح نے سرنگا کو سزا دی ہے کہیں اس کی وجہ سے سرنگا اپنا ذہنی توازن تو نہیں کھو بیٹھا؟ یہ درست تھا کہ شوالا کے مقابلے میں میری کامیابی اسی کی وجہ سے ممکن ہوئی تھی لیکن اس کے عوض ابالیش جیسے وفادار نائب کو موت کے گھاٹ اتار دینا یقیناً ناانصافی ہوتی۔ میں نے کچھ سوچ کر پوچھا۔ ''کیا ابالیش اور کاہو کے بارے میں تم کسی خاص شبے کا اظہار کر رہے ہو؟''

''شبہ۔'' سرنگا ٹھوس لہجے میں بولا۔ ''سرنگا سطحی باتوں کا عادی نہیں ہے، یہ سب کچھ میں بہت سوچ سمجھ کر کہہ رہا ہوں، حالات نے مجھے وقتی طور پر بے بس کر دیا ہے، ورنہ ابالیش اور کاہو کا خاتمہ میں خود اپنے ہاتھوں سے کرتا۔''

''مگر کیوں؟'' میں نے جھنجلا کر پوچھا۔ ''وجہ کیا ہے؟''

''سیدی! میں سب کچھ تمہیں بتادوں گا، تم اس وقت جس ذہنی کش مکش میں مبتلا ہو، اسے میں محسوس کر رہا ہوں۔ مجھے حیرت ہے کہ تم جیسا دوراندیش آدمی بھی وسوسوں کا شکار ہو رہا ہے، ذرا سوچو سیدی! اگر میں تمہارا دشمن یا بدخواہ ہوتا تو کیا دیوی کو شوالا کے خلاف استعمال کرنے کی بجائے تمہارے خلاف استعمال نہیں کیا جاسکتا تھا! مجھے اس کرب میں گرفتار ہونے کی کیا ضرورت تھی؟ تمہارے بجائے اگر میں شوالا کے ساتھ رہتا اور اس کی ہمدردیاں حاصل کرتا تو مجھے کون روک لیتا! مجھے افسوس ہے کہ میں تم پر احسان جتا رہا ہوں۔'' میں نے اس بوڑھے کا چہرہ تشویش سے دیکھا۔ وہ کہنے لگا۔ ''اگر آزمانا چاہتے ہو تو تمہارے گلے میں سمورال کی دی ہوئی جو مالا پڑی ہے، اسے آج اپنے گلے سے اُتار کر کہیں قریب رکھ دینا۔ ابالیش کی حقیقت تم پر خود آشکار ہو جائے گی لیکن ایک بات کا خیال رہے تم اس طرح یہ مالا کہیں کھو نہ دینا، اسے اپنے سامنے ہی کسی جگہ رکھنا، اگر تم اس کی طرف سے ایک لمحے کے لئے بھی غافل ہوئے تو بنا بنایا کھیل بگڑ سکتا ہے۔''

میں اس سے کچھ اور نہ پوچھ سکا۔ سریتا کے آجانے سے سرنگا نے بھی خاموشی اختیار کر لی اور آہیں بھرنے لگا۔ میں کرب و اضطراب کے عالم میں وہاں سے اُٹھا۔ اس وقت میرے ذہن میں صرف سرنگا تھا' ایک پُراسرار شخص ایک بوڑھا گدھ۔ مجھے رات کی آمد کا بے چینی سے انتظار تھا، میں سرنگا کے شبہات کی تصدیق ضروری سمجھتا تھا۔

دن چڑھے ابالیش مجھ سے ملاقات کے لیے آیا مگر میں نے دانستہ ملاقات سے گریز کیا۔ کالاری کا بندر کاہو بدستور جھونپڑی کے باہر ایک مستعد چوکیدار کی حیثیت سے تعینات رہا۔ اس روز میں نے ترام سے بھی کوئی خاص بات نہیں کی۔ کٹا کٹا رہا۔ رات آئی تو میں پوری طرح اس امتحان کے لئے تیار ہو گیا جس کا اشارہ سرنگا نے کیا تھا۔ ترام اس وقت گہری نیند سو رہی تھی، میں اسے چھوڑ کر بیرونی کمرے میں آگیا۔ میں نے تذبذب کی کیفیت میں مالا گلے سے اتار کر سامنے والی دیوار پر لٹکا دی اور اس طرح اس کے سامنے لیٹ گیا کہ میری نظریں اس پر جمی رہیں، وقت گزر رہا تھا اور میری تشویش میں اضافہ ہوتا جا رہا تھا، مالا گلے سے جُدا کیے ہوئے مجھے خاصی دیر ہو گئی تھی، اسے مسلسل دیکھتے دیکھتے آنکھوں میں سوزش سی ہونے لگی، اچانک میرے ذہن میں تیزی سے یہ خیال اُبھرا کہ کہیں سرنگا خود یہ قیمتی مالا حاصل کرنے کی فکر میں تو نہیں ہے؟ سمورال نے یہ

مالا میرے حوالے کرتے وقت کہا تھا کہ یہ پُر اسرار قوتوں کی حامل ہے ممکن ہے میرے گلے میں پڑے ہونے کی وجہ سے سرنگا اسے حاصل کرنے میں ناکام رہا ہو اس نے اس کے حصول کا یہ طریقہ سوچا ہو؟ لیکن وہ جس اذیت میں گرفتار تھا اس کے لئے اپنے پیروں پر کھڑا ہونا بھی مشکل تھا۔ میرے ذہن میں مختلف خیالات اُبھر رہے تھے۔ بہرحال میری نظریں بدستور مالا پر مرکوز تھیں۔ جب کچھ اور وقت گزر گیا تو میری پریشانیاں بڑھ گئیں، اب مجھ پر جھلاہٹ طاری ہوگئی تھی کہ میں بیکار ایک بے بنیاد شبہے کی خاطر اپنا وقت ضائع کر رہا ہوں، مجھے سکون کی نیند سو جانا چاہئے۔ یہ خیال پختہ کرنے کے بعد میں مالا دوبارہ گلے میں ڈالنے کے لئے اُٹھنے کا ارادہ ہی کر رہا تھا کہ باہر کسی کے قدموں کی ہلکی سی چاپ سنائی دی، پھر دروازہ آہستہ سے کھلا اور ایک انسانی ہیولا میری نظروں کے سامنے آگیا، قد و قامت کے اعتبار سے وہ بے شک ابالیش ہی معلوم ہوتا تھا لیکن اندھیرے کی وجہ سے میں اس کے خط و خال واضح طور پر نہیں دیکھ سکا۔

آنے والا شخص دروازے پر احتیاط سے کھڑا میری جانب دیکھتا رہا پھر وہ پنجوں کے بل چلتا ہوا اس سمت بڑھنے لگا جہاں میں نے مالا لٹکائی تھی۔ مجھے اس بات پر حیرت تھی کہ آخر آنے والے کو اس کا علم کیسے ہوا مالا کس جگہ ملے گی؟ لیکن یہ خیال ظاہر ہے کہ سطحی تھا۔ اس علاقے میں ہر بات ممکن تھی۔

نو وارد آہستہ آہستہ مالا کی جانب کھسک رہا تھا لیکن اس طرح کہ اس کی نظریں میری ہی سمت تھیں، میں آنکھوں کے درمیان ہلکی سی جھری کیے اس کی ایک ایک حرکت کا جائزہ لے رہا تھا، میں نے حفظ ماتقدم کے طور پر گلے میں لٹکی ہوئی جارا کا کی کھوپڑی پر اپنی گرفت مضبوطی سے جما رکھی تھی، کاہن اعظم نے مجھے اس مقدس کھوپڑی کے استعمال کے مختلف طریقے بتائے تھے اس لیے میں مطمئن تھا کہ جب چاہوں گا، نو وارد کو اس کے ذریعے زیر کرلوں گا، مالا اور اس شخص کا درمیانی فاصلہ جب دو قدم رہ گیا تو میں کمال پھرتی سے اٹھ کر کھڑا ہوگیا۔ نو وارد اس اچانک بیداری کے لئے تیار نہیں تھا وہ بری طرح گھبرا گیا اور اس کے فرار ہونے سے پہلے ہی میں نے اپنی پوری توانائی کے ساتھ اسے دبوچ لیا، ہم دونوں زمین پر گر گئے لیکن اس طرح کہ نو وارد میرے بوجھ تلے دبا ہوا تھا اور میں اس کی چھاتی پر چڑھا بیٹھا تھا۔

اب اس کا چہرہ میری نظروں کے سامنے تھا، سیاہ چہرہ، واقعی وہ ابالیش ہی تھا۔

میں نے سانس قابو میں کرتے ہوئے اسے مخاطب کیا۔ ’’ابالیش! میں اپنے وفادار نائب سے کبھی اس حرکت کی توقع نہیں کرسکتا تھا۔‘‘

’’مقدس آقا...... میں......‘‘ ابالیش ہکلانے لگا۔

میں نے ڈپٹ کر کہا۔ ’’مجھے معلوم ہے بدبخت ابالیش کہ تو یہاں کس مقصد سے آیا تھا۔ کیا کاہن اعظم کا عطیہ تجھے اتنی آسانی سے حاصل ہوسکتا تھا؟ تو نے یہ کیوں نہیں سوچا۔‘‘

ابالیش کا چہرہ فق ہوگیا۔ اس نے مجھے خوف زدہ نظروں سے دیکھا۔ پھر اس کی آنکھیں پُر اسرار طور پر چمکنے لگیں، اس کے ساتھ ہی اس کے منہ سے کچھ نامانوس قسم کی آوازیں نکلنے لگیں۔ مجھے اندازہ ہوگیا کہ ابالیش کالے جادو کو اپنی نجات کا ذریعہ بنانے کی کوشش کر رہا ہے۔ میرے لیے اب ایک پل بھی ضائع کرنا دانش مندی کے خلاف تھا، میں نے جارا کا کی کھوپڑی گلے سے اتار کر آہستہ سے ابالیش کے سر پر ماری، میرے دل میں اس کی ہلاکت کا تصور تھا، کھوپڑی جیسے ہی ابالیش کے سر لگی، اس نے کربناک انداز میں چیخ ماری، پھر یوں تڑپنے لگا جیسے شدید اذیت میں مبتلا

ہو، اس کے بعد وہ سرد پڑ گیا۔ میں نے اس کی نبض ٹٹولی، دل پر کان لگا کر سنا مگر وہ اپنی زندگی کے دن پورے کر چکا تھا۔

میں نے جلد از جلد مالا اُتار کر گلے میں ڈالی پھر ابالیش کی لاش ایک جھٹکے سے پیٹھ پر اُٹھا کر باہر نکلا اور اسے جھونپڑی سے کچھ دور پھینک دیا۔ جھونپڑی سے نکلتے وقت میں نے کاہو کی موجودگی یا غیر موجودگی کے متعلق غور نہیں کیا تھا، لیکن جب واپسی پر میں نے اسے غائب پایا تو مجھے ایک جھٹکا سا لگا۔ آج سے پہلے ایسا نہیں ہوا تھا، کاہو دن رات میری جھونپڑی کے دروازے سے لگا بیٹھا رہتا تھا پھر بھی میں نے اس وقت کاہو کی وہاں غیر موجودگی کی کوئی خاص اہمیت نہیں دی۔ صرف یہی نتیجہ اخذ کیا کہ ابالیش نے اپنے علم کے ذریعے اسے یہاں سے ہٹا دیا ہوگا۔

اور وہ رات اُن مضطرب ترین راتوں میں سے ایک تھی جو میں نے جزیرہ توری پر گزاریں۔ علی الصباح میں نے پھر کاہو کو ڈھونڈا مگر وہ ابھی تک واپس نہیں آیا تھا۔ میرے قدم بے خودی کی کیفیت میں اس جانب بڑھ گئے جہاں میں نے رات کو ابالیش کی لاش پھینکی تھی۔ اس کی لاش کے بجائے وہاں ہڈیوں کا ایک انسانی ڈھانچا ملا جو سیاہ ہو چکا تھا۔ میں وہاں سے فوراً واپس آیا اور سوچنے لگا کہ سرنگا نے ابالیش کے سلسلے میں جن خیالات کا اظہار کیا وہ درست ثابت ہوئے۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ کاہو بھی کسی وقت میری راہ کا کانٹا ثابت ہو سکتا ہے۔ کہیں کاہو کو میرے ارادے کا علم تو نہیں ہو گیا ہے؟ وہ فرار کیوں ہو گیا ہے؟ سرنگا کو ان خفیہ باتوں کا علم کیسے ہو گیا؟ کیا سرنگا معتوب ہونے کے باوجود اپنے اندر غیر معمولی روحانی خوبیاں رکھتا ہے؟ کتنی حیرت انگیز باتیں تھیں۔ میں سوچتا رہا۔

یہ غور و فکر کے انحطاط کا وقت تھا۔ میں نے فوراً سمورال سے ملنے کا ارادہ کیا۔ میرے لیے یہی مناسب تھا کہ میں جلد از جلد سمورال سے مل کر اس کے سامنے پورے واقعات رکھ دوں اور اس سے ان پُر اسرار واقعات کی تشریح چاہوں اور آئندہ پیش آنے والی دشواریوں کے بارے میں معلومات حاصل کروں۔ اس کا غار آسانی سے مجھے مل گیا۔ میں جانے پہچانے راستوں سے گزر کر غار میں داخل ہوا۔ سب سے پہلے میری ملاقات نو عمر جمرال سے ہوئی۔ ترام کا چھوٹا بھائی، جمرال مجھے دیکھ کر خوشی سے کھل اُٹھا۔ پھر ہم دونوں اُس حصے میں گئے جہاں سیاہ رنگ، پُر وقار چہرے اور تنومند جسم کا مالک عظیم سمورال موجود تھا۔ میں نے ادب سے اپنے جسم کو خم دیا۔ سمورال کی پیشانی پر لکیریں اُبھر آئیں، اس نے سر کی خفیف جنبش سے مجھے بیٹھنے کی ہدایت کی۔ میں قریب رکھے ہوئے ایک پتھر پر بیٹھ گیا اور سمورال سے کچھ کہنے کے لئے سوچنے لگا میں محسوس کر رہا تھا کہ کاہن اعظم میری آمد پر کچھ جز بز سا ہو گیا ہے، وہ میرے چہرے پر لکھی ہوئی پریشانیاں پڑھنے کی کوشش کر رہا تھا، پھر اچانک وہ اُٹھا اور ساتھ آنے کا اشارہ کرتا ہوا مجھے اپنی مخصوص عبادت گاہ میں لے گیا۔ جمرال وہیں رُک گیا تھا۔ عبادت گاہ میں داخل ہو کر کاہن اعظم نے سنجیدگی سے پوچھا۔

''جلدی بتاؤ تم یہاں کس مقصد سے آئے ہو؟''

''مقدس سمورال! مجھے رہنمائی کی ضرورت ہے۔'' میں نے باادب جواب دیا۔ پھر سرنگا سے ملاقات، ابالیش کی پُر اسرار موت اور کاہو کی گمشدگی کے تمام واقعات بیان کر ڈالے، البتہ میں نے سرنگا کی شخصیت محفوظ کرنے کے لئے اپنے بیان میں محض اتنی تبدیلی کر دی کہ ابالیش کو آزمانے کی خاطر مالا والا تجربہ میں نے خود کیا تھا۔

''جابر!'' سمورال مجھ سے تفصیل سن کر بولا۔ ''کیا تم نے سرنگا سے دریافت کیا تھا کہ اسے ابالیش کی ذات پر کسی قسم کا شبہ ہے؟''

''جی ہاں، میں نے دریافت کیا تھا کاہن اعظم! لیکن سرنگا نے اس شبہے کو اپنی چھٹی حس سے تعبیر کیا تھا۔'' میں نے بڑی خوبصورتی سے جواب دیا۔

سمورال میرے چہرے پر ابھی تک کچھ تلاش کر رہا تھا اس کا انداز بتا رہا تھا جیسے وہ کچھ درمیانی کڑیاں ملانے میں اُلجھن محسوس کر رہا ہے۔

''میں نے تم سے پہلے ہی کہا تھا کہ یہ سرزمین اسرار سے پُر ہے۔ یہاں تمہارے لیے ہر لمحے اپنے سائے سے بھی محتاط رہنا شرط ہے۔ ہوسکتا ہے ابالیش نے طاقت کے زور سے تمہیں زیر کر کے سرداری حاصل کرنے کا خواب دیکھا ہو۔ مقدس اقابلا نے بھی تمہیں یہی بتایا تھا کہ اسے طاقت اور مردانگی کے کھیل پسند ہیں لیکن تم بہت غیر محتاط رہتے ہو۔ تم نے مالا اپنی گردن سے اتار کر یقیناً حماقت کا ثبوت دیا تھا۔ اگر مالا ابالیش کے ہاتھ لگ جاتی تو تمہاری حیثیت اس کے ہاتھ میں کھلونے جیسی ہوتی، جسے کوئی بھی اپنی مرضی پر چلا سکتا ہے، میں نے تمہیں سختی سے تاکید کر دی تھی کہ آئندہ مالا ایک پل کے لئے بھی گلے سے نہ اُتارنا۔''

''مجھے اپنی غلطی کا اعتراف ہے اے بزرگ۔'' میں نے شرمندہ ہو کر کہا۔

سمورال سپاٹ لہجے میں بدبدایا۔ ''سرنگا کی دیوی ہماری حدود سے باہر نکل گئی ہے، اس کا ہماری دسترس سے دور ہو جانا اچھا شگون نہیں ہے، میں دیکھ رہا ہوں کہ حالات اپنا رُخ بدل رہے ہیں۔ جب ایسے حالات رونما ہونے لگیں تو بلائیں گھیر لیتی ہیں اور سلطنت کا وجود متزلزل ہونے لگتا ہے۔''

''مگر کیا مقدس اقابلا نے یہ خطرہ محسوس نہیں کیا ہے؟ کیا وہ دیوی پر قابو پانے میں قاصر رہی ہے؟''

میرے اس سوال پر سمورال کا چہرہ تمتمانے لگا۔ اس نے گرجتے ہوئے کہا۔ ''جابر! تم مقدس اقابلا کی شان میں گستاخی کر رہے ہو۔ آئندہ تمہیں اپنی زبان قابو میں رکھنی ہوگی۔ اقابلا عظیم طاقتوں کی مالک ہے، سرنگا کی دیوی نے اس کی غفلت سے فائدہ اٹھایا تھا ورنہ مقدس اقابلا کا صرف ایک اشارہ اسے شعلوں کی نذر کرنے کے لئے کافی تھا۔''

''میں معافی کا خواستگار ہوں اے نیک بزرگ!'' میں نے خوف زدہ ہو کر کہا۔ ''دراصل ابالیش کی موت اور کاہو کی گمشدگی نے مجھے مضطرب کر رکھا ہے، میں نے اپنی معلومات میں اضافے کی خاطر برسبیل تذکرہ ایک رسمی بات دریافت کر لی تھی، اس سے مقدس اقابلا کی تضحیک مقصود نہیں تھی۔''

''میرا حکم ہے کہ سوچ سمجھ کر زبان کھولا کرو۔'' سمورال نے غصے سے کہا۔ پھر کچھ توقف کے بعد بولا۔ ''تمہیں محتاط رہنا ہوگا۔ یہ امر قرین قیاس ہے کہ کاہو کی گمشدگی میں ابالیش کی شرارت ہو۔ بہر حال میں دیکھتا ہوں کہ وہ کہاں چھپا بیٹھا ہے۔''

''میں رہنمائی کے لئے حاضر ہوا ہوں کاہن اعظم!'' میں نے بدقت تمام کہا۔

سمورال نے میری بات پر خاموشی اختیار کر لی۔ اس نے طلسمی کڑھاؤ کے قریب جا کر لکڑیوں کا الاؤ روشن کر دیا، پھر آنکھیں بند کر کے کوئی عمل پڑھنے لگا۔ مجھے شدید گھٹن کا احساس ہو رہا تھا۔ وہ جتنی دیر آنکھیں بند کئے اپنے عمل میں مصروف رہا، میں اس کے چہرے کے تاثرات کا جائزہ لیتا رہا۔ اس

نے یکا یک آنکھیں کھول دیں اور کڑھاؤ کے قریب رکھی ہوئی تپائی پر چڑھ کر اُبلتے ہوئے تیل کے اندر جھانکنے لگا۔ میں ڈر رہا تھا کہ اگر سموراں نے اپنے علم کے ذریعے سرنگا سے میری ملاقات کا پورا احوال معلوم کر لیا تو وہ یقیناً میری دروغ گوئی کو اچھی نظروں سے نہیں دیکھے گا۔ اس کی ناراضگی میری زندگی تلخ کر سکتی تھی، اس کی خوشی مجھے اقابلا سے قریب کر سکتی تھی، وہ اقابلا کا دست راست تھا۔ خوف سے میرے چہرے پر پسینہ آ گیا۔ آنے والے لمحات نہ جانے کیا گل کھلانے والے تھے۔ میں اسی خوف و شک میں مبتلا تھا کہ یکلخت وہ تپائی سے بجلی کی تیزی سے اچھل کر نیچے اُترا، اس کی آنکھوں سے خون اُبل رہا تھا، میرے خدا کس قدر خوفناک لگ رہی تھیں وہ غضب ناک آنکھیں...... کاہن اعظم کی نگاہوں کی قہر دیکھ کر میں سرتاپا لرز اٹھا۔

''جابر بن یوسف!'' اچانک سموراں ہذیانی انداز میں چیخا۔ ''وہ میرے اور تمہارے درمیان کا تعلق توڑ رہا ہے، کاہو۔ وہ شیطان بندر اس وقت تمہاری جھونپڑی کی طرف ترام کو ختم کرنے کی غرض سے بڑھ رہا ہے۔ جابر بن یوسف، وہ ترام کو نہیں مار سکتا۔ ترام...... میری بچی...... مگر یہ کیوں ہوا؟ میں یہاں کا کاہن ہوں...... کاہن اعظم...... میں اس خبیث روح کو دیکھوں گا۔ جابر وہ ترام کو نشانہ بنانا چاہتا ہے...... دیوتا میرے قریب ہیں۔''

سموراں عبادت گاہ میں کسی پاگل کی طرح اِدھر سے اُدھر چکر لگا رہا تھا، میں سکتے کی کیفیت سے دوچار تھا، ہم دونوں میں سے کون کس کو دلاسا دیتا، میری زبان گنگ ہو گئی تھی۔ پھر اچانک کاہن اعظم سموراں کا وجود غائب ہو گیا۔ میں ایک لمحے گم صم کھڑا لکڑی کے الاؤ کے شعلے بھڑکتے ہوئے دیکھتا رہا۔ پھر تیزی سے واپس ہو گیا اور غار سے باہر جانے والے راستے پر دوڑنے لگا۔

اس ہندی بوڑھے سرنگا نے جو پیش گوئیاں کی تھیں وہ درست ثابت ہو رہی تھیں۔ ابالیش خاک میں مل چکا تھا اور کاہو رات کی تاریکی میں چھپ کر کہیں فرار ہو گیا تھا۔ اس نے میری عدم موجودگی سے فائدہ اٹھا کر ترام کو مارنے کا ارادہ کر لیا۔ مجھے اپنی حماقت پر غصہ آ رہا تھا۔ اگر میں نے سرنگا کے مشورے پر عمل کرتے ہوئے کاہو کو اپنے راستے سے ہٹا دیا ہوتا تو ترام اس متوقع حملے سے بچ سکتی تھی جس کا اندیشہ کاہن اعظم نے ظاہر کیا تھا۔

یہ کون سی سازش تھی جو جزیرہ توری کے ایک سردار کے ساتھ کی جا رہی تھی؟ بے گناہ ترام کو مارنے کا کیا جواز تھا؟ کیا مجھ سے نادانستگی میں کچھ غلطیاں سرزد ہو گئی تھیں۔ سرنگا کے متعلق تمام وسوسے غلط ثابت ہو رہے تھے۔ اس نے پہلے ہی حادثے سونگھ کر مجھے متنبہ کر دیا تھا۔ سرنگا کوئی معمولی شخص معلوم نہیں ہوتا تھا میں نے ہمیشہ اس کا تخمینہ غلط لگایا تھا۔ اس نے جو مخبری کی تھی ابالیش اور سموراں بھی اس سے لاعلم تھے۔ گویا سرنگا پُراسرار حالات سے نمٹنے کی قدرت رکھتا تھا۔ مجھے یاد آیا کہ وہ بار بار کہا کرتا تھا۔ ''سرنگا تنہا نہیں ہے۔'' لیکن مجھے حیرت تھی کہ کاہن اعظم سموراں جو اپنے چاروں طرف آنکھیں رکھتا تھا اور جس کی روحانی صلاحیتوں میں کوئی کلام نہیں تھا' اسے کاہو کے خطرناک ارادے کا علم کیوں نہیں ہو سکا۔

اب مجھے اپنے وطن کے بارے میں، اپنے عزیزوں کے بارے میں، سوچتے ہوئے بھی خوف آتا تھا۔ ہم لوگ یہاں بری طرح گھر گئے تھے۔ میں نے اس زندگی سے مفاہمت کر لی تھی اس لیے کہ اب واپسی کا کوئی سوال نہیں تھا۔ جزیرہ توری سے آج تک کوئی اجنبی واپس نہیں گیا تھا۔ سرنگا کا یہ خیال بھی احمقانہ لگتا تھا کہ ہمیں واپسی کے متعلق سوچنا چاہئے۔ ہم یہاں بے بس ہو گئے تھے۔ ہمارے جسم رنگے ہوئے تھے۔ مہذب دنیا کا کوئی فرد ہمیں دیکھ کر پہچان تک نہیں سکتا تھا کہ ہم کون ہیں۔ یہاں کسی وقت بھی کچھ ہو سکتا تھا ہر چیز پُراسرار تھی۔ ہر آنے والا لمحہ مشکوک لمحہ تھا۔

دیر تک بھاگتے بھاگتے میرا سانس پھول گیا اور جب میں جھونپڑی میں داخل ہوا تو میری آنکھوں نے ایک خوف ناک منظر دیکھا۔ میرا کلیجا

دھک سے رہ گیا۔ جو سامنے تھا وہ حقیقت تھی۔ میں نے اپنی زندگی میں اتنا لرزہ خیز منظر کبھی نہیں دیکھا تھا۔ وہ چہرہ جو کبھی میری آغوش میں چھپ جایا کرتا تھا۔ وہ بدن جو کبھی میرے خون میں ہلچل مچا دیا کرتا تھا۔ وہ چہرہ گردن سے کٹا ہوا تھا اور کاہن اعظم سموراں کے ہاتھوں میں تھا جسے اس نے بالوں سے پکڑ رکھا تھا اور وہ علیحدہ بدن اب بھی خاک وخون میں تڑپ رہا تھا۔ کاہن اعظم سموراں اپنی بیٹی، اپنی لخت جگر کا سر ہاتھوں میں لیے کھڑا تھا۔ اس سے خون کے قطرے ٹپک رہے تھے۔ سموراں کا چہرہ شدت کرب سے مسخ ہو گیا تھا۔ اس کے ہونٹ مرتعش تھے۔ دہشت سے میرے اوسان خطا ہونے لگے۔ ماحول پر بھیانک سناٹا طاری تھا۔ ''ترام!'' کاہن اعظم کی آواز میں کئی آوازیں شامل تھیں۔ ''ترام! اے روحِ ترام مجھے کچھ مہلت دے۔ جسم سے جدا ہونے سے پہلے مجھ سے بات کر۔ میں سلطنت اقابلا کا کاہن اعظم، مقدس اقابلا کا نائب تجھ سے مخاطب ہوں۔ ذرا ٹھہر۔ تیرا باپ تجھ سے مخاطب ہے۔ میں تجھے جاراکاکا کی مقدس روح کی اجازت سے حکم دیتا ہوں کہ کچھ دیر کے لئے بیدار ہو جا۔ مجھے اندھیرے میں نہ رکھ۔''

مجھے ایک بار ابالیش نے بتایا تھا کہ ''دودو'' ایک ایسا علم ہے جس سے یہاں کے باشندے اپنے مرے ہوئے لوگوں سے عارضی طور پر باتیں کر لیتے ہیں۔ غالباً سموراں اس عمل میں مصروف تھا۔ میں نے سموراں کو اتنا پریشان اور غیر متوازن کبھی نہیں دیکھا تھا۔ ترام کی موت کے اچانک صدمے نے اُس پر دیوانگی طاری کر دی تھی۔ اس نے اپنا عصا اُٹھا کر چاروں طرف گھمایا وہ ٹھوس آواز میں بار بار ترام کو بیدار ہونے کی ہدایت دے رہا تھا۔ سموراں کی یہ حالت دیکھ کر میری آنکھیں نم ناک ہو گئیں۔ میں نے چاہا کہ آگے بڑھ کر اُسے دلاسا دوں لیکن میرے جنبش کرنے سے پہلے میری نظروں نے ایک ناقابل یقین منظر دیکھا۔ ترام کے پپوٹے آہستہ آہستہ اوپر کی جانب حرکت کر رہے تھے۔ خوف ودہشت سے میرے رونگٹے کھڑے ہو گئے۔ میں پسینے میں شرابور ہو گیا۔ ترام کی آنکھیں پوری طرح کھل گئیں۔ میں نے اس کی پتلیاں جنبش کرتی ہوئی دیکھیں۔ گو ان خوبصورت آنکھوں میں اب وہ پہلے جیسی شوخی اور زندگی کی رمق نہیں تھی لیکن پلکیں اور پتلیاں متحرک تھیں۔ وہ اپنی ویران نظروں سے سموراں کو دیکھ رہی تھی سموراں اپنا عصا ایک ہاتھ سے زمین پر پٹک رہا تھا اور منہ سے ایسے الفاظ نکال رہا تھا جن کا مطلب میں سمجھنے سے قاصر تھا۔ اس کی سرخ آنکھوں میں غیظ وغضب تھا چند لمحوں تک وہ ترام کا چہرہ اپنے مقابل رکھے گھورتا رہا، پھر گرج دار آواز میں بولا۔ ''تو اپنے دنوں سے پہلے چلی گئی۔ میری بات کا جواب دے۔ کیا تو مجھے سن رہی ہے؟''

''ہاں!'' ترام کی آوازیں کہیں دور سے آتی ہوئی محسوس ہوئی۔ میرے لیے یہ لمحات تعجب خیز تھے۔ میں بار بار اپنی آنکھیں ملتا تھا۔ ترام کے بے جان ہونٹ ہلکی ہلکی جنبش کر رہے تھے۔

''ترام..... آسمانوں میں جانے سے پہلے اپنے باپ سے چند باتیں کرتی جا۔ میں نے تجھے ہر طرح کا سبق دیا تھا اور پوری طرح مطمئن ہو کر تجھے اس اجنبی سردار کے حوالے کیا تھا۔ کیا تجھے اس سازش کی خبر نہیں ہو سکی؟''

''نہیں۔'' ترام کے ہونٹ ہلے۔ ''وہ اچانک آیا تھا اور مجھے ختم کر کے اچانک چلا گیا۔''

''میں اس خبیث روح کو سکون سے نہیں رہنے دوں گا۔ اطمینان رکھ، اس کا انجام بھیانک ہو گا۔ دیوتا تیرے باپ کے ساتھ ہیں۔'' سموراں نے غصے سے لرزتی ہوئی جذباتی آواز میں کہا، پھر جلدی سے بولا۔ ''میں زیادہ دیر تک تیرا راستہ نہیں روکوں گا۔ تجھے ایک طویل سفر پر جانا

ہے۔وقت بہت کم ہے۔اے روح ترام کیا تو مجھے بتا سکتی ہے کہ موت سے پہلے تجھ پر کیا کیا کیفیتیں طاری ہوئی تھیں؟''

اس بار ترام نے فوراً کوئی جواب نہیں دیا۔اس کے بے نور چہرے پر کرب اور بے چینی کے تاثرات طاری تھے۔وہ سموراں کو خالی خالی نظروں سے دیکھ رہی تھی۔ایسا لگ رہا تھا جیسے وہ کا ہن اعظم کی باتوں کا جواب دینے سے قاصر ہے۔

''مجھے بتا یہ بہت ضروری ہے۔جو باتیں مجھ سے مخفی ہیں، میرا انہیں جاننا ضروری ہے۔تیرا باپ تجھ سے ایک آخری خواہش کا اظہار کر رہا ہے۔ان کیفیتوں کا اظہار کر جن سے تو موت سے قبل دو چار ہوئی۔موت سے قبل کس قسم کی یورش تجھ پر کی گئی تھی؟''سموراں کا لہجہ کرب ناک تھا۔ ''میں تاریکی کا یہ پردہ چاک کرنا چاہتا ہوں، تو مجھے یہ باتیں بتائے بغیر اپنا سفر شروع نہیں کر سکتی۔میں تیری روح ہمیشہ مضطرب رکھوں گا۔یاد رکھ میں تجھے سخت اذیت میں مبتلا رکھ سکتا ہوں۔میرے آئندہ اقدام کا انحصار تیرے جواب پر ہے۔طاقتوں کا ٹکراؤ یہاں کا طلسم منتشر کر سکتا ہے۔یہ اس علاقے کے مفاد میں ہے، تو مجھے صاف صاف بتا دے۔''

اس بار بھی ترام خاموش رہی۔اس کا کٹا ہوا سر ساکت رہا۔اس کی ویران نظروں میں بے بسی اور بے کسی کا راج تھا۔سموراں چند لمحے بے چینی سے جواب کا منتظر رہا پھر یکلخت چیخ اٹھا۔''ان لمحات کی قدر کر اے روح ترام! یہ سلسلہ اگر ٹوٹ گیا تو میں اندھیروں میں بھٹکتا رہوں گا۔میں تجھے جارا کا کے مقدس نام پر مجبور کرتا ہوں، تھوڑی دیر کے لئے زبان کھول، پھر ابدیت میں گم ہو جاؤ۔''

ترام پھر اذیتوں سے گزری' اس کی آنکھوں کی ویرانی، اس کے اداس اور غمگین چہرے کے تاثرات اور کپکپاتے ہونٹ اس امر کی غمازی کر رہے تھے کہ وہ کسی شدید کرب سے دوچار ہے۔سموراں کی آنکھوں میں درندگی چھائی ہوئی تھی۔ترام نے ایک بار بھی نظریں گھما کر مجھے نہیں دیکھا۔اس کی آنکھیں صرف سموراں کی طرف ٹکی ہوئی تھیں۔وہ میری موجودگی سے بے نیاز نظر آ رہی تھی، شاید یہ بھی اُس طلسم کا اثر ہو جس کے ذریعے کا ہن اعظم نے اس کی مُردہ نگاہوں میں جان ڈال دی تھی' اس کے خاموش لبوں کو قوت گویائی کے عارضی لمحے بخشے تھے۔

''مقدس باپ!''ترام کی بھرائی ہوئی مدہم آواز سکوت کا سینہ چاک کرتی ہوئی ابھری۔ ''دیوتا جانتے ہیں کہ میں نے اپنے لب سی لیے تھے لیکن جارا کا کا......''

''ہاں ہاں کہہ اے روح ترام! کہہ میں سن رہا ہوں۔''ترام کو خاموش ہوتے دیکھ کر سموراں نے جلدی سے کہا۔

''دھند' کہر، کڑکتی بجلیاں، شیطان، شعلے۔روحوں کی چیخ اور مق......قد......''ترام رُک رُک کر اٹک اٹک کر نہ جانے کیا کہہ رہی تھی لیکن آخری الفاظ اس کے حلق میں گھٹ کر رہ گئے۔پھر اس کی آنکھیں اچانک بند ہو گئیں۔ہونٹ چپک کر بے جان ہو گئے۔سموراں اس کیفیت کے بعد بھی اسے مسلسل آوازیں دیتا رہا۔غالباً عارضی حیات کی مدت پوری ہو چکی تھی۔ترام کا تڑپتا ہوا بدن بھی ساکت ہو گیا تھا۔کچھ دیر تک کا ہن اعظم دیوانوں جیسی حرکتیں کرتا رہا۔پھر خاموش ہو گیا۔آہستہ سے گھٹنوں کے بل بیٹھ کر اس نے ترام کی کٹی ہوئی گردن اس کے مردہ جسم کے ساتھ رکھی۔جھک کر اس کے دائیں رخسار کو بوسہ دیا، پھر لڑکھڑاتا ہوا کھڑا ہو گیا۔ابھی تک وہ میری موجودگی کو کوئی اہمیت نہیں دے رہا تھا۔وہ آہستہ سے گھوما تو نظریں چار ہوئیں۔میں دوڑ کر اس کے کشادہ سینے سے لپٹ گیا اور مجھ پر رقت طاری ہو گئی۔''اے مقدس بزرگ! جو کچھ میری آنکھوں نے دیکھا وہ

تمہاری بزرگی کی دلیل ہے اور جو کچھ تمہارے ساتھ ہوا وہ میری بدنصیبی کا آغاز ہے۔ میرا ذہن جواب دے گیا ہے۔ ترام بے قصور تھی۔ میرا خدا گواہ ہے، میں نے اسے ہر طرح عزیز رکھا تھا۔" جتنی دیر تک سمورال ترام سے گفتگو کرتا رہا، میں اس حیرت انگیز منظر کے سبب ساکت و جامد کھڑا رہا لیکن سمورال سے نگاہیں ملتے ہی مجھے بڑی شدت سے ترام کی موت کا احساس ہوا۔ میں آہ و بکا کرنے لگا۔ سمورال کسی خاموش آتش فشاں کی طرح اپنی جگہ اٹل کھڑا رہا۔ نہ اس نے مجھے تسلی دی نہ میرے آنسو پونچھنے کی کوشش کی۔ وہ کچھ سوچتا رہا۔ جب میری رقت اور گریہ وزاری کی کیفیت ختم ہوئی تو اس نے کسی قسم کی مروت کا اظہار نہیں کیا۔ اس کا لہجہ اکھڑا اکھڑا تھا۔

"جابر بن یوسف! میرے اور تمہارے درمیان غیر رسمی تعلق کا جو سلسلہ تھا وہ ٹوٹ گیا اب میرا تمہارا براہ راست کوئی رابطہ نہیں رہا۔"

"میں تمہارے سہارے کا محتاج ہوں مقدس کاہن!" میں نے عجز سے کہا۔ "تم نے میرے ساتھ ہمیشہ اچھا سلوک کیا ہے۔ اس اجنبی سر زمین پر تمہی وہ عظیم شخص ہو جس نے مجھے پناہ دی اور اپنی بیٹی بخش دی، میرا یہ اعزاز مجھ سے چھن گیا لیکن مجھے قدم قدم پر تمہارے مشوروں کی ضرورت پڑے گی۔ تم دیکھ رہے ہو کہ نادیدہ حریفوں کی نگاہیں میرے جسم میں چبھ رہی ہیں۔ میرا جینا دوبھر ہو گیا ہے۔ تم کنارہ کش ہو گئے تو اندھیرے میری طرف بے محابا لپکیں گے۔ میرے لیے ایک قدم بھی آگے بڑھنا مشکل ہو گا۔ جزیرہ توری کے عظیم و جلیل کاہن! مجھے بتاؤ کہ ترام میری زندگی، میری روح کو کس نے جدا کیا ہے؟ مجھے اس درندے کا ہو کا سراغ دو۔ میں اس سے بھیانک انتقام لینے کا عہد کرتا ہوں۔"

"ماضی بھول جاؤ جابر بن یوسف!" سمورال نے ایک سرد آہ بھرتے ہوئے کہا۔ "مستقبل پر نظر رکھو۔ جو ہو گیا وہ لکھا نہیں گیا تھا، جو ہو گا ابھی اس کے بارے میں کچھ نہیں کہا جا سکتا۔"

"عظیم سمورال!" میرے لہجے میں ارتعاش تھا۔ "تمہاری باتیں میرے عزائم کی موت بن سکتی ہیں۔ میرا سینہ جل رہا ہے۔ میری آگ سرد کرنے کے بجائے تمہاری باتیں اسے اور بھڑکا رہی ہیں۔ کیا ترام کی موت اتنی آسانی سے بھلائی جا سکتی ہے؟ کیا یہ سانحہ آئندہ پیش آنے والے خطروں کی نشاندہی نہیں کرتا؟"

سمورال نے مجھے گھور کر دیکھا۔ اس کی آنکھوں میں جیسے آگ لگ رہی تھی۔ ایک لمحے کے لئے اس کے چہرے پر قہر آلود علامتیں رونما ہوئیں لیکن دوسرے ہی لمحے وہ پُرسکون آواز میں بولا۔ "کون کہہ سکتا ہے کہ وقت یکساں رفتار سے چلتا رہے گا۔ کسے معلوم ہے کہ پناہ گاہیں جہنم بن جائیں گی۔ کنارے حاصل کرنے ہیں تو طوفانوں سے کھیلنا سیکھو۔ روشنیاں درکار ہیں تو اندھیروں کی عادت ڈالو۔ میں تمہیں سمندر میں ابھرنے کا مشورہ دوں گا ہم دونوں ایک ہی کشتی میں سوار ہیں۔"

"تم جانتے ہو میں نے مصائب کا مردانہ وار مقابلہ کیا ہے۔ میں نے اس طلسمی اور سربسر راز سر زمین میں اپنے لیے جگہ بنانے کی کوشش کی ہے۔ میرا باطن صاف ہے۔" میں نے جوشیلے انداز میں کہا۔ "مجھے کا ہو کا پتہ درکار ہے۔ مجھے ان اشاروں کا مقصد سمجھاؤ جو روح ترام نے دائمی سفر پر جانے سے قبل کہے تھے۔ وہ کیا کہنا چاہتی تھی؟"

"جابر بن یوسف!" سمورال نے طیش میں آ کر کہا۔ "یہ باتیں تمہارے منصب کی نہیں، میں تمہیں حکم دیتا ہوں کہ اپنی زبان قابو میں رکھو

میں تمہیں اپنے معاملات میں داخل ہونے کی آزادی نہیں دے سکتا۔"

"میں یہ جرات نہیں کر سکتا۔ میں صرف اتنا جاننا چاہتا ہوں کہ تمہاری دوربین نگاہیں کا ہو کا ٹھکانہ جانتی ہوں گی مجھے اس کا پتہ درکار ہے۔"

میں نے نہایت ادب اور متانت سے پوچھا۔

"نہیں۔" سمورال نے سرد لہجے میں جواب دیا اور کچھ کہے بغیر جھونپڑی سے باہر چلا گیا۔

☆==========☆==========☆

مجھے یہ تسلیم کرنے میں قطعی عار نہیں ہے کہ وہ ایک عارضی اثر تھا۔ ترام کی موت مجھ پر زیادہ اثر انداز نہیں ہو سکی۔ میں اسے دوسرے ہی روز بھول چکا تھا۔ البتہ مجھے اس بات پر حیرت تھی کہ مجھے ترام کی آخری رسوم (جن کے بارے میں مجھے کوئی علم نہیں) میں شریک ہونے سے کیوں روک دیا گیا؟ اس کی لاش اسی دن اُٹھوا دی گئی تھی۔ ترام کے جانے کے بعد گھر میں ایک عارضی اداسی رہی لیکن پھر شام کو قبیلے کی طرف سے منتخب لڑکیاں پیش کر دی گئیں جن پر میں نے کوئی توجہ نہیں دی مجھے ان معاملات پر سوچنے کے لئے تنہائی کی ضرورت تھی۔ میں نے سوچا کہ مجھے صرف اقابلا کے تصور میں شاد ماں رہنے چاہئے۔ کوئی عجب نہیں کہ کسی دن وہ ماہ وش اپنے شرربار جلوے کی سعادت مجھے بخشے اس کی یاد میں پناہ ہے۔ اس کی پرستش میں عافیت ہے۔ اس کی طلب میں سرخوشی ہے، جب میں نے اقابلا کے بارے میں سوچنا شروع کیا تو طبیعت کی گرانی ختم ہو گئی اور میرے پژمردہ اعصاب میں ایک نئی توانائی آتی گئی۔ ترام کی موت کے بعد میں نے طے کیا کہ اب میں اس قسم کی کوئی پابندی قبول نہیں کروں گا۔ اس لیے کہ یہ پابندی اقابلا کے قرب میں ایک رکاوٹ ثابت ہو سکتی ہے۔ ہاں ذہن میں تجسس تھا کہ یہ سب کیوں ہوا؟ میں یہ گتھیاں جتنی سلجھانا چاہتا تھا اتنی ہی الجھ جاتی تھیں۔ میں ان رموز کا مفہوم جاننا چاہتا تھا جو ترام کی زبان سے سموراں کے حکم پر دوبارہ بیدار ہونے کے بعد ادا ہوئے تھے۔ میں وہ راز معلوم کرنا چاہتا تھا جو کاہن اعظم نے اپنے سینے میں دفن کر لیا تھا۔ سموراں نے کاہو کو ایک خبیث روح کے نام سے یاد کیا تھا۔ اس نے بڑے وثوق سے کہا تھا کہ دیوتا اس کے قریب ہیں۔ کاہو ترام کو نہیں مار سکتا۔ پھر کہا تھا کہ حالات اس کی توقع کے خلاف سنگین صورت میں نمودار ہوئے۔ جزیرہ توری کا عظیم کاہن جو اندھیری رات میں کسی پتے کی کھڑکھڑاہٹ سے بھی واقف ہو سکتا تھا وہ آخر ترام کے سلسلے میں کیوں بے خبر رہا؟ کاہو کو ترام سے کیا دشمنی تھی؟ اور جب سموراں آتش انتقام میں جل رہا تھا تو ترام کی زبان سے چند اشارے ادا ہونے کے بعد سرد کیوں پڑ گیا تھا؟ کیا وہ اتنا اہم راز تھا جس نے کاہن اعظم کو کاہو کے مقابلے میں بھی خاموشی پر مجبور کر دیا تھا۔ میں اپنے تجسس سے کچھ حل نہ کر سکا۔

دس روز تک میں نے خود کو اپنی جھونپڑی میں محبوس رکھا اور اپنے فرضی سوگ کا بھرم برقرار رکھا۔ گیارہویں روز میں نے جھونپڑی سے قدم باہر نکالا۔ سموراں سے اس عرصے میں ایک بار بھی ملاقات نہیں ہوئی تھی۔ میں ٹوہ لینے کے خیال سے سب سے پہلے اس کے غار میں گیا۔ اس موقع پر میں نے پوری احتیاط سے کام لیا۔ سموراں کے ہاں یوں بھی تپاک کی کمی تھی لیکن اس بار وہ بالکل سرد تھا۔ مجھ سے سرسری باتیں کرتا رہا۔ جب میں اس کی اجازت حاصل کر کے اُٹھنے لگا تو اس نے معنی خیز انداز میں کہا۔ ''مجھے خوشی ہے کہ تم ترام کو بھولنے میں کامیاب ہو گئے۔ مقدس اقابلا کی عنایتوں نے تمہیں سربلند کیا۔ تم ایک قبیلے کے سردار ہو۔ تمہیں اب اپنے فرائض میں پوری دلچسپی لینی چاہئے۔''

''کاہن اعظم کا اقبال بلند ہو۔ کیا مجھ سے اب تک کوئی ایسی حرکت سرزد ہوئی ہے جو قبیلے سے میری غفلت یا بے اعتنائی پر محمول کی جا سکے۔'' میں نے باادب پوچھا۔

''نہیں لیکن سربلندی اور سرفرازی کے لئے تدبر شرط ہے۔''

''میں سمجھتا ہوں' میں وعدہ کرتا ہوں کہ اپنے محبوب کاہن کو کبھی شکایت کا موقع نہیں دوں گا۔ ترام کی کڑی ٹوٹ گئی لیکن میں ایک روایت پسند آدمی ہوں۔'' میں نے مہذب لہجے میں کہا اور الٹے قدموں سموراں کی عبادت گاہ سے باہر آ گیا۔ ترام کا چھوٹا بھائی جمرال غار کے دہانے پر میرا

منتظر تھا۔ اس نے میرا راستہ روک لیا وہ کچھ بے قرار سا نظر آ رہا تھا۔ مجھے دیکھ کر تیزی سے میرے قریب آ کر بولا۔ ''محترم جابر بن یوسف' اگر تمہیں جانے کی جلدی نہ ہو تو میں تم سے کچھ ضروری باتیں دریافت کرنا چاہتا ہوں۔''

''تم میرے پرانے دوست ہو جمرال۔'' میں نے بڑی شفقت سے اس کے کاندھے پر ہاتھ رکھ کر کہا۔ ''کہو کیا بات ہے؟''

''یوں نہیں اے عالی مرتبت سردار! پہلے مجھے قول دو کہ جو کچھ میں دریافت کروں گا وہ تم سچ سچ بتا دو گے اور مجھے ٹالنے کی خاطر کوئی غلط بات نہیں کہو گے۔'' جمرال حد درجہ سنجیدہ تھا۔

''تمہیں اس بات پر شبہ کیوں ہے کہ میں تم سے دروغ گوئی کروں گا جب کہ تم ترام کے بھائی ہو۔ مجھ پر بھروسہ کرو۔''

''رشتوں کی بات مت کرو معزز جابر! یہ سب خواب ہیں کبھی ان کی تعبیر مل جاتی ہے، کبھی یہ خواب ہی رہتے ہیں۔ مجھے ضبط و تحمل، ایثار و قربانی کا درس دیا گیا ہے۔ میرے جذبے میرے تابع ہیں۔'' جمرال نے غمزدہ لہجے میں کہا۔

''کاہن اعظم کی تربیت نے تمہیں نکھار دیا ہے۔'' میں نے مسکراتے ہوئے کہا۔ ''تم اپنے مقدس باپ کے صحیح جانشین ثابت ہو گے۔''

''کم طلبی میں آسودگی ہے معزز سردار!'' جمرال سنجیدگی سے بولا۔ ''تم نے میری بات کا جواب نہیں دیا؟''

''تم مجھ پر اعتماد کر سکتے ہو جمرال!'' میں نے بھی سنجیدگی اختیار کرتے ہوئے کہا۔ جمرال نے فوراً کوئی جواب نہیں دیا۔ اس نے تیز نظروں سے اطراف کا جائزہ لیا۔ پھر زور سے تالی بجائی اور دبی زبان میں بولا۔

''میں جانتا ہوں معزز سردار! کاہن اعظم نے یقیناً ترام کو بیدار کیا تھا؟ اس وقت اس نے کیا کہا تھا؟ اس عارضی حیات میں جو کچھ اس نے کہا وہ مجھے بتا دو۔''

''کیا مقدس سمورال نے تمہیں کچھ نہیں بتایا؟'' میں نے جمرال کے سوال پر چونکتے ہوئے پوچھا۔

اس کی آنکھیں سرخ ہو چکی تھیں۔ ''وقت ضائع نہ کرو معزز سردار! مجھے بتاؤ کہ ترام نے کن کیفیتوں کا تذکرہ کیا تھا۔ تم نے اگر مجھ سے تعاون کیا تو ہمیشہ مجھے اپنا ہمدرد پاؤ گے۔ ہو سکتا ہے کسی وقت میں تمہارے کام آ جاؤں۔''

جمرال کی سنجیدگی نے مجھے شش و پنج میں مبتلا کر دیا۔ میں ابھی یہ فیصلہ کر ہی رہا تھا کہ جمرال کو حالات سے باخبر کروں یا خوبصورتی سے ٹال جاؤں کہ یکلخت جزیرہ توری کا کاہن بھاگتا ہوا غار سے باہر نمودار ہوا۔ جمرال کی آنکھوں کی سرخی کاہن کو دیکھ کر زردی میں تبدیل ہو گئی۔ اس نے حسرت بھری نظروں سے مجھے دیکھا اور ہاتھ ملنے لگا۔

''تم جمرال...... تم؟'' سمورال نے زہر اگلتے ہوئے کہا۔ ''تم میری محنت اتنی آسانی سے ضائع نہیں کر سکتے۔ کیا تم بھول گئے کہ میں نے تم سے کس بات کے لئے منع کیا تھا؟ تمہاری تالی کی آواز ماورائی طاقتوں کی سماعت پر پہرا ڈال سکتی ہے لیکن میں تمہارا اتالیق بھی ہوں، تم نے میری تنبیہ کا کوئی اثر نہیں لیا؟ تم خودسری پر آمادہ ہو گئے۔ کیوں؟''

''مقدس باپ میں اپنی غلطی تسلیم کرتا ہوں۔ مجھے ندامت ہے۔'' جمرال نے نیچی نظروں سے جواب دیا۔

''اندر جاؤ۔'' سمورال نے اسے حکم دیا۔ جمرال نے حکم کی تعمیل میں ذرا دیر بھی نہیں لگائی، سر جھکائے غار کے اندر چلا گیا۔ اس کے جانے کے بعد کاہن اعظم نے طیش کی نگاہوں سے مجھے دیکھتے ہوئے کہا۔

''جابر بن یوسف! میں نے تم سے کہہ دیا تھا کہ ترام کے بعد اب میرے اور تمہارے درمیان کا رشتہ ٹوٹ چکا ہے۔ اب تم کبھی میری قیام گاہ کا رخ نہیں کرو گے۔ یہ میرا حکم ہے۔''

''میں نے جمرال کو کوئی ترغیب نہیں دی، اس کے علاوہ میں اپنی کسی بھی گستاخی کے لئے معذرت کا طالب ہوں۔ مجھے اپنی شفقتوں سے محروم نہ کروائے نیک بزرگ۔'' میں نے التجا کی۔ ''مقدس سمورال تم میرے محسن ہو! مجھے تنہا مت کرو۔''

''میں آخری الفاظ ادا کرتا ہوں۔ تم نے اگر سن لیا ہے تو مجھے دُہرانے کی ضرورت نہیں ہے۔'' سمورال نے فیصلہ کن انداز میں کہا۔ ''تمہیں میری قیام گاہ سے دور رہنا ہوگا۔ البتہ اگر تم چاہو تو مشورے کے لیے مجھے بلا سکتے ہو۔''

''اس سے بڑی اذیت اس سرزمین پر ممکن نہیں۔'' میں نے جرات سے کہا۔ میری عقل دنگ تھی۔ سمورال کے لہجے میں مروت قطعاً نہیں تھی۔ کیا وہ جمرال کو مجھ سے دور رکھنا چاہتا تھا؟ کیا جمرال کو اس کیفیت کی تہہ کا علم ہو جاتا جس کا اظہار ترام نے کیا تھا؟ تو کیا قیامت آجاتی؟ میں اس الجھن میں گرفتار تھا کہ سمورال نے خشک آواز میں کہا۔ ''روح ترام نے جو کچھ کہا تھا وہ میری امانت ہے تم بھی اس میں شامل ہو گئے ہو اگر تم نے اس امانت میں خیانت کی تو زمین تمہیں جلد ہی نگل لے گی۔ میں تمہیں احتیاط، دور اندیشی اور تحمل کا مشورہ دیتا ہوں۔'' اتنی تلخ باتوں کے بعد وہ غار کے دہانے کی طرف مڑ گیا اور غار کے اندھیرے میں گم ہو گیا۔

سمورال کے جانے کے بعد میں شدید مایوسی کے عالم میں اپنے قبیلے کی جانب قدم اُٹھانے لگا۔ سمورال کی بدلی ہوئی نگاہوں نے مجھے تذبذب میں ڈال دیا تھا۔ اس کی ناراضگی میری سمجھ سے بالاتر تھی۔ اب قدم قدم پر احتیاط شرط تھی۔ ایک معمولی سی لغزش بھی مجھے کسی بڑی تباہی سے دوچار کر سکتی تھی۔ ترام کی اچانک موت نے میری الجھنوں میں اضافہ کر دیا تھا۔ صورت حال کے اس تغیر نے مجھ جیسے مضبوط اعصاب کے شخص کو سخت بددل کر دیا تھا۔ مجھے اپنا ملک، اپنا شہر، اپنا گھر یاد آ رہا تھا جہاں ہر شخص کو تحفظ حاصل تھا۔ میں یہاں کا سردار ہونے کے باوجود ان گنت اسرار سے ناواقف تھا۔ مجھے اپنے تمام منصوبے خاک میں ملتے نظر آ رہے تھے۔ سمورال کی امانت ایک بڑا سہارا تھی، صرف اس احساس کے ساتھ کہ سمورال میری پشت پر ہے۔ میں بڑے سے بڑا معرکہ سر کر سکتا تھا لیکن اس کی ناراضگی میری ہلاکت کا سبب بن سکتی تھی۔ میں زندہ رہنا چاہتا تھا۔ زندگی کی تمنا اس لیے تھی کہ اقابلا کے حسن و جمال کی تابش نے مجھے پاگل کر دیا تھا۔ ہر وقت' ہر لمحے اسی کا خیال رہتا تھا۔ مخالف ہواؤں میں میرے ذہن میں ایک خیال ابھرا کہ مجھے ہندی بوڑھے سرنگا سے ملنا چاہیے۔ شاید وہ مجھے کوئی کارآمد مشورہ دے سکے یقیناً وہ میرے لیے ایک بہترین معاون ثابت ہو سکتا ہے۔ اس لیے کہ وہ تنہا نہیں ہے۔ اس کے ناتواں جسم کے ساتھ غیر معمولی طاقتیں ہیں۔ اس کی قوت مشاہدہ تیز ہے لیکن میں نے فوراً اس خیال کو عملی جامہ پہنانے کا ارادہ ترک کر دیا۔ سرنگا اقابلا کی سلطنت میں ایک معتوب شخص تھا۔ ایسے مشکوک حالات میں اس کے پاس جانا اور اس سے رازداری کی بات کرنا میرے لیے کچھ اور مصائب کھڑے کر سکتا تھا۔ سرنگا ابھی تک جارا کا کی مقدس روح کے عتاب میں تھا۔ یہ مدت پچاس دن کی تھی۔

میرے لیے یہی مناسب تھا کہ پچاس دن تک میں اس سے دور رہوں۔ پتہ نہیں میرے بارے میں اوپر کے لوگ کیا سوچ رہے ہیں۔ اس کی اذیتوں کے خاتمے میں اب ایک ماہ اور چند دن باقی تھے۔ ہر چند کہ یہ مدت طویل تھی لیکن انتظار کے سوا کوئی چارہ نہیں تھا۔ میں نے طوعاً کرہاً سرنگا سے ملنے کا ارادہ ملتوی کیا اور گہری سوچ میں غرق اپنی جھونپڑی کی طرف واپس آ گیا۔

طے شدہ پروگرام کے مطابق میں نے بظاہر ہر بات سے بے نیاز ہو کر قبیلے کے کاموں میں دلچسپی لینی شروع کر دی۔ ہر شعبہ زندگی نئے سرے سے جانچا اور اپنے آپ کو اس طرح مصروف کر لیا کہ میں ہر بات بھول جاؤں۔ میں قبیلے کی زندگی میں آہستہ آہستہ انقلاب لا رہا تھا۔ میں نے کام کی تقسیم کا نظام رائج کیا۔ مختلف ایسے شعبے قائم کیے جو قبیلے کی فلاح و بہبود سے متعلق تھے۔ ہر شعبے کا ایک سردار مقرر کیا جو اپنے شعبے کی تنظیم کا ذمے دار تھا۔ میں نے اپنے ذہن کے مطابق جنگل کی لکڑی سے کئی چیزیں ترشوائیں۔ پہلے جو افراد بیکار تھے انہیں کام پر لگایا۔ قبیلے کا جو علاقہ بنجر پڑا تھا اسے قابل کاشت بنانے کے لئے ضروری اقدام کیے۔ چند معمر افراد پر مشتمل ایک کمیٹی بنائی جس کا کام قبیلے میں غیر قانونی حرکتوں کا سدباب اور شر پسند عناصر کی روک تھام تھا۔ غرضیکہ بیس روز تک میں نے خود کو ان کاموں میں الجھائے رکھا۔ میرے قبیلے کے لوگ جو پہلے ہی میرے مداح تھے، اب میری پرستش کرنے لگے۔ اس عرصے میں متعدد لڑکیاں میری خدمت میں پیش کی گئیں جو اپنے سردار کی ایک نظر التفات کی متمنی تھیں۔ میرے پیش رو کالاری کی دونوں عورتیں میری تنہائی دور کرنے کے لئے آتیں لیکن میں نے ان سب کو دھتکار دیا۔ اب صرف ایک خیال تھا۔ اقابلا کی طلب کا خیال۔ جسے اقابلا کا ہوش ربا نظارہ مطلوب ہو وہ کس طرح ان چھوٹی موٹی تتلیوں کی جانب راغب ہو سکتا تھا۔ مجھے معلوم تھا کہ میرے احساسات اس کی بارگاہ میں منتقل ہو رہے ہوں گے میں خود کو اذیت دے رہا تھا۔ عشق کی یہ بھی ایک منزل ہے۔ اس میں مجھے لذت ملتی تھی۔ میں اسے اور یاد کر رہا تھا۔ شدت سے یاد کر رہا تھا۔ میری بے تابیاں اس کے جمال افروز خیال کے ساتھ بڑھتی گئیں میں نے کئی بار سوچا کہ اس سے ملنے کی درخواست کی جائے لیکن ہمیشہ ایک خوف مانع رہا۔ ابالیش کے بعد میں نے قبیلے کے ایک معمر شخص فزارو کو اپنا مشیر خاص بنا لیا تھا۔ فزارو ایک انتہائی دور اندیش، معاملہ فہم اور زیرک شخص ہونے کے ساتھ ساتھ کالے عالم پر بھی خاصی دسترس رکھتا تھا۔ وہ ابالیش کا انجام دیکھ چکا تھا اس لیے اس کی وفاداری ایک عرصے تک یقینی تھی۔ اس نے مجھے بتایا کہ جب کسی سردار کی بیوی مر جاتی ہے تو مقدس اقابلا ایک ماہ تک اسے طلب نہیں کرتی۔ وہ اپنے سردار کو اپنی محبوب بیوی کے سوگ کا موقع فراہم کرتی ہے۔

یہ اکیسویں روز کی بات ہے۔ میں اپنی آبادی کا چکر لگانے کے بعد شام کے وقت جھونپڑی میں واپس آیا تو خلاف توقع مقدس اقابلا کی نائب اور ترجمان اشمار کو وہاں دیکھ کر دنگ رہ گیا۔ اشمار کا ذکر میں پہلے تفصیل سے کر چکا ہوں وہ اتنی حسین تھی کہ مجھے اس پر اقابلا کا گمان گزرا تھا۔ وہ اتنی دل کش تھی کہ اگر میں اقابلا کو نہ دیکھتا تو وہی میرا مقصود ہوتی۔ اس درنایاب کو اپنی جھونپڑی میں ایک شان بے نیازی سے دیکھ کر مجھے ان گنت شکوک نے گھیر لیا۔

اشمار مجھے اپنے اندر اس طرح مستغرق دیکھ کر مسکرا رہی تھی۔ چند لمحوں تک وہ میری پریشانیوں کا جائزہ لیتی رہی۔ پھر ایک قدم اٹھا کر میرے اور قریب آ کر مستانہ وار نظروں سے مجھے دیکھتے ہوئے بولی۔ ”جابر بن یوسف الباقر! مقدس اقابلا کی نائب اشمار تمہارے پاس آئی ہوں۔

تمہاری وحشت زدگی بجا ہے لیکن میرا تمہارے پاس آنا ضروری ہے۔"

"حسین اشمار! خوش آمدید۔ میں سوچ رہا ہوں کہ یہ مجھ پر عالم تصور طاری ہے یا میں اپنی دنیا میں موجود ہوں۔ میں اس خسروانہ لطف وکرم کا کس طرح شکریہ ادا کروں۔" میں نے تمام تر عجز اور تمام تر اشتیاق سے اپنی زبان کھولی۔

اشمار کے لبوں پر مسکراہٹ کھیل گئی جیسے کوئی غنچہ چٹک گیا ہو۔ جیسے ہلکی پھوار پڑ گئی ہو۔ "جابر بن یوسف!" وہ پُر وقار انداز میں بولی۔ "تم اپنے ہر امتحان میں کامیاب ہو رہے ہو لیکن اُس گوہر نایاب کا حصول اتنا آسان نہیں ہے جتنا کہ تم سمجھ رہے ہو۔"

"میں نے سنا ہے اور میرا یقین ہے کہ سچائیاں اثر کرتی ہیں، میری طلب بے وجہ نہیں ہے۔ یہ طلب اس وجہ سے نہیں ہے کہ مادی آسودگیاں پیش نظر ہیں۔ میں یہ تمام اعزاز خیر باد کہتا ہوں۔ میں ان تمام عنایتوں سے دست بردار ہونے کو تیار ہوں جو مجھے سربلند کرتی ہیں۔ میں سمجھتا ہوں کہ میری طمانیت میرا اختیار ہے۔ میرا سکون قرب جمال میں مضمر ہے۔ اس کی نظریں وسیع اور حواس سب سے زیادہ طاقت ور ہیں وہ دیکھ رہی ہوگی کہ میرے ساتھ میرے باطن کا صدق ہے۔" میں نے جوشیلے انداز میں اشمار سے کہا۔

"جابر بن یوسف!" اشمار کا بدن لچک گیا۔ "تمہارے اظہار بیان میں اضطراب ہے لیکن کیا تم سمجھتے ہو کہ تم اُس کے حیات آفریں جمال کی تاب لاسکو گے! کیا تم خود کو اس کا اہل سمجھتے ہو کہ تمہیں اس عنایت سے نوازا جائے! کیا تم نے کبھی سوچا ہے کہ وہ کون ہے؟ تم کس کی طلب کر رہے ہو؟"

"مجھے اپنی کم تری، کم مائیگی کا احساس ہے' یقیناً میں پاگل ہو جاؤں گا لیکن میں پاگل ہو جانا چاہتا ہوں۔ میں اس کے قدموں میں مرنا چاہتا ہوں اور اگر میری جسارت معاف کر دی جائے تو یہ کہوں کہ میں اس کے ہاتھوں مرنا چاہتا ہوں۔ کسے اپنی زندگی کی فکر ہے؟ اس کے جمال پر اس جیسی ہزاروں زندگیاں نثار کی جاسکتی ہیں اور سن لو معزز اشمار! یہ اس وجہ سے نہیں ہے کہ وہ ایک سلطنت کی سربراہ ہے اور ہم اس کی امان میں رہتے ہیں۔ یہ وہی لوگ کر سکتے ہیں جنہیں اس دنیا میں طمانیت حاصل ہوگئی ہو' جو یہ سوچیں کہ اس کے بعد آسودگی کی کوئی منزل نہیں ہے۔ اقابلا کا قرب زندگی ہے۔ اگر کرم کا یہ سلسلہ بند ہو جائے تو موت ہے۔ میں ہزاروں امتحانوں سے گزرنے کے لیے تیار ہوں۔" میں نے کہا۔

اشمار چمکتی نگاہوں سے میرے پُر اثر بیان میں کھوئی ہوئی تھی' اچانک کہنے لگی۔ "میرے حسن کی تعریف کرو۔"

"تم......" میں اس سوال پر پریشان ہو گیا۔ وہ مجھے بہت حسین نظر آ رہی تھی۔ اس نے مجھے الجھن میں ڈال دیا کہ میں کیا جواب دوں لیکن تھوڑے سکوت کے بعد سنبھل کر بولا۔ "تم...... اس کا عکس جمیل ہو تم وہ دروازہ ہو جو جنت کی طرف کھلتا ہے۔ تمہارا مرمریں بدن اس کے خمیر سے بنا ہے۔ تمہارے لبوں کی دل کشی میں اس کی حلاوت شامل ہے۔ تمہاری آنکھوں میں اس کا جمال رقص کرتا ہے۔ میں تو گوشت پوست کا ایک انسان ہوں۔ اگر پتھر بھی تمہارا ہوش رُبا نظارہ کریں تو پگھل جائیں۔"

"تم ایک ذہین آدمی ہو۔" اشمار نے مسکرا کر کہا۔ "تم نے ابھی کہا ہے کہ میں اُس کا عکس جمیل ہوں۔ میں اگر تم سے یہ کہوں کہ راستہ بہت دشوار ہے تم بلندی تک پہنچتے پہنچتے ختم ہو جاؤ گے۔ تم نے اپنے شوق کی وسعتوں کا اندازہ نہیں کیا۔ مجھے مقدس اقابلا نے تمہارے پاس بھیجا ہے۔

منزلوں کی دوری اور دشواری کا اندازہ کر کے تم مجھ سے مفاہمت کر سکتے ہو۔ یہ اس کی کرم گستری ہے۔ تم اس سے انکار کی جرات نہیں کرو گے۔"

مقدس اقابلا نے اسے میرے پاس بھیجا ہے؟ جزیرہ توری کے ایک معمولی اور اجنبی سردار کے پاس؟ وہ جو اقابلا کی نائب ہے۔ میری سمجھ میں کچھ نہیں آسکا۔ ممکن ہے اب بھی اسے میرا امتحان مطلوب ہو۔ احتیاط لازم تھی۔ میں نے بڑی خوبصورتی سے جواب دیا۔ "اگر اقابلا نے تمہیں بھیجا ہے تو میری آنکھوں پر تمہارا آشیانہ ہے۔ اے پری وش! میں اپنے خون سے تمہارے قدموں کو غسل دوں۔ اپنا دل نکال کر تمہیں پیش کروں؟ تمہیں اس نے بھیجا ہے جو مجھے مطلوب ہے۔ میں انکار کی جرات نہیں کر سکتا لیکن اس سے کہہ دیجیو کہ یہ تیرا حکم ہے جو عشق کرتے ہیں ان کا سر جھکا رہتا ہے لیکن اسے معلوم ہوگا کہ تمہاری قبولیت میں اس کی خوشنودی ملحوظ ہے۔"

"میں تمہیں یاد دلاتی ہوں تم اپنی محبوبہ فلورا کے حسن کے اسیر تھے۔ پھر ترام تمہارے قریب آگئی اور اب......"

"اور اب اشمار......" میں نے اس کی بات کاٹ کر کہا۔ "مجھے ان سب کا اعتراف ہے لیکن یہ میرے جرائم نہیں ہیں۔ وہ سب اس کے آگے ہیچ ہیں۔ جس دن سے یہ خیال دل میں جاگزیں ہوا ہے اس دن سے کسی نے میرے نہاں خانہ دل پر دستک نہیں دی۔ یوں میں اپنی اشتہا مٹاتا رہا لیکن جنس ایک علیحدہ چیز ہے۔ کوئی جذبہ جنس سے آلودہ ہو تو وہ مادی ہوتا ہے۔ یہاں تو تمنا ہی فنا ہونے کی ہے۔"

"اور اگر تم اس میں ناکام ہو گئے تو؟" اس نے ادا سے کہا۔

"میں ناکام ہو گیا تو پھر کہاں رہوں گا میرے ساتھ یہ احساس ختم ہو جائے گا۔" میں نے عزم سے کہا۔

"لیکن اب میں تمہارے مقابل ہوں۔ میں مقدس اقابلا کی نائب ایک خاص مقصد سے تمہارے پاس بھیجی گئی ہوں۔" اشمار نے کہا۔

"میں حکم کا منتظر ہوں۔ میرا ذہنی توازن درست ہے اور میں ہوش وحواس میں تمہاری شیریں زبان سے لطف اندوز ہونے کے لئے مضطرب ہوں۔ کیا اسے میرے سر کی ضرورت ہے؟" میں نے اسے اپنے جسم سے لٹکا ہوا چاقو دکھا کر کہا۔

"نہیں۔ سنو جابر بن یوسف! تم پر جاراکا کی مقدس روح کا سایہ رہے۔ ترام کی اچانک موت کی بنا پر تم زبردست صدمے سے دوچار ہوئے ہو۔ میں مقدس اقابلا کی طرف سے یہ اظہار کرتی ہوں کہ وہ تمہارا درد محسوس کرتی ہے۔ اس کے بعد تم نے تنہائی کی جو زندگی گزاری ہے وہ اس سے مخفی نہیں ہے۔ اس علاقے میں ہر دو جنسوں کو اپنی نفسانی خواہش پوری کرنے کی اجازت ہے۔ مقدس اقابلا اپنی رعایا کے اس حق کا ہر اعتبار سے تحفظ کرتی ہے۔ ترام کی موت کے بعد تمہاری زندگی میں جو خلا پیدا ہو گیا ہے تم اسے پورا کر سکتے تھے۔ ویسے یہ خلا پُر کرنا تمہاری مرضی اور پسند پر موقوف ہے لیکن تم نے اپنے آپ پر جبر کیا اور اپنے مقصود کی خاطر ترک لذت کا وتیرہ اختیار کیا اس لیے اقابلا نے مجھے تمہارے پاس بھیجا ہے۔ مقدس اقابلا نے اپنے فرمان کے مطابق مجھے تمہارے پاس اس وقت تک کے لئے مامور کیا ہے جب تک تم کوئی مستقل بندوبست نہیں کر لیتے۔"

"معزز اشمار!" میں نے حیرت سے اشمار کے بدن کا جائزہ لیتے ہوئے کہا۔ "کہیں تم پھر میرے صبر وضبط کا امتحان تو نہیں لے رہی ہو! میرے خدا۔ یہ مذاق ہولناک ہے۔"

"نہیں۔ یہ کوئی امتحان نہیں ہے۔ مگر میں تمہارے سفارش نامے کی حیثیت رکھتی ہوں۔ مجھے یقین ہے کہ تم میری بات سمجھ گئے ہو گے۔

''اشمار کی نگاہوں میں بجلی تھی۔'' میرا یہ فعل مقدس اقابلا کے حکم کا تابع ہے میں تمہارے تمام نازک احساسات اسے منتقل کروں گی اور تمہاری شیفتگی و وارفتگی کا بیان بھی کروں گی بشرطیکہ تم اپنے قول کے مطابق اس پر پورے اترے۔''

اشمار کی پیش کش حیرت انگیز تھی۔ اس کی دعوت مسترد کرنے کی سکت اب میرے ہاں نہیں تھی۔ مجھے یقین آ گیا کہ وہ جو کچھ کہہ رہی ہے سچ ہے۔ وہ مقدس اقابلا کا نام درمیان میں لا کر غلط بیانی کی جرات نہیں کر سکتی اور اگر اس نے کی بھی ہے تو میں مقدس اقابلا کے نام پر اس کے قرب کا داعی ہوا ہوں۔ میرا دل اسے آغوش میں لینے کے لیے بے تاب تھا۔ یہ تصور کر کے مجھ پر شادی مرگ کی کیفیت طاری ہو گئی کہ میرے کثیف کھردرے، سخت ہاتھ اس کے صاف، نرم اور خوبصورت چہرے سے مس ہوں گے۔ میرا خوف کم ہو گیا۔ میں نے اس بار ایک بھرپور نظر اس سرتاپا قیامت کو دیکھا۔ وہ ہر اعتبار سے حسن مجسم تھی۔ میں محو نظارہ تھا کہ اشمار آہستگی سے بولی۔

''جابر! کیا تمہیں اب بھی یقین نہیں آیا؟''

''معزز اشمار! میری نظریں ایسے نظارے کی عادی نہیں ہیں۔'' میں نے اپنی آنکھیں بند کر کے کہا۔'' میں مقدس اقابلا کی نوازشوں کا شکریہ کس طرح ادا کروں؟ کون تصور کر سکتا ہے کہ مجھے زندگی میں یہ سعادت نصیب ہوگی۔ تم اس کا تحفہ ہو۔ میں تمہیں سینے سے لگا کر رکھوں گا۔''

''سیدی جابر!'' پہلی بار اشمار نے میرے نام کے ساتھ سیدی کہا۔'' میں نے خود کو تمہاری قربت کے لئے آمادہ کر لیا ہے۔''

''شاید میں اندھا ہو جاؤں۔''

''میں تمہیں پھر بصارت دے دوں گی۔ تم خوب صورت باتیں کرتے ہو۔''

''یہ تمہارے حسن کا اعجاز ہے۔''

''میں تمہارے قریب آ رہی ہوں۔'' اشمار نے نشیلی نگاہوں سے کہا۔

''میرے حواس تمہارے سپرد ہیں۔'' میں نے اشتیاق سے جواب دیا۔

وہ قریب آ رہی تھی اور میں لرز رہا تھا۔

''جابر بن یوسف!'' اس نے خوابیدہ آواز میں کہا۔

''اشمار!'' مجھے اپنی آواز کہیں دور سے آتی ہوئی محسوس ہوئی۔

''وہ روایت ٹوٹ رہی ہے جو برسوں سے اس علاقے میں رائج تھی۔ قصر اقابلا کی ایک شہزادی ایک سردار کے پہلو میں ہے۔'' اس نے سرگوشی کی۔

''یہ ایک مبارک روایت قائم ہوئی ہے تم اس لذت بے بہا کا اندازہ نہیں کر سکتیں۔ میں ایک سردار نہیں ہوں۔ میں نے اس منصب کی تمنا نہیں کی تھی۔''

☆==========☆==========☆

اس نے مجھے سختی سے تاکید کی کہ میں اپنی جھونپڑی میں اس کی موجودگی کا تذکرہ کسی اور سے نہ کروں۔ اشمار نے مجھے یہ بھی بتایا کہ وہ میرے سوا کسی اور کو نظر نہیں آسکتی۔ مجھے اس پر کوئی تعجب نہیں ہوا۔

تاریک براعظم کے فسوں کار ماحول میں کوئی امر تعجب خیز نہیں تھا۔ ہر بات ممکن تھی۔ اشمار دیر تک اس علاقے کی روایتوں کے بارے میں باتیں کرتی رہی اور مجھے ہدایات دیتی رہی پھر شوخی سے بولی۔ ''سیدی جابر! تم نے ایک قبیلے کی سرداری حاصل کر کے رتبہ حاصل کر لیا ہے۔ مقدس اقابلا کی ہمدردیاں بھی تمہیں حاصل ہیں لیکن تم ابھی ایک کمزور آدمی ہو جب تک تم طلسمی علوم پر دسترس حاصل نہیں کر لیتے اس علاقے میں تمہاری زندگی کے گرد خطرے منڈلاتے رہیں گے۔''

''اشمار! میں نے اس سلسلے میں کوشش کی تھی لیکن مجھے کوئی اچھا اتالیق نہیں مل سکا۔ اگر تم میرے ساتھ تعاون کرو۔''

'' صرف چند باتیں۔'' اشمار سنجیدگی سے بولی۔ ''مقدس اقابلا کی قربت کے لئے یہاں کے ہر شخص کو ہر طرح مسلح ہونا پڑتا ہے میں نے بھی مقدس اقابلا کی بارگاہ میں جو منزل حاصل کی ہے وہ سخت امتحانوں کے بعد مجھے ملی ہے۔ میں تمہیں صرف چند باتیں بتا سکتی ہوں لیکن تمہیں یہ علوم سیکھنے کے لئے ایک طویل مدت صرف کرنی پڑے گی۔''

''میں بصد شوق انہیں سیکھوں گا۔''

''جزیرے باگماں میں جانے سے پہلے تمہیں ابتدائی پُر اسرار طلسمی علوم سے آگاہی ضروری ہے ورنہ تم وہاں ایک دن بھی سکون سے نہیں گزارو گے۔''

''جزیرہ باگماں؟'' میں نے چونک کر کہا۔ ''یہ کس جگہ کا نام ہے؟ مجھے وہاں کس لیے جانا پڑے گا؟''

''مقدس اقابلا کی حکومت تاریک براعظم کے طول و عرض میں دور دور تک پھیلی ہوئی ہے۔ جزیرہ باگماں ہمارے ہاں ایک خاص اہمیت کا حامل ہے۔ ہر سردار کو وہاں تربیت حاصل کرنے کے لئے ایک بار ضرور جانا پڑتا ہے۔'' اشمار مسکرا کر بولی۔ ''چونکہ تم نے اپنی شجاعت اور ذہانت سے شوالا کو زیر کر کے اقابلا کی خوشنودی حاصل کی ہے اور چونکہ تم نے نامساعد حالات میں غیر معمولی جرات کا ثبوت دیا ہے اور چونکہ تم مقدس اقابلا کے قرب کے سچے شیدائی ہو اس لیے تمہیں بہت جلد وہاں بھیجا جائے گا۔''

اشمار مجھے مختصر طور پر جزیرہ باگماں کے متعلق بتانے لگی اس نے مجھے جو باتیں بتائیں ان پر یقین کرنے کو دل آمادہ نہیں ہوتا تھا لیکن میں نے اشمار پر اپنی حیرت کا اظہار نہیں ہونے دیا۔ اس کی بتائی ہوئی تفصیلات ذہن نشین کرتا رہا۔ میں پورے طور پر اس جزیرے کے متعلق معلومات حاصل کرنا چاہتا تھا لیکن اشمار یہ موضوع ٹال گئی۔ اس نے کہا کہ ابھی اسے صرف اسی قدر بتانے کی اجازت ہے۔

دوسرے روز سے اشمار نے کالے علم اور طلسمی اسباق کی ابتدا کی۔

مجھے اندازہ ہوا کہ یہ کام شدید مشقت' عرق ریزی اور جاں سوزی کے بعد مکمل ہو سکتا ہے۔ اس کے لئے جانوروں کے خون اور دیوتاؤں کی پرستش، مردہ انسانوں کے پنجروں اور کھوپڑیوں کے استعمال کا ہنر آنا لازمی ہے۔ بہر حال یہ ایک دلچسپ سلسلہ تھا۔ میں کسی ویرانے میں نہیں

بیٹھا۔ مجھے اشمار نے اس کی ابتدا اور بنیادی عمل سے متعلق چند اسباق رٹا دیئے۔ اتنا ہوا کہ مشکل الفاظ میری زبان پر چڑھنے لگے اور میں جانوروں کو سدھانے اور انہیں اپنی طرف ملتفت کرنے کا ہنر سیکھ گیا۔ ایک آدھ بار میں نے جزیرہ باگماں کا ذکر چھیڑا مگر اشمار نے کوئی توجہ نہ دی۔ میرے لیے زیادہ اصرار مناسب نہیں تھا۔ اشمار سے بے تکلفی ہوئی تو میں نے مقدس اقابلا کے دیدار کے متعلق اپنے اشتیاق کا اظہار کیا لیکن اس نے یہ کہہ کر مایوس کر دیا کہ وہ میری کوئی مدد کرنے سے قاصر ہے یہ اقابلا پر منحصر ہے کہ وہ کب مجھے یہ سعادت بخشتی ہے۔

میں تیزی کے ساتھ اس سے پُراسرار علوم سیکھ رہا تھا اور وہ بڑی تندہی سے مجھے اسرار کی دنیا سے آگاہ کر رہی تھی۔ مجھے امید تھی کہ ان علوم کی آگاہی کے بعد میں بہتر طور پر اس اجنبی ماحول میں اپنے قدم جما سکوں گا۔ یہ علوم سیکھنے کے ساتھ ساتھ قبیلے کے کاموں میں میری دلچسپی بدستور قائم تھی جب مجھ سے میرا کوئی محافظ یا سردار ملنے آتا تو وہ اشمار کی موجودگی سے لاعلم ہوتا۔

گیارہویں روز فزارو نے مجھے صبح ہی صبح ایک ایسی خبر سنائی کہ میں غصے سے تلملا اٹھا۔ فزارو کی آمد کی اطلاع مجھے اشمار نے دی تھی۔ میں جھونپڑی سے باہر گیا تو فزارو دروازے پر کھڑا تھا۔ وہ مجھے دیکھتے ہی بولا۔ معزز سردار جابر! کل رات ایک اجنبی شخص نے ایک جُرم کیا ہے۔ اگر فوراً ہی اس کا تدارک نہ کیا گیا تو قبیلے کی زندگی کے لئے مضر ہو سکتا ہے۔"

"مجھے تفصیل سے آگاہ کرو؟" میں نے اس سے حکمیہ کہا۔

"معزز سردار! کل شام ہمارے قبیلے میں ایک اجنبی شخص ظاہر ہوا تھا مجھے معلوم ہوا کہ اسے مقدس اقابلا کی اعانت حاصل ہے اس لیے میں نے اس کے قیام کا بندوبست کر دیا مگر اس کے بعد اس نے جو حرکت کی، وہ میرے لیے حیرت انگیز ہے۔ نووارد جارا کا کی مقدس روح کے معتوب ہمارے مہمان سرنگا کی لڑکی کو جبراً اپنے ساتھ لے گیا اور اب وہ کسی قیمت پر اسے آزاد کرنے کے لئے تیار نہیں ہے۔ میں اس وقت یہی اطلاع دینے آیا ہوں۔"

"فزارو! کیا تمہاری اطلاع درست ہے کہ وہ سریتا کو لے گیا ہے؟ کیا ہمارے انسداد جرائم کے شعبے نے اس شخص کی کھال نہیں اُدھیڑ دی، میں پوچھتا ہوں کہ یہ کارروائی کیوں نہیں کی گئی؟" میں نے طیش میں آکر کہا۔

"ہم نے اپنی سی کوشش کر لی ہے۔ نووارد سرکشی پر آمادہ ہے۔ اس کے ہاتھ پر مقدس اقابلا کی مہر ثبت ہے۔ اس نے ہمارے احکام ماننے سے انکار کر دیا اور ہم قانوناً اس کے خلاف کوئی جارحانہ کارروائی نہیں کر سکتے۔" فزارو نے نگاہیں نیچی کر کے کہا۔ "وہ کہتا ہے کہ میں مقدس اقابلا کے سوا کسی کے سامنے جواب دہ نہیں ہوں۔ میں نے اسی لیے یہ اطلاع تم تک پہنچائی ہے۔"

وہ سریتا جسے میں نے ایک بار اپنی زندگی داؤ پر لگا کر کالاری سے حاصل کیا تھا اور شوالا کو شکست دینے کے بعد فلورا کے بجائے اسے طلب کیا تھا۔ اس سرو قد خوبصورت ہندی دوشیزہ پر دوبارہ جبر کی اطلاع سن کر مجھے سخت غصہ آیا۔

وہ میرے دوست میرے ساتھی سرنگا کی لڑکی تھی۔ سریتا اب پھر مصیبت میں گرفتار تھی۔ میں غصے میں پیچ و تاب کھاتا ہوا اسی لمحے فزارو کی قیام گاہ کی سمت چل پڑا۔ فزارو معمر ہونے کے باوجود میری برق رفتاری کا ساتھ دے رہا تھا۔ ہم جلد ہی اس جھونپڑی تک پہنچ گئے جس کے دروازے پر

ایک لمبا تڑنگا سیاہ فام شخص نیزا لیے کھڑا تھا۔ اس شخص کو دیکھ کر مجھے تعجب ہوا۔ اپنے قبیلے میں پہلی بار مجھے ایک ایسا شخص نظر آیا تھا جس کے جسم کے زیریں حصے سبز پتوں نے ڈھانپ رکھے تھے۔ اس کے کشادہ سینے پر سپید رنگ سے کنڈلی مارے ہوئے کوبرا کی شکل بنی ہوئی تھی۔ جب میں نے اس کے چہرے کی طرف دیکھا تو حیرت دو چند ہوگئی اس کی آنکھوں کی جگہ دو ویران گڑھے نظر آ رہے تھے۔ وہ قطعی طور پر نابینا ہونے کے باوجود بڑے محتاط انداز میں جھونپڑی کے دروازے پر تعینات تھا۔ میں نے فزارو سے پوچھا۔ ''یہ کون سی مخلوق ہے؟''

''معزز سردار! پہرے دار صبح تک یہاں موجود نہیں تھا لیکن اب اس کی موجودگی میں ہم نووارد کا کچھ نہیں بگاڑ سکتے۔ اقابو کی موجودگی اس بات کی ضمانت ہے کہ نووارد کو ہماری عظیم المرتبت حکمراں کا تحفظ حاصل ہے۔'' فزارو نے سراسیمگی سے کہا۔

''اقابو؟ یہ کیا بلا ہے۔ کیا یہ ایک سردار کا راستہ روکنے کی ہمت کرے گا؟ آج سے پہلے میں نے کوئی ایسا شخص اپنے قبیلے میں نہیں دیکھا۔'' میں نے اس سے وضاحت چاہی۔ ''کیا یہ نابینا محافظ کسی خاص فرقے سے متعلق ہے؟''

''معزز جابر! اقابو ان تمام افراد کا نام ہے جو مقدس اقابلا کے محافظ دستے میں شامل ہیں۔ ہر اقابو کے سینے پر کنڈلی مارے ہوئے کوبرا کی تصویر کندہ ہوتی ہے۔ اقابو دستے کے سرداروں کے سینے پر مگرمچھ بنے ہوتے ہیں، مقدس اقابلا کے حکم کے مطابق قبیلے کا کوئی فرد کسی اقابو سے ٹکرانے کی جرات نہیں کر سکتا۔ ہاں اگر کسی کو اس سے کوئی شکایت ہو تو وہ اپنی شکایت مقدس حکمراں تک پہنچا سکتا ہے۔'' فزارو یہ تفصیل بتاتے ہوئے ایک ثانیے ٹھہرا پھر آہستہ سے بولا۔ ''پہلے کوئی اقابو اندھا نہیں ہوتا تھا لیکن ایک بار ایک سرکش اقابو نے، دیوتا مجھے معاف کریں، مقدس اقابلا کو گستاخ نظروں سے دیکھنے کی ناقابل معافی حرکت کی تھی۔ عظیم ملکہ کا جاہ و جلال تا ابد سلامت رہے، اس نے اسی دن تمام اقابوؤں کی آنکھیں نکلوا دیں مگر انہیں دوسری غیر معمولی صلاحیتیں ودیعت کر دی گئیں، ان کی ذہنی استعداد تیز کر دی گئی اور انہیں ایسی سوجھ بوجھ سے نواز دیا گیا کہ ہر اقابو نابینا ہونے کے باوجود بہت زیادہ زیرک، طاقت ور اور دُور اندیش ہوتا ہے۔ یہ ہوا کی آہٹ پر صحیح صحیح نشانہ لگانے کے ماہر ہوتے ہیں۔''

''کیا اقابو قبیلے کے سردار زیادہ بلند رتبے کے مالک ہوتے ہیں؟'' میں نے نرم آواز میں دریافت کیا، مجھے محتاط رہنا ضروری تھا۔ مقدس اقابلا کی مداخلت بے وجہ نہیں ہو سکتی تھی۔ اقابو کی موجودگی کا مطلب یہ تھا کہ سریتا کو اغوا کرنے والا شخص یقیناً کوئی خاص مقام رکھتا ہوگا۔

''کوئی اقابو قبیلے کے سرداروں سے بلند مرتبہ نہیں رکھتا مگر اُن کے اختیارات بہت وسیع ہوتے ہیں۔'' فزارو نے اپنے جواب کی مزید وضاحت کرتے ہوئے کہا۔ ''تم ایک سردار کی حیثیت سے اقابو کی موجودگی کے باوجود جھونپڑی میں جا سکتے ہو۔ نووارد سے گفتگو کر سکتے ہو لیکن سریتا کو اقابو کی موجودگی میں آزاد نہیں کرا سکتے۔''

جھونپڑی سے میرا فاصلہ آٹھ گز سے زیادہ نہیں تھا۔ کوئی اور لڑکی ہوتی تو شاید میں واپس چلا آتا لیکن یہ سریتا کا معاملہ تھا۔ میں نے کچھ سوچنے کے لئے لمحے بھر اپنی آنکھیں موندیں۔ پھر فزارو کو رکنے کا اشارہ کر کے آگے بڑھا۔ اقابو کسی مجسمے کی طرح دروازے پر ایستادہ تھا۔ میں جیسے ہی تین گز کے فاصلے پر پہنچا۔ اقابو نے بلا کی پھرتی کا مظاہرہ کیا اور نیزا میری سمت تان کر کھڑا ہو گیا۔ جیسے وہ میری طرف صحیح نشانہ باندھنے کا نقطہ تلاش کر رہا ہو۔ اس کے ساتھ ہی اس کی کرخت آواز ابھرائی۔ ''سیکھائی بوما آہوروگی شابو غوغا مالارا'' (تم کون ہو؟ تمہاری آمد کا مقصد ہے؟ جواب دو،

ورنہ میں دیوتاؤں کے حکم سے تمہیں ہلاک کردوں گا)

''میں اس قبیلے کا سردار جابر بن یوسف الباقر ہوں اور اس شخص سے باز پُرس کرنے آیا ہوں جس نے ہمارے قبیلے کی ایک معزز لڑکی کا اغوا کیا ہے۔'' میں نے سرد لہجے میں جواب دیا۔

اقابو نے جلدی سے نیزہ نیچے کرلیا اور با ادب بولا۔ ''سیکو گوی لارا، آ ہوشوشا با گو (میں معافی کا طلب گار ہوں، تم اندر جاسکتے ہو)

میں اقابو کے قریب سے گزرتا ہوا جھونپڑی میں داخل ہوا تو مجھے ایک اشتعال انگیز منظر نظر آیا۔ سریتا پیال کے بستر پر پڑی اپنی حفاظت کی جدوجہد کررہی تھی اور گندمی رنگ کا شخص اس پر تسلط جمائے رکھنے کی بھرپور کوششوں میں مصروف تھا۔

مجھ سے سریتا کی یہ بے بسی نہ دیکھی گئی۔ مجھ پر جنون طاری ہوگیا اب تک وہ اس علاقے میں محفوظ رہی تھی، کسی پھول کی طرح پاک و صاف اور وہ اس وقت بھی شدید مزاحمت کررہی تھی۔ میں چند لمحوں تک یہ ناقابل برداشت منظر دیکھتا رہا پھر میں نے گندمی رنگت کے آدمی کو للکارا۔ وہ سریتا کو چھوڑ کر تیزی سے اُٹھ کھڑا ہوا پھر ہم دونوں کی نظریں ملیں تو بہت سے سلسلے مل گئے۔ دونوں نے ایک دوسرے کو تعجب سے دیکھا۔ اس کی داڑھی بڑھی ہوئی تھی میرا جسم رنگا ہوا تھا لیکن ہمیں ایک دوسرے کو شناخت کرنے میں کوئی مشکل پیش نہیں آئی۔ وہ ڈاکٹر جواد تھا۔ ڈاکٹر جواد اس خطرناک مہم میں میرا شریک تھا جس کا ذہنی توازن بگڑ گیا تھا اور جزیرہ توری کے ایک طبیب نے اس کے دماغ میں میخیں گاڑ کر محلول بھرا تھا۔ وہ ایک عرصے سے مجھے نہیں ملا تھا کئی بار میرے دل میں آئی کہ اس کے متعلق معلومات کروں لیکن میں اپنی مصروفیتوں میں گھرا رہا۔ مجھے یہ معلوم ہوگیا تھا کہ وہ صحت مند ہوتا جارہا ہے وہ میرے اور شوالا کے قبیلے کی حدود سے دُور ایک غیر جانبدار علاقے میں مقیم تھا۔ وہاں آبادی کے سربرآوردہ افراد کا قیام تھا۔ ہم لوگ بھی شروع میں وہیں قید تھے، وہ مجھے عجیب نظروں سے گھور رہا تھا۔ پھر جواد نے گفتگو میں پہل کی۔ ''آہا۔ جابر بن یوسف الباقر! میرے دوست۔ خوش آمدید۔''

''ڈاکٹر جواد۔'' میں نے محتاط انداز میں کہا۔ ''ایک عرصے بعد تمہیں تندرست دیکھ کر مجھے ازحد خوشی حاصل ہوئی ہے لیکن یہ لڑکی......'' میں سریتا کی جانب اشارہ کرکے کچھ کہنا چاہتا تھا لیکن ڈاکٹر جواد نے بڑی تیزی سے میری بات کاٹ دی۔

''یہ سریتا ہے سیدی جابر! اس بوڑھے ہندی سرنگا کی لڑکی جس نے لائف بوٹ پر زندہ انسانوں کا گوشت کھانے کے بجائے موت کو ترجیح دی تھی۔ وہ بوڑھا بے وقوف......'' جواد مسکراتے ہوئے بولا پھر سہمی ہوئی سریتا کی طرف ہوسناک نظروں سے دیکھ کر بولا۔ ''یہ لڑکی مجھے لائف بوٹ ہی میں پسند آگئی تھی۔ کل رات میں اسے ہندی بوڑھے سرنگا کی جھونپڑی سے کھینچ کرلے آیا مگر یہ نادان لڑکی ابھی تک سرکشی پر آمادہ ہے۔ میں رات سے اسے ہموار کرنے کی کوشش کررہا ہوں۔ اس کی سرکشی، مزاحمت اور جدوجہد مجھے پسند ہے۔ اس کی وحشیانہ حرکتیں مجھے ایک نئے لطف سے ہم کنار کرتی ہیں۔ ارے رے۔ تم کھڑے کیوں ہو میرے دوست جابر؟ آؤ بیٹھو۔ کچھ اپنی کہو۔ کچھ میری سنو۔ ہم بلاشبہ ایک عرصہ بعد مل رہے ہیں۔''

''شاید تمہیں معلوم ہو کہ تم اس وقت جس قبیلے میں موجود ہو اس کا سردار میں ہوں۔ مقدس اقابلا کی عنایتوں نے مجھے یہ مقام عطا کیا ہے۔'' میں نے اپنے بارے میں مختصر طور پر بتاتے ہوئے قدرے درشت لہجے میں اسے مخاطب کیا۔ ''مجھے اس بات کی اطلاع کچھ دیر پہلے ہی ملی ہے کہ تم

نے بوڑھے سرنگا کی بیماری اور اس پر نازل ہونے والے جارا کا کا کے عتاب سے فائدہ اٹھاتے ہوئے اس لڑکی کو اغوا کرلیا ہے حالانکہ وہ تمہارا ساتھی تھا اور وہ ان لوگوں میں شامل ہے جو اس پُراسرار علاقے میں محبوس ہو گئے ہیں۔''

''سیدی جابر!'' جواد نے زہریلے لہجے میں کہا۔''تو گویا تم ایک سردار کی حیثیت سے ملنے آئے ہو؟ میرا خیال تھا کہ میں اپنے ایک بد نصیب ساتھی سے ملاقات کررہا ہوں۔تم تو ابھی تک وہاں رہ رہے ہو جہاں عورت کو مرد سے اور مرد کو عورت سے دور رکھا جاتا ہے۔میرے عزیز میں تمہیں بتا دینا چاہتا ہوں کہ یہاں کی اقدار مختلف ہیں۔یہاں وہ حماقتیں نہیں کی جاتیں جو ہماری تہذیب یافتہ سوسائٹی میں کی جاتی ہیں۔''

''ڈاکٹر جواد...... لیکن یہ قبیلے کی کسی دوشیزہ کا معاملہ نہیں ہے، یہ ایک ایسی لڑکی کا معاملہ ہے جو اُسی تہذیب سے تعلق رکھتی ہے جہاں دوسرے انداز سے سوچا جاتا ہے۔بہرحال مجھے خوشی ہے کہ بہت جلد تم میری آمد کا...... مقصد سمجھ گئے۔''میں نے ناگواری سے کہا۔''ہم نے جس بدقسمت جہاز پر سفر کیا تھا اس کے نائب کپتان نے مجھے بتایا تھا کہ تم ایک ذہین اور معاملہ فہم شخص ہو۔میں تمہارے کسی کام آسکتا ہوں تو مجھے بتاؤ۔''

''جابر! سیدی جابر۔تم سریتا کے معاملے میں اتنے سنجیدہ کیوں ہو؟ کہیں تمہاری کوئی وابستگی تو درمیان میں نہیں آرہی ہے؟ بہتر ہوگا کہ ہم اچھے دوستوں کی طرح سریتا کی ذات کے بجائے کسی اور موضوع پر گفتگو کریں۔یہ دوشیزگی' عصمت، پاک بازی، عزیز از جاں یہ سب مہمل الفاظ ہیں۔تم وہاں اُن کے معانی جانتے تھے۔یہاں ایسے لفظ ایجاد ہی نہیں ہوئے ہیں۔''ڈاکٹر جواد نے ہنستے ہوئے کہا۔

''یہ سرنگا کی لڑکی ہے ڈاکٹر جواد! سرنگا نے ایک موقع پر میری جان بچائی تھی۔وہ میرا محسن ہے۔''میں اکتاہٹ سے بولا۔''یوں بھی ایک قبیلے کے سردار کی حیثیت سے میرا فرض ہے کہ میں سریتا کو تمہارے چنگل سے آزاد کراؤں۔''

''بخدا تم کچھ نہیں جانتے۔''ڈاکٹر جواد نے مضحکہ اڑاتے ہوئے کہا۔''تم بھول رہے ہو۔تم ایسا کبھی نہیں کرسکتے۔مگر ٹھہرو۔تمہیں میرے بارے میں تفصیل سے معلوم نہیں ہے۔فی الحال میں تمہیں اتنا بتا سکتا ہوں کہ میں اقابلا کی سلطنت میں ایک نہایت اہم شخص ہوں۔میں اتنے دنوں تم لوگوں سے اس لیے دور رہا کہ یہاں کے مختلف جزیروں میں جڑی بوٹیوں پر تحقیقات کررہا تھا۔مقدس اقابلا نے مجھے طبیبوں کی ایک خاص جماعت کا رکن بنایا ہے۔یہاں طبیبوں کو خاص مراعات حاصل ہیں۔وہ ایک بلند مرتبت شہری ہیں۔میں جزیرہ توری، جزیرہ سولا اور جزیرہ امسار کا سفر کر آیا ہوں اور ان تینوں جزیروں کی کسی بھی ایسی لڑکی کو اپنی وابستگی کا ذریعہ بنا سکتا ہوں جو کسی کی تحویل میں نہ ہو، یا کسی سردار سے متعلق نہ ہو۔سریتا کو بھی میں نے مقدس اقابلا کی عنایت کردہ رعایتوں کے تحت حاصل کیا ہے۔اگر تم چاہو تو براہ راست مقدس اقابلا سے میری شکایت کرسکتے ہو۔''

جی میں آئی کہ گزشتہ دنوں اشمار نے مجھے جو کچھ سکھایا ہے اس علم کی مدد سے اس گستاخ شخص کی زبان بند کردوں لیکن یہ جلد بازی کا موقع نہیں تھا۔اس میں کوئی شک نہیں تھا کہ اس سرزمین پر ڈاکٹر کو بڑی عزت و احترام سے دیکھا جاتا ہے، ویسے بھی ڈاکٹر جواد سے کوئی جھگڑا مول لے کر میں مقدس اقابلا کے قہر کا شکار نہیں ہونا چاہتا تھا۔پھر بھی یہ کیسے ممکن تھا کہ میں سریتا کو اس وحشی کے ساتھ چھوڑ دوں۔میں کچھ دیر گم صم کھڑا رہا۔پھر سرد آواز میں بولا۔''مقدس اقابلا کی جانب سے یہ تمہارا استحقاق ہے تو میں ایک دوست کی حیثیت سے تم سے درخواست کرتا ہوں کہ تم سریتا کی خواہش سے دست بردار ہو جاؤ۔''

''سیدی جابر! تم دوستی کا واسطہ دے رہے ہو مگر خود دوستی کے منافی اقدام کر رہے ہو۔ اس ہندی دوشیزہ پر عرصے سے میری نظر تھی۔ اس کی ملاحت اور صباحت نے مجھے بڑا متاثر کیا ہے۔ کل رات بھی تمہارے چند آدمیوں نے مجھے پریشان کرنے کی کوشش کی تھی میں نے انہیں دھتکار دیا تھا۔ خلل اندازی کے پیش نظر میں نے اپنی حفاظت کے لئے مقدس اقابلا سے درخواست کر کے ایک اقابو کو باہر تعینات کرایا ہے۔ اسی بات سے تم سمجھ سکتے ہو کہ میں اس لڑکی کے لئے کس قدر سنجیدہ ہوں۔ میں سمجھتا ہوں کہ اس جزیرے کے طلسمی جال میں پھنسنے کے بعد یہ ایک بہترین انعام ہے۔ کیا تم میری جگہ ہوتے تو ایسی شاداب لڑکی کو چھوڑ دیتے؟ کبھی نہیں جابر کبھی نہیں۔''

ڈاکٹر جواد کسی طرح میری بات ماننے پر آمادہ نظر نہیں آ رہا تھا۔ ڈاکٹر جواد کا جواب معقول تھا لیکن میں آسانی سے اس کی بات کیسے مان لیتا؟ چنانچہ میں نے ایک آخری کوشش کی۔ میں نے کہا۔ ''اگر تم چاہو تو میں تمہیں سریتا سے زیادہ نوخیز اور حسین لڑکیاں فراہم کر سکتا ہوں۔ لیکن تمہیں میری درخواست پر سریتا کو آزاد کرنا ہوگا۔''

''تمہارا لہجہ تحکمانہ ہے۔'' ڈاکٹر جواد نے زہر خند سے جواب دیا۔ ''یہ مژدہ میرے لیے راحت جاں ہے کہ تم ایک قبیلے کے سردار ہونے کی حیثیت سے میرے لیے خوب صورت لڑکیاں فراہم کر سکتے ہو۔''

ڈاکٹر جواد نے براہ راست میری تذلیل کی تھی۔ میرے وقار پر حملہ کیا تھا اور میرا پندار مجروح کیا تھا۔ قریب تھا کہ میں غصے کی انتہا میں کوئی خطرناک قدم اٹھا بیٹھتا کہ میرے گلے میں پڑی ہوئی مالا میرے سینے میں چبھنے لگی۔ یہ مالا مجھے کاہن اعظم نے تحفے میں دی تھی۔ مالا کی چبھن کے ساتھ ہی ایک سرگوشی میرے کانوں میں ابھری۔ ''سیدی جابر! تمہارا کوئی بھی اقدام تمہاری بربادی کا آغاز ہو سکتا ہے۔ سریتا کو بچانے کی کوشش میں تمہارا اقتدار بھی خطرے میں پڑ سکتا ہے۔''

یہ سرگوشی سن کر مجھے اچانک ہوش آ گیا۔ میں نے بے بسی سے سریتا کی جانب دیکھا۔

دل پر جبر کر کے میں نے جواد سے کہا۔ ''ڈاکٹر! میں نہایت افسوس کے ساتھ واپس جا رہا ہوں۔ تم نے میری درخواست رد کر کے مجھے شدید دکھ پہنچایا ہے۔'' یہ کہہ کر میں فوراً جھونپڑی سے باہر آ گیا۔ اقابو بڑی مستعدی سے اپنی جگہ جما کھڑا تھا۔

فزارو باہر میرا منتظر تھا۔ ''معزز سردار! کیا نووارد نے تمہارے حکم کا احترام نہیں کیا!'' اس نے مجھے دیکھتے ہوئے پوچھا۔

''وہ نووارد نہیں ہے۔ میرا پرانا دوست ڈاکٹر جواد ہے۔ وہی ڈاکٹر جس کے پاگل پن کا علاج کیا گیا تھا۔'' میں نے بمشکل اپنے جذبات پر قابو پاتے ہوئے کہا۔ ''سریتا کو اس نے جس مقصد کے لئے حاصل کیا ہے وہ اس میں حق بجانب ہے۔ مقدس اقابلا نے اسے خاص مراعات دے رکھی ہیں۔''

فزارو میرا جواب سن کر مطمئن ہو گیا اور میرا اشارہ پا کر چلا گیا۔ مجھے کسی پل قرار نہیں تھا۔ آہ بے چارہ سرنگا۔ وہ سرنگا اب خاموش پڑا تھا جو سریتا کو محفوظ رکھنے کے لئے اپنی جان پر کھیل گیا تھا۔ کیا اس کی پراسرار دیوی کا گزر اس علاقے میں ممکن نہیں ہے؟ وہ نازک اندام لڑکی سریتا۔ میں نے اسے کتنی بار بچایا؟ لیکن اس کی قسمت میں رسوائی لکھی تھی۔ میں سرنگا کے پاس جانے سے گریز کر رہا تھا لیکن میرے قدم غیر اختیاری طور پر اس کی جھونپڑی کی جانب بڑھنے لگے۔ میں اظہار غم کرنا چاہتا تھا۔ جب میں جھونپڑی میں داخل ہوا تو سرنگا قدرے بہتر حالت میں زمین پر پڑا ہوا تھا۔ اس نے معنی خیز

مسکراہٹ کے ساتھ میرا استقبال کیا۔ اس وقت بھی وہ بے حد پُر اسرار نظر آ رہا تھا۔ غصے یا انتقام کی کوئی علامت سرے سے موجود نہیں تھی۔ بظاہر وہ بڑا پُرسکون معلوم ہو رہا تھا۔ ''آؤ آؤ سیدی جابر!'' اس نے متحکم لہجے میں کہا۔ ''مجھے یقین تھا کہ تم پُرسش حال کے لئے میرے پاس آؤ گے۔''

''سرنگا!'' میں نے اداسی سے کہا۔ ''مجھے بے حد افسوس ہے۔''

''کاہے کا افسوس سیدی؟'' سرنگا نے بے نیازی سے کہا۔

''کیا تمہیں سریتا کے بارے میں علم ہو چکا ہے؟'' میں نے پوچھا۔

''ارے ہاں۔'' سرنگا کی آواز میں رعشہ آ گیا۔ ''مجھے سب کچھ معلوم ہے کہ وہ کن حالات سے دوچار ہے اور کس آزمائش سے گزر رہی ہے مگر وہ میری بیٹی ہے۔''

''میں ابھی ڈاکٹر جواد کے پاس سے آیا ہوں۔'' میں نے آہستگی سے کہا۔

''تم نے برا کیا سیدی!'' سرنگا نے تیزی سے کہا۔ ''تمہیں ڈاکٹر جواد کے پاس نہیں جانا چاہئے تھا مگر ٹھہرو۔ کیا تمہیں پہلے سے اس بات کا علم نہیں تھا کہ ڈاکٹر جواد کو مقدس اقابلا کا تحفظ حاصل ہے؟''

''مجھے جواد کی زبانی حالات کا علم ہو چکا ہے۔''

''آنکھیں کھلی رکھا کرو سیدی!'' سرنگا نے اس بار سخت لہجے میں کہا۔ ''اگر سریتا کے علاوہ میرے پاس کچھ اور ہوتا تو میں اسے بھی مقدس اقابلا کے حکم پر قربان کر دیتا۔ مقدس اقابلا ہم پر مہربان ہے۔ وہ عظیم اور قابل پرستش ہے اس کا ایک ادنیٰ اشارہ بھی ہمارے لیے حرف آخر کی حیثیت رکھتا ہے۔''

سرنگا کا جواب سن کر مجھے حیرت ہوئی میں اسے سمجھنے کی کوشش کر رہا تھا کہ اس کے ہونٹ مرتعش ہو گئے۔ اس کی آنکھیں بند ہو گئیں اور کچھ توقف کے بعد جب دوبارہ کھلیں تو اس نے تین بار دائرے کی صورت میں انہیں گھمایا اور سرگوشی میں بولا۔ ''سنو سیدی...... کچھ پتہ نہیں کہ حالات کیا خطرناک صورت اختیار کر لیں۔ تم سریتا کی طرف سے مطمئن رہو۔ جب تک سرنگا زندہ ہے، سریتا محفوظ ہے۔ ہاں تم محتاط ہونے کی عادت ڈالو۔ اشار بے وجہ تمہارے پاس نہیں آئی ہے۔ تم ایک سخت امتحان سے گزر رہے ہو تمہیں کسی بھی لمحے جزیرہ باگمان جانے کا حکم مل سکتا ہے۔ وہاں تمہیں عجیب و غریب حالات کا سامنا کرنا پڑے گا۔ تم ان کا تصور بھی نہیں کر سکتے مگر پریشان ہونے کے بجائے ثابت قدم رہنا۔ جارا کا کی روح نے مجھے جس عذاب سے دوچار کیا ہے، اس کے ختم ہونے میں صرف چند دن باقی ہیں، تم نے میرے ساتھ بڑا اچھا سلوک کیا ہے۔ بوڑھے سرنگا کی دعائیں تمہارے ساتھ ہیں۔ ایک بات اور ذہن نشین کر لو، سمورال کی دی ہوئی مالا کی حفاظت تمہیں اپنی جان سے زیادہ کرنا ہو گی اور......''

اور اس سے پہلے کہ سرنگا اپنا جملہ مکمل کرتا، ہوا کا اتنا شدید اور خطرناک ریلا آیا کہ سرنگا کی پوری جھونپڑی لرز اٹھی۔ دوسرے ہی لمحے سرنگا کے ہونٹ ہلے، اس نے پھر نظریں گھمائیں اور موضوع بدل کر اونچی آواز میں کہنا شروع کر دیا۔ ''وہ عظیم ہے۔ اس کی عظمتیں بے پناہ ہیں۔ جس نے اسے پالیا۔ اس نے سرخوشی پالی۔ وہ تاریک براعظم کی حکمراں ہے۔ اس محترم و مقدس دیوی کی نوازشیں تم پر قائم رہیں، سریتا کے لئے تمہاری

پریشانی بے سود ہے۔ میں اسے مقدس اقابلا کے قدموں پر قربان کر سکتا ہوں۔''

میں سرنگا کی تبدیلی حیرت انگیز نظروں سے دیکھ رہا تھا۔ اس کا چہرہ سراپا عجز و نیاز بنا ہوا تھا۔ جھونپڑی کی لرزش میں سکوت آ گیا تھا۔ دفعتاً میں نے دیکھا کہ اشمار میری نظروں کے سامنے نمودار ہوئی اور مجھے مخاطب کر کے پُر وقار انداز میں کہنے لگی۔ ''تمہاری خواہش پہنچا دی گئی تھی۔ تمہارے لیے یہ مژدہ ہے کہ مقدس اقابلا نے تمہیں شرف باریابی عطا فرمایا ہے لیکن خبردار اپنے ہندی دوست کے سامنے زبان نہ کھولنا میرے ساتھ چپ چاپ جھونپڑی سے باہر نکل چلو۔''

''مجھے مقدس اقابلا سے تمہاری عقیدت دیکھ کر خوشی ہوئی۔'' میں نے دھڑکتے دل سے سرنگا کو مخاطب کیا۔ ''میری دعا ہے کہ تم اس کی نوازشوں سے سُرخ رُو ہو۔''

پھر میں نے سرنگا سے اجازت طلب کی اور جھونپڑی سے باہر آ گیا۔ اشمار میرے ساتھ تھی۔ ہر چند کہ اشمار نے مجھے میرے محبوب میری ملکہ اقابلا کی قدم بوسی کا مژدہ سنایا تھا لیکن میرا دل انجانے وسوسوں سے دھڑک رہا تھا۔ اشمار کا بے نیاز لہجہ ذہن میں تکدر پیدا کر رہا تھا۔ اقابلا کے دیدار کی وہ خوشی معدوم ہوتی جا رہی تھی جو مجھے شدت سے تھی۔ اقابلا۔ میں اپنی محبوب کے پاس جا رہا تھا' میں اس تاریک براعظم کی عظیم الشان ملکہ کے حضور جا رہا تھا۔ سرنگا کے الفاظ میرے کانوں میں گونج رہے تھے۔ پھر اچانک مجھے ایسا محسوس ہوا جیسے میں بادلوں میں گھر گیا ہوں۔ میں نے اشمار کو فضا میں تحلیل ہوتے ہوئے محسوس کیا مجھے یوں گمان ہوا جیسے ہر طرف سیاہی کا طلسم موجود ہے اور میری آنکھوں نے دیکھنا بند کر دیا ہے، میرے کانوں نے سننا موقوف کر دیا ہے۔

☆==========☆==========☆

مجھے محسوس ہوا کہ اُس کا نرم و نازک ہاتھ میری گرفت میں ہے۔ میرے حواس میرا ساتھ چھوڑ رہے ہیں۔ میں فضاؤں میں سفر کر رہا ہوں۔ پری جمال اشمار میرے ساتھ ہے۔ وہ مجھے تاریک براعظم کے سب سے حسین وجود لیکن باجبروت اور مطلق العنان اقابلا کی بارگاہ میں لے جا رہی ہے۔ اقابلا کے جمال کا خیال آتے ہی ایک عجیب نشہ سا طاری ہو گیا تھا۔ میں اس کے پاس جا رہا تھا جس کے بارے میں سوچنا ہی میرا کام رہ گیا تھا۔ جس نے مجھے سب کچھ بھلانے پر مجبور کر دیا تھا لیکن ان لطیف احساسات کے پہلو میں خوف بھی کہیں چھپا ہوا تھا۔ یہ خوف کہ میں ایک غلام، ایک اجنبی، ایک محکوم، ایک مجرم ایک بہت ہی حقیر شخص ایک شہنشاہ، ایک حاکم، ماورائی طاقتوں کی امین، اس علاقے کی سب سے اہم شخصیت کی خدمت میں لے جایا جا رہا ہوں۔ اس کے لئے میرے دل کی یہ شدتیں اس کی توہین کا سبب تو نہیں بن رہی ہیں؟ کیا ایک محکوم کو اقابلا کی طلب کا خیال دل میں لانا چاہئے؟ میں سوچ رہا تھا۔ شاید میں نے اس کی عظمت و شوکت پوری طرح اپنے دل و دماغ میں نقش نہیں کی مگر مجھے خود پر قابو ہی کب تھا؟ جب زندگی میں حوادث ہی مرقوم ہیں تو میں انہیں کس طرح مٹا سکتا ہوں۔ جو ہوگا اُسے ہونے دیا جائے۔ اس اشتیاق کا اگر یہی حال ہے تو کچھ برا نہیں۔ جابر بن یوسف الباقر عشق میں ہلاک ہو گیا اور کس کے عشق میں؟ اس کے عشق میں، عام انسانی ذہن جس کے جمال کے تصور تک سے عاری ہے۔ کوئی سوچ سکتا ہے کہ حسن کی یہ منزل بھی ہو سکتی ہے؟ میں اس کے تصور میں گم تھا اور مجھے معلوم نہیں تھا کہ میں کہاں ہوں۔ اس کے تصور میں ہوش کا کیا سوال؟

جب اشمار کے مرمریں ہاتھ کا دباؤ بڑھا تو میری آنکھیں خود بخود کھل گئیں۔ میں اقابلا کے قصر میں کھڑا تھا۔ وہاں حسب معمول حسین و جمیل مناظر اور دوشیزائیں ہماری پذیرائی کے لئے موجود تھیں۔ اشمار جو بلاشبہ ان سب میں یکتا تھی وہ اس رنگین ہجوم سے مجھے گزار کر آگے کی طرف بڑھ رہی تھی۔ میں کسی بارونق بازار سے گزرنے والے راہ گیر کی طرح ان دمکتے اور چمکتے ہوئے چہروں پر سرسری نظر ڈالتا ہوا آگے بڑھتا رہا۔ وہ سب اشمار کے سامنے خمیدہ ہوئی جا رہی تھیں۔ میں نے احتیاط اور اعتدال خود پر طاری کیا۔ اشمار بڑی بے نیازی سے میری رہنمائی کا فرض انجام دے رہی تھی۔ میں یکسو ہو کر اس کی پیروی کرنے لگا۔ ہم مختلف شیش محلوں، طلائی ایوانوں اور ناقابل بیان عجائب کدوں کی کہکشاں سے گزر رہے تھے۔

چاروں طرف دلنواز موسیقی سماعت میں رس گھول رہی تھی۔ ایسا معلوم ہو رہا تھا جیسے در و دیوار سے دل نشیں نغمے پھوٹ رہے ہوں۔ میں اس قصر کا تفصیلی ذکر پھر کسی موقع پر کروں گا۔ بہت جلد ہم اُس خصوصی نشست گاہ میں پہنچ گئے جہاں ذی حشم اقابلا مجھے باریابی کے شرف سے نوازنے والی تھی۔ یہ ایک وسیع و عریض ہال تھا جس کی دیواریں رنگا رنگ روشنیوں سے معمور تھی۔ یہاں پہنچ کر آدمی کہیں اور جانے کی تمنا کرنے کے لائق نہیں رہتا۔ یکایک دیواروں سے نقرئی گھنٹیوں کا ایک کیف آور ساز اُبھرا۔ میری سماعت اس ساز سے نامانوس نہیں تھی پھر بھی میں گویا کسی خواب سے چونک پڑا۔ اشمار جو تمام راستے میرے آگے آگے چلتی رہی تھی اب وہ میرے سامنے نہیں تھی۔ میں گھبرا کر مڑا اور پھر اضطراب کے عالم میں چاروں طرف دائرے کی صورت میں گھوم گیا۔ اشمار کہیں موجود نہیں تھی۔ جب میں پہلی مرتبہ ژولین کے ساتھ اس طلسم خانے میں آیا تھا تو ژولین ہال کے باہر کہیں معدوم ہو گئی تھی۔ مگر آج اشمار باہر رکنے کے بجائے میرے ساتھ اندر آئی تھی بلکہ اس نے مجھ سے پہلے ہال میں قدم رکھا تھا۔ میں نے مزید

سوچنے کا ارادہ ترک کیا اور آئندہ پیش آنے والے واقعات کے لئے خود کو تیار کرنا شروع کر دیا۔ نقرئی گھنٹیوں کی موسیقی بلند آہنگ ہوگئی۔ ساتھ ہی ایک نسوانی ہیولا کسی پری کی طرح گویا آسمان سے وارد ہوا اور میرے عین مقابل کوئی دس گز کے فاصلے پر کھڑا ہو گیا۔ میں نے فوراً اشتیاق میں آنکھیں پٹ پٹا کر اسے دیکھا۔ ہیولا لمحوں میں واضح ہو گیا۔ وہ اقابلا نہیں تھی۔ اشمار تھی۔ بالکل نئی اشمار، تر و تازہ اشمار، اس کا بدن اب اوپر سے نیچے تک سرخ پھولوں سے ڈھکا ہوا تھا جیسے پھول بدن سے اُگ رہے ہوں؛ جیسے کسی چمن نے ایک بدن کی شکل اختیار کر لی ہو۔ اس کے آنے سے فضا میں ایک عجیب خوشبو پھیل گئی۔ ان پنکھڑیوں میں وہ نازنین پرستان کی شہزادی معلوم ہو رہی تھی۔ مجھے یقین نہیں آ رہا تھا کہ یہ وہی اشمار ہے جو ابھی کچھ دیر پہلے میرے ساتھ تھی وہ وہی تھی...... سب کچھ وہی تھا مگر وہ بہت نئی معلوم ہوتی تھی۔ اس کی غزالی آنکھوں میں کچھ اور نشہ آور شراب جھلک رہی تھی۔ میں وہاں کے آداب سے غافل نہیں تھا۔ پھر بھی بے اختیار میرے منہ سے نکلا۔ ''اشمار!''

اشمار کی نیل گوں آنکھوں سے بے اعتنائی ہویدا تھی۔ وہ اس طرح مسکرائی جیسے کوئی کسی بچے کی بات پر ہنس پڑے۔ میں نے بیتاب ہو کر کہا۔ ''اشمار! میری نگاہیں تمہیں تلاش کر رہی تھیں۔ تمہارے اچانک غائب ہونے کے بعد میرا اضطراب سوا ہو گیا تھا۔ تم اتنے دنوں میرے ساتھ رہی ہو۔ میں تمہارے بغیر نامکمل ہوں، اب اس وقت اس کے سامنے تمہارا رہنا ضروری ہے، اس لئے کہ اب تم میری ترجمان ہو۔ تم نے دیکھا ہے کہ میں اس کی طلب میں کس قدر صادق ہوں۔ میری گزارش ہے کہ تم یہیں رہو ورنہ اُس کے سامنے میری زبان نہ کھل سکے گی۔''

''تمہاری نظریں جس اشمار کو تلاش کر رہی ہیں، وہ یہاں موجود نہیں ہے۔ اس دوشیزہ نے تنبیہی انداز میں کہا۔'' اشمار میری پیش رو تھی۔ مقدس اقابلا نے اسے ایک عرصے کے لئے تمہارے سپرد کر دیا ہے۔ اب مقدس اقابلا کی نیابت کے فرائض میں انجام دیتی ہوں۔''

میں حیران رہ گیا۔ دو جڑواں بہنوں میں بھی کبھی ایسی زبردست مشابہت نہیں سنی تھی۔ مجھے یقین نہیں آتا تھا کہ یہ لڑکی سچ بول رہی ہے لیکن یہاں کی ہر بات پر بے چون و چرا یقین کرنے ہی میں سلامتی تھی۔ میں نے اپنا سر جھکا لیا اور نہایت ادب سے بولا۔ ''لائق صد احترام اقابلا کا پرستار، اس کا غلام حاضر ہے۔ میرا خنجر اپنا خون پیش کرنے کے لئے مضطرب ہے، میں حکم کا منتظر ہوں۔ مجھے کس خدمت کے لئے طلب کیا گیا ہے؟''

اُس نے ایک بھرپور نظر سے مجھے سرتا پا دیکھا۔ ''جابر بن یوسف! وہ یہاں ابھی جلوہ گر ہونے والی ہے۔ میں تمہیں تنبیہہ کرتی ہوں کہ تم اپنے اعصاب پر قابو رکھنا۔'' یہ کہہ کر اس نے ہاتھ بڑھایا۔ دوسرے ہی لمحے ایک بلوریں جام اس کے ہاتھ میں تھا۔ وہ اس نے میری طرف بڑھا دیا۔ میں نے جسم جھکا کر اسے دونوں ہاتھوں سے تھام لیا اور دوسری ہدایت کا منتظر رہا۔ ''اسے پی جاؤ۔'' اس نے گردن جھٹک کر تمکنت سے کہا۔

میں نے فوراً اسے حلق میں انڈیل لیا۔ اس مشروب کے ذریعے سے میں پہلے بھی لطف اندوز ہو چکا تھا۔ مجھے اچانک محسوس ہوا جیسے میرا سارا جسم ہلکا ہو گیا ہو۔ میری نظروں میں ارتعاش سا پیدا ہوا اور پھر وہی کیفیتیں مجھ پر غلبہ پانے لگیں جن کا تجربہ اس سے پہلے بھی مجھے ہوا تھا۔ وہی بادل، وہی نغمے، وہی روشنیاں، مشروب حلق میں اترنے کے کچھ دیر بعد تک میری اس سے کوئی بات نہیں ہوئی۔ چند لمحوں بعد ہال میں اچانک سناٹا چھا گیا۔ پھر ایک گرج سی پیدا ہوئی۔ روشنیاں جھلملانے لگیں اور ایسا محسوس ہوا جیسے خورشید جہاں تاب کروڑوں میل دور سے اتر کر زمین پر آ گیا ہو۔ میری آنکھیں چندھیا گئیں۔ جب صورتحال معمول پر آئی تو وہ ایک زرنگار تخت پر اپنے تمام کروفر اور طمطراق کے ساتھ چہرہ افروز نظر آئی۔ میری ذات

باقی نہیں رہی تھی میں اس کے حسن میں جذب ہوگیا تھا۔ حیرت کی بات یہ تھی کہ اقابلا کا تخت زمین پر کوئی تین فٹ اونچا خلا میں معلق تھا۔ اقابلا کی نائب سربسجود ہو چکی تھی۔ میں نے بھی گردن جھکانا چاہی لیکن اس طرح میں اُس کے جلوے سے محروم ہو جاتا۔ اس لیے میں سینہ تانے کھڑا رہا۔ میں نے سوچا، زیادہ سے زیادہ موت کا حکم صادر ہوگا۔ اُسے دیکھنے کے بعد میرے قدم زمین پر مضبوطی سے جم گئے۔ میں نے اپنا دل قوی کیا کہ میرا مطلوب دنیا کی سب سے نادر شے ہے۔ وہ تاریک براعظم کی ملکہ اقابلا تھی۔ اس کی مقناطیسی نگاہوں میں جنبش ہوئی۔ میں لرز گیا اور میں نے چور نظر سے اس کا سراپا اپنے قلب ونظر میں سمونے کی کوشش کی۔ اس کا ریشمیں بدن سبز پتوں اور پھولوں سے ڈھکا ہوا تھا۔ اس کے لانبے بال شانوں پر بکھرے ہوئے تھے۔ اقابلا کی انگشت حنائی کا اشارہ پا کر سجدہ ریز دوشیزہ اٹھ کھڑی ہوئی اور کسی قدر بلند آواز میں مجھ سے مخاطب ہوئی۔ ''جزیرہ توری کے اجنبی سردار! میں مقدس اقابلا کی نائب سارماتم سے مخاطب ہوں۔'' میں مستعد ہوگیا۔ ''کیا تم جانتے ہو کہ تمہیں یہاں کیوں طلب کیا گیا ہے؟''

''میں اسے اپنی عظیم ملکہ کی عنایت سمجھتا ہوں کہ میرے احساسات منتقل ہو گئے ہیں۔ یہ میری خوش بختی ہے۔'' میں نے کمال فصاحت سے کہا۔

''جابر بن یوسف! تم یہ جاننے کے باوجود کہ یہ اسرار کی سرزمین ہے اور تمہاری مہذب دنیا سے اس کا کوئی تعلق نہیں اور تمہیں غیر معمولی نوازشوں سے آراستہ کیا گیا ہے اور یہ تمام صفتیں مقدس اقابلا کی عظیم وجلیل ہستی کی مرہون منت ہیں۔ تم نے اپنے دل میں ایک ایسی خواہش بیدار کیوں ہونے دی جو آج تک تاریک براعظم پر بسنے والے کسی فرد میں کبھی پیدا نہیں ہوئی تھی۔'' دوشیزہ سارما نے تمام تر دبدبے سے کہا۔

''یہ میری شعوری کوشش نہیں تھی۔ میرے دل میں اس خواہش کی تخلیق اُس کے حیات آفریں جمال سے ہوئی۔ میں اگر جزیرہ توری میں پیدا ہوا ہوتا تو ممکن تھا کہ اس خیال کی آمد پر کوئی پابندی ہوتی لیکن میں اس اجنبی سرزمین سے تمام تر مفاہمت کے باوجود اپنی دنیا کی تہذیب وتربیت کا اثر پوری طرح دور کرنے میں ناکام رہا ہوں۔ میری دنیا میں لوگوں نے ایک ایسے معاشرے کی بنا ڈال دی ہے جہاں افراد اپنی طرح کے لوگوں سے اتنے فاصلے پر نہیں ہوتے جتنے اس مقدس سرزمین پر ہیں۔ وہاں کوئی کسی کی بھی تمنا کر سکتا ہے اور کوئی کسی کے بھی حصول میں کامیاب ہو سکتا ہے۔'' میں نے جرات سے کہا اور ایک نظر اقابلا کے وجود پر ڈالی۔ اُس کے لبوں پر میں مسکراہٹ تلاش کر رہا تھا لیکن وہ بے نیازی سے میری باتیں سن رہی تھی۔

''جابر بن یوسف! تمہاری شدتیں سونگھ کر تمہیں اشمار سونپ دی گئی ہے۔ یہ ایک بہت بڑا اعزاز ہے۔ قناعت میں امان ہے۔ تمہیں ان سنگلاخ مرحلوں کا اندازہ نہیں ہے۔ مقدس اقابلا بہت دور جلوہ فگن ہے۔'' سارما نے سنجیدگی سے کہا۔

''مجھے فاصلوں کا اندازہ ہے اور اپنی توانائی کا بھی' یقیناً اشمار کا اعزاز کچھ کم نہیں ہے لیکن میں تو فنا ہونا چاہتا ہوں۔ میں غلام ہونا چاہتا ہوں۔''

''نہیں......'' سارما نے نفی میں گردن ہلا دی۔ ''تم سے جو کچھ کہا جا رہا ہے، بس اسی پر اکتفا کرو۔ اپنے جسم میں فولاد کی قوت اور کھوپڑی میں لومڑی کا ذہن پیدا کرو۔ جو باتیں تمہیں نہیں جاننی چاہئیں، انہیں جاننے کی کوشش نہ کرو۔ ورنہ بلائیں تمہیں گھیر لیں گی۔''

سارما کے تحکم آمیز لہجے کے جواب میں میں نے اثبات میں سر ہلا دیا میرے لیے انکار واستر داد کا کیا سوال تھا لیکن میں جو باتیں کرنا چاہتا

تھا، مجھے ان کا موقع نہیں مل رہا تھا۔ میں نہ جزیرے کی سرداری کا خواہاں تھا نہ جزیرہ توری میں کسی بلند مقام پر خود کو فائز دیکھنا چاہتا تھا۔ میری نظر میں اقابلا کی طلب کے سوا ہر شے حقیر تھی۔ میں اسی کا ذکر کرنا چاہتا تھا۔ اشمار کے جانے کے بعد اس کی نئی جانشین کے سامنے اظہار بیان میں کچھ تکلف سا محسوس ہوتا تھا۔ حالانکہ میں نے بہت سی باتیں کہہ دی تھیں۔ اس ملاقات کے بعد نہ جانے پھر کب موقع نصیب ہوتا۔ اس مختصر گفتگو کے بعد وہ ایک لمحے کے لئے خاموش ہوئی۔ مجھے ڈر محسوس ہوا کہ کہیں یہ نشست برخاست نہ ہو جائے اس لیے میں نے سارما کو مخاطب کر کے دوبارہ اقابلا کی شان میں تمام تر فصاحت اور دلکشی سے قیصدے پڑھنے شروع کر دیئے۔ میں روانی سے بول رہا تھا۔ یہ میرا پسندیدہ موضوع تھا مجھے حسن کی مدح سرائی میں قدرت بیان حاصل تھی۔ ایک بار میں نے اسے براہ راست مخاطب کیا لیکن اس کے تیوروں میں کوئی فرق نہ آیا۔ مجھے یہ بات اور مضطرب کیے دیتی تھی پھر میں نے سوچا، نشست کو طول دینے کے لئے الطاف واکرام کے اس خاص وقت میں ترام کے سفاکانہ قتل کا معما' سرنگا اور سریتا کی اعانت اور ڈاکٹر جواد کی سرکوبی کے لئے کچھ کہوں لیکن آواز حلق میں اٹک کر رہ گئی۔ میں غیر اختیاری طور پر شدت بیان میں اتنا آگے بڑھا کہ میں نے سارما سے اقابلا کے پیر چومنے کی اجازت چاہی۔ ایک بار پہلے بھی شوالا سے مقابلے کے بعد مجھے اس کا موقع ملا تھا۔ پھر سارما کا اثبات میں گردن ہلانا تھا کہ میں بے تحاشا مقدس اقابلا کی جانب لپکا۔ میرا دل اسے آغوش میں سمیٹنے کے لیے زور سے دھڑ کا لیکن تخت کے قریب پہنچ کر میرے قدم منجمد ہو گئے۔ اس کا عریاں پیر میرے سامنے تھا۔ اس کے لمس کا شیریں ذائقہ میری نس نس میں رچا ہوا تھا۔ میرے ہونٹ اقابلا کے پاؤں سے مس ہوئے تو زبان پر ایک مٹھاس سی محسوس ہوئی۔ کسی حسین سے حسین دوشیزہ کے لب عارض بھی اتنی حلاوت نہ رکھتے ہوں گے۔ وہ آب حیات کا جام تھا۔ میری زبان اس پر مچلنے لگی۔ میں صدیوں کی پیاس بجھا رہا تھا۔ میرا گلا قرن ہا قرن سے خشک تھا اس لیے سیرابی ضرور ہوئی، مگر سیری نہیں ہوئی۔ میرا چہرہ اس سے مس ہوا۔ میں نے ایک بار اپنے دونوں ہاتھوں سے اس کے پیر پکڑ لیے اور میرے دل میں یہ جارحانہ خیال عود کر آیا کہ میں ان پیروں کو مضبوطی سے پکڑ کر ایک جھٹکے سے اقابلا کو اپنی آغوش میں کھینچ لوں۔ یکایک اقابلا کا ہاتھ مجھے اپنے سر پر محسوس ہوا۔ میں نے سر اٹھایا۔ اس کی نگاہوں میں شعلے تھے۔ میں نے سراسیمگی سے اُسے دیکھا اور اپنا چہرہ پاؤں سے ہٹا لیا۔ اس سے اتنے قریب سے نگاہیں چار ہوئیں تو مجھ پر غشی طاری ہونے لگی۔ میں پاگل ہو رہا تھا۔ یقیناً اس نے میری نگاہیں پڑھ لی ہوں گی۔ میں نے بھی اس کی نگاہوں میں جھانک کر دیکھا تھا، وہ ایک لمحے کی بات تھی۔ اس کی آنکھیں جل رہی تھیں۔ اعتدال سے گزر جانے اور وحشت زدہ ہو جانے کو طبیعت کرتی تھی' لیکن مجھے خود پر اختیار کہاں تھا؟ میں نے ہوس ناک انداز میں ایک بار پھر اس کے پاؤں کو بوسہ دیا۔ اس کے ہاتھ تک پہنچنے کی آرزو دل میں رہ گئی۔ میں وہیں اس کے قدموں میں دوزانو بیٹھ کر اپنا خنجر نکال کر اپنے سینے میں پیوست کرنے کا ارادہ کر رہا تھا کہ قصر میں ایک گرج سی پیدا ہوئی۔ اقابلا نے اپنے پیر کھینچ لیے۔ اس کی آنکھوں سے ایک شعلہ نکلا اور کمرہ لرزنے لگا۔ وسیع وعریض خلوت کدے میں شور سا برپا ہوا جیسے برق ورعد کی کڑک ہو۔ اسی اثناء میں توقع کے خلاف اقابلا کی آواز گونجی۔ مجھے صرف اتنا سنائی دیا کہ وہ سمورال کا نام لے رہی ہے۔ اسی وقت ہال کی دیوار ایک جگہ سے شق ہوئی اور میں نے دیکھا کہ جزیرہ توری کا کاہن اعظم سمورال اضطراری کیفیت میں اندر داخل ہو کر اقابلا کے حضور سجدہ ریز ہو گیا۔ میں اپنی جگہ سے اٹھ کر پیچھے آ گیا۔ سمورال، میری اور سارما کی موجودگی سے بے نیاز نظر آ رہا تھا۔ اس کے بال الجھے ہوئے تھے۔ اسے غالباً اقابلا کے کسی حکم کا انتظار تھا۔ اقابلا کی پیشانی پر تفکر کی شکنیں نمودار ہوئیں اور اس

نے کسی نامعلوم زبان میں سموراں کو کچھ ہدایات دیں۔ میرے دل کی دھڑکن رکنے لگی۔ خوف سے میری نبض ڈوبنے لگی۔ پھر جیسے ہی اقابلا کی ہدایات کا آخری لفظ ادا ہوا، ہال میں گہری تاریکی چھا گئی۔ مجھے اپنی خبر نہ رہی۔

جب میری آنکھوں کے دریچے وا ہوئے تو میں اپنی جھونپڑی میں لیٹا ہوا تھا اور اشمار میرے سر پر جھکی ہوئی میری پیشانی پر انگلیاں پھیر رہی تھی۔ آنکھیں کھلیں تو میرے ذہن میں اچانک کئی سوال پیدا ہوئے۔ کچھ ہی دیر پہلے میں ایک دلربا جلوے میں کھویا ہوا تھا۔ اقابلا کی بارگاہ میں کاہن اعظم کے بے وقت نمودار ہونے کا عقدہ مجھے بے چین کئے ہوئے تھا۔ میں اس سلسلے میں اشمار سے کچھ دریافت کرنا چاہتا تھا لیکن میرے زبان کھولنے سے پہلے ہی اس نے اپنے ہونٹوں پر انگلی رکھ کر مجھے خاموش رہنے پر مجبور کر دیا۔ اشمار مجھے اس طرح دیکھ رہی تھی جیسے آج ہی تمام ادائیں آزمالے گی مگر اقابلا کی جلوہ گاہ سے لوٹنے کے بعد میں اشمار کی ان حُسن پاشیوں سے متاثر ہونے کے قابل کہاں رہا تھا؟ سرنگا سے ملاقات، اُس کی تنبیہ۔ میں ایک سخت آزمائش سے گزر رہا ہوں۔ اشمار کا سرنگا کی جھونپڑی میں وارد ہونا اور قصر اقابلا میں اپنی طلبی، پھر سموراں کا وحشت زدہ انداز میں وہاں پہنچنا۔ یہ تمام مناظر یکے بعد دیگرے میرا ذہن پریشان کیے ہوئے تھے۔ اشمار میری دلی کیفیات سے آگاہ ہو گئی۔ میں نے ہذیانی انداز میں اس سے کہا۔

''معزز اشمار کیا ان پریشان کن لمحوں میں تم میری مدد نہیں کر سکتیں؟ یہ سب کیا ہو رہا ہے؟ کیا میں کسی غلطی کا مرتکب ہوا ہوں۔''

اشمار نے اپنی نرم و نازک انگلیوں سے میری آنکھیں بند کر دیں۔

''اپنی آنکھیں اتنی متوحش نہ رکھا کرو۔ جاراکا کی مقدس روح تمہیں محفوظ رکھے، خاموشی سے لیٹے رہو۔ اس وقت تمہارا قبیلہ دیوتاؤں کے قہر کی زد پر ہے۔''

''کیا......؟'' میں نے ہڑبڑا کر اٹھنا چاہا لیکن اشمار مجھ پر اس طرح جھک گئی کہ میں اٹھ نہ سکا۔ اس نے آہستہ سے کہا۔ ''تشویش نہ کرو، جو چیز تمہارے اختیار میں نہیں ہے، اسے اپنے اختیار میں لینے کی کوشش نہ کرو۔''

''میرے قبیلے کے لوگ؟'' میں نے اشمار کو سینے سے ہٹانے کی کوشش کی مگر اس گل اندام لڑکی میں نہ جانے کہاں سے اتنی طاقت آ گئی تھی کہ میں اپنی کوشش میں کامیاب نہ ہو سکا۔

وہ آہستگی سے بولی۔ ''سیدی! تمہیں اپنے قبیلے کے کسی فرد کے لئے تردد کرنے کی ضرورت نہیں ہے لیکن ہاں اگر تم نے اس وقت عجلت میں کوئی قدم اٹھایا تو سخت نقصان کا اندیشہ ہے۔ باہر تمہارا نائب فزارو قبیلے کے تین دوسرے معمر افراد کے ساتھ بے چینی سے تمہارا منتظر ہے۔ انہوں نے تمہاری تلاش میں چپا چپا چھان مارا ہے وہ یہاں بھی آئے تھے لیکن تم سو رہے تھے میں نے ان کی نگاہوں پر پردہ ڈال دیا تھا۔ تھوڑی دیر میں وہ تھک کر یہاں سے چلے جائیں گے، پھر تمہیں تفصیل سے پوری روداد سنا دوں گی۔''

''لیکن......'' میں نے اس گرفت میں پھسلتے ہوئے کہا۔

''خاموش، زبان سی لو۔'' اشمار نے مجھے کچھ کہنے کا موقع نہ دیا۔ ناچار میں نے خاموشی سے آنکھیں بند کر لیں۔

☆==========☆==========☆

دوسری صبح جب میں خواب غفلت سے بیدار ہوا تو خلاف توقع اشمار جھونپڑی میں موجود نہیں تھی۔ اس کی عدم موجودگی سے وہ ہیجان انگیز خیالات پھر سر اٹھانے لگے جو سونے سے قبل مجھ پر طاری تھے۔ میں اشمار کو دیکھنے کے لئے جھونپڑی کے دوسرے کمرے میں گیا۔ وہ وہاں بھی نہیں تھی۔ میں جھونپڑی سے باہر آیا تو وہاں فزارو بے چینی سے ٹہل رہا تھا۔ اس کے پژمردہ چہرے پر خوف مترشح تھا۔ اس نے مجھے دیکھا تو لپک کر میری طرف آیا اور کسی تمہید کے بغیر جلدی جلدی کہنے لگا۔ ''ہم سخت عتاب میں ہیں سردار! آسمان ہم سے ناراض ہو گیا ہے مقدس جارا کا ہم پر رحم کرے۔ ہم نے اطلاع دینے کے لئے تمہیں سارے علاقے میں دیکھ لیا تھا۔ یقیناً تم دیوتاؤں کی پناہ میں تھے۔''

''کیا ہوا فزارو؟ کیا جنوب سے پھر کوئی مخالف ہوا چلی ہے؟'' میں نے شوالا کے علاقے کی طرف اشارہ کرتے ہوئے پوچھا۔

''میں نہیں کہہ سکتا۔ میں نہیں کہہ سکتا لیکن کل مقدس اقابلا کے محافظ دستے کا اقابو پُراسرار طور پر قتل ہو گیا۔ بدقسمتی سے یہ واقعہ ہمارے قبیلے میں پیش آیا ہے، مگر دیوتاؤں کی قسم سردار! ہم بالکل بے قصور ہیں۔ بہت دنوں بعد ایسا سانحہ ہوا ہے۔ میری زندگی میں پہلی بار غضب ہو گیا ہے معزز سردار!'' فزارو خوف زدہ لہجے میں بولا۔ وہ اس طرح گڑگڑا رہا تھا جیسے میں نے اس واقعے پر اس سے کوئی جواب طلب کیا ہو۔

''سکون فزارو! مجھے سوچنے دو۔'' میں نے اپنی پریشانی پر قابو پاتے ہوئے مدبرانہ انداز میں کہا۔ میں فزارو سے زیادہ سراسیمہ تھا لیکن اپنے نائب پر اس کیفیت کا اظہار نہیں کر سکتا تھا۔ میں اسے جھونپڑی میں لے آیا اور اطمینان سے بیٹھ کر پوری بات بتانے کا حکم دیا۔ فزارو کی آنکھیں دہشت سے پھیلی ہوئی تھیں اور وہ غالباً اتنی زیادہ باتیں کہنا چاہتا تھا کہ ایک بات بھی اس کے منہ سے نہیں نکل رہی تھی۔ میں نے اس کا شانہ تھپتھپا کر اسے دلاسا دیا۔ اسی اثناء میں میرے پیش رو کالاری کی دونوں بیویاں ناشتے کے لئے میرے مرغوب جنگلی پھل اور دودھ کا خوان لے کر حاضر ہو گئیں۔ وہ دونوں بھی بے حد غمگین نظر آ رہی تھیں۔ انہوں نے حسب معمول میرے سکھائے ہوئے سلیقے کے مطابق ناشتہ چنا اور خاموشی سے الٹے قدموں واپس چلی گئیں۔ میں نے ایک پھل اٹھا کر منہ میں رکھ لیا۔ حقیقت تو یہ ہے کہ اس وقت میرا دل کچھ کھانے کو نہیں چاہ رہا تھا۔ اشمار کی غیر موجودگی اور فزارو کی لائی ہوئی اطلاع نے مجھے سخت حواس باختہ کر رکھا تھا مگر فزارو کے سامنے یہ ظاہر کرنا ضروری تھا کہ میں قطعاً مطمئن ہوں اور ہر کام معمول کے مطابق کر رہا ہوں۔

بوڑھے فزارو نے لکنت زدہ لہجے میں مجھے بتایا۔ ''کل جس وقت ڈاکٹر جواد ہندی بوڑھے سرنگا کی لڑکی سریتا پر دست درازی کر رہا تھا، اس وقت قبیلے والوں نے سریتا کی ایک دل خراش چیخ سنی لیکن سب بے بسی کے ساتھ اپنی اپنی جھونپڑیوں میں سہمے بیٹھے رہے چند لمحوں کے لئے پوری فضا سناٹے میں ڈوب گئی۔ پھر اچانک دل دہلا دینے والا ایک شور برپا ہوا اور اقابو کی خوفناک چیخ فضا میں گونج گئی۔ اقابو اتنا طاقت ور اور چالاک ہوتا ہے کہ ہم کسی بھی مرحلے پر اس کے زیر ہونے اور شکست خوردہ انداز میں چیخنے کا تصور نہیں کر سکتے۔ پھر اس کی شخصیت مقدس اقابلا کی نسبت سے ہمارے لیے واجب الاحترام بھی ہے۔ اس لیے پورا قبیلہ بچوں، بوڑھوں اور عورتوں سمیت جھونپڑیوں سے باہر نکل آیا۔'' فزارو کہہ رہا تھا۔ ''میری آنکھیں پگھل کر بہہ جائیں معزز سردار! میری زبان گل جائے، کھلے میدان میں اقابو کے دونوں ہاتھ جسم سے علیحدہ ہو کر دور پڑے ہوئے تھے۔ ٹانگیں مختلف سمتوں میں بکھر گئی تھیں اور اس کا بقیہ جسم زمین پر اس طرح تڑپ رہا تھا جیسے تیل کے کڑھاؤ میں ڈال دیا گیا ہو۔ اس کی کھوپڑی خشک پتے

کی طرح اِدھر اُدھر اڑ رہی تھی۔ ایسا بھیانک منظر ہم نے پہلے کبھی نہیں دیکھا تھا۔"

میں بظاہر تحمل اور دلچسپی سے فزارو کی روداد سن رہا تھا۔ میرے ذہن میں ان گنت سوالات کلبلا رہے تھے۔ ہر طرف اندھیرا نظر آتا تھا۔ فزارو کہہ رہا تھا۔ "اس دہشت انگیز واقعے کے تھوڑی دیر بعد کاہن اعظم جائے واردات پر پہنچا اور جھونپڑی میں داخل ہوگیا۔ قبیلے کے لوگ افراتفری کے عالم میں اِدھر اُدھر بکھرے ہوئے تھر تھر کانپ رہے تھے۔ کاہن اعظم نے باہر آ کر ہاتھ کے اشارے سے مجھے اور تین دوسرے آدمیوں کو طلب کیا۔ ہم اس کے پیچھے جھونپڑی میں گئے۔ سرنگا کی جوان بیٹی سریتا حیرت انگیز طور پر غائب تھی اور اس پر دست درازی کرنے والا نووارد بے ہوش پڑا ہوا تھا۔ ہم نے کاہن اعظم کے حکم پر بے ہوش نووارد کو اُٹھا کر ایک دوسری جھونپڑی میں منتقل کیا اور اسے ہوش میں لانے کے لئے کچھ جڑی بوٹیاں کھلائیں، جب تک ہم وہاں رہے وہ ہوش میں نہیں آیا۔ لحیم شحیم اقابو کا ٹکڑے ٹکڑے جسم کاہن اعظم کے ایک اشارے سے کہیں روپوش ہوگیا تھا۔"

"سرنگا کہاں ہے اور کیسا ہے؟" میں اپنی بے تابی پر قابو نہ پا سکا۔

"میں نہیں جانتا۔ مجھے کوئی علم نہیں ہے۔" فزارو نے بتایا۔ "کاہن اعظم نے ہم سب کو جھونپڑیوں میں واپس چلے جانے کا حکم دے دیا تھا۔ میں کل اُسی وقت سے تمہارا منتظر تھا تاکہ تمہیں بروقت حالات سے مطلع کر سکوں لیکن تم غالباً رات گئے واپس آئے۔ اس ہولناک سانحے پر شوالا اور اُس کے قبیلے کے لوگ خوشی سے دیوانے ہوگئے ہیں، ان کا خیال ہے کہ چونکہ یہ سانحہ تمہاری عمل داری میں پیش آیا ہے اس لیے......" فزارو نے میرے قدموں میں سر رکھ دیا۔

"ہماری بربادیاں قریب ہیں معزز سردار! اب عبادت کے سوا کوئی چارہ نہیں، ہمیں قربانیاں پیش کرنی ہوں گی۔ روٹھے ہوئے دیوتاؤں کو منانے کے لئے ہمیں اپنے قبیلے کے لوگوں کا خون کرنا ہوگا۔"

شوالا کے نام سے میرے جسم میں آگ سی لگنے لگی۔ مجھے گاہے گاہے خبریں ملتی رہتی تھی کہ وہ خودسر سردار اپنی شکست کے بعد نچلا نہیں بیٹھا ہے، ہر چند کہ وہ ابھی تک بستر علالت پر تھا اور اس کے زخم پوری طرح مندمل نہیں ہوئے تھے، میں نے سوچا۔ کیا شوالا ہی اس خوف ناک سانحے کا سبب ہے؟ نہیں نہیں۔ شوالا اقابو کی اہمیت سے واقف ہے اسے معلوم ہوگا کہ اقابلا اور کاہن اعظم سے یہ بات کیسے چھپی رہ سکتی ہے، پھر یقیناً، یقیناً۔ خوف کی ایک سرد لہر نے میرے جسم کا احاطہ کر لیا۔ ہاں، ہاں میں نے سر جھٹک کر خود سے کہا۔ "بے شک یہ وہی ہے، وہ پھر آ گئی ہے۔ وہ پھر آ گئی ہے، اب نہ جانے کیا ہو، مگر اس میں میرا کیا قصور ہے؟ کیا میں نے کوئی اقدام کیا تھا؟ نہیں میں نے تو اپنے عزیز دوست اور محسن سرنگا کی بیٹی کو بچانا چاہا تھا۔ میرا باطن صاف ہے۔ لیکن اس سے کیا ہوتا ہے، وہ یہاں پھر آ گئی ہے، وہ کوئی خوف ناک طاقت معلوم ہوتی ہے، سرنگا۔ میرے ذہن میں اُس کی عظمت کا ہیولا تھا۔ سرنگا وہ اتنے اطمینان اور اعتماد سے کیوں باتیں کرتا ہے لیکن شاید اسے اندازہ نہیں ہے، یہ ان کی سرزمین ہے، اس نے اقابلا کا قصر اس کا جلال، اس کی شان و شوکت نہیں دیکھی، یہ سب میں نے دیکھا ہے، میں یہ کیسے تسلیم کر سکتا ہوں کہ سرنگا جو کچھ سوچ رہا ہے وہ درست ہے، یہاں چوں و چرا کا کیا محل ہے؟ وہ طوفانوں سے کھیل رہا ہے۔ کیا وہ پاگل ہوگیا ہے؟ یہ کیسا اعتماد ہے؟ کیا ہے اس کے ذہن میں؟ ہاں اس نے ایک بار کہا تھا کہ اس کے ذہن میں واپسی کا خیال ہے یعنی ہم لوگ دوبارہ اپنی متمدن دنیا سے مل سکتے ہیں، یہ کیسا احمقانہ اور طفلانہ خیال ہے سمندر ننگا ہے

ہر طرف پُراسرار آنکھیں نصب ہیں، کوئی سہارا نہیں، ہمارے بازو شل ہیں، بلائیں ہمارے تعاقب میں گامزن ہیں، ہم کیسے واپس جا سکتے ہیں؟ سرنگا واقعی پاگل ہو گیا ہے، میرے دل و دماغ میں اپنے مغرور قیدی دوست کے بارے میں ہیجان برپا تھا۔ دن چڑھے میری جھونپڑی کے باہر قبیلے کے بے شمار افراد جمع ہو گئے، ان کے چہرے لٹکے ہوئے تھے۔ میں نے باہر نکل کر ایک اونچی جگہ سے انہیں خطاب کیا۔ میں نے کہا۔ ''میرے لوگو! کیا تم میں سے کوئی ہے جس نے ہماری عظیم ملکہ مقدس اقابلا کے محافظ دستے کے ایک سپاہی اقابو کو بری نگاہ سے دیکھا ہے۔''

''کوئی نہیں، کوئی نہیں۔'' وہ ایک ساتھ چلائے۔

''کیا تم جانتے ہو کہ یہ سب کیوں ہوا ہے؟ کیا تمہیں صحیح حالات کا علم ہے؟ کیا تم یہ افسوس ناک واقعہ سننے اور دیکھنے کے منتظر تھے؟''

''نہیں۔ نہیں!''

''کیا اس قبیلے میں نیکی دوسروں کے کام آنے، خیر، قربانی اور ایثار کی تعلیم نہیں دی جاتی؟''

''ہم اپنے معزز سردار کے ممنون ہیں۔''

''پھر تمہارے خوف کی کیا وجہ ہے، تم اپنی زندگی کے معمولات جاری رکھو، ابھی قربانی کا وقت نہیں آیا ہے، ایسی کوئی بات ہو گی تو سب سے پہلے میں قربانی پیش کروں گا۔''

''ہمارے معزز سردار پر جاراکاکا کی مقدس روح کا سایہ ہے، اس کی عظمتوں میں اضافہ ہو'' ایک ساتھ بہت سی آوازیں گونجیں۔

''جاؤ اپنے گھروں کو سدھارو۔ دیوتاؤں سے رحم کی بھیک مانگو۔ انہیں خوش رکھو اور خود خوش رہو۔'' میں نے انہیں منتشر کر دیا۔ صرف فزارو میرے پاس رہ گیا۔ میں فزارو کو چھوڑ کر جھونپڑی میں آ گیا۔ مجھے تخلیہ درکار تھا۔ اشارا ابھی تک غائب تھی، سب سے پہلے مجھے اُس کا سراغ لگانا تھا اور فی الوقت اس کی صرف ایک تدبیر میرے پاس تھی، میں نے گلے میں لٹکی ہوئی جاراکاکا کی کھوپڑی دونوں ہتھیلیوں میں لے کر اپنے چہرے کے سامنے کی اور اشارا کا تصور کر کے دل ہی دل میں اس کے سراغ کا طالب ہوا۔ میں کافی دیر تک کھوپڑی تھامے رہا لیکن میرا خالی ذہن کسی جواب سے منور نہ ہو سکا۔ یہاں تک کہ میرے ہاتھ دکھنے لگے کھوپڑی کی طرف سے مایوس ہو کر میں نے کاہن اعظم سمورال کی مالا سے مدد چاہی، مگر یہ صورت بھی کارگر نہ ہوئی۔ شاید میں عمل میں کوئی غلطی کر رہا تھا' کچھ بھول رہا تھا۔ آخر میں نے اشارا کے سکھائے ہوئے تمام پُراسرار علوم آزمائے، وہ بھی میری کوئی مدد نہ کر سکے۔ میں مایوسی سے پیال کے بستر پر بے سُدھ گر پڑا۔ صرف ایک بات کی مسرت تھی کہ سریتا ڈاکٹر جواد کی ہوس کے ہاتھوں برباد ہونے سے بچ گئی۔ سرنگا کے بارے میں میرا خیال تھا کہ وہ پھر ایک طویل مدت کے لئے عتاب سے دوچار ہو چکا ہو گا' ممکن ہے بدبختی کے اس تسلسل نے اسے جان سے مار ڈالا ہو، اس خیال نے میری رگوں میں تہلکہ مچا دیا۔ مجھے ناقابل بیان اندیشے لاحق ہو گئے۔ اقابلا سے کل ایک اطمینان بخش گفتگو ہوئی تھی مگر اس گفتگو میں یہ تازہ واقعہ شامل نہیں تھا۔ پتہ نہیں اس واقعے کے بعد اس کا ردعمل کیا ہو گا، میرے جزیرہ باگمان جانے کے لئے اس نے کسی وقت کا تعین بھی نہیں کیا۔ ان تمام وسوسوں میں صرف ایک خیال سے تقویت ہوئی کہ اقابلا کا تصور کر دُ چاہے موت آ جائے۔ ایسے حالات میں، میں اپنے دوست سرنگا کو دیکھنے نہیں جا سکتا تھا۔ آج ترام ہوتی تو میں کاہن اعظم کے قریب ہوتا اور بہت سی گتھیاں خود بخود سلجھ گئی ہوتیں، ترام

اور سمورال کے ساتھ ہی مجھے جمرال کا خیال آیا۔

جمرال کا خیال آتے ہی میرے ذہن میں اُمید کا ستارہ روشن ہوگیا۔ کچھ کرنے ہی سے کچھ ہوگا۔ ہاتھ پر ہاتھ رکھ کر بیٹھ جانے سے انتشار بڑھے گا۔ مجھے متحرک اور مستعد رہنا چاہئے۔

میں نے اپنے گلے میں جارا کا کی کھوپڑی اور کاہن اعظم کی مالا درست کی اور جھونپڑی سے باہر نکلا۔ فزارو ایک طرف بیٹھا کچھ سوچ رہا تھا۔ مجھے دیکھتے ہی وہ احتراماً کھڑا ہوگیا۔ میں نے اس کے قریب بیٹھ کر اس سے اُس جھونپڑی کا پتہ معلوم کیا جہاں ڈاکٹر جواد کو بے ہوشی کی حالت میں لے جایا گیا تھا۔ پھر میں فزارو کو واپس جانے کا حکم دے کر خود اُس جھونپڑی کی طرف چل پڑا۔

میرا اندازہ درست تھا۔ جھونپڑی کے باہر ایک اور اقابو تعینات تھا۔

اس سے میں نے اپنا تعارف کرانے کے بعد آسانی سے یہ بات معلوم کر لی کہ کاہن اعظم اندر جھونپڑی میں ڈاکٹر جواد کے پاس موجود ہے، یہ بھی معلوم ہوا کہ وہ کل سے اس علاقے میں ہے۔ میں نے سوچا ایک سردار کی حیثیت سے میں اندر جا سکتا ہوں یہ کوئی غلط قدم نہ ہوگا۔ اس طرح میں کاہن اعظم کی سرگرمیوں کے بارے میں کوئی رائے قائم کر سکتا ہوں، میں جرات کے ساتھ اندر داخل ہوگیا۔ ڈاکٹر جواد ایک کونے میں بے ہوش پڑا تھا اور سمورال اُس پر جھکا ہوا کسی زبردست عمل میں مصروف تھا۔ اس نے میری آمد کا کوئی تاثر قبول نہیں کیا چنانچہ میں جیسے گیا تھا ویسے ہی واپس آ گیا۔ موقع بہت مناسب تھا۔ میں تیزی سے سمورال کے غار کی طرف روانہ ہوا حالانکہ سمورال سخت لفظوں میں مجھ پر وہاں جانے کی پابندی عائد کر چکا تھا لیکن اس تاریکی میں مجھے بہر حال اپنے لیے ایک آدمی ہموار کرنا تھا۔ میرا دوست سرنگا نہ رہا، سمورال نہ رہا، اشمار چلی گئی، ترام مرگئی۔ اب جمرال ہی رہ جاتا تھا۔ راستے بھر طرح طرح کے اندیشے میرا دماغ پراگندہ کرتے رہے میں تین مرتبہ غار کے دہانے پر پہنچ کر لوٹ آیا۔ آخر چوتھی بار میں نے ہمت کی اور اشمار کے سکھائے ہوئے کچھ کلمات پڑھتا ہوا غار میں داخل ہوگیا۔ مجھے معلوم تھا کاہن اعظم کی ممانعت کے بعد غار میں میرا داخلہ ایک بڑا جرم ہے لیکن میں کسی سازش یا جرم کے تحت یہاں نہیں آیا تھا۔ میں جمرال سے قربت چاہتا تھا اور اسے کسی کے خلاف استعمال کرنا بھی نہیں چاہتا تھا صرف چند اندھیرے دُور کرنے کے لئے مجھے کسی شخص کے سہارے کی ضرورت تھی۔ جمرال، کاہن اعظم سمورال کا نوعمر ذہین لڑکا اپنے کمرے میں عبادت کر رہا تھا۔ آہٹ سن کر وہ چونکا، پھر جیسے ہی اس نے مجھے دیکھا، اس طرح چیخ مار کر اُٹھا اور ایک طرف سمٹ گیا۔

جمرال کے ہاتھوں میں لوہے کی ایک سلاخ تھی، جو اس نے اپنے سینے کے ساتھ دبا لی تھی، وہ مجھ سے کچھ چھپا رہا تھا۔ اس کے اس رویے نے مجھے تذبذب میں مبتلا کر دیا۔ اس کی آنکھیں اس طرح پھٹی ہوئی تھیں، جیسے میں کوئی خوف ناک درندہ ہوں اور ابھی اسے پھاڑ کھاؤں گا۔ میں نے بڑی مشکل سے اپنے ہونٹوں پر مسکراہٹ پیدا کی۔ ''جمرال! مجھے پہچانا نہیں کیا؟ میں ہوں جابر بن یوسف، تمہارا دوست۔''

''تم فوراً یہاں سے چلے جاؤ معزز سردار!'' جمرال نے پھنسی پھنسی آواز میں کہا۔

''میں بڑی الجھنوں میں گرفتار ہوں میرے دوست! سخت اذیت میں تمہارے پاس آیا ہوں۔ مجھے تم سے کچھ نہیں چاہئے۔ صرف تمہاری دوستی کا اعتماد چاہتا ہوں، اتنے سنگ دل نہ بنو، آخر ہم نے کچھ دن ساتھ گزارے ہیں، کیا تم بھی مجھے دھتکار دو گے؟ میں کسی سازش کے تحت تمہارے

پاس نہیں آیا ہوں، ایک اجنبی جزیرہ توری پر کیا سازش کر سکتا ہے؟ وہ تو ہمدردوں اور ہمدردیوں کا طالب ہوگا۔'' میری پلکیں بھیگ گئیں۔

''میں مجبور ہوں سیدی!'' جمرال کچھ اور پیچھے ہٹ گیا۔ ''میں تم سے التجا کرتا ہوں کہ دیر نہ کرو، فوراً چلے جاؤ۔ دیوتا یہی چاہتے ہیں۔''

''دیوتاؤں کا نام نہ لو۔'' میں نے تلخی سے کہا۔ ''تم ابھی بچے ہو، مجھے معلوم ہے کہ تمہیں یہ سبق کس نے پڑھایا ہے، میں کاہن اعظم کا دل سے احترام کرتا ہوں، میری سمجھ میں نہیں آتا کہ وہ کس گستاخی کی بنا پر مجھ سے کھنچا کھنچا رہتا ہے۔ بہرحال تم اتنے خوف زدہ ہو تو میں جا رہا ہوں، لیکن یاد رکھنا تم نے رشتوں کا خیال نہیں کیا' ممکن ہے کسی روز تمہیں اپنے رویے پر ندامت ہو، میں تمہاری مرحوم بہن کا شوہر ہوں، میں کوئی ایسا برا شخص نہیں ہوں جس سے تمہاری بہن کے مرنے کے بعد تمام رشتے ٹوٹ جائیں۔'' مجھے احساس ہوگیا تھا کہ جمرال کچھ نہیں بتائے گا اس لیے میں سرعت سے غار کے باہر آ گیا۔ جمرال کے پاس میرا مزید رکنا قطعی فضول تھا۔ اس لڑکے کی تربیت بہت سخت ہوئی تھی اور وہ اپنے ذی مرتبت باپ کا بے حد فرماں بردار فرزند تھا۔

مجھے شدید تنہائی محسوس ہو رہی تھی، جمرال کے سلوک نے اور دل گرفتہ کر دیا تھا۔ مجھ سے واپس نہیں ہوا جا رہا تھا۔ آہستہ آہستہ قدم اُٹھاتا ہوا میں ایک ویرانے سے گزر رہا تھا کہ نڈھال ہو کر ایک پتھر پر بیٹھ گیا۔ نہ جانے کتنی دیر ہوگئی میں واقعات و حادثات کی کڑیاں ملاتا ہوا اونگھنے لگا۔ کچھ دیر کے لیے میری آنکھ لگ گئی۔ آنکھ کھلی تو کچھ سکون محسوس ہوا۔ میں نے دوبارہ ذہن سے وحشتیں جھٹکیں مایوسی، اداسی کے جذبات جو بار بار مجھے پر طاری ہو جاتے تھے انہیں دور کیا اور ایک عزم کے ساتھ آبادی کی طرف بڑھنے لگا۔ میرے قدم دوبارہ ڈاکٹر جواد کی جھونپڑی کی طرف تھے۔ اس بار کاہن اعظم سمورال سے میں دوٹوک گفتگو کرنا چاہتا تھا۔ اقابو نے میرا راستہ چھوڑ دیا۔ اندر پہنچتے ہی میں سکتے میں رہ گیا۔ میری گناہگار آنکھوں نے ایک لرزہ خیز منظر دیکھا۔ ڈاکٹر جواد ایک چٹائی پر لیٹا ہوا تھا۔ اس کے پیٹ میں دائیں پسلی کی طرف کسی دھات کی بنی ہوئی ایک نلکی چھرے کی طرح پیوست تھی، تقریباً ڈیڑھ گز لمبی نلکی کا دوسرا سرا مٹی کے ایک بڑے تسلے سے منسلک تھا اور نلکی کے سوراخ سے ڈاکٹر جواد کا خون قطرہ قطرہ کر کے تسلے میں جمع ہوتا جا رہا تھا۔ سب سے عجیب بات یہ تھی کہ خون کا رنگ بالکل سیاہ تھا مگر ڈاکٹر جواد کی جلد بدستور گندمی تھی، کاہن اعظم سمورال جارا کا کی کھوپڑی ایک چراغ کے سامنے رکھ کر کچھ بدبدا رہا تھا۔ اس کی نگاہیں تسلے میں گرنے والے خون کے قطروں پر گڑی ہوئی تھیں، اس کام میں وہ اتنا منہمک تھا کہ اسے میری آمد کا احساس تک نہیں ہوا یا ممکن ہے اس نے مجھ جیسے بے ضرر آدمی کی موجودگی کی کوئی اہمیت نہ دینا چاہی ہو۔

جب سے ہم نے اس پُراسرار علاقے میں قدم رکھا تھا۔ ہماری آنکھیں اس قسم کے واقعات کے عادی ہوگئی تھیں۔ کوئی اگر یہ کہتا کہ زمین الٹی ہوگئی ہے اور ہم سب آسمان میں لوٹ گئے ہیں تو شک کرنے کی کوئی گنجائش نہیں تھی، کالے علم کے بھیانک واقعات، جادو اور دیوتاؤں کے نام سے وجود میں آنے والے کرشمے، ہر چیز عجیب تھی، ہر بار ایک نئے واقعے کا تجربہ ہوا تھا۔ ذہن اب آسانی سے انہونی باتیں قبول کر لیتا تھا پھر بھی متاثر تو ضرور ہوتا تھا۔ ڈاکٹر جواد کی حیرت انگیز حالت دیکھ کر میں سرتا پا لرز گیا اور سمورال کے کام میں خلل انداز ہوئے بغیر ایک کونے میں دبک کر کھڑا ہوگیا۔

میں محویت کے عالم میں کھڑا تھا کہ اشمار یاد آنے لگی۔ کاہن اعظم سے اس کے بارے میں کچھ پوچھنا بے کار تھا کیونکہ اشمار کا میرے پاس آنا صیغہ راز میں تھا۔ سمورال کے فارغ ہونے کے بعد میں سریتا اور سرنگا کے بارے میں بھی کچھ نہیں پوچھ سکتا تھا۔ گفتگو کا آغاز کرنے کے لئے میں

اس سے چند ہدایتیں لینے کا اصرار ضرور کرسکتا تھا اور جزیرہ باگمان جانے کے متعلق اس سے بات چیت کرسکتا تھا ویسے اُصولاً ایک سردار کی حیثیت سے سموراں کو مجھ سے اتنی بے اعتنائی نہ برتنی چاہئے تھی، سانحہ چونکہ میرے علاقے میں پیش آیا تھا اس لیے اسے مجھے اس واردات کی باضابطہ اطلاع دینی چاہئے تھی اور اس کے پس منظر سے واقف رکھنا چاہئے تھا۔ میں بے تابی سے کاہن اعظم کے فارغ ہونے کا انتظار کرنے لگا لیکن آج فارغ ہونے کے آثار ہی نظر نہیں آتے تھے، مجھے یاد آیا کہ سرنگا کی دیوی کے جارے سے آزاد ہوجانے کے بعد کاہن اعظم کی حالت غیر ہوگئی تھی اس کی دوبارہ آمد نے یقیناً تاریک براعظم کے حکمرانوں کو ہلا دیا ہوگا۔ اس لیے کل سے سموراں اتنے انہماک سے مصروف ہے۔ بہت دیر بعد ڈاکٹر جواد کا تمام خون تسلے میں جمع ہوگیا۔ میں نے غور سے دیکھا۔ اس کے جسم میں خون کا ایک قطرہ بھی باقی نہیں رہا تھا۔ اس کی کھال ہڈیوں کے ڈھانچے پر چست ہوچکی تھی، اس کے سانس کی رفتار بے حد سست تھی اور وہ چند لمحوں کا مہمان نظر آتا تھا۔

کاہن اعظم کے لب ساکت ہوئے۔ ادھر چراغ کی لو سے جارا کا کی کھوپڑی سیاہ ہوگئی تھی۔ سموراں نے آہستہ سے کھوپڑی اُٹھائی اور اسے تسلے میں رکھے ہوئے خون میں ڈبو کر فوراً باہر نکال لیا۔ کھوپڑی سے سیاہ خون ٹپک رہا تھا۔ کاہن اعظم نے اسے اپنے گلے کے ایک کڑے سے پیوست کیا اور جھک کر سیاہ خون سے بھرا ہوا تسلا آہستگی سے نلکی کے نیچے سے ہٹا لیا مگر نلکی ڈاکٹر جواد کے جسم میں پیوست رہنے دی، اس کے بعد کاہن اعظم سموراں تسلا ہاتھ میں لیے اتنی تیزی کے ساتھ جھونپڑی سے باہر نکل گیا کہ میں اسے اپنی طرف متوجہ کرنے کی مہلت ہی نہ پاسکا۔ میں بھی اس کے پیچھے دوڑا۔ میرے نکلتے ہی اقابو جم کر پھر دروازے پر کھڑا ہوگیا۔ کاہن اعظم کسی پاگل کی طرح خون کا تسلا ہاتھ میں لیے اپنی پوری رفتار سے چلا جارہا تھا اسے اپنے گردوپیش کی کوئی خبر نہ تھی۔ تیز تیز قدم اُٹھانے کی وجہ سے اس کی چال خاصی مضحکہ خیز ہوگئی تھی، میں نے اسے اس طرح بے وقاری سے چلتے ہوئے کبھی نہیں دیکھا تھا۔ قبیلے کے جن افراد نے سموراں اور اس کے پیچھے مجھے تقریباً بھاگتے ہوئے دیکھا وہ ایک طرف ہٹ کر مودب کھڑے ہوگئے۔ سموراں آبادی کی حدود سے نکل کر اپنے غار کی طرف جارہا تھا۔ راستے میں کئی ایسے سنسان مقامات پڑتے تھے جہاں میں اُسے روک کر اس سے تنہائی میں بات کرسکتا تھا لیکن میں نے سوچا کہ اسے اِس وقت چھیڑنا مناسب نہیں ہے۔ شام ہوچلی تھی اور میرا جسم دن بھر کی تگ ودو کے بعد نڈھال ہوگیا تھا۔ میں پریشاں حال اپنی جھونپڑی کا رخ کرنے پر مجبور ہوگیا۔

میرا خیال تھا رات کے کسی حصے میں اشار آجائے گی لیکن اُس رات خاصا وقت گزر جانے کے بعد بھی اشار نہیں آئی۔ میں نے خود کو دلاسا دیا کہ ایسے وقت جب سلطنت اقابلا کا ہر شخص پُراسرار دیوی کے تعاقب میں سرگرداں ہوگا' اشار کیسے میرے پاس رہ سکتی تھی؟ ممکن ہے اسے اقابلا نے طلب کرلیا ہو یا پھر چونکہ وہ مجھ سے کچھ چھپانا چاہتی تھی، اس لیے شاید میرے اصرار واستفسار سے بچنے کے لئے وہ میرے پاس نہ ٹھہری ہو، شاید میں ایک اجنبی ہونے کی حیثیت سے اس علاقے میں ابھی تک ایک نامعتبر شخص ہوں، مجھے کھلونا بنانے کے لئے سرداری کے اعزاز سے نوازا گیا، مگر نہیں، مجھے بدگمانی نہیں کرنی چاہئے، سرداری ایک بہت بڑا اعزاز ہے۔ اقابلا نے مجھے غیر معمولی اہمیت دی ہے، کالی طاقتوں کے تمام راز مجھ پر کیسے آشکار ہوجائیں؟ میں یقیناً کسی طویل مدہوشی اور فریب کاری کا شکار نہیں ہوں کوئی شبہ نہیں میرے تمام ساتھی مارے گئے ہیں۔ سرنگا معتوب ہوچکا ہے۔ سرینا آوارہ تنکے کی طرح اِدھر اُدھر اُڑ رہی ہے، تمام تحفظ تمام اعزازات مجھے حاصل ہوئے ہیں۔

ڈھلتی رات کا عمل ہوگا کہ اچانک کسی کے آنے کی آہٹ ہوئی۔ میں نے چونک کر دروازے کی طرف دیکھا۔ گہری تاریکی میں ایک ہیولا نظر آیا۔ یہ اشمار ہرگز نہیں ہوسکتی تھی اس کے آنے کا طریقہ کار یہ نہیں تھا۔ وہ آتی نہیں تھی، نمودار ہوتی تھی۔ میرے قبیلے کے کسی فرد کو فزار و سمیت یہ مجال نہ تھی کہ وہ اس طرح رات گئے اپنے سردار کی خلوت میں آتا۔ تو کہیں سرنگا تو نہیں آیا؟ یہ کیسے ممکن ہے، وہ غریب تو جارا کا کا کے عتاب کے باعث چلنے پھرنے سے معذور ہے اور پھر دروازے میں نظر آنے والے ہیولے کا قد سرنگا کے قد سے مختلف ہے، پھر یہ کون ہوسکتا ہے؟ میں نے اپنا خنجر گرفت میں لیا اور جارا کا کا کی کھوپڑی سنبھال لی اور حلق سے چیخا۔ ''کون؟''

بچے جیسے قد و قامت کا وہ ہیولا کوئی جواب دیئے بغیر پھرتی سے میری طرف لپکا۔ میں یک بیک کھڑا ہوگیا۔ جارا کا کا کی کھوپڑی اور سموراں کی مالا پر میری گرفت مضبوط ہوگئی۔ میں نے پھر آواز بلند دریافت کیا۔ ''کون ہو؟ کیا چاہتے ہو؟''

''سیدی جابر!''

میں ششدر رہ گیا۔ یہ جمرال کی آواز تھی۔ ایک خیال بڑی سرعت سے میرے ذہن میں ابھرا۔ ممکن ہے کاہن اعظم کو اس کی غیر موجودگی میں میرے پہنچنے کا علم ہوگیا ہو اس نے طیش میں آکر جمرال کو گھر سے نکال دیا ہو لیکن اس میں جمرال کا کیا قصور؟ بہر حال میں نے کہا۔ ''خوش آمدید جمرال!'' میں نے جھک کر غیر ارادی طور پر پیال کا بستر اُٹھایا اور اسے جھاڑ کر دوبارہ بچھاتے ہوئے کہا۔ ''آؤ۔ آؤ عزیز من جمرال! زہے نصیب میں خود جلد از جلد تم سے ملنے کا متمنی تھا، مجھے تم سے معافی مانگنی تھی، آج شاید میں نے تمہیں ناراض کر دیا تھا۔ دراصل اس وقت میں بے حد پریشان تھا ورنہ وہاں بے اجازت پہنچ کر مقدس کاہن کی نافرمانی کا مرتکب نہ ہوتا۔ خیر آؤ کھڑے کیوں ہو؟ بیٹھ جاؤ۔''

میں نے ہاتھ پکڑ کر جمرال کو اپنے ساتھ بٹھالیا۔ اندھیرے کی وجہ سے میں اس کے چہرے کے تاثرات نہیں دیکھ سکا لیکن اس کے لہجے سے گھبراہٹ نمایاں تھی، وہ بہت عجلت میں معلوم ہو رہا تھا۔ اندازاً وہ کوئی دس منٹ وہاں ٹھہرا۔ اس عرصے میں اس سے میں نے بہت کچھ پوچھنا چاہا لیکن وہ میری کسی بات کا جواب دینے پر آمادہ نہیں تھا بلکہ اسے میری باتوں کے جوابات کا غالباً علم ہی نہیں تھا۔ اس نے کچھ پڑھ کر ایک حصار کھینچا تاکہ جھونپڑی میں ہونے والی گفتگو جزیرے کی پُراسرار طاقتوں پر افشا نہ ہونے پائے پھر اس نے جلدی جلدی ایک عجیب بات بتائی۔ اس نے کہا۔ ''معزز سردار! زارمے تم سے ملنا چاہتا ہے۔''

''زارمے! یہ کون ہے؟ میں اسے نہیں جانتا۔''

''یہ تمہارے معاصر شوالا کا نائب ہے۔ تم نے یقیناً اسے دیکھا ہوگا۔ قبیلے کے برگزیدہ اشخاص میں سے ہے کاہن اعظم کے مقربین میں اس کا شمار ہوتا ہے۔ کالے جادو اور دیگر علوم میں ان کا شاگرد ہے۔ مجھ سے نہایت شفقت و محبت سے پیش آتا ہے، وہ جزیرے کا واحد شخص ہے جس سے میں کسی حد تک بے تکلف ہوں۔ زارمے بہت نیک طینت اور صلح پسند آدمی ہے وہ تم سے متاثر ہے اور اس کا خیال ہے کہ اگر اسے تمہاری رفاقت میسر آجائے تو وہ جزیرے کے مقبول آدمیوں میں شمار ہونے لگے گا۔ تم نے اپنے علاقے میں جو اصلاحات کی ہیں اس سے شوالا کے نائبین بہت متاثر ہیں۔ شوالا ایک جارح شخص کی حیثیت سے مشہور ہے اس لیے زارمے اسے چھوڑ کر تمہارے پاس آنا چاہتا ہے، میں فی الحال تمہاری کوئی اور مدد نہیں

کر سکتا اور نہ ہی وعدے کر سکتا ہوں۔ سیدی جابر! یہ علاقہ اجنبیوں کو اچھی نظر سے نہیں دیکھتا کیونکہ جب بھی اجنبی آتے ہیں، یہاں کا سکون غارت ہو جاتا ہے۔ ان دنوں بھی یہاں زبردست کش مکش جاری ہے۔ ہر طرف افسوں کی گرم بازاری ہے میں تمہیں کچھ بتا نہیں سکتا لیکن میرے محترم سردار! پھونک پھونک کر قدم اُٹھانا۔ دیوتا تمہیں اپنی امان میں رکھیں، تم زارے کو اپنے گروہ میں شامل کر کے اور اُسے شوالا سے جُدا کر کے یقیناً فائدے میں رہو گے۔ تمہارے قبیلے میں اس کا کوئی ہم سر نہیں ہے۔ یہ تمہاری خوش قسمتی ہے کہ وہ تم سے ملنا چاہتا ہے' ملنے کی غایت تم اسی سے سننا۔ کاہن اعظم اس وقت دور سمندر کے کنارے کسی عمل میں ہمہ تن اور ہمہ حواس مصروف ہے۔ میں موقع غنیمت جان کر صرف یہ اطلاع دینے آیا ہوں کہ کل رات عین اسی وقت زارے یہاں وارد ہوگا۔ کسی تذبذب اور شک میں مبتلا نہ ہونا۔ میری ذمے داری اور سفارش پر فراخ دلی سے اُس کی پذیرائی کرنا اور سکون سے اس کی بات سننا۔ اب میں جا رہا ہوں۔ یاد رکھنا کل اسی وقت اور ہاں مجھے تم پر اعتماد ہے کہ تم کسی کے سامنے اس بات کی تکرار نہیں کرو گے۔"

نوعمر جمرال آناً فاناً جھونپڑی سے باہر نکل گیا مگر مجھے شدید اذیت میں مبتلا کر گیا۔ صبح اس نے بہت ناروا سلوک کیا تھا اور اس وقت وہ خود میرے گھر چلا آیا تھا یہ بھول بھلیاں، یہ معمے میری فہم سے بالا تھے۔

ابھی صبح بھی نہیں ہوئی تھی کہ میری جھونپڑی پر پھر دستک ہوئی۔ جمرال کے بعد اس وقت کون آ سکتا ہے؟ یقیناً کوئی اہم واقعہ رونما ہو گیا ہے۔ میں بے چینی سے اٹھا اور میں نے دروازے کے قریب جا کر آواز دی۔ "کون ہے؟"

"دروازہ کھولو سردار! میں سموراں ہوں۔"

سموراں! کاہن اعظم؟ مجھ پر خوف طاری ہو گیا۔ میں نے آگے بڑھ کر دروازہ کھول دیا اور اس کے اندر آتے ہی سوال کیا۔

"کاہن اعظم اس وقت کیسے؟ کیا میری کسی خدمت کی ضرورت پڑ گئی ہے؟"

"نہیں۔" اس کے لہجے سے بے نیازی ٹپک رہی تھی۔ "جابر بن یوسف! مقدس اقابلا نے تمہیں جزیرہ باگمان کے لئے روانگی کا حکم دیا تھا۔"

"مجھے مقدس اقابلا کے حکم سے سرتابی کی مجال نہیں۔"

"سیدی جابر!" اچانک سموراں درشت لہجے میں بولا۔ "خود کو پہچاننے کی کوشش کرو۔"

"میں سمجھا نہیں عظیم سموراں؟" میں نے حیرت سے پوچھا۔

"تمہیں جزیرہ باگمان اسی وقت روانہ ہونا پڑے گا۔" سموراں نے بے دلی سے کہا۔

"کیا مقدس اقابلا کو میری روانگی میں تاخیر گراں گزری ہے؟" میں نے روکھے لہجے میں کہا۔ "مگر میں جزیرہ باگمان کس طرح جاتا؟ کسی رہنمائی کے بغیر۔"

"تم بحث کیوں کرتے ہو؟ یہ ایک بُری علامت ہے۔" سموراں تلملا کر بولا۔ "میرے ساتھ آؤ۔ میں تمہیں سمندر تک چھوڑ آؤں۔"

میں کوئی جواب دینے کے بجائے خاموشی سے سموراں کے ساتھ ہولیا۔ سموراں کا لب و لہجہ اس بات کی غمازی کر رہا تھا کہ وہ اندر ہی اندر کسی آتش فشاں کی طرح سلگ رہا ہے۔ ترام کی موت پر میں اس کی کیفیت دیکھ چکا تھا۔ اس کی حالت کسی ایسی ٹھہری ہوئی لہر سے مختلف نہ تھی، جس

کے پہلو میں ہزاروں طوفان پوشیدہ ہوں۔ وہ ایک ناقابل حل معمہ تھا۔ وہ اپنے خیالات میں گم جنگلوں سے گزر رہا تھا۔ صبح ہو رہی تھی۔ سارا جنگل چہچہا رہا تھا۔ میں رات کو یوں بھی خاصی دیر تک جاگتا رہا تھا۔ اب صبح کاذب کے وقت وہ آدھمکا۔ یہ خیال میرے لیے پریشانی کا باعث تھا کہ آخر سموارل نے یہ وقت کیوں منتخب کیا؟ کیا اسے جمرال سے ہونے والی گفتگو کا علم ہو چکا ہے؟ جنگلوں سے گزرنے کے بعد سموارل نے اپنا رخ ساحلی چٹانوں کی طرف موڑ دیا۔ چٹانوں کے سلسلے کے درمیان ایک جگہ وہ نشیب میں اترنے لگا۔ راستے اس قدر پر پیچ اور دشوار تھے کہ میرا انہیں یاد رکھنا مشکل تھا۔ پھر ہم ایک ایسی جگہ پہنچ گئے جہاں ایک گلی نما کٹا پھٹا ساحل نظر آ رہا تھا۔ وہیں مجھے ایک کشتی نظر آئی۔

''یہ کشتی تمہیں تمہاری منزل پر پہنچا دے گی۔''

''مقدس اقابلا پر دیوتا سایہ فگن رہیں۔ مجھے یقین ہے کہ میں اپنی منزل سے کامران لوٹوں گا۔''

سموارل نے کوئی جواب نہیں دیا۔ میں نے ہمت کر کے پوچھا۔ ''کیا کاہن اعظم مجھے یہ بتانا پسند کرے گا کہ جزیرہ باگمان میں مجھے کس قسم کی تربیت حاصل کرنی ہو گی؟'' میں نے اسے ٹٹولنے کی کوشش کی۔

''دیوتا جانتے ہیں۔'' سموارل نے کرخت آواز میں جواب دیا۔ میں چپ ہو گیا۔ میں نے نظریں نیچی کر کے اس کشتی کی طرف دیکھا اس پر سفر کا کوئی سامان نہیں تھا۔ یہ ایک معمولی درجے کی کشتی تھی۔ ''جزیرہ باگمان کا سفر کتنا طویل ہے؟ میری راہنمائی کون کرے گا؟''

''دیوتا تمہاری رہنمائی کرے گا۔ تم ایک ہفتے میں وہاں پہنچ جاؤ گے۔'' سموارل نے مختصر جواب دیا۔

''میرے لیے کوئی اور ہدایت ہے...... کوئی حکم؟''

''جابر بن یوسف! میں نے تم سے پہلے بھی کہا تھا کہ یہ اسرار کی زمین ہے۔ یہ طلسم خانہ تمہاری دنیا سے بالکل مختلف ہے۔ یہاں تمہیں قسمت لے آئی ہے تو یہاں کی دنیا میں گم ہو جاؤ۔ سوال کرنا بند کرو۔ نتائج کا انتظار کیا کرو اور انہیں تسلیم کرنے کی عادت ڈالو۔ تمہیں مقدس اقابلا کی خوشنودی حاصل ہے۔ یہ اعزاز قائم رکھنے کی کوشش کرو۔ ذہانت اور طاقت ہی دو خوبیاں ہیں جو تمہیں دوسروں سے ممتاز کر سکتی ہیں۔''

''میرے محسن کاہن اعظم کے مشورے میرے لیے شمع ہدایت ہیں۔ کیا جزیرہ باگمان کی حدود میں داخل ہونے کے بعد بھی میں مقدس سموارل کو اپنی رہبری کے لئے کسی وقت یاد کر سکتا ہوں۔'' میں نے سموارل کے چہرے کا بغور جائزہ لیتے ہوئے دریافت کیا۔

''حالات پر منحصر ہے۔'' سموارل نے مجھے گھورتے ہوئے جواب دیا۔ پھر تیزی سے گھوما اور تیز تیز قدم اٹھاتا چٹانوں کے سلسلوں میں گم ہو گیا۔ میں چند لمحے اپنی جگہ کھڑا حالات پر غور کرتا رہا۔ ایک لمحے کے لئے میرے دل میں یہ خیال آیا کہ کہیں کاہن اعظم مجھے کوئی فریب تو نہیں دے رہا ہے؟ ایسے وقت میں اس کا جھونپڑی کے دروازے پر دستک دینا اور اس ویران مقام پر ایک کشتی میں تنہا چھوڑ دینے کا اور کیا مطلب ہو سکتا ہے؟ اس کے اکھڑے اکھڑے لہجے سے بیزاری مترشح تھی۔ ممکن ہے وہ جزیرہ توری میں ان ہنگاموں کی بنیاد مجھے سمجھتا ہو؟ اسے جمرال کے میرے پاس آنے کی خبر تو نہیں ہو گئی؟ میں تھوڑی دیر تک کھڑا ہوا سوچتا رہا مگر جزیرہ توری کا اتنا بڑا شخص مجھ سے دھوکا نہیں کر سکتا تھا۔ میں نے مقدس اقابلا کا نام لیا۔ جاراکا کی کھوپڑی ہاتھ میں سنبھالی اور سیڑھیوں سے اترتا ہوا کشتی میں بیٹھ گیا۔ میرے بیٹھتے ہی کشتی خود بخود چلنے لگی۔ اس کی سمت متعین ہو گئی

اور میں حیرت سے اس معمولی کشتی کا کرشمہ دیکھنے لگا۔ کشتی تیز رفتاری سے سمندر کے بیچ میں آ چکی تھی۔ میں آرام سے لیٹ گیا۔ کھلے سمندر میں سفر کرتے ہوئے مجھے اپنا پچھلا دردناک سفر یاد آ گیا۔ حسین فلورا، سرنگا، سریتا، تومغا، ڈاکٹر جواد، مصری تاجر شیخ کمال، یہودی، وہ سب لوگ یاد آ گئے جو ایک بڑے عذاب سے دوچار ہو گئے تھے۔ آہ یہ وہی سمندر تھا جہاں سے میرے گھر، میرے وطن کو راستہ جاتا تھا لیکن میں وہاں جانے کا تصور تک نہیں کر سکتا تھا۔ کشتی چلتی رہی۔ میں سمندر کے پانی سے کھیلتا اور سوتا رہا۔ میرے کھانے کا انتظام خود بخود ہو جاتا تھا۔ شاید میرے ساتھ کچھ نادیدہ مسافر بھی سفر کر رہے تھے جو کشتی چلانے کا کام بھی کر رہے تھے۔ ساتویں رات کشتی ایک کنارے پر جا کر لگ گئی۔ میں سمجھ گیا کہ میری منزل آ گئی ہے۔ چار سو تاریکی تھی۔ زبردست اندھیرے نے سارا جزیرہ لپیٹ میں لے رکھا تھا۔ وہاں عجیب سیلن اور بدبو تھی۔ میرا دماغ پھٹا جا رہا تھا۔ میں نے اپنی رفتار بڑھا دی۔ اندھیرے میں چلنا اور پھر نامانوس راستوں پر...... میری حالت کسی اندھے کی سی تھی۔ آخر ایک جگہ میرا سر ٹکرایا۔ وہ کوئی درخت تھا۔ میں مبہم امیدوں کے سہارے راستہ ٹٹولتا ہوا آگے ہی بڑھتا رہا لیکن چند قدم چلنے کے بعد مجھے اندازہ ہوا کہ آگے بڑھنا سخت مشکل ہے۔ ہر طرف جھاڑ جھنکار ہیں اور درخت راستے میں پڑے ہوئے ہیں۔ صبح کا انتظار کیے بغیر کوئی چارہ نہیں تھا۔ میں نے صبح کے انتظار میں اس ویران مقام پر رات گزار دی۔ مگر یہ ایک طویل رات تھی جو گزرنے کا نام نہیں لے رہی تھی۔ اٹھتے بیٹھتے اور لیٹتے ہوئے میرے اعصاب شل ہو گئے۔ میں سمجھتا ہوں کہ وہ کوئی دو دن کا وقفہ تھا جو میں نے ایک رات سمجھ کر گزارا تھا۔ وہ رات ختم ہی نہیں ہوتی تھی۔ اکتا کر میں کشتی کی طرف گیا مگر کشتی بھی وہاں موجود نہیں تھی۔ یکا یک مجھے خیال آیا کہ مجھے اپنے دونوں سہاروں سے کام لینا چاہئے۔ کاہن اعظم کی مالا اور جارا کا کی کھوپڑی۔ میں نے اشارکا سکھایا ہوا ایک عمل پڑھ کر مالا ہاتھ میں لے لی۔ اچانک روشنی کی ایک تیز باریک لکیر اندھیرے میں نمودار ہوئی۔ میں گھبرا کر رک گیا۔ غور کیا تو پتہ چلا کہ روشنی کی وہ لکیر کسی چھوٹی ٹارچ سے مشابہ تھی اور میرے ہاتھ میں پڑی ہوئی مالا کے ایک دانے سے پھوٹ رہی تھی۔ سرنگا نے مجھے بتایا تھا کہ سمورال کی عطا کردہ مالا حیرت انگیز قوتوں کی مالک ہے، مجھے ایک پل کے لئے اسے اپنے جسم سے علیحدہ نہیں کرنا چاہئے۔ اسی مالا کے لیے ابالیش نے سازش کی تھی۔ غرضیکہ اندھیرے میں روشنی کی وہ باریک لکیر جس کا دائرہ محدود تھا۔ میرے لیے حیرت انگیز ثابت ہونے کے ساتھ ساتھ تقویت کا باعث بھی تھی۔ میں نے اس روشنی میں سامنے کی جانب دیکھا۔ راستہ آگے سے تنگ نظر آیا۔ اندھیرے میں سفر جاری رکھنا میرے لیے ناممکن تھا۔ میں نے اس روشنی کی معاونت سے اپنا سفر جاری رکھا۔ راستہ کئی جگہ بہت تنگ ہو گیا۔ وہاں جگہ جگہ چٹانیں تھیں۔ ایک مقام پر تو مجھے گھٹنوں کے بل بیٹھ کر آگے بڑھنا پڑا۔ یہ کیفیت کئی ساعت تک برقرار رہی۔ پھر مجھے رک جانا پڑا۔ آگے جا کر زمین کا سلسلہ ختم ہو گیا تھا غالباً وہاں کوئی گہرا کھڈا تھا۔ میں نے ناہموار زمین پر لیٹ کر آگے رینگنا شروع کر دیا۔ آگے سر نکال کر روشنی کی لکیر نیچے ڈالی تو دل لرز کر رہ گیا۔ نیچے تقریباً بیس فٹ نشیب میں پانی ہی پانی نظر آ رہا تھا۔ اس کے سوا کوئی دوسرا راستہ نہیں تھا، جس سے میں اپنا سفر جاری رکھتا۔ میری تگ و دو رائیگاں جا رہی تھی۔ میں چند لمحوں تک نشیب میں جمع پانی دیکھتا رہا۔ پھر رینگ کر کوئی دو گز پیچھے ہٹا اور نشیب کی جانب دیکھا تو میرے اوسان خطا ہو گئے۔ میں کسی طلسمی جال کا اسیر ہو چکا تھا۔ پشت کا راستہ جس سے گزر کر میں آیا تھا' مکمل طور پر بند ہو چکا تھا اس نشیب میں چھلانگ لگانے اور اس طرح اسے عبور کرنے کے سوا کوئی صورت نظر نہیں آتی تھی۔ میں دیر تک خود کو تیار کرتا رہا' ٹھہرا رہا لیکن اب تو پیچھے جانے کا کوئی راستہ نہیں تھا۔ میں نے اسے پہلی آزمائش سمجھ کر بے دریغ پانی میں چھلانگ لگا دی۔

پانی بے حد سرد تھا، بے حد بد بودار لیکن ایسے موقعوں پر حس جمال کا کس نے خیال رکھا ہے۔ اس سرد پانی سے تیرتے ہوئے گزر کر میں دوسری سمت کے ڈھلواں کی طرف آ گیا اور اوپر چڑھنے لگا۔ میں اپنا وہ اذیت ناک سفر بہت اختصار سے اور کسی قدر سرسری بیان کر رہا ہوں۔ بہرحال میں شدید مشقت کے بعد دوسری طرف اوپر چڑھنے میں کامیاب ہو گیا۔ اوپر جاتے ہی جسم چھلنے اور بے پناہ تھک جانے کی وجہ سے میں بے سدھ ہو کر گر پڑا۔ میرا جسم گیلا تھا اور ابھی تک بدستور اندھیرا تھا۔ کھلے آسمان کے نیچے میں ایک ویران اور سنسان مقام پر بے سہارا پڑا ہوا تھا۔ آکسفورڈ کا تعلیم یافتہ ایک مہذب نوجوان جابر بن یوسف الباقر...... اس کے جسم سے غلاظت لتھڑی ہوئی تھی ہر طرف اندھیرا تھا۔ موت اس کے چاروں طرف رقص کر رہی تھی اور زندگی کے لیے موت سے بہر صورت نبرد آزما ہو رہا تھا۔ آسمان پر چھوٹے چھوٹے تارے کہیں کہیں چمک رہے تھے۔

آگے کوئی میدان تھا۔ ہر طرف سناٹا طاری تھا اور تاریکی تھی کچھ دیر تک میں اپنی جگہ بے سدھ پڑا رہا۔ یہ آزمائش گاہ کم حوصلہ لوگوں سے کوئی مناسبت نہیں رکھتی تھی۔ یہاں تو جری، متحمل مزاج، سخت جان اور بلند حوصلہ قسم کے لوگ ہی سانس لے سکتے تھے۔ اگر مجھے پہلے سے یہ علم نہ ہوتا کہ یہ مرحلہ میری مزید زندگی اور میرے سنہرے مستقبل کے لیے لازمی ہے تو میں کبھی کا حوصلہ چھوڑ دیتا۔ میں آگے بڑھتا رہا۔ دور میدان میں مجھے روشنی کے جھماکے نظر آئے جیسے کوئی سرچ لائٹ ہو، یا کوئی جگنو تھوڑی دیر کے لئے چمکے یا کوئی چراغ لو بڑھا کر بجھ جائے۔ اس اندھیرے میں یہ روشنیاں خوفناک منظر پیش کر رہی تھیں۔ روشنیوں کی لکیریں اِدھر سے اُدھر جا رہی تھیں اور ایسا معلوم ہوتا تھا، جیسے وہاں کوئی آبادی ہو اور میں رات کے وقت طیارے میں بیٹھا ہوا کسی شہر کی جلتی بجھتی روشنیاں دیکھ رہا ہوں۔ احتیاطاً اب میں نے اپنا سیدھا ہاتھ جارا کا کی مقدس کھوپڑی پر رکھ لیا۔ بہت دُور تک کوئی بھی قابل ذکر واقعہ پیش نہیں آیا۔ اچانک دائیں بائیں اور پشت سے روشنی کی دس بارہ تیز لکیریں ابھریں۔ پھر تاریکی میں غائب ہو گئیں۔ میں ایک بار پھر رک گیا۔ اس قسم کی تیز روشنی میں نے پہلے کبھی نہیں دیکھی تھی۔ روشنی کا گھپ اندھیرا میں اس طرح اچانک نمودار ہو کر غائب ہو جانا تعجب خیز تھا۔ میں کھڑا ہوا اپنے آئندہ اقدام کے بارے میں سوچ رہا تھا کہ مجھے اندھیرے میں فلک شگاف قہقہے سنائی دیئے۔ وہ میرے قریب آ گئے۔ ان کے سفید دانت اور چمکتی ہوئی آنکھیں اندھیرے میں عجیب دہشت ناک لگ رہی تھیں۔ انہوں نے چاروں طرف سے مجھے گھیر لیا اور دیکھتے ہی دیکھتے مجھ پر ٹوٹ پڑے۔ میں نے اپنے جسم کی تمام توانائی صرف کرتے ہوئے ان سے کہا کہ وہ کچھ دیر کے لئے توقف کریں۔ وہ رک گئے اور ان میں سے ایک بولا۔ ''ہوراشو۔'' (تم کون ہو؟)

''میں جزیرہ توری کے ایک قبیلے کا سردار جابر بن یوسف الباقر ہوں۔'' میں نے دبنگ آواز میں جواب دیا۔ روشنی کی لکیروں نے میرے جسم کا احاطہ کر لیا۔ مجھے آہنی گرفت سے آزادی ملی۔ جس حبشی نے سوال کیا تھا، کسی قدر نرم لہجے میں مخاطب ہوا۔ ''تم آ گئے...... تم آ گئے ہو۔ ہو، خوب مزہ رہے گا۔''

''میں یہاں بھیجا گیا ہوں، مقدس اقابلا کے حکم پر۔''

''ہم تمہارا استقبال کرتے ہیں۔'' وہ قہقہہ لگاتے ہوئے بولا۔

''یہاں رات کتنی طویل ہوتی ہے۔ میں تم لوگوں کو دیکھنا چاہتا ہوں۔'' میں نے مفاہمت کے لہجے میں کہا۔

''رات......'' اس نے پھر کسی مجذوب کی طرح قہقہہ لگایا۔''رات۔معزز سردار کی معلومات جزیرہ باگمان کے متعلق کچھ بھی نہیں، یہاں ہمیشہ رات رہتی ہے۔''

''نہیں۔'' میں نے حیرت سے چونکتے ہوئے کہا۔

''یہ اس کا کرشمہ ہے۔اس بزرگ و برتر ہستی کا جس کا مقدس نام اقابلا ہے۔مقدس اقابلا نے مخصوص افراد کی تربیت کے لئے یہ جزیرہ اپنے طلسماتی نظام سے آراستہ کیا ہے۔'' تومند حبشی کے قہقہے رک گئے تھے۔''اسے اندھیرے پسند ہیں۔اندھیروں میں اس کا خیال ہے جسم کی صلاحیتیں جلا پاتی ہیں، حواس تیز اور اعصاب مضبوط ہوتے ہیں۔اندھیرے میں انسان کے باطن کی تعلیم ہوتی ہے۔اس میں غیر معمولی خوبیاں پیدا ہوجاتی ہیں اور اس کے باطن کی آنکھیں کھل جاتی ہیں۔اس کا جسم منور ہوجاتا ہے۔''

''وہ عظیم ہے۔ہم سب اس کے غلام ہیں۔'' میں نے عقیدت سے کہا اور اسے ہموار کرنے کے لئے اپنے اور اپنے قبیلے کے متعلق اطلاعات پہنچانی شروع کردیں۔جب میں نے اسے بتایا کہ میں ایک اجنبی ہوں اور مقدس اقابلا کی نوازشوں سے سرداری کے منصب پر فائز ہوگیا ہوں۔تو اس نے حیرت کا اظہار کیا۔وہ کوئی سخت آدمی معلوم ہوتا تھا۔اس کا نام کابالو تھا۔کابالو نے بتایا کہ اس جزیرے کے ناظم اعلیٰ کا نام لوکا سا ہے جو انتہائی سخت گیر شخصیت کا مالک ہے۔وہ اصولوں کا پابند ہے اور لغزشیں پسند نہیں کرتا۔میں نے اس سے ملنے کی خواہش کی تو کابالو معنی خیز لہجے میں بولا۔''لوکا سا سے تمہارا واسطہ پڑتا رہے گا۔لوکا سا سب سے ملتا ہے، اسے یہ جان کر خوشی ہوگی کہ تمہارا تعلق مہذب دنیا سے ہے۔''

مجھے اس گفتگو سے اندازہ ہوگیا کہ یہاں بہت محتاط انداز میں دن گزارنے ہوں گے۔یہ جزیرہ توری سے زیادہ خطرناک علاقہ معلوم ہوتا تھا۔انہوں نے میرے چاروں طرف گھیرا ڈال لیا۔کابالو مجھے ساتھ لے کر آگے بڑھنے لگا۔کوئی آدھ گھنٹے چلنے کے بعد بولا۔''معزز سردار! یہاں حکم کی تعمیل کی جاتی ہے۔اب تم آنکھیں بند کرلو جب تک میں نہ کہوں تم اپنی آنکھیں بند رکھو گے۔لوکا سا احکام کی خلاف ورزی کرنے والے کو اپنی پسند کی سزا دیتا ہے۔''

''تم مجھ پر اعتماد کرسکتے ہو مگر رات میں آنکھیں بند کرنے سے کیا ہوگا یہاں مجھے ویسے ہی کچھ دکھائی نہیں دے رہا ہے۔'' میں نے نرمی سے کہا۔

''یہ لوکا سا کی ہدایت ہے۔لوکا سا اس جگہ رہتا ہے جہاں روشنیاں زیادہ ہیں۔مقدس اقابلا کا انتخاب شک اور شبے سے بالاتر ہے مگر تمہیں یہ نہیں بھولنا چاہئے کہ یہ جزیرہ ایک تربیت گاہ ہے۔عظیم ماورائی علوم سیکھنے کی۔'' اس نے درشتی سے کہا۔

میں نے آنکھیں بند کرلیں۔اس عرصے میں کئی بار مجھے دائیں بائیں گھومنا پڑا۔ایک بار چند پتھریلی سیڑھیوں سے نشیب میں بھی اترنا پڑا۔ میں نے اس مشکل سفر میں سختی سے آنکھیں بند رکھیں۔پھر مجھے احساس ہوا کہ وہ میرے ساتھ نہیں رہے۔میں عجیب مخمصے میں پھنس گیا کہ آگے چلوں یا آنکھیں کھول دوں۔دیر تک میں یوں ہی آگے چلتا رہا۔پھر ایک جگہ ٹھوکر کھا کر گر پڑا۔میری آنکھیں اب بھی بند تھیں، میں نے ٹٹول کر گردوپیش کا جائزہ لیا۔چاروں طرف پتھروں کی دیواریں تھیں۔میں نے ٹٹول کر وہاں سے باہر جانے کا راستہ تلاش کیا۔راستہ بند تھا۔گویا میں ایک اندھیرے کمرے میں

مقید ہو چکا تھا۔ میری جی چاہا کہ آنکھیں کھول دوں۔ وہ مجھے یہاں چھوڑ کر غائب ہو گئے تھے لیکن میں آنکھیں بند کئے پڑا رہا۔ میری آنکھیں دکھنے لگیں۔ اسی حالت میں کافی دیر ہو گئی۔ اس حبس میں سخت گرمی اور وحشت تھی۔ میں آئندہ لمحوں کا منتظر تھا اور میرے حواس جواب دینے لگے تھے کہ ایک نسوانی آواز کمرے میں گونجی۔ ''معزز سردار اعظیم لوکاسا کی ہدایت پر قریسا تمہیں خوش آمدید کہتی ہے۔ تم آنکھیں کھول سکتے ہو۔''

میں نے تیزی سے گھوم کر آواز کی سمت دیکھا۔ اٹھارہ انیس سال کی ایک سیاہ فام لڑکی میرے سامنے کھڑی تھی اور مجھے عقیدت بھری نظروں سے دیکھ رہی تھی۔ اس کا گٹھا ہوا بدن اس روشن کمرے میں شیشے کی مانند چمک رہا تھا۔ سارا کمرہ بقعہ نور بنا ہوا تھا۔ دیواروں پر مشعلیں ایستادہ تھیں۔ اعلیٰ درجے کی نا قابل فہم تصویریں دیواروں پر منقش تھیں۔ کمرے میں ایک چوبی میز کے سوا اور کسی قسم کا سامان نہیں تھا۔ دیواریں اونچی اور ہیبت ناک تھیں، وہ حسین خدوخال کی لڑکی مجھے غور سے گھور رہی تھی۔

''میں کہاں ہوں؟ یہاں کا ناظم اعلیٰ لوکاسا کہاں ہے؟''

''لوکاسا مقدس لوریما کے جشن سالگرہ کی تیاریوں میں مصروف ہے۔ سالگرہ کا یہ جشن جزیرہ باگمان کا مذہبی تہوار ہے۔ یہ تقریب آج سے آٹھ روز بعد منعقد ہو گی۔ اس سے پہلے عظیم لوکاسا کسی سے ملاقات نہیں کرے گا مجھے تمہارے پاس اسی غرض سے بھیجا گیا ہے کہ تمہیں لوکاسا کی مصروفیت سے آگاہ کروں اور اس جزیرے میں تمہاری آمد کے پُر مسرت موقع پر عظیم دیوتاؤں کا وہ جام پیش کروں جو یہاں کے دستور کے مطابق ہر نووارد کو نوش کرنا پڑتا ہے۔ مجھے فخر ہے کہ اس مبارک جام کی تیاری کے لئے آج میرا انتخاب عمل میں آیا ہے۔''

میں نے دیکھا کہ یہ جملہ کہتے وقت اس کے چہرے پر خوشی کی کوئی علامت نمودار ہونے کے بجائے کرب کے اذیت ناک تاثرات نمایاں ہوئے اس کی آنکھوں کی چمک ماند پڑ گئی۔ میں محسوس کر رہا تھا۔ اس کا دل خوف سے دھڑک رہا ہے۔ اس کی بے ترتیب سانسیں اس کے سینے کے زیرو بم سے صاف ظاہر ہو رہی تھی۔

''حیرت ہے کہ میری پذیرائی یہاں عجب انداز میں ہوئی ہے۔ ناظم اعلیٰ جشن میں مصروف ہے۔ مجھے کوئی ہدایت بھی نہیں دی گئی جب کہ میں مقدس اقابلا کے فرمان کے مطابق یہاں آیا ہوں۔'' میں نے بے دلی سے کہا۔

''جشن سالگرہ سے پہلے قصر لوریما سے اس کا آنا ناممکن ہے۔'' اس نے اداسی سے کہا۔ اس کے لہجے میں کوئی چاشنی نہیں تھی۔ خوف شامل تھا۔ ''کیا مجھے اجازت ہے کہ میں اپنے مہمان سردار کے لئے دیوتاؤں کا خاص جام تیار کرنا شروع کروں؟''

''اجازت ہے۔'' میں نے جھنجھلا کر کہا۔

میرا جواب سن کر قریسا کی آنکھوں کی ویرانی کئی گنا بڑھ گئی۔ اس کے سینے کا تلاطم طوفانی شکل اختیار کر رہا تھا۔ وہ کسی جانب سے سخت ہراساں نظر آ رہی تھی۔ میرے قریب آ کر وہ میرے قدموں پر سجدہ ریز ہو گئی۔ پھر دوبارہ اٹھی اور مجھے اداس نظروں سے دیکھتی ہوئی اس چوبی میز کے قریب جا کر کھڑی ہو گئی جو کمرے کے مشرقی گوشے میں موجود تھی۔ معاً میری نظر چوبی میز پر رکھے ہوئے ساز و سامان پر پڑی۔ میں چونک اٹھا۔ وہاں جو سامان موجود تھا وہ عمل جراحی سے متعلق تھا۔ میں نے سوچا کہ کہیں قریسا کی آنکھوں کی ویرانی کا سبب میرا اقرار تو نہیں ہے وہ عمل جراحی کے

ان آلات سے کس قسم کا مشروب تیار کر سکتی ہے؟ اس نے اپنے انتخاب کئے جانے پر فخر کا اظہار کیا تھا۔ پھر وہ خوف زدہ کیوں تھی؟ اس کے تنفس کی رفتار بے ترتیب کیوں ہو رہی تھی؟ اس کی خوبصورت آنکھوں کی چمک ماند کیوں پڑ گئی تھی؟

میں شش و پنج میں مبتلا ہو گیا۔ میری نظریں قریسا کے چہرے پر جمی ہوئی تھی اور قریسا کی نظریں اس درندے کی کھوپڑی پر مرکوز تھیں جو دریائی سانڈ سے مشابہہ تھا۔ میں نے قریسا کو اس کی کھوپڑی کے سامنے عقیدت سے سر جھکاتے دیکھا۔ پھر اس کی نظریں درندے کی کھوپڑی سے ہٹ کر میز پر رکھے ہوئے سامان پر جم گئیں۔ چند لمحوں تک وہ منجمد کھڑی پتھر کے آلات دیکھتی رہی، پھر اس نے ہاتھ بڑھایا اور شیشے کا طشت اٹھا کر اپنے سینے کے نیچے میز پر رکھ لیا۔ میں حیرت سے کھڑا اس کی ایک ایک حرکت کا جائزہ لے رہا تھا۔ اچانک میں نے محسوس کیا کہ کمرے میں ہم دونوں کے علاوہ کوئی تیسرا وجود بھی موجود ہے۔ میرا اندیشہ درست ثابت ہوا۔ میرے بائیں جانب زمین پر تقریباً سات فٹ لمبا ایک سیاہ سانپ پھن اُٹھائے جھوم رہا تھا۔ میں غیر ارادی طور پر اچھل کر اپنی جگہ سے ہٹ گیا مگر سانپ کا رخ میری طرف نہیں تھا۔ وہ تیزی سے رینگتا ہوا چوبی میز کی جانب بڑھا ار میز پر جا کر وہ قریسا کے سامنے پھن کاڑھ کے جھومنے لگا۔ میں نے قریسا کی تپتی ہوئی نظروں میں اچانک خون کی سرخی نمودار ہوتے دیکھی وہ پوری طرح سانپ کی جانب متوجہ تھی، دفعتہً اس نے ہاتھ بڑھا کر سانپ کا پھن گرفت میں لے لیا اور برق رفتاری کے ساتھ میز سے خنجر اٹھا کر سانپ کا پھن کاٹ دیا۔

قریسا سانپ کا جسم درمیان سے چاک کر کے اس کا خون طشت میں نچوڑ رہی تھی، میں ششدر ہو کر یہ تمام ہولناکیاں دیکھ رہا تھا۔ سانپ کے جسم سے خون کا آخری قطرہ نچوڑنے کے بعد قریسا نے اسے بڑی حقارت سے ایک جانب اچھال دیا۔ پھر اس نے تیز دھار خنجر دوبارہ مضبوطی سے ہاتھوں میں جکڑ کر فضا میں بلند کیا۔ اس کے ہونٹ متحرک ہوئے، وہ کچھ پڑھ رہی تھی۔ میں صاف طور سے نہیں سن سکا۔ اس کی آواز میں شہد کی مکھیوں جیسی بھن بھناہٹ تھی۔ تھوڑی دیر تک وہ نہ جانے کیا بڑبڑاتی رہی، پھر اس نے مقامی زبان میں بہ آواز بلند کہا۔ "راہو آ ہو غو غا میکولائی سامار قابو کات باگی۔" (مقدس دیوتاؤ! گواہ رہنا کہ قریسا تمہارے اشارے پر قربانی پیش کر رہی ہے۔)

قریسا کی زبان سے یہ الفاظ ہوئے تو مجھے جھرجھری آ گئی اور اس سے پہلے کہ میں اُسے اس ارادے سے روکتا' قریسا کا خنجر والا ہاتھ بجلی جیسی تیزی سے نیچے آیا اور خنجر اس کے سینے میں پھل تک اترتا چلا گیا۔ خون کا فوارہ ابل پڑا۔ میں سراسیمگی سے قریسا کی قربانی کا منظر دیکھ رہا تھا۔ وہ ایک بلند ہمت لڑکی تھی۔ اس نے کمال بے نیازی کے ساتھ اپنا سینہ خنجر سے چاک کر کے خنجر نکال لیا اور طشت پر جھک گئی۔ اس کا خون سانپ کے خون میں شامل ہو گیا۔ جب طشت لبالب ہو گیا تو وہ گرتی پڑتی میرے قریب آئی۔ میرے معبود! کس قدر ہولناک تھا وہ منظر۔ قریسا کی آنکھیں ابل آئی تھیں لیکن وہ میرے قریب آ گئی اور طشت کی طرف اشارہ کر کے ٹوٹے پھوٹے لفظوں میں کہنے لگی۔ "معزز سردار! دیوتاؤں کا جام نوش کرو، اسے قبول کرو۔"

قریسا کی پیش کش پر میرے اوسان خطا ہو گئے ہیں۔ میں وہ خونیں طشت اٹھا کر پھینک دینا چاہتا تھا لیکن کوشش کے باوجود ایسا نہ کر سکا۔ اس لیے کہ سموراں کی دی ہوئی مالا میری گردن میں چبھنے لگی تھی۔ یہ ایک علامت تھی کہ میں غلط انداز سے سوچ رہا ہوں، مالا کی پُر اسرار حرکت نے میری رہنمائی کی، میں سنبھل گیا۔ میں نے ہاتھ بڑھا کر طشت تھام لیا۔ اس کے اندر نظر ڈالی۔ سانپ اور دوشیزہ کا خون جمع تھا، مجھے کراہت کا شدید

احساس ہوا لیکن میں نے دل پر جبر کر کے طشت ہونٹوں سے لگا لیا اور آنکھیں بند کر کے ایک ہی سانس میں اسے حلق سے نیچے اتارنے لگا۔ مجھے شدید اُبکائیاں آ رہی تھیں۔ میرا سارا جسم تھرتھرا رہا تھا لیکن بے پناہ متلی کے باوجود میں طشت خالی کر گیا۔ اس تکلیف دہ کام سے فراغت پا کر میں نے نظریں اٹھائیں تو دیکھا کہ قریسا کی لاش میرے قدموں میں پڑی ہے۔ میرا جی اُلٹ رہا تھا۔ قریسا کی لاش کی ہیئت کذائی نے کچھ ایسا اثر کیا کہ طشت میرے ہاتھ سے چھوٹ کر فرش پر گرا اور ریزہ ریزہ ہو گیا۔ مجھے اپنا سر گھومتا ہوا محسوس ہوا‘ قے کی شدت کے ساتھ ساتھ نشے اور بے ہوشی کی کیفیت بڑی تیزی سے مجھ پر مسلط ہو رہی تھی۔ کمرے کی دیواریں اور ہر شے گھومتی ہوئی نظر آ رہی تھی، میں لڑکھڑانے لگا اور سنبھلنے کی کوشش میں کئی قدم پیچھے ہٹتا چلا گیا۔ میں دیوانہ وار کمرے میں وحشت کا رقص کر رہا تھا کہ اچانک کمرے میں بھیانک قہقہوں کی آوازیں ابھرنے لگیں اور پھر قہقہوں کی گونج میں سینہ چیرتی ہوئی ایک حیوانی آواز شدت سے ابھری۔ میں یقین سے نہیں کہہ سکتا کہ وہ ماحول کا اثر تھا یا درندے کی چیخ کا خوف‘ میرا سارا جود لرزہ براندام ہو گیا۔ میں نے نیم مدہوشی کے عالم میں آواز کی جانب نظر کی تو میری آنکھیں اسی سمت ساکت ہو گئیں۔ کالاری کا بندر کاہو مجھے خونیں نظروں سے گھور رہا تھا۔ میں نے خود کو سنبھالنے کی کوشش کی لیکن بے ہوشی اور نشے کی کیفیت میرے اعصاب پر غالب آنے لگی۔

کاہو کی خوں خوار نظریں میرے چہرے پر مرکوز تھیں، وہ اپنے دونوں ہاتھ انتہائی غیظ و غضب میں پتھر کے فرش پر مار رہا تھا۔ اس کے تیوروں سے جلال ٹپکتا تھا اسے دیکھ کر مجھے بہت سی باتیں یاد آ گئیں۔ میرے ہاتھ اس خنجر کی طرف بے اختیار اُٹھے جس سے قریسا نے سانپ کو اور خود کو ختم کیا تھا۔

☆==========☆==========☆

(**اقابلا** کی داستان ابھی جاری ہے، اس دلچسپ اور پراسرار کہانی کا حصہ دوئم آئندہ ہفتے پیش کیا جائے گا)